مخطوطات کے عکوس سے مزین

ترکِ رفع یدین

علمی و تحقیقی دستاویز

دلائل مخالفین کا اصولِ حدیث کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

تالیف

فیصل خان حنفی

دار التحقیق فاؤنڈیشن

مخطوطات کے عکوس سے مزین

ترکِ رفع یدین

علمی و تحقیقی دستاویز

دلائل مخالفین کا اصول حدیث کی روشنی میں تحقیقی محاسبہ

تالیف

فیصل خان رضوی

نام کتاب: ترک رفع الیدین۔علمی و تحقیقی دستاویز
تالیف : فیصل خان رضوی
ایڈیشن اول: اکتوبر سنہ ۲۰۲۰ء
صفحات: 632
ناشر: دارالتحقیق فاونڈیشن،اقبال روڈ،مری روڈ،راولپنڈی
Ph:0335-5989777,darultahqeeq786@gmail.com
https://www.facebook.com/darultahqeeq786

ملنے کے پتے

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک،راولپنڈی	051-5551167
مکتبہ غوثیہ اقبال روڈ کمیٹی چوک،راولپنڈی	0321-5122632
ضیاء القرآن پبلیکیشنز،لاہور-کراچی	0312-4433699
ورلڈ ویو پبلشرز،فرسٹ فلور،الحمد مارکیٹ،غزنی سٹریٹ،لاہور	0333-3585426
الملِ سنٹیل کیشنز،دینہ ضلع جہلم	0321-7641096
مکتبہ نعیمیہ،دارالعلوم نعیمیہ،کراچی	0300-2080345
مکتبہ الغنی پبلشرز،فیضان مدینہ،پرانی سبزی منڈی،کراچی۔	0305-2578627

فہرست

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

محدث فقیہ الامت امام اعظم

نعمان بن ثابت ابو حنیفہؒ

کے نام انتساب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

جن کی باطنی فیضان کے تصدق

بندۂ ناچیز کو دقیق نکات پر اطلاع ہوتی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم اہلِ سنت و جماعت

فیصل خان

(راولپنڈی)

ہدیہ تبریک

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو اپنی والدہ

امی جان کے نام

جن کی تربیتِ صالحہ کے نتیجہ میں راقم کو مسلک ِاہل سنت کی خدمت کی توفیق ملی۔
علمی خدمت کا سارا ثواب ان ہی کو پہنچے۔
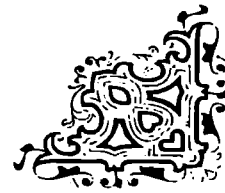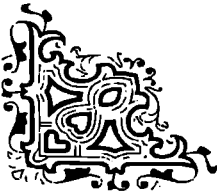
مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں اور لاکھوں درود وسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر کہ ہمیں اُن کا اُمتی ہونے کی سعادت ملی۔ کتاب ترک رفع الیدین پر تاریخی دستاویز کے پہلے ایڈیشن میں احناف کا موقف حدیث اور اسماء الرجال سے اصول کے تحت ثابت کیا گیا۔ اللہ کے کرم سے اس کتاب کو قبولیت عام ملی اور کتاب کا پہلا ایڈیشن جلد ہی نکل گیا۔ ایڈیشن کے ختم ہوجانے کے بعد کافی عرصہ تک احباب کی فرمائش رہی کہ کتاب کا نیا ایڈیشن شائع ہونا چاہیے اور اس سلسلہ میں بہت سارے لوگوں نے پاکستان بھر کے مختلف شہروں سے رابطہ بھی کیا۔ کیونکہ اس دوران ذاتی کاموں کے علاوہ دیگر کتب کی تحقیق میں مصروفیت بہت زیادہ تھی، اس لیے ترک رفع الیدین کے دوسرے ایڈیشن پر کام تاخیر کا شکار ہوتا گیا۔ مگر اسی دوران بہت ساری کتب کے قلمی مخطوط اور نئی تحقیق میسر آئی، اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارادہ کیا کہ نئے حوالہ جات کا اضافہ کردیا جائے۔ مگر اس دوران بہت سارے احباب نے یہ بھی فرمائش کی، کہ مخالفین کے دلائل کا بھی علمی جائزہ لینا چاہیے تاکہ حقیقت عوام الناس کے سامنے مزید واضح ہوجائے۔ لہٰذا ان احباب کی فرمائش پر راقم الحروف نے الحمد للہ اس نئے ایڈیشن میں مخالفین کے دلائل کی حقیقت بھی واضح کردی ہے۔ اس سلسلہ میں عزیزم علامہ ظفر القادری بکھروی صاحب نے اپنی تحقیقات بھی پیش کیں جو بہت تحقیقی اور لاجواب تھیں، خاص طور پر حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی احادیث کا تحقیقی جائزہ۔ اس لیے راقم نے ان کی تحقیقات سے متعدد مقامات پر استفادہ حاصل کیا، اور اسے عوام الناس کے فائدے کے لیے پیش بھی کیا جارہا ہے، عزیزم علامہ ظفر القادری صاحب کا میں بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے بخوشی کھلے دل کے ساتھ اپنی تحقیقات سے استفادہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

کتاب کے طبع جدید کو شائع کرنے کا ارادہ ہوا تو ایک اللہ کے ولی اور مخلص اہل سنت نے رابطہ کیا، اور راقم سے دوران گفتگو مسلک اہل سنت کی خدمت پر کچھ کام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ راقم کیونکہ شروع ہی سے تصنیفی و تحقیقی کام کی اہمیت اور افادیت کا قائل ہے۔ اس لیے جناب کو کتب کی اشاعت کا مشورہ دیا اور جناب نے فوراً رائے کو قبول کیا اور متعدد کتب کی اشاعت میں دلچسپی کا عندیہ بھی دیا۔ مخلص اہل سنت نے کتب کی اشاعت کے لیے خطیر رقم مختص کی جس کا راقم ان کا تہہ دل سے مشکور ہے، کیونکہ اہل سنت میں متعدد لوگ ہیں جو کتاب کی اہمیت کا ادراک رکھتے ہیں، راقم کی دلی خواہش تھی کہ اُن مخلص اہل سنت کا اسم گرامی کے ساتھ ذکر خیر کرتا، مگر جناب نے سختی سے نام ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب اور دیگر کتب کی اشاعت کروانے پر حضرت مخلص اہل سنت اور ان کے آباء واجداد کو جزائے خیر اور ڈھیروں ڈھیر ثواب عطا فرمائے، کہ اس

تعاون کے لیے ہم ان کے بہت ممنون واحسان مند رہیں گے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس طرح کے لوگ اہل سنت میں قائم اور دائم رکھے تاکہ مسلک اہل سنت کے مزید اشاعت ہوسکے۔

انہی کے ساتھ میں محترم جناب عبدالغفار دوانہ صاحب آف کراچی کا بھی تہہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہمارا ساتھ دیا اور مالی تعاون بھی کیا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے راہ ہدایت بنائے اور ہماری اس حقیر کاوش کو اپنے دربار عالیہ میں قبول ومنظور فرمائے۔(آمین)

فیصل خان۔راولپنڈی
Ph: 0321-5501977

ابتدائیہ

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں اور لاکھوں درود وسلام نبی کریم ﷺ کی ذات پر۔ گذشتہ چند برسوں میں جس قدر مذہبی تعصب میں اضافہ ہوا اسکی مثال کم ہی ملتی ہے۔ امت مسلمہ کا یہ ہمیشہ سے اصول رہا کہ اپنی تحقیق پر عمل کرتے ہوئے، دوسروں کو بھی صواب پر سمجھا جائے۔ مگر افسوس کے اس اصول پر عمل کرنا معدوم ہوگیا ہے۔ پاک وہند میں ایسے فروعی اختلاف اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے۔ عام لوگوں کو مسئلہ رفع یدین اور تقلید پر اس قدر الجھا دیا گیا ہے کہ اُنھیں اپنا مذہب غلط نظر آنے لگا ہے۔ مسئلہ رفع یدین پر عام لوگوں کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات دکھا کر ان کو فقہ حنفی کے غلط ہونے کا احساس دلایا جاتا ہے۔ اور پھر انھیں غیر مقلدیت یا ظاہریت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور سیدھے سادھے لوگوں کے پاس غیر مقلد ہونے کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخری وقت تک اختلافی رفع یدین کیا۔ مگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم یا کسی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے آخری وقت تک رفع یدین ثابت نہیں۔ اگر کوئی غیر مقلد بھولے بھالے لوگوں کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دکھا کر تنگ کرے تو آپ حدیث میں آخری وقت تک رفع یدین کے الفاظ کا مطالبہ کریں۔ اگر کوئی چالاکی کرتے ہوئے حدیث میں لفظ ''کان'' سے ماضی استمراری پر دلالت کرے تو اس کا یہ موقف اصول کے مطابق غلط ہے کیونکہ بہت ساری احادیث میں لفظ کان سے ماضی استمراری یا ہمیشگی پر دلالت نہیں ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہوشیاری کرتے ہوئے یہ کہے کہ صحابہ کرامؓ یا فلاں فلاں تابعین بھی رفع یدین کرتے تھے جسکا مطلب یہ ہے کہ رفع یدین ہمیشہ رہا تبھی تو صحابہ کرامؓ اور تابعین کرام نے رفع یدین کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کتاب میں صحیح سند کے ساتھ بہت ساری روایتیں بیان کی گئی ہیں جس میں صحابہ کرامؓ اور تابعین نے ترک رفع یدین پر عمل کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ترک رفع یدین پر عمل رہا ہے۔ لہذا غیر مقلدین حضرات کے مناظرانہ سوالات سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے مسلک کی حقانیت پر دل کو مطمئن رکھیں، کیونکہ کبھی انسان بات کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا جسکا مطلب یہ نہیں کہ آپ اپنے صحیح مسلک کو ترک کر کے بے ادبی اور گمراہی کے گڑھے میں جا گریں۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

اگر کوئی عام بندہ کسی حنفی عالم سے مسئلہ رفع یدین کے بارے میں پوچھ لے تو اکثر علماء رفع یدین کرنے اور رفع یدین نہ کرنے دونوں کو صحیح کہہ کر جان خلاصی کر لیتے ہیں۔ اس جواب سے عام بندہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر رفع یدین کرنا بھی جائز اور نہ کرنا بھی جائز ہے تو کیوں نہ صحیح بخاری کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے رفع یدین کیا جائے اور ثواب کمایا جائے، اس طرح غیر مقلدیت کی طرف یہ پہلی سیڑھی بنتی ہے۔ لہذا اس طرح کے جوابات جو کہ نامکمل ہوں ان سے اجتناب یا پرہیز کرنا چاہیے۔ سیدھے سادھے لوگوں کو بات پوری وضاحت اور تفصیل اور احادیث کی روشنی میں بیان کرنی چاہیے کہ اگر ہم ترک رفع یدین کرتے ہیں تو کیوں کرتے ہیں؟ اور اسکی کیا وجہ ہے۔

اسی طرح بے شمار لوگ حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد، حرمین شریفین میں نماز دیکھ کر رفع یدین کرنا شروع

کر دیتے ہیں۔مگر گذارش ہے کہ حرمین شریفین میں زیادہ تر لوگ فقہ حنبلی کے مقلد ہیں۔اور اسی تقلید کی وجہ سے وہ رفع یدین کرتے ہیں۔اہم بات تو یہ ہے کی حرمین شریفین میں تراویح بیس رکعات ادا کی جاتی ہے۔ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی سمجھتے ہیں۔تقلید کو جائز کہتے ہیں۔تو کیا ان بھولے بھالے لوگوں کو ان کا قائل نہیں ہونا چاہیے۔کیا وجہ ہے کہ صرف رفع یدین،فاتحہ خلف الامام،اور آمین بالجہر پر ہی عمل ہوتا ہے؟

میں اس بات کا برملا اظہار کرتا ہوں کہ ہندوستان میں حدیث اور اسماء الرجال کا مطالعہ کم رہا ہے جسکی متعدد وجوہات ہیں اور اسماء الرجال کا علم تو آج کل بہت ہی کم ہوگیا ہے۔جس کا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے علماء غیر مقلدین نے احناف پر کاری ضربیں لگائیں اور جس کی وجہ سے لوگ اپنا مسلک چھوڑ کر غیر مقلدیت کی طرف مائل ہوئے۔مگر حد تو یہ ہے کہ آج کل رفع یدین کے بغیر نماز کو نامکمل،ناقص اور خلاف سنت کہا جانے لگا ہے جو کہ جہالت اور کم علمی ہے۔اسی لیئے راقم نے مسئلہ رفع یدین کو واضح کرنے کے لیئے ترویح العینین کتاب لکھی تا کہ عام لوگوں پر اس مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے کہ احناف کی نماز الحمد اللہ احادیث نبوی ﷺ کی عین مطابق ہے اور اس مسئلہ میں ہمارے پاس کافی وشافی دلائل موجود ہیں۔اور ان دلائل کا انکار صرف متعصب شخص کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا ہے۔اس کتاب میں غیر مقلدین کی مسئلہ رفع یدین پر لکھی ہوئی تقریباً تمام کتابوں کا رد ہے۔اگر کسی کو بھی ترک رفع یدین کے مسئلہ پر کوئی بھی اشکال یا سوال ہو تو ان شاء اللہ اس کتاب میں وہ اس کا جواب موجود پائے گا۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کی کتاب نور العینین فی مسئلہ رفع یدین کے جس مقام سے اختلاف ہوا،وہاں راقم نے مسلکی حمایت کی بجائے محدثین کرام کے بنائے ہوئے اصولوں کے تحت ہی حدیث اور اسماء الرجال پر کلام کیا اور ادب کا دامن تھامے رکھا ہے۔اگر کسی کو میری کتاب کا جواب لکھنے کا شوق ہوا تو صرف اصولوں کے تحت ہی جواب دیا جائے۔اگر اعتراض علمی ہوا تو ضرور اسکی اصلاح کروں گا کیونکہ میں تقلید جامد کے خلاف ہوں۔اور اگر کسی نے صرف طعن وتنقید کا نشانہ بنایا تو یہ اُس کے لاجواب ہونے کی دلیل ہوگی۔

تحقیق کے میدان میں تشدد اور مسلکی تفاوت کے خلاف ہوں۔میری اس تحریر میں اگر کوئی سخت الفاظ ہیں تو اس کے ذمہ دار زبیر علیزئی صاحب خود ہیں۔میں نے اپنی ابتدائی کتابوں میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھا،مگر زبیر علیزئی نے اپنے لوگوں کو خوش کرنے کے لیئے جس قسم کی گندی زبان استعمال کی اس سے اللہ کی پناہ۔ایسے الفاظ استعمال کرنا کسی عالم کے شایان شان نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے راہ ہدایت بنائے اور ہماری اس حقیر کاوش کو اپنے دربار عالیہ میں قبول ومنظور فرمائے۔(آمین)

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ترک رفع الیدین

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَصَلَّى، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کرنہ دکھاؤں پس آپ نے نماز پڑھی لیکن رفع یدین صرف نماز کی ابتداء میں کیا۔ایک مرتبہ۔

تخریج:

(۱) ترمذی ۱/۵۹ (۲) نسائی ۱/۱۱۷ (۳) سنن ابی داود ۱/۱۰۹

(۴) مسند امام احمد ۱/۳۸۷ (۵) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶ (۶) سنن الکبریٰ بیہقی ۲/۷۸

(۷) طحاوی ۱/۱۶۲ (۸) المدونہ الکبریٰ ۱/۶۹ (۹) محلیٰ ابن حزم ۳/۴_۲/۲۶۵

(۱۰) التمہید ۹/۲۱۵ (۱۱) مسند ابویعلیٰ ۵/۳۶_۱۳۸ (۱۲) تاریخ بغداد ۱۱/۳۲۰

(۱۳) نصب رایہ ۱/۳۹۴ (۱۴) تیسر الوصول ۱/۳۲۶ (۱۵) جمع الفوائد ۱/۷۳

(۱۶) جامع المسانید ابن کثیر ۲۷/۲۶۱ (۱۷) اتحاف المہرۃ ۱۰/۳۹۲ (۱۸) مختصر اللاحکام للطوسی ۲/۱۰۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کی یہ حدیث واضح دلیل ہے۔احناف کا ترک رفع یدین کا دعویٰ "ثم لا یعود" کے بغیر بھی ثابت ہوتا ہے۔لہٰذا اِس حدیث پر "ثم لا یعود" کے الفاظ کی زیادتی کا اعتراض قابل قبول نہ ہوگا۔

زبیر علیزئی صاحب نے مسئلہ رفع یدین پر کتاب نور العینین صہ ۱۲۹ تا صہ ۱۴۲ پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع الیدین کی حدیث پر مختلف اعتراضات درج کیے ہیں۔مگر یہ علمی اور تحقیقی فقدان ہے کہ اِن اعتراضات کا ناقدانہ جائزہ لینے کی بجائے صرف نقل در نقل پر ہی اکتفا کیا۔اِس مضمون میں یہ کوشش ہوگی کہ اُن نقاط کی تحقیق کی جائے جو عرصہ دراز سے علمی تشنگی کا شکار ہیں۔مندرجہ ذیل نقاط پر مضمون کا انحصار ہوگا۔

(۱) سنن ترمذی کے مخطوطہ میں "حسن صحیح" کا ثبوت

(۲) امام ابو داؤدؒ کی جرح کی حقیقت

(۳)سنن ابی داؤد کے قلمی نسخوں/مخطوطات کی تحقیق

(۴)امام سفیان ثوریؒ کا طبقہ ثانیہ کے بارے تحقیقی جائزہ

(۵)تدلیس پر زبیر علیزئی کے اوھام

(۶)محدثین کرام کے اعتراضات کا علمی جائزہ

(۷)امام سفیان ثوریؒ کی حدیث کے شواہد

(۸)امام حاکم کی مدلسین کی طبقاتی تقسیم

ان تمام مذکورہ بالا امور پر تفصیل سے بحث متعلقہ عنوانات کے تحت پیش خدمت ہے۔

سنن ترمذی میں "حسن صحیح" کا ثبوت

دیگر محدثین کرام کی طرح امام ترمذیؒ نے اِس حدیث کو "حسن صحیح" لکھا ہے۔راقم کے پاس سنن ترمذی کا ایک عمدہ اور نفیس قلمی نسخہ کا عکس محفوظ ہے۔ اِس نسخہ پر صحت غالب اور خطاء کم ہے۔جس کا اقرار علامہ احمد شاکر نے مقدمہ ترمذی صہ ۱۷پر بھی کیا ہے۔علامہ احمد شاکر اس نسخے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وھی نسخه جیدة یغلب علیها الصحة و خطاؤها قلیل"۔

یہ قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ کی لائبریری میں رقم ۶۴۸ حدیث کے تحت موجود ہے اور اس مخطوطہ کی کتابت ۳رجب ۷۲۶ھ کو ہوئی۔اس نسخہ کے خصوصیت ہے کہ اس کی ہر حدیث کے اختتام پر دائرہ بنا ہوا ہے اور ان دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں۔ان دائروں اور ان میں لگے ہوئے نقطے کی اہمیت کیا ہے؟ حافظ ابن کثیر اور خطیب بغدادیؒ کے اقوال سے وضاحت کرتے ہیں۔

الخطیب بغدادی لکھتے ہیں:

وینبغی أن یترک الدائرة غفلاً فإذا قابلها نقط فیها نقطة۔

(الجامع فی الاخلاق الراوی وآداب السامع ۱/ ۲۷۳، اختصار علوم الحدیث حافظ ابن کثیر ص ۱۳۰)

ترجمہ: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا : دائرے کو خالی چھوڑنا چاہیئے پھر جب اس کی مراجعت کرے تو اس میں نقطہ لگا دے۔

راقم کے پاس جو سنن ترمذی کے قلمی نسخے کی فوٹوسٹیٹ ہے اس کی ہر حدیث کے آخر میں دائرہ بنا ہوا ہے اور ان دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ صحیح ترین اور اصل نسخہ سے مراجعت والا نسخہ ہے۔لہٰذا اس نسخہ میں "حسن صحیح" کے الفاظ کا انکار ممکن نہیں ہوگا۔

جامع ترمذی دارالکتب المصریہ کے قلمی نسخے کا عکس ص75

ومعمر والاوزاعي وعبد الله بن المبارك والشافعي واحمد واسحق
قال عبد الله بن المبارك قد ثبت حديث من يرفع يديه وذكر
حديث الزهري عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبي
صلى الله عليه وسلم لم يرفع الا في اول مرة حدثنا بذلك
احمد بن عبدة الاملي نا وهب بن زمعة عن سفيان بن عبد الملك عن
عبد الله بن المبارك حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم
ابن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله
الا اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه
الا في اول مرة وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسى

جامع ترمذی دارالکتب المصریہ کے قلمی نسخے کا عکس ص76

صحح
حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من اهل العلم
من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة
واختلف عن مالك في رفع اليدين في الصلاة فروى الوليد بن مسلم
وعبد الله بن وهب عن مالك انه كان يرى رفع اليدين في الصلاة
وروى الشافعي عن مالك انه كان لا يرفع وفيه يقول غير
واحد من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم حدثنا يحيى بن موسى
نا اسمعيل بن ابي اويس قال كان مالك بن انس يرى رفع اليدين
في الصلاة وقال يحيى نا عبد الرزاق قال كان معمر يرى رفع
اليدين في الصلاة وسمعت الجارود بن معاذ يقول كان سفيان بن
عيينة وعمر بن هارون والنضر بن شميل يرفعون ايديهم اذا افتتحوا الصلاة
واذا ركعوا واذا رفعوا رؤوسهم باب
ما جاء في وضع اليد على الركبة في الركوع
حدثنا احمد بن منيع نا ابو بكر بن عياش نا ابو حصين عن ابي عبد الرحمن
السلمي قال قال لنا عمر بن الخطاب ان الركب سنت لكم فخذوا

سنن ترمذی کاایک قدیم مخطوط-مغربی نسخہ

سنن ترمذی کاایک قدیم ترین قلمی نسخہ مغربی ہے جس کی تاریخ نسخ 589ھ ہے۔جوکہ اب تک دستیاب سنن ترمذی کے قلمی مخطوط میں سب سے قدیم ہے۔اس نسخہ میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں امام ترمذی کے"حسن صحیح" کے الفاظ موجود ہیں۔

صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلوة يرفع يديه حتى يحاذي منكبيه وإذا ركع وإذا
رفع رأسه من الركوع وزاد ابن عمر في حديثه وكان لا يرفع بين السجدتين نا الفضل بن
الصباح قال نا سفين بن عيينة قال نا الزهري مثله قال وفي الباب عن عمر وعلي رضي الله
عنهما ووائل بن حجر ومالك بن الحويرث وانس وابي هريرة وابي حميد وابي اسيد وسهل
بن سعد ومحمد بن مسلمة وابي قتادة وابي موسى الاشعري وجابر وعمير الليثي قال
ابو عيسى حديث ابن عمر حديث حسن صحيح وبهذا يقول بعض اهل العلم من اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم منهم ابن عمر وجابر بن عبد الله وابو هريرة وانس وابن عباس و
عبد الله بن الزبير وغيرهم ومن التابعين الحسن البصري وعطاء وطاوس ومجاهد
ونافع وسالم بن عبد الله وسعيد بن جبير وغيرهم وبه يقول الاوزاعي ومالك ومعمر
وابن عيينة وعبد الله بن المبارك والشافعي واحمد واسحق وقال عبد الله بن
المبارك قد ثبت حديث من يرفع يديه وذكر حديث الزهري عن سالم عن ابيه ولم
يثبت حديث ابن مسعود ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع يديه الا في اول مرة حدثنا بذلك
احمد بن عبدة قال نا وهب بن زمعة عن سفين بن عبد الملك عن عبد الله بن المبارك
نا يحيى بن موسى قال نا اسمعيل بن ابي اويس قال كان مالك بن انس يرى رفع اليدين في
الصلوة قال يحيى ونا عبد الرزاق قال كان معمر يرى رفع اليدين في الصلوة
وسمعت الجارود بن معاذ يقول كان سفين بن عيينة وعمر بن هارون والنضر
بن شميل يرفعون ايديهم اذا افتتحوا الصلوة واذا ركعوا واذا رفعوا رؤوسهم

تم الجزء الثاني بحمد الله ومنه ويتلوه اول الثالث

بسم الله الرحمن الرحيم

باب ما جاء ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع الا في اول مرة

نا هناد قال نا وكيع عن سفين عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود
عن علقمة قال قال عبد الله الا اصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى
فلم يرفع يديه الا في اول مرة قال وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسى
حديث حسن صحيح وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
والتابعين وهو قول سفين واهل الكوفة ... اختلف عن مالك في رفع اليدين في الصلوة

امام ترمذیؒ کی تصحیح کے بارے علامہ عینیؒ کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینیؒ نے بھی امام ترمذی سے اِس حدیث کے بارے میں حسن صحیح کے لفظ نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں۔

"أخرجه الترمذی و قال حدیث حسن صحیح"۔

(شرح سنن ابی داؤد ۳/۳۴۱)

علامہ بدرالدین عینی کی تحقیق سے اِس قلمی نسخہ کی بھی توثیق ثابت ہوتی ہے جس میں "حسن صحیح" کے لفظ موجود ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علامہ بدرالدین العینیؒ کے پاس سنن ترمذی کا ایسا نسخہ موجود تھا جسمیں حسن صحیح کے الفاظ موجود تھے۔

علامہ عینی کی کتاب کا عکس

١١٣ – باب: مَن لم يذكر الرفع عند الركوع

أي: هذا باب في بيان أقوال من لم يذكر رفع اليدين عند الركوع، وفي بعض النسخ «باب فيما جاء فيمن لم يذكر».

٧٢٩ – ص – نا عثمان بن أبي شيبة، نا وكيع، عن سفيان، عن عاصم -يعني: ابن كليب- عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود: ألا أُصلِّي بكم صَلاةَ رسولِ الله ﷺ؟ قال: فَصلَّى، فلم يَرفعْ يديه إلا مرةً (٢).

[١/٢٤٩-أ] ش – علقمة بن قيس / النخعي. والحديث: أخرجه الترمذي، وقال: حديث حسن صحيح، وأخرجه النسائي عن ابن المبارك، عن سفيان (٣). واعترض على هذا الحديث بأمور، منها: ما رواه الترمذي بسنده عن ابن المبارك قال: لم يثبت عندي حديث ابن مسعود أنه

امام ابوداوٗدکی جرح کی حقیقت

زبیرعلیزئی نورالعینین صہ ۱۳۲پر مختلف محدثین کرام سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر امام ابوداوٗدکی جرح "هذا حديث مختصر من حديث طويل و ليس هو بصحيح على هذا اللفظ" نقل کیئے ہیں۔

(۱)ابن الجوزیؒ التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۷۸

(۲)ابن عبدالبر الاندلسی التمہید ۳/۲۲۰

(۳)ابن عبدالہادیؒ التنقیح ۱/۲۷۸

(۴)ابن حجرعسقلانیؒ تلخیص الحبیر ۱/۲۲۲

(۵)ابن ملقنؒ البدرالمنیر ۳/۴۹۳

(۶)ابن القطانؒ بیان الوہم ۳/۳۶۵

(۷)شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود ۳/۴۴۹

نوٹ:

امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب التنقیح کتاب التحقیق فی احادیث تعلیق پر امام ابوداوٗدؒ نے اس جرح کے الفاظ نقل نہیں کئے۔کیونکہ ان کی یہ کتاب امام ابن جوزیؒ کی کتاب التحقیق پر تعلیق ہے۔اورانہوں نے اس کتاب میں ابن جوزیؒ کا امام ابوداوٗدؒ سے جرح نقل کرنے پر اتفاق نہیں کیا۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ کے پاس جوسنن ابی داوٗد کا نسخہ تھا اُس میں ابوداوٗدکی جرح منقول نہیں تھی۔

تحقیقی جائزہ:

امام ابوداوٗدؒ کی جرح کی حقیقت جاننے کے لئے اِس بات کی وضاحت اہمیت رکھتی ہے کہ اس جرح کونقل کرنے والے کونسے شاگرد ہیں اوراس جرح کی حیثیت دوسرے شاگردوں کے مقابلے میں کیا ہے۔اکثر محدثین کرام اپنے قول سے رجوع کرلیتے ہیں اوراس کا اندازہ اکثر قدیم اورجدید شاگردوں سے باآسانی لگایا جاتا ہے۔یہ بات تو واضح ہے کہ اگرکسی محدث کے ایک موضوع کے بارے میں دواقوال وارد ہوتو متاخراورجدید قول کی اہمیت اورقابل قبول ہوتا ہے۔اورقدیم قول مرجوع قرار پائے گا۔محدثین کرام نے صراحت کی ہے کہ امام ابوداوٗدؒ نے بغداد سے ۲۷۱ھ میں

بصرہ کی طرف ہجرت کی۔اور امام ابو داوٗدؒ نے سنن ابی داوٗد اپنے تلامذہ کو تقریباً ۳۵ مرتبہ املاء کروائی۔ ان تلامذہ میں کچھ قدیم اور کچھ متاخر تلامذہ ہیں۔(دیکھئے تاریخ بغداد ۹/۵۹)

حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۵ پر تصریح کی ہے کہ امام ابو داوٗد نے مندرجہ ذیل ۷ شاگردوں کو اپنی سنن املاء کروائی۔

سنن ابی داوٗد روایت کرنے والے قدیم تلامذہ:

امام ابو داوٗد سے مندرجہ ذیل قدیم تلامذہ نے سنن ابی داوٗد روایت کی۔

(۱) ابو علی اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرملی الوارقؒ ۳۲۰ھ (انظر تاریخ بغداد ۶/۳۹۵)

(۲) ابو الطیب احمد بن ابراہیم ابن الاشنانی بغدادیؒ۔

(۳) ابو محسن علی بن الحسن بن الانصاریؒ (انظر تاریخ بغداد ۱۱/۳۸۲)

سنن ابی داوٗد روایت کرنے والے متاخر تلامذہ:

امام ابو داوٗدؒ کیونکہ آخری عمر میں بغداد سے بصرہ ہجرت کی تھی۔لہٰذا بصری شاگردوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہے اور ان کی روایت یہی متاخر/جدید قرار پائے گی۔امام ابو داوٗد سے مندرجہ ذیل متاخر تلامذہ نے سنن ابی داوٗد روایت کی۔

(۱) ابو بکر احمد بن سلمان البخاد البغدادی ۳۴۸ھ

(۲) ابو سعید احمد بن محمد بن سعید بن زیاد ابن الاعرابی البصری ۳۴۱ھ

(۳) ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق بن داستہ البصری ۳۴۶ھ

(۴) ابو علی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی البصری ۳۳۳ھ (سیر اعلام ۱۵/۳۰۷)

متاخر تلامذہ میں فوقیت:

یہ بات یاد رہے کہ امام ابو داود کے بصرہ کے شاگرد متاخر شاگردوں میں سے ہیں مگر ان بصری شاگردوں میں سب سے آخر میں ابو علی الولوی کو ہی سنن ابی داود املاء کروائی،اس لیے بصری شاگردوں میں بھی ابو علی الولوی ہی سنن ابی داود کو روایت کرنے والے متاخر شاگرد ہیں اور اس وجہ سے ابو علی الولوی کا نسخہ ہی متاخر اور راجح ہے۔

سنن ابی داوٗد کے قلمی مخطوطات کی تحقیق

امام ابو داوٗد کی جرح کی حقیقت جاننے کے لیے اہم ہے کہ سنن ابی داوٗد کے نسخوں کا احاطہ بھی کیا جائے تا کہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ سنن ابی داوٗد کے قلمی نسخوں میں یہ عبارت موجود بھی ہے یا نہیں ۔راقم کی معلومات میں سنن ابی داوٗد کے تقریباً 50 سے زائد قلمی مخطوطات ہیں ۔اِن نسخوں میں چند مذکورہ نسخے بھی شامل ہیں ۔

نسخہ	مکتبہ	تاریخ النسخ
نسخہ ابن المنذری	فیض اللہ آفندی ۔ترکی	654ھ
یہ نسخہ محدث امام المنذری کے سامنے متعدد بار پڑھا گیا۔		
نسخہ ابن حجر عسقلانی	مکتبہ کوبریلی استنبول ۔ترکی	800ھ
یہ نسخہ ابن حجر عسقلانی کا نسخہ ہے اور اس کا تقابل 803ھ میں مکمل ہوا۔		
نسخہ الملک المحسن أحمد بن صلاح الدين الأيوبی	مکتبہ العامہ ۔سعودی عرب	603.ھ
اس نسخہ کو خطیبؒ بغدادی کے اصل سنن ابی داود پر پیش کیا۔اس نسخہ پر حافظ یوسف الدمشقی، حافظ ولی الدین عراقی، حافظ نورالدین ہیثمی کے سماعت بھی موجود ہیں ۔اس نسخہ کی سند درج ذیل ہے ۔ الملك المحسن أحمد بن يوسف بن أيوب بن شادي الأيوبي عن أبي حفص ابن طبرزد عن أبي الفتح الدومي وأبي البدر الكرخي عن الخطيب البغدادي عن أبي عمر الهاشمي عن أبي علي اللؤلؤي عن أبي داود السجستاني رحم الله الجميع۔ سلطان ملک المحسن نے اس نسخہ کو خطیب بغدادیؒ کے نسخہ سے تقابل کر کے نقل کیا تھا۔سلطان ملک المحسن نے اس نسخہ کو ابن طبرزؒ کے سامنے پڑھا اور اس پر مختلف محدثین کرام کی سماعت ثبت ہیں ۔		
نسخہ الماوردی، التستری	المکتبہ الوطنیہ بباریس	584ھ
اس نسخہ کو بعد میں سبط ابن العجمی ،اور شیخ الاسلام زکریا النصاری الشافعی کے سامنے بھی قرات کی گیا۔		
نسخہ امام منذری	المکتبہ الوطنیہ بباریس	653ھ
اس نسخہ کے کاتب محدث ابن الصیر فی ہیں ۔اس نسخہ کے خاص بات یہ ہے کہ یہ نسخہ امام منذری کے اصل نسخہ سے نقل کیا گیا، اور امام منذری کے سامنے دو مرتبہ اس نسخہ کی قرائت کی ۔		
نسخہ المقدسی	مکتبہ بروسہ	815ھ

اس کے علاوہ بھی درج ذیل نسخہ ہیں جس میں امام ابوداود کی جرح موجود نہیں۔

(۱) نسخہ خطیب بغدادیؒ۔ یہ نسخہ ۶۰۳ھ میں تحریر کیا گیا۔

(۲) نسخہ شیخ عبداللہ بن سالم البصری الکردیؒ۔ یہ نسخہ ۸۲۱ھ میں لکھا گیا۔

(۳) نسخہ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ۔ یہ نسخہ ۱۰۱۸ھ کا نسخہ ہے۔

(۴) نسخہ یوسف بن محمد بن خلفؒ۔ یہ نسخہ ۶۷۵ھ میں لکھا گیا۔

(۵) نسخہ تلمسانیؒ

(۶) نسخہ میدومی۔ یہ نسخہ ۶۵۴ھ میں تحریر کیا گیا۔

(۷) نسخہ الیونینیۃ

(۸) نسخہ مکتبہ محمودیہ/شیخ عبداللہ۔ یہ نسخہ ۱۱۳۶ھ میں لکھا گیا۔

(۹) نسخہ الازھر

(۱۰) نسخہ حیات سندھی

مذکورہ بالا قلمی نسخوں کے عکوس متعلقہ مقام پر پیش خدمت ہیں۔

نسخہ فیض اللہ آفندی کا عکس۔ٹائٹل

الجزء الأول من كتاب السنن
تأليف أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني رحمه الله
رواية أبي علي محمد بن أحمد بن عمرو اللؤلؤي عنه
رواية الشريف أبي عمر القاسم بن جعفر الهاشمي عنه
رواية الشيخ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب عنه
رواية الشيخ أبي البدر إبراهيم بن محمد بن منصور الكرخي عنه
رواية الشيخ الثقة المسند أبي حفص عمر بن محمد بن معمر بن طبرزد عنه
رواية الشيخ الفقيه الإمام العالم الحافظ أبي محمد عبد المعطي [illegible] عنه

نسخہ فیض اللہ آفندی کا عکس

قال يعني لأجني الا ترى أنه في الصلاة لا يستطيع أن يكون قدام
رسول الله صلى الله عليه وسلم وزاد موسى يعني إذا كبر رفع يديه ○
حدثنا أبو داود ثنا عثمن بن أبي شيبة ثنا ابن ادريس عن عاصم بن كليب
عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال عبد الله علمنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم الصلاة فكبر ورفع يديه فلما ركع طبق يديه
بين ركبتيه قال فبلغ ذلك سعدا فقال صدق أخي قد كنا نفعل هذا ثم امرنا
بهذا يعني الامساك على الركبتين ○ باب
من لم يذكر الرفع عند الركوع ○
حدثنا أبو داود ثنا عثمان بن أبي شيبة ثنا وكيع عن سفين عن عاصم يعني
ابن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال عبد الله بن
مسعود ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال فصلى فلم يرفع يديه إلا مرة ○ حدثنا أبو داود ثنا الحسن
ابن علي ثنا معاوية وخالد بن عمرو وأبو حذيفة قالوا ثنا سفين بإسناده

نسخہ ابن حجر عسقلانی مکتبہ کوبریلی کا عکس۔ٹائٹل

3097

نسخہ ابن حجر عسقلانی مکتبہ کوبریلی کا عکس

نسخہ الماوردی، التستری کا عکس۔ٹائٹل

بسم الله الرحمن الرحيم

اخبرنا شيخ الاسلام ابو احمد عبد الوهاب بن علي بن علي بن عبد الله رضي الله عنه بقرائتي عليه في ذي القعدة من سنة خمس وثلاثين وخمسمايه

قال اخبرنا ابو غالب محمد بن الحسن بن علي الماوردي رحمه الله قال

نا ابو علي علي بن احمد بن علي التستري بالبصرة قال انا ابو عمر القاسم بن

جعفر بن عبد الواحد الهاشمي قال انا ابو علي محمد بن احمد بن عمرو اللؤلؤي

قال نا ابو داود سليمن بن الاشعث بن اسحق السجستاني قال

باب التخلي عند قضاء الحاجه

حدثنا عبد الله بن مسلمه بن قعنب القعنبي نا عبد العزيز بن محمد

عن محمد يعني ابن عمرو عن ابي سلمه عن المغيرة بن شعبه ان النبي صلى الله

عليه وسلم كان اذا ذهب المذهب ابعد

حدثنا مسدد نا عيسى بن يونس انا اسمعيل بن عبد الملك عن

نسخہ الماوردی، التستری کا عکس

من السجدتين وذكره الليث في حديثه قال ابن جريج قيه قلت

لنافع اكان ابن عمر يجعل الاولى ارفعهن قال لا سوا قلت اشر

لي فاشار الى الثديين او اسفل من ذلك

حدثنا القعنبي عن مالك عن نافع ان عبد الله بن

عمر كان اذا ابتدأ الصلاة يرفع يديه حذو منكبيه واذا رفع راسه من

الركوع رفعهما دون ذلك ولم يذكر رفعهما دون ذلك احد

غير مالك فيما علمت

باب من لم يذكر الرفع عند الركوع

حدثنا عثمان بن ابي شيبة نا وكيع عن سفيان عن

عاصم يعني ابن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله

بن مسعود الا اصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

فصلى فلم يرفع يديه الا مرة

حدثنا الحسن بن علي نا معويه وخالد بن

عمرو وابو حذيفه قالوا نا سفيان باسناده بهذا قال فرفع يديه في

نسخہ امام منذری کا عکس۔ٹائٹل

الجزء الثاني من كتاب السنن لأبي داود بن الأشعث رضي الله عنه
رواية عنه أبو علي محمد بن أحمد بن عمرو اللؤلؤي
رواية السري بن أبي عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الهاشمي البصري عنه
رواية الحافظ أبي بكر أحمد بن ثابت الخطيب عنه
رواية الشيخ أبي البدر الكرخي وأبي الفتح مفلح بن أحمد الرومي عنهما
رواية [illegible] السعدي عنهما
رواية الإمام العالم العلامة القدوة الحافظ عمدة الحفاظ قدوة [illegible] ناصر السنة
جامع أشتات الفضائل زكي الدين أبي محمد عبد العظيم بن عبد القوي بن عبد الله المنذري عنه
بلغ سماعًا على شيخنا [illegible]

نسخہ امام منذری کا عکس

علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة فكبر ورفع يديه فلما ركع طبق يديه
بين ركبتيه قال فبلغ ذلك سعدا فقال صدق أخي قد كنا نفعل هذا ثم أمرنا بهذا
يعني الإمساك على الركبتين باب من لم يذكر الرفع
عند الركوع حدثنا أبو داود قال ثنا عثمان بن أبي شيبة قال ثنا وكيع عن سفيان عن
عاصم يعني ابن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود
ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه إلا
مرة حدثنا أبو داود قال ثنا الحسن بن علي قال ثنا معاوية وخالد بن عمرو وأبو حذيفة
قالوا ثنا سفيان بإسناده بهذا قال فرفع يديه في أول مرة وقال بعضهم مرة
واحدة حدثنا أبو داود قال ثنا محمد بن الصباح البزاز قال ثنا شريك عن يزيد بن أبي
زياد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا
افتتح الصلاة رفع يديه إلى قريب من أذنيه ثم لا يعود حدثنا أبو داود قال
ثنا عبد الله بن محمد الزهري قال ثنا سفيان عن يزيد

نسخہ المقدسی کا عکس۔ٹائٹل

صل على محمد كلما ذكره الذاكرين كتاب سنن ابي داود
وكلما غفل عن ذكره الغافلين

نسخہ المقدسی کا عکس

الله علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ...
ركبتيه قال فبلغ ذلك سعدا فقال صدق ...

باب من لم يذكر الرفع عند الركوع

حدثنا عثمن بن ابي شيبة نا وكيع عن سفين عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن
علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم
يرفع يديه الا مرة حدثنا محمد بن الصباح البزاز قال نا شريك عن يزيد بن ابي زياد عن عبد
الرحمن بن ابي ليلى عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه الى
قريب من اذنيه ثم لا يعود حدثنا عبد الله بن محمد الزهري نا سفين عن يزيد نحو حديث
شريك لم يقل ثم لا يعود قال سفين قال لنا بالكوفة بعد ثم لا يعود قال ابو داود روى
هذا الحديث هشيم وخالد وابن ادريس عن يزيد لم يذكروا ثم لا يعود حدثنا الحسن بن
علي قال نا معوية وخالد بن عمرو وابو حذيفة قالوا نا سفين باسناده بهذا قال فرفع يديه
في اول مرة وقال بعضهم مرة واحدة حدثنا حسين بن عبد الرحمن قال نا وكيع عن ابن ابي
ليلى عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب قال رايت رسول الله صلى
الله عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلاة ثم لم يرفعهما حتى انصرف قال ابو داود هذا
الحديث ليس بصحيح حدثنا مسدد نا يحيى عن ابن ابي ذيب عن سعيد بن سمعان
عن ابي هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل في الصلاة رفع يديه ...

باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلوة

نسخہ جامع الازہر نمبر ۱ کا عکس۔ٹائٹل

الجزء الاول
من سنن ابي داود

نسخہ جامع الازہر نمبر ۱ کا عکس

قال عبد الله علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر ورفع يديه فلما ركع طبق
يديه بين ركبتيه قال فبلغ ذلك سعدا فقال صدق اخي قد كنا نفعل هذا
ثم امرنا بهذا يعني الامساك على الركبتين باب من لم يذكر الرفع عند الركوع
حدثنا عثمان ابن ابي شيبة قال حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم يعني
ابن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله ابن
مسعود الا اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع
يديه الا مرة حدثنا محمد بن الصباح البزاز قال حدثنا شريك عن يزيد ابن ابي زياد
عن عبد الرحمن ابن ابي ليلى عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح
الصلاة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لم يعد حدثنا عبد الله بن محمد الزهري قال حدثنا
سفيان عن يزيد نحو حديث شريك لم يقل ثم لا يعود قال سفيان قال لنا بالكوفة
بعد ثم لا يعود قال ابو داود روى هذا الحديث هشيم وخالد وابن ادريس
عن يزيد لم يذكروا ثم لا يعود حدثنا الحسن بن علي قال حدثنا معاوية وخالد
ابن عمرو وابو حذيفة قالوا حدثنا سفيان باسناده بهذا قال فرفع يديه في اول مرة وقال
بعضهم مرة واحدة حدثنا حسين بن عبد الرحمن قال انبانا وكيع عن ابن ابي ليلى
عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن ابن ابي ليلى عن البراء بن عازب قال
رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلاة ثم لم يرفعهما
حتى انصرف قال ابو داود هذا الحديث ليس بصحيح حدثنا مسدد قال حدثنا
يحيى عن ابن ابي ذيب عن سعيد بن سمعان عن ابي هريرة قال كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم اذا دخل في الصلاة رفع يديه مدا باب وضع اليمنى على اليسرى
في الصلاة حدثنا نصر بن علي قال انبانا ابو احمد عن العلاء بن صالح عن
زرعة بن عبد الرحمن قال سمعت ابن الزبير يقول صف القدمين ووضع اليد
على اليد من السنة حدثنا محمد بن بكار بن الريان عن هشيم بن بشير عن الحجاج
ابن ابي زينب عن ابي عثمان النهدي عن ابن مسعود انه كان يصلي
فوضع يده اليسرى على اليمنى فراه النبي صلى الله عليه وسلم فوضع يده اليمنى
[illegible]

نسخہ جامع الازہر نمبر 2 کا عکس۔ٹائٹل
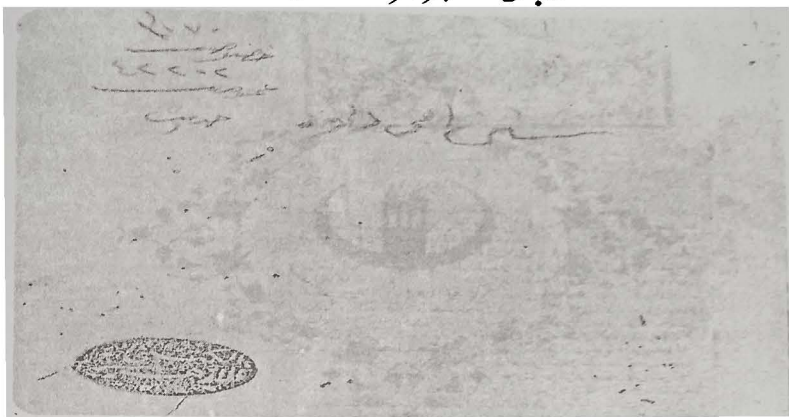
نسخہ جامع الازہر نمبر 2 کا عکس

لاحق الا ترى انه في صلاة ولا يستطيع ان يكون فقام رسول الله صلى الله
عليه وسلم وزاد موسى وزاد يعني اذا كبر رفع يديه حدثنا عثمان بن ابي شيبة
ثنا ابن ادريس عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال
قال عبد الله علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة فكبر ورفع يديه
فلما ركع طبق يديه بين ركبتيه قال فبلغ ذلك سعدا فقال صدق اخي قد كنا
نفعل هذا ثم امرنا بهذا يعني الامساك على الركبتين باب من لم
يذكر الرفع عند الركوع حدثنا عثمان بن ابي شيبة ثنا وكيع عن سفيان
عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن
مسعود الا اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع
يديه الا مرة حدثنا محمد بن الصباح البزاز ثنا شريك عن يزيد بن ابي زياد
عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح
الصلاة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود حدثنا عبد الله بن محمد الزهري
ثنا سفيان عن يزيد نحو حديث شريك لم يقل ثم لا يعود قال سفيان قال لنا بالكوفة
بعد ثم لا يعود قال ابو داود وروى هذا الحديث هشيم وخالد وابن ادريس
عن يزيد لم يذكروا ثم لا يعود حدثنا الحسن بن علي ثنا معاوية وخالد بن عمرو وابو
حذيفة قالوا حدثنا سفين باسناده بهذا قال فرفع يديه في اول مرة وقال

پیش کردہ مخطوطات میں امام ابو داؤد کی یہ جرح موجود نہیں ہے۔لہٰذا متداول اور معمول بہ نسخہ میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ اِس تحقیق کے دوران سنن ابی داؤد بروایت ابن داسہ کا مغربی قلمی مخطوطہ دستیاب ہوا۔جس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ امام ابو داؤد کے جرح اِس نسخہ میں موجود ہے۔ مگر اِس مغربی قلمی نسخہ سنن ابی داود بروایت ابن داسہ پر اعتماد مفید نہیں ہے کیونکہ اِس کی ترتیب دوسرے نسخوں سے مختلف ہے اور اِس نسخہ کو غیر مقلدین حضرات خود بھی قبول نہیں کرینگے۔ کیونکہ اِس مغربی قلمی نسخہ میں حضرت عبداللہ بن ادریسؒ کی تطبیق والی روایت "باب من لم یذکر عند الرکوع" کے تحت درج ہے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو داؤدؒ حضرت عبد اللہ بن ادریسؒ کی تطبیق والی حدیث کو ترک رفع یدین کی دلیل سمجھتے ہیں۔جبکہ غیر مقلدین حضرات عبداللہ بن ادریسؒ کی تطبیق والی حدیث کو حضرت سفیان ثوریؒ کی حدیث کے رد میں پیش کرتے ہیں۔ اِس قلمی نسخہ میں جرح کو یا تو مرجوع ماننا پڑے گا یا پھر حضرت عبد اللہ بن ادریسؒ سے تطبیق والی روایت کو ترک رفع یدین کی دلیل تسلیم کرنا پڑے گا۔مزید یہ کہ ابن داسہ کا نسخہ اس لیے بھی راجح نہیں کیونکہ امام ابو داود نے اپنی کتاب سنن ابی داود میں متعدد بار حذف و اضافہ اور ترمیم کیں اور اپنی کتاب سنن ابی داود کو آخری مرتبہ اپنے شاگرد الولوی کو املاء کروائی جس کی تفصیل اپنے مقام پر موجود ہے۔جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنن ابی داود کا نسخہ بروایت الولوی ہی راجح ہے اور اس لولوی کے نسخہ میں امام ابو داود کی جرح کسی معتبر نسخہ میں موجود نہیں،اس لیے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو داود نے اگر کوئی جرح نقل کی بھی تھی تو انہوں نے آخری عمر میں اس جرح کو اپنی کتاب سنن ابی داود سے حذف کر کے رجوع کیا۔

نوٹ:

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۲ پر امام ابو داؤد سے یہ جرح سنن ابی داؤد کے مندرجہ ذیل شائع نسخوں سے بھی نقل کیا ہے۔

(۱)سنن ابی داؤد نسخہ حمصیہ (۲)نسخہ بیت الافکار الدولیہ (۳)نسخہ مکتبہ المعارف الریاض

قلمی نسخوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ یہ جرح اِن مندرجہ بالا نسخوں میں مسلکی حمایت میں نقل کی ہے یا ان نسخوں کو ابن داسہ کے نسخہ سے متعلقہ مقام پر استدلال کیا گیا ہے۔

یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ محدثین کرام کے اقوال کی روشنی میں اِس بات کا جائزہ لیا جائے کہ امام ابو داؤد نے سب سے آخر میں کس شاگرد کو اپنی سنن املاء کروائی؟ اور کس شاگرد کے نسخہ کو اہمیت اور فوقیت حاصل ہے۔؟اِس بحث سے یہ بات اور بھی واضح ہو جائے گی کہ سنن ابی داؤد کا کونسا نسخہ قابل اعتبار،معتبر اور معمول بہ ہے۔اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کس شاگرد کی روایات صحیح اور راجح ہونگی۔

اللولویؒ کے نسخے کی اہمیت کے بارے محدثین کرام کے فیصلے

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے اپنی تحقیق ابن عمرو اللولوی رحمۃ اللہ علیہ کے نسخے کے بارے میں لکھی ہے۔

(۱) محدث ابن نقطہ سنن ابی داؤد بالروایت اللولویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"کان ابو علی اللؤلؤی قد قراء ہذا الکتاب علی ابی داؤد عشرین سنة' و کان وراقه والوارق عندهم: القاری و کان هو القاری لکل قوم یسمعونه' وأن الزیادت التی فی روایة ابن واسة حذفها أبو داؤد آخراًءلشي کان یریبه فی اسناده' فلذنک تفاوتاً۔

(التقیید ابن نقطہ جلد ا صہ ۳۳)

(۲) امام ذہبیؒ سنن ابی داؤد بالروایت اللولوی کے بارے لکھتے ہیں۔

"وروایته آخر الروایات عن ابی داؤد"۔(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۵ صہ ۳۰۷)

یعنی ابوداود سے آخر میں روایت کرنے والے (ابوعلی لؤلوی) ہیں۔

(۳) امام سیوطیؒ "مرقاۃ الصعود" میں لکھتے ہیں۔

"لأنها من آخر ما أملی داؤد و علیها مأت"

یعنی ابوداود نے آخر میں (ابوعلی لؤلوی) کو اپنی کتاب املاء کروائی۔

(۴) محدث ابن عساکرؒ اپنی کتاب "الاشراف علی معرفۃ الاطراف" میں ابوعلی بن عمرو اللولوی کے نسخے کو ہی ترجیح دی ہے۔ اس کے علاوہ محدث ابن عساکرؒ نے اپنی کتاب تاریخ دمشق میں سنن ابی داؤد کی تقریباً ۴۴ روایتیں نقل کیں ہیں۔ جس میں صرف ۴۲ روایتیں اللولوی کے نسخے اور صرف ۲ روایتیں ابن واسۃ کے نسخے سے نقل کی ہیں۔

(تاریخ دمشق ۱۵/ ۳۲۰،۱۷/ ۱،۱۵۴/ ۱۳،۲۸۰/ ۱۴،۴۷۴/ ۲۳۱/۱۴)

(۵) مولانا عظیم آبادی سنن ابی داؤد بالروایت اللولوی کے بارے لکھتے ہیں۔

"روایة اللؤلؤی هی المروجة فی دیارنا الهندیه و دیار الحجاز و بلاد المشرق من العرب' بل اکثر بلاد' وهی المفهومة من السنن لابی داؤد عند الاطلاق۔"

یعنی سنن ابی داود براویہ لولوی، ہندوستان، حجاز، عرب کے مشرق بلکہ اکثر علاقوں میں مروج ہے، اور سنن ابی داود کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے۔ (مقدمہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ۱۴/ ۲۰۱)

(۶) محدث القزوینی لکھتے ہیں۔

"...قال أنبأنا أبو علي محمد بن عمرو اللؤلؤي، قراءةً علیه ونحن نسمع، قال: حدثنا

الإمام أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق السجستاني، قراءةً علينا من لفظه ونحن نسمع في شهور سنة خمسٍ وسبعين ومئتين"۔

(مشیخۃ القزوینی 169 ابوحفص سراج الدین القزوینی، ط/ البشائر الاِسلامیۃ)

(۷) محدث ابن رشید لکھتے ہیں۔

ذكر الوزير أبو بكر محمد بن هشام المصحفي أن رواية اللؤلؤي هي أصح الروايات، وهي آخر ما أملى أبو داود، وعليها مات رحمه الله۔

یعنی ابوعلی الولوی سے مروی سنن ابی داود ہی صحیح ترین مرویات پر مشتمل ہے اور یہ ہی امام ابو داود کی آخر میں املاء کردہ سنن ابی داود کا نسخہ تھا۔(ملء العیبۃ لابن رشید السبتی .242)

(۸) علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

وقال أبو عمر الهاشمي كان أبو علي اللؤلؤي، قد قرأ كتاب (السنن) على أبي داود عشرين سنة، وكان يدعى وراق أبي داود۔

یعنی امام ابوعمر الھاشمی فرماتے ہیں کہ ابوعلی الولوی ؒنے امام ابو دواد کے سامنے 220ھ میں سنن ابی داود قرات کی۔(ذکر من یعتمد قولہ للذہبی 207)

(۹) محدث الحافظ علی بن الفضل المقدسی لکھتے ہیں۔

والوراق في لغة أهل البصرة القارئ للناس، ولكن سبق التعليق على هذا الخبر بأن الإمام أبا داود استقر في البصرة آخر خمس سنوات من حياته فهل كان أبو علي اللؤلؤي ملازما له قبل ذلك لم أقف على نص يؤيد ذلك ولا نص يذكر أنه نزل بغداد قبل انتقال أبي داود للبصرة، ولكن الظاهر أنه لازم أبا داود في البصرة ملازمة كاملة. كما لازمه أبو بكر بن داسه كل يوم كذلك۔ (الأربعون علی الطبقات .318)

(۱۰) امام التجیبی لکھتے ہیں۔

وأصح روايات الكتاب كلها -وهي آخر ما أملى أبو داود- رواية أبي علي محمد بن أحمد بن عمرو اللؤلؤي، وعليها مات أبو داود۔

یعنی ابوعلی الولوی سے مروی شدہ نسخہ صحیح ترین ہے، اور اسی نسخہ کو امام ابو داود نے آخری عمر

میں املاء کروایا۔(برنامج التجیبی ص.96)

(۱۱) محدث الزرکشی لکھتے ہیں:

"ورواية اللؤلؤي من أصح الروايات؛ لأنها هي آخر ما أملى أبو داود وعليها مات"۔(النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی ص.342)

سنن ابی داود بروایت ابوعلی الولوی ہی صحیح ترین ہے، اور اسی کو امام ابوداود نے اپنی آخری عمر میں املاء کروایا۔

(۱۲) امام منذری نے اپنی مختصر سنن ابی داؤد میں ابوعلی اللولوی کے نسخہ پر ہی اعتماد کیا اور لولوی کے نسخہ سے روایات نقل کیں۔

(۱۳) امام ابن القیم نے تہذیب السنن میں ابوعلی اللولوی کے نسخہ کو ہی بنیاد بنایا اور اس نسخہ کی روایات نقل کی جس سے لولوی کے نسخے کی اہمیت بیان ہوتی ہے۔

(۱۴) امام زیلعی نے اپنی کتاب نصب الرایہ فی تخریج الھدایۃ میں اللولوی کے نسخہ سے احتجاج کیا اور لولوی کے نسخہ سے روایات نقل کیں۔

(۱۵) حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب بلوغ المرام میں ابوعلی اللولوی کے نسخہ پر اعتماد کیا اور لولوی کے نسخہ سے روایات نقل کیں۔

(۱۶) محدث ابن ارسلان نے سنن ابی داؤد کی شرح لکھتے ہوئے ابوعلی اللولوی کے نسخہ پر اعتماد کیا اور روایات نقل کیں۔

(۱۷) محدث ابوزرعہ عراقی نے بھی شرح سنن ابی داؤد کی شرح ابوعلی اللولوی کے نسخہ سے احتجاج کیا اور اسی نسخہ سے روایات نقل کیں۔

(۱۸) امام ابوالحسن نے حاشیہ سنن ابی داؤد میں ابوعلی اللولوی کے نسخہ کو بنیاد بنایا۔

اِس بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک امام ابوعلی اللولوی البصری کا نسخہ ہی رائج، متداول اور مشہور ہے اور سنن ابی داؤد کا اطلاق صرف لولوی کے نسخہ پر ہی ہوگا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام کے نزدیک ابوعلی اللولوی البصری کا ہی نسخہ رائج متداول اور مشہور ہیں۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابوعلی اللولوی کے کسی نسخوں میں امام ابوداؤد کی حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث پر جرح موجود نہیں ہے۔جس سے یہ مزید واضح ہوجاتا ہے اور امام ابوداؤد نے اپنی جرح سے رجوع کرلیا تھا۔

نتیجہ:

ا۔امام ابو داؤد نے ابوعلی اللؤلوی کو محرم ۲۷۵ھ میں سنن ابی داؤد املاء کروائی اور شوال ۲۷۵ھ کو امام ابو داؤد کا انتقال ہوا لہٰذا الولوی کا نسخہ متاخر اور جدید ہے لہٰذا متاخر نسخہ پر ہی اعتماد مفید ہے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو داؤدؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر جرح سے رجوع کرلیا تھا۔

(تاریخ بغداد ۲/۵۹.سیر اعلام ۱۵/۳۰۷)

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ ثابت ہوگیا کہ امام ابو داؤد کی جرح متداول اور رائج نسخہ اللولویؒ میں موجود نہیں ہے۔ جس سے واضح ہوگیا کہ امام ابو داؤد سے یہ جرح مرجوع ہے کیونکہ اُن کے متاخر شاگرد اللولوی ،امام ابو داؤد سے یہ جرح نقل نہیں کرتے۔زبیر علیزئی صاحب سے التماس ہے کہ یا تو وہ لولوی کا کوئی ایسا قلمی نسخہ بتائیں جس میں امام ابو داؤدؒ سے یہ جرح کے الفاظ موجود ہو یا پھر اپنی اس تحریر سے رجوع کرلیں اور آئندہ اپنی تحریروں میں اس عبارت کو حذف کریں۔اُمید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب حق کا دامن ضرور تھامیں گے۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲/۷۷/۴ فقرہ نمبر ۱۸۳ کے تحت اسکا جواب لکھتا ہے۔

ہرگز نہیں،امام ابو داؤد کی جرح ثابت ہے اور اس کی مخالفت یا رجوع قطعاً ثابت نہیں بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا منسوخ یا مرجوح ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔محترم رفیق طاہر صاحب ملتان کی طرف سے سنن ابی داؤد کے دو مخطوطوں میں حدیث مذکورہ کے صفحات موصول ہوئے۔جن میں اس پر امام ابو داؤد کی جرح مذکور ہے۔

(۱) ابوعلی محمد بن احمد بن عمر الولوی کا نسخہ

(۲) ابو بکر محمد بن بکر بن عبدالرزاق التمار البصری عرف ابن داستہ کا نسخہ۔۔۔یہ دونوں وہ شاگرد ہیں جنہیں فیصل خان حلیق صاحب نے متاخر (یعنی آخری) شاگردوں میں ذکر کیا ہے......ثابت ہوا کہ امام ابو داؤد کی جرح کو منسوخ یا مرجوح سمجھنا باطل اور فراڈ ہے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا مخطوطات کے بارے میں مطالعہ بڑا ہی کمزور ہے،اور ساتھ میں انکے ملتان والے شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق طاہر صاحب کا بھی۔جناب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب نے مقالات ۲/۷۸/۴ پر مولانا محمد رفیق طاہر کا رابطہ نمبر فراہم کر کے سارے کا سارا الزام ان کے سر پر دھر دیا۔اور اسکی وجہ صرف یہ تھی

کہ کیونکہ غالی غیر مقلد زبیرعلیزئی کا مخطوطات پر مطالعہ ہی نہیں ہے۔اور اگر ان مخطوطات پر گرفت کی گئی تو اس کا الزام ملتان والے شیخ الحدیث جناب مولانا محمد طاہر رفیق کے سر پر ڈال دیں گے۔

قارئین کرام!

یہ یاد رہے کہ ابن داسہ اور ابوعلی الولوی کے نسخے میں ترتیب اور اضافاجات کا واضح فرق ہے۔جسکو آگے تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔غالی غیر مقلد زبیرعلیزئی نے مقالات ۴/۸۷۸ پر جو ابن داسہ کا نسخے کا عکس دیا ہے وہ میرے پاس مکمل موجود ہے۔یہ نسخہ پہلے بھی تھا مگر کیونکہ ابتدائی صفحات دستیاب نہ تھے لہذا یہ کہنا مشکل تھا کہ ابن داسہ کا نسخہ ہے یا ابن العبد الانصاری کا۔لہذا یہ بات تو تسلیم ہے کہ ابن داسہ کے نسخے میں امام ابوداؤد کی یہ جرح تو موجود ہے مگر ابن داسہ کے نسخے میں یہ جرح ہونے کے باوجود غیر مقلد زبیر علیزئی کا موقف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ابن داسہ کا نسخہ متداول تو تھا مگر فوقیت پھر بھی ابوعلی الولوی کے نسخے کو ہی ہوگی کیونکہ اسکی دو اہم وجہ ہیں۔اول امام ابوداؤد نے ابوعلی الولوی کو سنن ابی داؤد املاء کرواتے وقت ابن داسہ کے نسخے میں موجود بہت ساری چیزیں حذف کر دیں تھیں دوم سب سے آخر میں امام ابوداؤد نے اپنی کتاب ابوعلی الولوی کو ہی املاء کروائی لہذا فوقیت آخری نسخے کو ہی ہوتی ہے۔اب ان دونوں نکات کے حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔اول امام ابوداؤد نے ابن داسہ میں روایات حذف کر کے ابوعلی لولوی کو آخر میں سنن ابوداؤد شرح ابی داؤد ۳۴/۱ املا کروائی۔

(۱) امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔

والزیادات التی فی روایۃ ابن داسہ حذفھا ابوداؤد آخر الامر بہ فی الاسناد۔ (شرح ابی داؤد ۱/ ۳۴)

(۲) امام نقطہ لکھتے ہیں :

والزیادات التی فی روایۃ ابن داسہ حذفھا ابوداؤد آخر الشیء فی اسنادہ فلذلک تفاوتا۔ (التقیید ۱/۵۰)

(۳) علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

والزیادات التی فی روایۃ ابن داسہ حذفھا ابوداؤد آخر لا مر رابہ فی الاسناد۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۳۰۷)

(۴) حافظ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

ان الزیادات التی فی روایة ابن داسه حذفها ابو دائود فی آخر حیاته لشیئی۔

(فتاوی حدیثیہ ۱/۴۰)

(۵) محدث ابن رشید لکھتے ہیں :

وروية الولؤى هى اصح الروايات وهى آخر ماأملى ابو دائود وعليه مات۔

(مل ءالعیبۃ ۵/۲۴۱)

(۶) علامہ الزرکشیؒ لکھتے ہیں :

اصح الروايات لانها من آخر ماأملى أبو دائود وعليها مات۔ (النکت ۱/۳۴۲)

(۷) علامہ عینی لکھتے ہیں :

اصح الروايات لانها من آخر ماأملى أبو دائود وعليها مات۔

(شرح ابی داؤد ۱/ ۳۳)

(۸) علامہ شیعب الارنوءط لکھتے ہیں :

وتعد روايته من أجود الروايات وأكملها لا نها من آخر ماأملى ابودائود ، وهى متداول فى المشرق والهند۔ (حاشیہ سیر اعلام النبلاء ۳/۲۰۶)

(۹) مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں :

فعلم أن وجه عدم مطابقة الحديث ترجمة البابين هو أن الحديث ليس فى رواية الؤلؤى اصلا وانما درجة الناسخ فيهامن رواية ابن داسه فغلط والله اعلم۔

(عون المعبود ۱/ ۵۸)

مندرجہ بالاتحقیق سے واضح ہوگیا کہ ابوعلی لولوی کا نسخہ امام ابوداؤد نے سب سے آخرنسخہ کولکھوارہے تھے۔تو بہت سے زیادت انھوں نے ختم یا حذف کروادیں جوکہ ابن داسہ کے نسخے میں موجود تھیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ابوعلی الولوی کا نسخہ ناسخ کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی نے عون المعبود ۱/۵۸ پر تسلیم کیا۔لہذا جو امام ابوداؤد کے دیگر نسخوں میں روایتیں ہونگی وہ بلمقابل ابوعلی الولوی کے نسخے کے منسوخ ،جبکہ ابوعلی لولوی کا نسخہ ناسخ اور راجح ہی ہو گا۔لہذا ابن داسہ کے نسخے میں امام ابو داؤد کی جرح " قال ابو دائود هذا حديث مختصر من طويل وليس هو بصيحيح على هذا اللفظ۔ المعنی منسوخ ہے۔جبکہ الولوی کے نسخہ میں امام ابوداؤد کا ترک رفع الدین والی حضرت عبداللہ بن مسعود کا سکوت ناسخ اور راجح ہوگا۔یہ بات

علماء کرام کومعلوم ہے کہ ناسخ ومنسوخ کے اصولوں میں یہ بات بھی ہے کہ قدیم یا پہلے والی روایت منسوخ ہوتی ہے اور بعد یا جدید والی روایت ناسخ ہوتی ہے۔الحمد اللہ ہم نے جمہور محدثین کرام کے فیصلے نقل کر دیے ہیں کہ امام ابو داؤد نے آخر عمر میں اپنی کتاب سنن اپنے شاگرد ابوعلی الولوی کولکھوائی۔لہذاا ابوعلی الولوی کا نسخہ ہی بدرجہ ناسخ اور راجح ہوگا۔اسکے علاوہ غالی غیر مقلد کی شعبدہ بازیاں ہیں۔

نوٹ :

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو مقالات ۴ / ۲۷۸ پر پہلا عکس سنن ابی داؤد کا دیا ہے یہ نسخہ ابن داسہ کا نسخہ ہے۔ جبکہ مقالات ۴ / ۲۷۸ پر جو مخطوطہ لگایا ہے اسے ابوعلی الولوی کا نسخہ بتایا ہے جبکہ حقیقت میں یہ بھی ابن داسہ کے نسخہ سے مراجعت والا نسخہ ہے۔اسے ابوعلی الولوی کا نسخہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ کاتب یا ناسخ کا تسامح ہے۔اس کا کاتب الفضیل بن الامین الحسنی ہے جبکہ اس نسخے کو ۱۳۱۴ھ کولکھا گیا ہے۔لہذا یہ نیا نسخہ ہے جبکہ قدیم ترین نسخوں میں یہ عبارت موجود ہی نہیں ہے۔مزید اہم بات یہ ہے کہ کاتب سے لے کر صاحب مصنف تک کوئی سند بھی نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ نسبت ابوعلی لولوی کی طرف مشکوک ہے۔سنن ابی داؤد کے محققین شیخ محمد عوامہ اور دوسرے محقق شعیب الارنوط کے نزدیک بھی یہ امام ابو داؤد کی یہ جرح ابولولوی کے نسخہ میں نہیں ہے۔یاد رہے کہ ان دونوں محققین نے علیحدہ علیحدہ سنن ابی داؤد کے قدیم ترین اور پرانے قلمی نسخوں پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے ان نسخوں میں چوتھی صدی تک بھی مخطوطے موجود ہیں مگر کسی لولوی کے نسخہ کے متن میں امام ابو داؤد کی یہ جرح موجود نہیں ہے۔اس لیے ان جدید قسم کے مخطوطات پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔اگر علمی جرأت ہے تو ابوعلی لولوی کے کسی قدیم ترین نسخے کے متن میں یہ جرح ثابت کر کے دکھائیں وگرنہ خواہ مخواہ عوام کا وقت ضائع نہ کریں۔جب مسند ابی عوانہ یا صحیح حمیدی میں لا یرفعہما کی بحث ہوتو غالی غیر مقلد زبیر علیزئی قدیم اور جدید نسخوں کی بحث چھیڑ دیتے ہیں اور یہاں پر جو جدید قسم کا نسخہ جس پر محققین کا اعتبار تک نہیں ہے اسکو ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔جناب اب ایسا کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ابوعلی الولوی کا قدیم نسخہ دکھائیں وگرنہ اپنے فراڈ اور دھوکا سے باز رہیں۔

قارئین کرام!

مندرجہ ذیل میں ہم سنن ابی داؤد کے لولوی اور ابن داسہ کے نسخہ میں صرف "باب لم یذکر الرفع عند الرکوع" کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ جب بھی کوئی نسخہ آپ کے سامنے رکھے تو آپ کو ابوعلی لولوی اور ابن داسہ کے نسخے کی پہچان ہوسکے اور غالی غیر مقلد کی چالبازی سے بچ سکیں۔

ابوعلی الولوی کانسخہ اصل کی ترتیب

(۱) حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد اللہ بن مسعود :الا اصلی یکم صلاۃ رسول اللہ ﷺ قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ۔(الولویؒ کے نسخہ میں امام ابوداؤد کی جرح موجود نہیں ہے)

(۲) حدثنا الحسن بن علی حدثنا معاویة وخالد بن عمر و وابو حذیفه قالوا :حدثنا سفیان باسنادہ بہذا قال :فرفع یدیہ فی اول مرۃ،وقال لبعضھم :مرۃ واحدۃ۔

(۳) حدثنا محمد بن الصباح البزار حدثنا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب انہ ان رسول اللله ﷺ کان اذا فتتہ الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب من أذنیة ثم لا یعود۔

(۴) حدثنا عبد اللہ بن محمد الزھری حدثنا سفیان عن یزید نحو حیث شریک لم یقل ثم لا یعود قال سفیان قال لنا سفیان قال لنا بالکوفۃ لھذ ثم لا یعود۔

(۵)حدثنا حسین بن عبد الرحمن اکبرنا وکیع عن ابن ابی لیلی عن أخیذ عل عینی عن الحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عاذب قال رأیت رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ ثم لم یرفعھما انصرف۔قال ابو دائو دھذا الحدیث لیس لصیحیح

(۶) حدثنا مسدد حدثنا یحی عن ابن بی زئب عن سعید بن سمعان عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل فی صلاۃ رفع یدیہ مدا۔

غالی کا پیش کردہ ابوعلی لولوی کا(منسوب)نسخہ

زبیر علیزئی نے جو ابوعلی لولوی کا جو قلمی نسخہ پیش کیا ہے وہ اصل میں ابن داسہ کا نسخہ ہے۔

(۱) حدثنا ابو دائو د قال عثمان ابن ابی شیبة قال نا وکیع عن شفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی یکم صلاۃ رسول اللہ ﷺ قال یصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ۔

قال ابو دائود :ھذا حیث مختصر من حدیث طویل ولیس ھو یصحیح علی ھذا اللفظ (المعنی)

(۲) حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا ابن ادریس عن عاصم ابن کلیب عن عبد الرحمن بن

الاسود عن علقمه قال قال عبد اللہ علمنا رسول اللہ ﷺ الصلوۃ فکبر ورفع یدیہ فلما رکع طبق یدیہ بین رکبتیہ قال فبدغ ذلک سعد فقال صدق امی قد کنا لفعل ھذ ثم امرنا بھذ یعنی الامساک علی الرکبتین۔

(۳) حدثنا ابو داؤد قال نا محمد بن الصباح البزار قال ناشریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن الراء س رسول اللہ ﷺ کا ن اذ افتتح الصلاۃ رفع یدیۃ قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔

(۳۔ا) قال ابو دائو دروی ھذاالحدیث ھثیم و خالد و ابن ادریس عن یزید بن ابی زیاد لم یذکروا۔ثم لا یعود۔

(۳۔ب) قال ابن ابی شیبۃ نا بمکۃ یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلی عن البرادبن عازب آن النبی ﷺ وسلم کان یرفع یدیہ دون المنکبین قال سفیان ثم قدمت الکوفۃ ۔۔۔۔۔۔۔فیہ ثم لا یعود۔

(زبیر علیزئی غیر مقلد کے پیش کردہ نام نہاد ابوعلی الولوی کے نسخہ میں یہ روایت اضافہ ہے)

(۴)حدثنا ابو دائود قال نا الحسن بن علی قال نا معاویۃ وخالد بن عمر و ابن سعید و ابو حذیفۃ قالو اسفیان باسنادہ بھذا قال :فرفع یدیہ فی اول مرۃ وقال بعضھم مرۃ واحدۃ۔

قارئین کرام!

مندرجہ بالاتحقیق سے واضح ہوگیا کہ سنن ابو داؤد کے نسخہ ابوعلی لولوی کے اصل نسخہ میں اور زبیر علیزئی کے پیش کردہ نام نہاد ابوعلی الولوی میں صرف ایک باب کے اندر ہی زمین آسمان کا فرق ہے ۔غالی غیر مقلد زبیر علیزئی غیر مقلد کے مقالات صفحہ ۲۹۹ جلد ۴ کے مطالعہ سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ کاتب نے یہ ابن داسہ کے نسخہ سے نقل کیا ہے اور خاص طور پر درمیان کا حصہ تو بلکل ابن داسہ کے نسخہ کے مشابہ ہے ۔اور اگر اسکی نسبت کو ابوعلی لولوی کے نسخے کی طرف بالفرض مان بھی لیں تو پھر بھی یہ نسخہ جدید جوکہ ۱۳۱۴ھ کولکھا گیا ہے اسکی حیثیت دوسرے قدیم اور اصل نسخوں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے ۔لہذا مخطوطات کی تحقیق ایک اہم بات ہے ۔خواہ مخواہ مسلکی حمایت میں ایسی باتوں سے پرہیز ہی کرنا چاہئیے ۔الحمد اللہ راقم کے پاس یہ تمام نسخے مکمل موجود ہیں ۔

امام سفیان ثوریؒ کا طبقہ ثانیہ کی بحث کا تحقیقی جائزہ

کیونکہ زبیر علیزئی طبقات المدلسین کا انکار کر چکے ہیں اور اس سے رجوع بھی کر چکے ہیں، لہذا طبقات پر بحث کرنا مُناسب نہیں مگر پھر بھی مندرجہ ذیل ابحاث پیش کی جارہی ہیں تاکہ کوئی امام حاکم کے اس حوالے سے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔

زبیر علیزئی صاحب امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس پر بحث کرتے ہوئے نور العینین ص ۱۳۸ پر لکھتے ہیں۔

''حاکم نیشاپوری نے سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں ذِکر کیا ہے۔(معرفتہ علوم الحدیث صہ ۱۰۶) حاکم نیشاپوری حافظ ابن حجر سے زیادہ متقدم تھے اور درج ذیل دلائل کی روشنی میں حاکم کی بات صحیح اور حافظ ابن حجر کی بات غلط ہے۔''

جواب: کیونکہ زبیر علیزئی نے جمھور محدثین اور علماء غیر مقلدین کی مخالفت کرتے ہوئے طبقات المدلسین کا انکار کر دیا ہے اس لیے امام حاکم کے پیش کر دہ حوالے کے جواب کی ضرورت تو نہیں ہے مگر پھر بھی عوام الناس کے لیے چند معروضات عرض ہیں۔زبیر علیزئی صاحب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی حدیث کے جواب سے اِس قدر عاجز آگئے کہ انہوں نے سفیان ثوری کی تدلیس اور پھر مدلسین کے طبقات کی بحث میں اُلجھ کر رہ گئے۔سفیان ثوریؒ کی تدلیس کے بعد طبقات کی بحث کا مقصد صرف اِس حدیث کو کسی طرح ضعیف ثابت کرنا ہے۔مگر زبیر علیزئی صاحب اِس میں بالکل ناکام رہے۔

امام حاکم کی عبارت میں تحریف:

زبیر علیزئی صاحب نے امام حاکم کے معرفتہ علوم الحدیث صہ ۱۰۶ کے استدلال سے جو امام سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے وہ صرف اور صرف علمی بدیانتی اور تحریف ہے۔کیونکہ امام حاکم نے مدلسین پر طبقات کا اطلاق نہیں کیا۔انہوں نے معرفتہ علوم الحدیث صہ ۱۶۵ تا صہ ۱۷۱ پر مدلسین کی (قسمیں) اجناس کا اطلاق کیا ہے۔اور اِس کے برعکس زبیر علیزئی اپنے ماہنامہ رسالہ الحدیث شمارہ نمبر صہ ۶ صفحہ نمبر صہ ۴۷ پر طبقات کا بھی انکار کر چکے ہیں۔یہ تو قارئین ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ زبیر علیزئی صاحب تحقیق میں کس حد تک غیر جانبدار ہیں۔

کیا زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کی تدلیس سے اتفاق کرتے ہیں؟

امام حاکم نے تدلیس کے اجناس کا ذِکر کیا ہے۔مگر زبیر علیزئی صاحب اِسے طبقات کہنے پر بضد ہیں۔جو ایک علمی

بد دیانتی ہے۔

امام حاکم نے معرفتہ علوم الحدیث صہ ۱۰۶ پر تدلیس کی ۶ قسمیں/ اجناس کا ذکر کیا ہے۔

امام حاکم کی معرفتہ علوم الحدیث صہ ۱۰۶ پر جو تدلیس کی اجناس شمار کی ہیں۔ اِن کا جائزہ لینا اِس مضمون میں نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ امام حاکم نے جنس اول کی تعریف لکھی ہے۔

(۱) "فأولها التابعون الذين لا يدلسون الا عن ثقه مثلهم او اكبر كابى سفيان طلحته بن نافع و قتاوة۔"

امام حاکم نے طبقہ جنس اولی میں ابی سفیان طلحتہ بن نافع اور قتادہ بن دعامتہ کا ذکر کیا اور اصول بتایا کہ اِس طبقہ میں وہ راوی ہیں جو صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں۔

نوٹ :

اِس مقام پر یہ سوال اہم ہے کہ کیا زبیر علیزئی صاحب ابوسفیان طلحتہ بن نافع اور قتادہ بن دعامتہ کو امام حاکم کے قول کے مطابق طبقہ اولیٰ کا راوی مانتے ہیں؟ مگر حقیقت اِس کے بالکل برعکس ہے۔

اول : زبیر علیزئی صاحب طلحتہ بن نافعؒ الواسطی ابوسفیان کو اپنی کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین صہ ۵۲ پر طبقہ ثالثہ کا قرار دیا اور اِس پر سکوت کیا اور امام حاکم سے اختلاف کیا ہے۔

دوم : زبیر علیزئی صاحب قتادہ بن دعامتہ کو اپنی کتاب الفتح المبین صہ ۵۸ پر طبقہ ثالثہ میں لکھا ہے اور امام حاکم سے اختلاف کیا ہے۔

یہ بات واضح ہوگئی کہ زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کی طبقہ اولیٰ کی تقسیم سے کلیتاً اختلاف کرتے ہیں۔ جب زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کے مدلسین کی جنس اولیٰ سے اختلاف کرتے ہیں تو زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کی جنس ثالث (جس میں سفیان ثوری ہیں) سے اتفاق کیوں کرتے ہیں؟ یہ تو ظاہر ہے زبیر علیزئی صاحب کے پیشِ نظر کوئی اصول نہیں ہے۔

(۲) امام حاکم تدلیس کی جنس ثانی کے بارے لکھتے ہیں:

"من كان يقول قال فلان فاذا حصل لهم من ينقر عن سماعهم ذكر وامن سمعوه منه كاابن عينية وابن اسحاق وهشيم وغوبهم"۔ (معرفتہ علوم الحدیث صہ ۱۰۶)

امام حاکم نے جنس ثانی میں سفیان بن عینیہ وابن اسحاق اور ہشیم بن بشیر کا ذکر کیا ہے۔

نکتہ:

اِس مقام پر یہ سوال پھر اُبھرتا ہے کہ کیا زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کی اِس تقسیم سے اختلاف کرتے ہیں یا اتفاق؟

اوّل : سفیان بن عینیہؒ کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین صہ ۴۲ پر طبقہ ثالثۃ کا مدلس قرار دیا ہے۔
دوم : محمد بن اسحاقؒ کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین صہ ۷۲ پر طبقہ رابعہ کا مدلس لکھا ہے۔
سوم : ہشیم بن بشیرؒ کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین صہ ۶۶ پر طبقہ ثالثۃ کا قرار دیا ہے۔

اِس تفصیل بالاسطور سے یہ بات واضح ہو گی کہ زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کی جنس ثانی کی تقسیم سے کلیتاً اختلاف کرتے ہیں۔ جب امام حاکم کی جنس ثانی کی تقسیم سے اِنکار کرتے ہیں تو جنس ثالث سے اتفاق کیوں؟

(۳) امام حاکم جنس ثالث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"من یدلس عن أقوام مجھولین لا یدری من ھم کسفیان الثوری و عیسی بن موسی غنجار و بقیة بن الولید"

امام حاکم نے جنس ثالث میں سفیان ثوری، عیسیٰ بن موسیٰ غنجار اور بقیتہ بن ولید کا ذِکر کیا ہے۔

نوٹ:

امام حاکم نے جنس ثالث میں اُن مدلسین کا ذِکر کیا ہے جو مجھولین سے تدلیس کرتے تھے۔ یعنی جنس ثالث میں وہ مدلس راوی ہیں جو مجھولین سے روایت کرتے ہیں۔ مگر امام سفیان ثوریؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مجھولین سے روایت کرتے تھے بالکل غلط اور باطل ہے۔ میرے علم کے مطابق کسی محدث سے صحیح سند کے ساتھ یہ قول ثابت نہیں۔

اوّل : سفیان ثوریؒ کو زبیر علیزئی صاحب الفتح المبین ص ۳۹۔۴۰ پر طبقہ ثالثۃ کا مدلس قرار دیا ہے اور اِس طرح نور العینین صہ ۱۳۸ پر طبقہ ثالثۃ کا قرار دیا ہے۔
دوم : عیسیٰ بن موسیٰ غنجارؒ کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین صہ ۷۲ پر طبقہ رابع کا مدلس قرار دِیا ہے۔
سوم : بقیہ بن ولیدؒ کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین ص ۶۹ پر عرب سلفی عالم مسفر ابن الدمینی کے قول پر طبقہ ثالثۃ کا لکھا ہے جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین میں اسے طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے۔

اِس تفصیل سے یہ واضح ہوگیا کہ زبیر علیزئی کو امام حاکم کی جنس ثالث کی تقسیم سے بھی اتفاق نہیں ہے۔ زبیر علیزئی صاحب کو جب امام حاکم کے تدلیس پر جنس اولیٰ (مدلسین) اور جنس ثانی (مدلسین) سے جب اختلاف ہے تو امام حاکم کے جنس ثالث (مدلسین) کی تقسیم سے اتفاق کیوں؟

اِس تحقیق سے بات واضح ہوگئی کہ زبیر علیزئی صاحب کو صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے امام حجتہ سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثالثۃ کا مدلس ثابت کرنے کی ضرورت تھی اور انہوں نے اِس ضرورت کو امام حاکم کی تقسیم سے بے ربط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر زبیر علیزئی صاحب کا یہ عجب علمی وطیرہ ہے کہ مدلسین کی روایتوں کو قبول اور رد کرنے کے اصول تو حافظ ابن حجرؒ کے ذِکر کرتے ہیں۔ مگر تدلیس کی طبقات کی تقسیم میں صرف

امام ثوریؒ کے بارے میں امام حاکم کا قول قبول کرتے ہیں۔

زبیر علیزئی کا یہ عجب علمی اور تحقیقی منہج ہے کہ امام حاکم کی تقسیم سے تو انکار اور اختلاف مگر اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے امام سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں ثابت کرنے کے لئے صرف امام حاکم کا قطع و برید وقول سے اتفاق کرنا۔ اُمید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب اپنے اس منہج پر نظر ثانی ضرور کرینگے۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا امام حاکم کے قول سے استدلال جمہور محدثین کرام کے خلاف اور اصول کے برعکس ہے۔

امام حاکم کے قول سے زبیر علیزئی صاحب کا اختلاف

زبیر علیزئی صاحب مسلکی تفاوت میں امام حاکم کا قول پیش کیا مگر حقیقت میں امام حاکم کے قول اور مدلسین کے طبقات کی تقسیم سے زبیر علیزئی صاحب اختلاف کرتے ہیں۔

مستدرک حاکم ۴/ ۱۳ میں اعمش عن ابی وائل عن مسروق عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔۔۔الخ کی روایات کو امام حاکم اور علامہ ذہبیؒ نے صحیح قرار دیا۔ مگر زبیر علیزئی صاحب نے الحدیث شمارہ ۳۳ صفحہ ۴۳ پر امام حاکم اور علامہ ذہبیؒ کے قول کو غلط لکھا ہے۔ عجب تحقیق ہے ایک جگہ امام حاکم کے قول کو ماننا اور دوسری طرف اِن کی تحقیق کو غلط لکھنا۔

امام حاکم کے قول کو وہم قرار دینا

زبیر علیزئی صاحب رسالہ الحدیث نمبر ص ۴۸ پر امام حاکم کے قول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''امام حاکم کے علاوہ تمام محدثین نے ابوالزبیرؒ کو مدلس قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں اِن کے وہم کی تردید کی ہے۔'' یہ عجیب تضاد ہے کہ ایک مقام پر امام حاکم کا قبول کرنا اور ابن حجرؒ کی تردید کرنا۔ اور دوسرے مقام پر تدلیس کے ہی موضوع پر امام حاکم کے قول کو رد کیا اور ابن حجرؒ کے قول کو قبول کرلیا۔

امام حاکم کی سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات کی تصحیح

امام حاکم نے مستدرک حاکم علی الصحیحین میں سفیان ثوریؒ سے تقریباً ۲۴۳ روایات لیں ہیں۔ اور ۹۸٪ روایات معنعن/ اور عن سے روایات ہیں۔ امام حاکم نے سفیان ثوری کی معنعن/عن والی روایات کی تصحیح کی اور ساتھ ہی امام ذہبیؒ نے اِن کی موافقت کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حاکم کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات صحیح اور قابلِ اعتبار ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۷ :۔
۹۰۔ ۹۱۔ ۹۶۔ ۹۵۔ ۱۰۹۔ ۱۱۷۔ ۱۲۵۔ ۱۲۸۔ ۱۳۷۔ ۱۵۵۔ ۱۶۸۔ ۱۷۴۔ ۱۷۱۔ ۱۷۵۔ ۲۶۵۔ ۲۷۶۔ ۲۶۸۔ ۳۲۹۔

سفیان ثوریؒ کا طبقہ ثانیہ کا مدلس ہونا

یہ ایک اہم معاملہ ہے کہ اِس بات کا احاطہ کیا جائے کہ محدثین کرام کا اتفاق امام حاکم کے طبقات (بقول زبیر علیزئی صاحب) کے قول سے تھا یا حافظ صلاح الدین العلائیؒ کے طبقات مدلسین کے ساتھ ہے۔

(۱) حافظ العلائی نے جامع التحصیل صہ ۱۳۰ پر امام سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا۔

(۲) امام بن العجمیؒ نے التبیین اسماء المدلسین پر امام سفیان ثوریؒ کو مدلس قرار دینے کے بعد ص ۶۶ پر حافظ العلائی کے اصول کے مطابق طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔

(۳) امام ابوزرعہ العراقیؒ نے کتاب المدلسین صہ ۵۲ پر امام سفیان ثوریؒ کو مدلس کہنے کے بعد ص ۱۰۹ پر حافظ العلائی کے اصول کے مطابق طبقہ ثانیہ کا مدلس کیا۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ طبقات المدلسین صہ ۳۲ اور النکت علی کتاب ابن الصلاح جلد ۲ ص ۶۳۹ پر سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا۔

سفیان ثوریؒ کی تدلیس غیر مقلدین کی نظر میں:

سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں لکھنا زبیر علیزئی کا تفرد اور غلطی ہے۔مندرجہ بالا محدثین کے علاوہ غیر مقلدین حضرات کے علماء بھی محدث سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیتے ہیں۔

(۵) راشدی صاحب نے جزء منظوم فی اسماء المدلسین رقم ۲۲ قلمی میں سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔

(۶) حافظ گوندلوی صاحب نے خیر الکلام ص ۴۷ میں سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس لکھا ہے۔

(۷) مولانا محب اللہ شاہ راشدی صاحب نے اپنے مضمون" ایضاح المرام و استیفام الکلام" میں سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔دیکھئے الاعتصام جون ۱۹۹۱ء اشاعت۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ محدثین کرام کی جماعت حافظ ابن حجرؒ کے طبقات کی قائل ہے۔لہٰذ جمور کے نزدیک حافظ ابن حجرؒ کے طبقات کی تقسیم صحیح اور راجح ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کی مدلس لکھا ہے۔

سفیان ثوریؒ کی تدلیس عرب محققین کی نظر میں:

امام سفیان ثوری کی تدلیس کو جمہور ائمہ محدثین نے قبول کیا ہے۔بلکہ قریب و بعید اور اس عصر حاضر کے بھی مختلف علماء کرام و عرب محققین سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں رکھتے ہیں یا طبقات کا اقرار کرتے ہیں۔اس فہرست میں مندرجہ ذیل

محققین شامل ہیں۔

۱۔ شیخ حماد بن محمد الانصاری	اتحاف ذوی الرسوخ تدلیس والمدلسون ص ۳
۲۔ عرب سلفی عالم مسفر بن عزم اللہ الدمینی	تدلیس فی الحدیث ص ۲۶۴
۳۔ ڈاکٹر عواد الحسین الخلف	روایات المدلسین فی صحیح بخاری ص ۱۷۰
۴۔ ڈاکٹر عواد الحسین الخلف	روایات المدلسین فی صحیح مسلم ص ۲۷
۵۔ ڈاکٹر عاصم بن عبد اللہ القریوتی	طبقات المدلسین ص ۳۲
۶۔ ڈاکٹر رفعت فوزی	المدلسین نمبر ۵۲ حاشیہ ص ۱۲
۷۔ ڈاکٹر نافذ حسین	المدلسین نمبر ۵۲ حاشیہ ص ۱۲
۸۔ علامہ یحییٰ شفیق	التبیین الاَسما المدلسین ص ۲۸ حاشیہ
۹۔ شیخ محمد طلعت	معجم المدلسین بتحقیق ۲۰۴
۱۰۔ ڈاکٹر کریم جواد محمد مصری	طبقات المدلسین ص ۲۳۔۲۴ بتحقیق
۱۱۔ عبد الغفار سلیمان البندار ی	تعریف اہل تقدیس بتحقیق
۱۲۔ محمد احمد بن عبد العزیز	تعریف اہل تقدیس بتحقیق
۱۳۔ عبد الرؤف سعد	تعریف اہل تقدیس بتحقیق
۱۴۔ احمد بن علی سیر المبارکی	تعریف اہل تقدیس بتحقیق
۱۵۔ محمد بن علی آدم الولوی	جلیس الانیس
۱۶۔ ناصر الفہد	نہج المتقدمین فی التدلیس ص ۳۱۔۳۴
۱۷۔ صالح بن سعید	تدلیس واحکامہ ص ۱۴۹
۱۸۔ عبد العزیز بن محمد قاسم بن صدیق غماری	التانیس بشرح منظومۃ الذھبی فی تدلیس ص ۴
۱۹۔ حافظ عبد الرؤف غیر مقلد	رسالہ الاعتصام دسمبر ۱۹۹۰ ص ۱۴۰
۲۰۔ حافظ عبد اللہ روپڑی امرتسری غیر مقلد	فتاویٰ الحدیث ۱/ ۴۶۸
۲۱۔ محمد خبیب غیر مقلد	الاعتصام شمارہ اگست ۲۰۰۷ صفحہ نمبر ۱۴(۱۱۳۰)
۲۲۔ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد	انوار البدر ص ۳۶۷

مسئلہ تدلیس پر زبیر علیزئی صاحب کے اوھام:

یہ بات تو عیاں ہے کہ زبیر علیزئی صاحب تحقیق میں قابل قبول نہیں ہیں۔زبیر علیزئی صاحب کو صرف تدلیس کے مضمون پر اِس قدر اضطراب اور وہم ہیں کہ زبیر علیزئی صاحب نے تدلیس پر اپنے اصول بار بابدلے جو ان کی تصانیف سے عیاں اور واضح ہے۔ذیل میں ہم زبیر علیزئی صاحب کے اضطرابات کا جائزہ لیتے ہیں۔

(اضطراب نمبر۱): زبیر علیزئی نے پہلی مرتبہ نور العینین شائع کی تو سفیان ثوری ؒ کو حافظ العلائی کے جامع تحصیل کے حوالے سے طبقہ ثالثہ کا مدلس کہا۔

(اضطراب نمبر۲): زبیر علیزئی کا جب ۱۹۸۹/ ۱۴۰۸ھ میں عبد الرشید الانصاری کے ساتھ جرابوں پرمسح کے موضوع پرتحریری مناظرہ ہوا تو سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا۔(جرابوں پرمسح صہ ۴۰)

(اضطراب نمبر۳): زبیر علیزئی نے نور العینین صہ ۱۲۷ ایڈیشن اپریل ۲۰۰۲ء پر سفیان ثوری ؒ کو پھر حافظ العلائی ؒ کے جامع تحصیل کے حوالے سے طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا۔کیونکہ اِس صفحہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی حدیث پر زبیر علیزئی صاحب اعتراض کرتے کیونکہ یہ دلیل احناف کے حق میں تھی۔لہٰذا سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا۔

(اضطراب نمبر۴): زبیر علیزئی نے جزء رفع یدین صہ ۲۶ جون ۲۰۰۳ء اشاعت میں سفیان ثوری ؒ کو طبقہ ثانیہ میں درج کرنے کے موقف سے رجوع کیا۔جو انہوں نے جرابوں پرمسح صہ ۶۰ پر لکھا تھا۔

(اضطراب نمبر۵): زبیر علیزئی نے القول المبین فی الجہر بالتامین صہ ۱۹ طبع ۲۰۰۴ء میں امام زھری ؒ کو حافظ العلائی کی جامع التحصیل کے حوالے سے طبقہ ثانیہ کا مدلس لکھا اور القول المبین صہ ۲۰ پر زہری کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کوضعیف لکھا۔معلوم ہوا کہ حافظ العلائی کے طبقات کا اقرار کیا اور پھر بھی حدیث کوضعیف لکھا۔

(اضطراب نمبر۶): مگر زبیر علیزئی صاحب نے اپنی تحقیقی کتاب الفتح المبین فی طبقات المدلسین طبع ۲۰۰۵ء میں طبقات کا اقرار کیا مگر راویوں کی طبقاتی تقسیم میں گڑبڑ کردی۔جو ان کی مذہبی منافرت پر مبنی تھی۔اور عرب عالم مسفر ابن غرم اللہ دمینی کی کتاب تدلیس فی الحدیث پر اعتماد کیا۔جو بالکل ہی باطل اور غلط ہے۔

(اضطراب نمبر۷): زبیر علیزئی نے نور العینین صہ ۱۳۸ طبع دسمبر ۲۰۰۶ء میں پھر سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا۔مگر اِس مرتبہ حافظ العلائی کے قول سے نہیں حافظ امام حاکم کی معرفتہ علوم الحدیث کے حوالے سے اِنہیں طبقہ ثالثہ کا قرار دیا۔اور حافظ العلائی کے قول سے انہوں نے اپنے وہم کا اقرار کیا۔

(اضطراب نمبر۸): زبیر علیزئی ماہنامہ الحدیث نمبر صہ ۳۳ صفحہ نمبر ۵۶۔۵۵ طبع فروری ۲۰۰۷ء میں حافظ العلائی، حافظ ابن حجر اور امام حاکم کے طبقات کا انکار کر دیا۔اور صرف دو طبقوں کا اقرار کیا۔طبقہ اولیٰ (مدلس نہیں ہیں)۔

طبقہ ثانیہ (مدلس ہیں)۔

(اضطراب نمبر ۹): زبیر علیزئی نے وہم میں غوطہ زن ہوئے اور اپنے ماہنامہ رسالہ الحدیث نمبر ۴۲ صہ ۲۶ طبع نومبر ۲۰۰۷ء میں دوبارہ طبقات کا اقرار کیا اور سفیان ثوری کا طبقہ ثالثہ کا اقرار کیا۔

(اضطراب نمبر ۱۰): زبیر علیزئی پھر اضطراب کا شکار ہوئے اور رسالہ الحدیث نمبر ۴۶ صہ ۱۰ مارچ ۲۰۰۸ء میں پھر سے طبقات کی تقسیم کا انکار کر دیا۔ اور لکھا کہ ''یاد رہے کہ طبقات المدلسین کے طبقات کی تقسیم جدید وقدیم محققین میں سے کسی کو بھی من وعن قبول نہیں ہے چاہے یہ محققین اہل حدیث میں سے ہوں یا غیر اہلحدیث میں سے۔

سطور بالا تفصیل سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کی تحقیقات پر اعتماد صحیح نہیں۔ اِن کے اکثر قول باطل اور مردود ہیں۔ زبیر علیزئی صاحب کی کتاب الفتح المبین فی طبقات المدلسین کے مراجع ارشاد الحق اثری صاحب ہیں۔ مگر ارشاد الحق اثری صاحب بھی زبیر علیزئی صاحب کے تدلیس کے موضوع پر اِن کے موقف سے اختلاف کرتے ہیں۔ اور غیر مقلد راشدی صاحب نے تو زبیر علیزئی صاحب کے تدلیس کی طبقاتی تقسیم کے رد میں ایک مستقل مضمون لکھا ''تسکین القلب المشوش باعطاء التحقیق فی تدلیس الثوری والاعمش''۔ جو رسالہ الاعتصام لاہور سے چھپ چکا ہے۔ جبکہ غیر مقلد محمد خبیب احمد صاحب نے زبیر علیزئی کے نقد میں مقالات اثریہ ص ۱۹۶ تا ۳۲۰ پر تفصیل سے ایک مقالہ لکھا ہے اور اس کتاب کی تقدیم غیر مقلد ارشاد الحق اثری کی ہے۔ اس کے علاوہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے انوار البدر ص ۷ ۳۳ تا ص ۳۴۷ سفیان ثوری کی تدلیس اور طبقات المدلسین پر زبیر علیزئی کا تفصیلی جواب لکھا ہے۔ انوار البدر پر غیر مقلدین کے ۱۴ علماء کی تقریظات بشمول ارشاد الحق اثری، داود ارشد، محمد طاہر رفیق وغیرہ موجود ہیں۔ زبیر علیزئی کے جواب میں تدلیس پر ۳ مزید مضامین قارئین کی دلچسپی ومطالعہ کے لیے اس کتاب میں بھی شامل کیے گئے ہیں تاکہ عوام الناس کو یہ معلوم ہو سکے کہ موصوف زبیر علیزئی کا تدلیس اور طبقات المدلسین پر ان کے اپنے مسلک غیر مقلدین حضرات نے بھی جواب لکھا ہے۔

زبیر علیزئی کا حافظ ابن حجرؒ کے طبقاتی تقسیم کا انکار

زبیر علیزئی صاحب ایک طرف اِس کتاب نورالعینین صہ ۱۳۸ پر امام حاکم کے قول کی بنیاد پر سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثالثہ کا قرار دیا کیونکہ یہ حدیث اِن کے مسلک کے خلاف ہے۔ مگر زبیر علیزئی صاحب نے اپنے ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ص ۴۱ تا ص ۴۷ پر جمھور محدثین کے خلاف حافظ ابن حجرؒ کے طبقاتی تقسیم کا انکار کیا۔

غیر مقلد زبیر علی زئی حافظ ابن حجرؒ کی طبقاتی تقسیم پر مقالات ۴/ ۱۶۶ پر لکھتا ہے۔

''اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی طبقاتی تقسیم کئی وجہ سے غلط ہے مثلاً۔

۱۔ یہ طبقاتی تقسیم جمہور محدثین کے اصول تدلیس کے خلاف ہے۔

۲۔ یہ تقسیم خود حافظ ابن حجر کی شرح نخبۃ الفکر کے اصول کے خلاف ہے۔

۳۔ یہ تقسیم خود حافظ ابن حجر کی التلخیص الجیر ۳/ ۱۹ کے خلاف ہے۔

۴۔ اہل حدیث (غیر مقلدین)، حنفی بلکہ بریلوی اور دیوبندی سب اس طبقاتی تقسیم پر متفق نہیں ہیں۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ مندرجہ بالا اعتراض چند وجوہات کی بنا پر غلط ہیں۔

۱۔ حافظ ابن حجر کی یہ تقسیم جمہور محدثین کرام کے اصول کے خلاف نہیں بلکہ یہ تو ایک تخصیص اور استثناء ہے۔ زبیر علیزئی خود تو تخصیص اور استثناء کے قائل ہیں مگر حافظ ابن حجر کی تخصیص کرنے پر اعتراض ہے۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو کسی ایک کتاب کا نام لکھیں جو مستقلاً حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے رد پر ہو۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد اور دیگر متاخرین نے اپنی کتابوں کی بنیاد حافظ ابن حجر کی کتاب طبقات المدلسین پر ہی رکھی ہے۔ باقی تو رہنے دیجئے آپ نے کتاب الفتح المبین کی بنیاد حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کی کتاب طبقات المدلسین پر رکھی ہے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ مدلسین کے طبقات بنانا صرف حافظ ابن حجر سے ہی منقول نہیں بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے پہلے بھی اور بعد میں بھی محدثین کرام نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق مدلسین کے طبقات یا اجناس بنائے ہیں۔ ان محدثین کرام میں شامل ہیں۔

(i)	ابی عمرو عثمان بن سعید المقریؒ	جزء فی علوم الحدیث ص ۱۳۶
(ii)	ابن حزمؒ	الاحکام فی اصول الاحکام ۱۵۸۱/۱
(iii)	امام حاکم	معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۳
(iv)	حافظ ابونعیمؒ	النکت ص ۶۲۲
(v)	حافظ علائیؒ	جامع التحصیل ص ۱۵۰

(vi)	حافظ ابن حجرؒ	النکت ص ۶۲۲
(vii)	حافظ ابن کثیرؒ	فتح المغیث ۱/۱۱۷
(viii)	ابن سبط العجمیؒ	التبیین ص ۶۶
(ix)	ابوزرعہ عراقیؒ	کتاب المدلسین ص ۵۲

۲۔دوسری بات یہ ہے کہ یہ تقسیم حافظ ابن حجرؒ کی الشرح النخبۃ الفکر کے اصول کے خلاف بھی نہیں بلکہ تخصیص ہے جس کے آپ خود دعویدار ہیں۔لہٰذا اعتراض مردود ہے

۳۔مزید یہ کہ یہ تقسیم حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی التلخیص الحبیر کے بھی خلاف نہیں ہے۔کیونکہ التلخیص الحبیر وہاں مسئلہ تدلیس التسویہ کا ہے۔نہ کہ طبقات کی بحث کسی ایک قول کو لے کر آپ ردتو ثابت نہیں کر سکتے۔لہٰذا آپ کا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔مزید یہ کہ آپ ذرا قارئین کی معلومات کیلئے یہ تو عرض کردیں کہ حافظ ابن حجرؒ کی تلخیص الحبیر پہلے کی کتاب ہے اور النکت علی ابن صلاح بعد کی النکت علی صلاح میں بھی حافظ ابن حجر نے طبقاتی تقسیم کی ہے۔لہٰذا بعد والی کتاب کو فوقیت اور ترجیح حاصل ہوگی۔

۴۔ اہم بات یہ کہ حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے قائل مندرجہ ذیل علماء غیر مقلدین ہیں۔

(i) مولانا مبارک پوری (اعلام الزمن ص ۳۶۷)

(ii) علامہ بدیع الدین شاہ راشدی (جزء منظوم ۲۲: قلمی)

(iii) حافظ یحییٰ گوندلوی (الاعتصام جون ۱۹۹۱)

(iv) حافظ عبداللہ روپڑی (فتاویٰ الحدیث/ ۱۴۶۸)

(v) علامہ محب اللہ شاہ راشدی (رسالہ الاعتصام مئی ۱۹۹۲ء)

(vi) علامہ قاسم راشدی (اپنے والد صاحب کے موقف پر ہیں)

(vii) حافظ عبدالرؤف غیر مقلد (رسالہ الاعتصام ۱۹۹۰ دسمبر ص ۱۶۰)

(viii) غیر مقلد علامہ محمد خبیب (الاعتصام اگست ۲۰۰۸ء ص ۱۶)

(ix) ارشاد الحق اثری غیر مقلد (توضیح الکلام/ ۱۷۵۹)

(x) حافظ ثناء اللہ زاھدی (گفتگو کے درمیان اظہار کیا)

(xi) کفایت اللہ سنابلی (انوار البدر ص ۳۶۷)

(xii) شمس الحق عظیم آبادی (اعلام الزمن ص ۳۶۷)

اس مقام پر عرض یہ ہے کہ جدید قسم کے علماء غیر مقلدین مناظروں میں یا جوابی کتابوں میں غیر مقلد زبیر علی زئی کے مقلد ہیں ان کی اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے ایسے جدید غیر مقلدین کا حوالہ دینا غلط خلاف تحقیق اور مردود ہے۔

سفیان ثوری کی تدلیس پر علمی بحث اور مدلس کا عنعنہ

زبیر علیزئی صاحب کے تدلیس پر خرافات کا تفصیلی بیان گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تدلیس پر زبیر علیزئی صاحب کے خرافات کی مکمل قلعی کھولی جائے تا کہ پڑھنے والے کو تحقیق کا اعلیٰ معیار میسر آسکے۔ زبیر علیزئی صاحب کا طبقات کو ماننا اور پھر ان کا انکار کرنا نہایت ہی صاف اور ان کی تحریروں میں عیاں ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۴ پر امام ذہبیؒ کی (میزان الاعتدال ۲/۱۶۷) (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۴۲) سے کان یدلس عن الضعفاء اور و ربما ولس عن ضعفاء اور یحدث عن ضعفاء (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۷۴) اور پھر صہ ۱۳۵ پر صلاح الدین العلائی کی جامع تحصیل فی احکام المراسیل صہ ۹۸ کے حوالے سے من یدلس عن اقوام مجھولین اور حافظ ابن رجب کی (شرح علل ترمذی ۱/۳۵۸) کے حوالے سے کان ثوری وغیرہ یدلسون عمن لم یسمعوا کے الفاظ نقل کرنے کے بعد نور العینین صہ ۱۳۸ پر مدلس کا عنعنہ کے تحت امام شافعیؒ کا قول الرسالۃ شافعی صہ ۳۸۰ اور امام ابن معین کا قول لا یکون حجۃ فیما لیس (الکفایۃ صہ ۳۶۲) نقل کیا ہے۔

جواب:

مختلف محدثین کرام نے اپنی رائے کا اظہار تدلیس کے بارے میں کیا۔ جس میں امام شافعیؒ اور امام ابن معینؒ بھی شامل ہیں۔ مگر ان دونوں کے اقوال جمہور کا مذہب اور مسلک پر نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے النکت علی ابن صلاح صہ ۶۱۴ پر تدلیس کے بارے درج ذیل مختلف اقوال نقل کئے۔

(۱) بعض اہل حدیث کا مسلک تو یہ ہے کہ مدلس کی کوئی روایت مقبول نہیں اگر چہ سماع کی تصریح بھی کر دے۔ (جامع تحصیل صہ ۹۸)

(۲) ایک مرتبہ بھی اگر کسی نے تدلیس کی تو جب تک وہ سماع کی تصریح نہ کرے اس کی روایت مقبول نہیں اور یہ مسلک امام شافعی اور ان کے اتباع کا ہے۔ (مقدمہ ابن صلاح صہ ۹۹۔ الرسالۃ صہ ۳۸۰)

(۳) اگر صرف ثقہ سے تدلیس کرے تو اس کا عنعنہ مقبول ہے ورنہ بغیر تصریح سماع اس کی روایت مقبول نہیں۔ یہ مسلک امام بزار، حسین کرابیسی اور ابوالفتح الازدی کا ہے۔

(شرح الفیۃ العراقی ۱/۱۸۳، سوالات حاکم ۱۷۵: الاحسان ۱/۹۰)

(۴) مدلس اگر ثقہ ہے تو اس کا عنعنہ بھی مطلقاً مقبول ہے۔ حافظ ابن حزم اور دیگر محدثین کا وہی مذہب ہے۔

(محلی ۷/۴۱۹، الاحکام ۶/۱۳۵)

(۵) اگر مدلس کی روایت میں تدلیس غالب ہے تو اس صورت میں جب تک حدثناء وغیرہ کے صیغہ نہ کہے اس کی روایت حجت نہیں۔ اگر تدلیس قلیل ہے تو اس کی معنعنو الی روایت قبول ہوگی۔ یہ مسلک امام ابن المدینی اور جمہور محدثین کرام کا ہے۔

لہٰذا ابن حجر عسقلانیؒ کی النکت ابن صلاح صہ ۱۶۴ پر تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کا مذہب اور مسلک یہ ہے کہ اگر مدلس کی مدلس روایتیں قلیل یا کم ہو تو اس کی معنعن (عن والی) روایتیں صحیح ہونگی۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا ابوبکر صیرفی (شرح الفیۃ العراقی بالتصبرۃ والتذکرۃ ۱/۱۸۳)، امام شافعیؒ اور ابن معین کا اقوال نقل کرنا جمہور محدثین کے خلاف ہے لہٰذا اِن کے اقوال کی حیثیت جمہور کے مقابلے میں صحیح نہیں۔ اور اگر اِن کے اقوال کا مدنظر رکھا جائے تو امام شافعی اور ابن معینؒ کے اقوال سے طبقات کی مطلقاً نفی ہو جاتی ہے لہٰذا ان کے اقوال سے استدلال صحیح نہیں۔ امام یحیٰ بن معینؒ " خصوصاً سفیان ثوری کی معنعن روایات کی تصحیح کے قائل ہیں۔ (شرح علل ترمذی صہ ۲۶۷)

امام ابن رجب حنبلیؒ کے قول کی تحقیق:

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۵ پر ابن رجب حنبلیؒ کے قول سے استدلال کرتے ہیں۔

"وقد کان ثوری وغیرہ یدلسون عمن لم یسمعوا منہ ایضاً

حالانکہ امام ثوری وغیرہ جن سے نہیں سنا ان سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

جواب:-

اس قول میں تدلیس کو ارسال کے معنی میں لیا ہے۔ کیونکہ صحیح قول کے مطابق جس سے اِس مدلس راوی نے سوائے اس مدلسہ روایت کے اور روایات سنی ہو۔ اگر اس نے اس سے کچھ نہیں سنا تو یا یہ روایت مرسل خفی ہوگی یا مرسل۔ لہٰذا ابن رجب حنبلیؒ کے قول سے استدلال غلط ہے۔ کیونکہ ان کا قول تدلیس پر لاگو ہی نہیں ہوتا۔ اس لیے استدلال ہی فضول ہے۔

امام شافعیؒ کے قول کا جائزہ:

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۸ پر امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں۔

"حکم یہ ہے کہ مدلس کی صرف وہی روایات قبول کی جائے گی جس میں وہ سماع کی تصریح

کرے۔ یہ بات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر اس شخص پر جاری فرمائی ہے جو ایک دفعہ ہی تدلیس کرے۔
(ابن صلاح صہ ۱۹۹ الرسالۃ امام شافعی صہ ۳۸۰)

جواب:-

امام شافعیؒ کے قول سے طبقات کی مطلقاً نفی ہوتی ہے مگر زبیر علیزئی صاحب سفیان ثوری کو طبقہ ثالث کا مدلس قرار دیتے ہیں لہٰذا امام شافعیؒ کے قول سے زبیر علیزئی کی تحقیق میں تعارض ثابت ہوتا ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول جمہور کے موافق نہیں۔ دوسرا امام شافعیؒ اپنی جدید کتاب الام میں سفیان ثوریؒ کی عن/معنعن والی روایات سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے کتاب الام رقم ۹۷۸، رقم ۱۱۶۹، رقم ۱۹۱۹ جس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں یا حدیث کے لیے باعث ضعف نہیں ہے۔

نوٹ:

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں سفیان بن عیینہؒ جو مدلس ہیں اِن سے تقریباً ۴۶۵ عن والی روایت نقل کیں۔ دیکھئے کتاب الام رقم ۳۔ ۶۔ ۸۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۹۔ ۲۱۔ ۲۷۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۸۔ ۵۳۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۵۔ ۱۲۶۰۔ ۱۷۰۰۔ ۱۷۱۰۔ ۲۰۵۱۔ ۲۱۲۱+ ۳۰۱۲۔ ۴۰۱۲۔ ۴۰۴۳۔ ۴۱۶۲۔ ۴۲۷۰۔
اِس تحقیق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ بھی مدلس کی عن والی روایت کو قبول کرتے تھے اور اِن کا حوالہ نقل کرنا زبیر علیزئی صاحب کو مفید نہیں ہے۔ زبیر علیزئی صاحب کا الفتح المبین صہ ۴۱ پر امام شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت کو محمول علی السماع کہنا خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصولوں کے خلاف ہے۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا یہ قول و استدلال ہی مردود ہے۔

امام شافعیؒ اور مسئلہ تدلیس کی تحقیق

ترک رفع یدین پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کوضعیف ثابت کرنے کے لئے غیر مقلد زبیر علی زئی نے ہر ممکن کوشش کی مگر پھر بھی ناکام ہوئے۔ آخر کار عبدالرحمن معلمی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سفیان ثوری کی تدلیس ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور اپنی ہی جماعت کے خلاف طبقات المدلسین کا انکار کر بیٹھے اور ہر مدلس راوی کی عن والی روایت کوضعیف کہنا شروع کر دیا۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام شافعی رحمہ اللہ کا سہارا لیا۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب مقالات ۴/۱۶۸ تا ۴/۱۹۸ پر" امام شافعی اور مسئلہ تدلیس" کے نام سے ایک مضمون لکھا، اس میں زبیر غیر مقلد لکھتا ہے۔

"امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہوگیا کہ اس نے تدلیس کی ہے تو اس نے اپنی پوشیدہ بات ہمارے سامنے ظاہر کر دی۔ (الرسالۃ فقرہ ۱۰۳۳)

غیر مقلد زبیر علی زئی مزید لکھتا ہے۔

"اس کے بعد امام شافعی نے فرمایا: پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتی کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے" (الرسالۃ فقرہ ۱۰۳۵:)۔ غیر مقلد زبیر علی زئی مزید مقالات ۴/۱۷۰ا پر لکھتا ہے۔"

امام شافعی کے بیان کردہ اس اصول سے معلوم ہوا کہ جس راوی سے ساری زندگی میں ایک دفعہ تدلیس کرنا ثابت ہو جائے تو اس کی عن والی روایت قابل قبول نہیں ہوتی"۔

غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس مضمون میں کل ۵۰ حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ ان حوالہ جات کا مختصر سا حال کچھ یوں ہے۔

(i) زبیر علی زئی غیر مقلد کے پیش کردہ حوالہ جات میں ۳۰ حوالہ جات محدثین کرام کے ہیں۔

(ii) پیش کردہ محدثین کرام کے ان ۳۰ حوالہ جات میں ۲۰ حوالے ایسے محدثین کرام کے ہیں جنہوں نے صرف امام شافعیؒ کی کتاب الرسالہ والا قول ہی نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔ جس سے آپ ان حوالوں کی فنی حیثیت سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ امام شافعی کے حوالہ پر محدثین کرام کا سکوت ہے اور یہ ۲۰ محدثین کرام صرف ناقل ہی ہیں اور کسی بات پر سکوت کو رضامندی سمجھنا تو خود غیر مقلد زبیر علی زئی کو قبول نہیں ہے۔ اگر قبول ہے تو پھر غیر مقلد زبیر علی زئی سے غرض ہے کہ جن محدثین کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر سکوت کیا تو اس کو بھی رضامندی اور تصحیح کی دلیل سمجھیں۔ حالانکہ وہاں زبیر علیزئی نے سکوت کو تصحیح سمجھنے پر اعتراض کیا ہے یہ تو خود غیر مقلد زبیر علیزئی کا

تضاد ہے۔قارئین کرام حوالہ جات نقل کرنا ہی بات نہیں ہے۔زبیر علی زئی کی بات اس وقت تک قابل قبول نہ ہوگی جب تک کہ وہ طبقات کا انکار ثابت نہ کریں۔مطلقاً ایسے حوالے نقل کرنا جس میں صرف امام شافعی کا اصول اور اس کی تائید ہو کیونکہ امام شافعیؒ کے اصول میں حافظ ابن حجر اور دیگر محدثین نے تخصیصات ثابت کیں ہیں۔لہٰذا جب تک وہ طبقات کا انکار ثابت نہیں کریں ایسے حوالے فضول ہیں۔حافظ ابن حجر نے خود النکت ص ۲۵۴ پر امام شافعیؒ کا قول نقل کرنے کے بعد طبقاتی تقسیم کی ہے۔

(iii) غیر مقلد زبیر علی زئی کے حوالوں میں ۵ حوالے علماء اہل سنت کے ہیں۔ان کی حقیقت آگے ملاحظہ کریں۔

(iv) غیر مقلد زبیر علی زئی کے حوالوں میں ۵ حوالے علماء دیوبند کے ہیں۔جن کا جواب تو پہلے بھی دیا جاچکا ہے۔ مگر پھر بھی غیر مقلد زبیر علی زئی نے عددی گنتی کی برتری ثابت کرنے کے لئے ان حوالون کو درج کر دیا گیا ہے۔جو سرا سرہٹ دھرمی ہے اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ان کی حقیقت بھی آگے ملاحظہ کریں۔

امام شافعیؒ کے قول کی تحقیق:

اَب ہم نفس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں پہلے تو یہ عرض کردوں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵ والے اصول کو مطلقاً اور کلیتاً اصول ماننا ہی غلط ہے۔کیونکہ زبیر علی زئی غیر مقلد خود اپنی کتاب مقالات ۱۶۹/۴ پر اس اصول میں تخصیصات اور استثناء کا قائل ہے۔لہٰذا امام شافعی کے اصول کو ہمارے خلاف قاعدہ کلیہ بنا کر پیش کرنا اور عوام الناس کو مغالطہ دینا مردود اور باطل ہے۔یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ امام شافعی کا اصول کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔کیونکہ اس میں تخصیص اور استثناء ہوسکتی ہے۔ان تخصیص اور استثناء میں مندرجہ ذیل دیگر نقات بھی شامل ہیں:

(i) مدلسین کے طبقات

(ii) تدلیس کی کمی وزیادتی

(iii) ثقات سے تدلیس

(iv) طویل رفاقت

(v) مخصوص اساتذہ وغیرہم

ان مندرجہ بالا تخصیصات کو امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے خلاف کہنا غلط اور جناب کے اپنے اصول کے خلاف ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی عرض کردوں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اپنا منہج بھی اس اصول سے ذراہٹ کر اور الگ ہے۔ کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵ پر یہ صاف لکھا ہے کہ ہم مدلس کی صرف وہ روایات لیں گئے جس میں حدثنی یاسمعت کا لفظ موجود ہو۔مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے متعدد مدلسین سے عن والی روایت نقل کیں

ہیں۔لہٰذا مندرجہ ذیل مدلس راویوں سے امام شافعی نے اپنی کتاب الرسالہ میں روایت کی ہیں۔

(۱)محمد بن مسلم الزھری رحمہ اللہ (طبقہ ثالثہ کے مدلس): الرسالہ فقرہ ۵۱۴: ۵۳۳، ۵۶۱، ۹۵۹، ۶۶۰، ۶۹۱، ۶۹۶، ۷۳۸،
۷۵۲، ۷۷۵، ۸۱۱، ۸۸۶، ۹۰۹، ۱۱۲۶، ۱۱۷۲، ۱۱۸۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۵، ۱۳۷۳، ۱۵۷۲، ۱۷۲۱، ۱۷۱۱، ۱۷۱۱، ۴۷۲، ۴۷۴، ۸۳۲،
۸۴۰، ۸۴۳، ۸۶۴

(۲)محمد بن عجلانؒ: (طبقہ ثالثہ کے مدلس) الرسالہ فقرہ نمبر:۔ ۴۷۷، ۱۰۹۰

(۳)ابن جریج: (طبقہ ثالثہ کے مدلس) الرسالہ فقرہ نمبر: ۴۹۸، ۸۹۰، ۹۰۳

(۴)ابوالزبیر رضی اللہ عنہ: (طبقہ ثالثہ کے مدلس) الرسالہ فقرہ نمبر ۴۹۸: ۸۹۰، ۸۸۹

(۵)سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ: (طبقہ ثالثہ عند زبیر علیزئی) ۲۹۵، ۳۷۳، ۴۰۲، ۴۴۶، ۴۷۲، ۴۷۷، ۷۴۷، ۵۳۳، ۵۶۱،
۶۵۹، ۷۷۴، ۷۷۵، ۸۸۹، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۹، ۹۱۶، ۱۰۹۴، ۱۱۰۲، ۱۱۶۲، ۱۱۳۲، ۱۱۶۰، ۳۳، ۳۷، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۱۸۳، ۱۲۲۵، ۱۲۹۰،
۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۷۳، ۱۵۱۲، ۱۷۱۱، ۸۱۱، ۸۲۳، ۸۲۵، ۸۴۰، ۸۶۴، ۱۱۷۲، ۱۱۷۴۔

ان مندرجہ بالا مقامات کے علاوہ کتاب الام/مسند شافعی سے ہزاروں ایسے مقامات ہیں، جہاں مدلسین کی عن والی راویت موجود ہیں۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس مندرجہ بالا منہج کو غلط ثابت کرنے کے لئے دو وجوہات بیان کیں ہیں۔زبیر علیزئی غیر مقلد مقالات ۴/۱۸۶۔۱۸۷ پر لکھتا ہے۔

:1 "امام شافعی کا اسنادہ صحیح وغیرہ کہنے کے بغیر مجرد روایت بیان کرنا حجت پکڑنا نہیں ہے۔"

:2 یہ ضروری نہیں ہے کہ مدلس کے سماع کی تصریح خود امام شافعی سے صراحتاً ثابت ہو بلکہ دوسری کتاب میں اس کی صراحت کافی ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کے مدلسین کی مرویات کے بارے میں علماء کرام کا عمل جاری وساری ہے۔

جواب:

زبیر علی زئی کے یہ جوابات اصول کی روشنی میں کئی وجہ سے مردود اور باطل ہیں۔

اول: زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ جواب تحقیق نہیں بلکہ مناظرانہ ومنطقیانہ ہے لہٰذا مردود اور باطل ہے

دوم: زبیر علی زئی غیر مقلد ذرا امام شافعیؒ کے ایسے حوالوں کی نشاندہی کتاب الرسالہ سے تو کریں، جہاں امام شافعیؒ نے عن والی روایات کے بارے میں اسنادہ ضعیف لکھا ہو۔

سوم: زبیرعلی زئی غیر مقلد کو یہ بھی معلوم نہیں کہ امام شافعی کی کتاب الرسالہ میں اسنادہ صحیح کہنا کا اسلوب ہی نہیں ہے۔
چہارم: امام شافعی رحمہ اللہ اگر اپنی کتاب الرسالہ میں عن والی روایت پر سکوت اختیار کریں تو غیر مقلد زبیرعلی زئی کو اعتراض ہوتا ہے مگر زبیرعلی زئی غیر مقلد نے محدثین کرام کے ۲۰ سکوتی حوالے امام شافعی کی کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵: تائید میں جو دیے ہیں۔ اس پر رضامندی کیوں؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ زبیرعلی زئی غیر مقلد عوام الناس کو مغالطہ دے رہے ہیں۔
پنجم: زبیرعلی زئی کا امام شافعی کی کتاب الرسالہ کو صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی طرح سمجھنا غلط ہے۔ اور یہ لکھنا کہ "ضروری نہیں ہے کہ مدلس کی سماع کی تصریح خود امام شافعی سے صراحتاً ثابت ہو بلکہ دوسری کتاب میں اس کی صراحت کافی ہے جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کے مدلسین کی مرویات کے بارے میں علماء کرام کا عمل جاری وساری ہے۔ زبیرعلیزئی کی یہ بات بالکل باطل ومردود ہے کیونکہ اول تو کتاب الرسالۃ کو صحیحین پر قیاس کرنا مردود ہے۔ دوسرا یہ کہ جس طرح صحیح بخاری وصحیح مسلم کے بارے میں محدثین کرام کے اقوال موجود ہیں اس طرح کے اقوال امام شافعی کی کتاب الرسالۃ کے بارے میں ثابت کرنا غیر مقلد زبیرعلی زئی کے ذمہ ہے۔ لہٰذا ایسے حوالوں کی نشاندہی غیر مقلد زبیرعلی زئی نے ہی کرنی ہے۔ اگر سچے ہیں تو کسی ایک محدث سے ثابت کریں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب الرسالۃ کی عن والی روایات محمول علی السماع ہیں۔ مزید یہ کہ یہ بات خود امام شافعی رحمہ اللہ کے اپنے اصول کے مخالف ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ مدلس راوی کی غیر مصرح بالسماع (عن والی روایت) لکھنے کے حق میں نہیں ہیں۔ لہٰذا زبیرعلی زئی کا اعتراض واستدلال باطل اور مردود ہے۔

قارئین کرام مسئلہ صرف یہ ہے کہ کیا امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵ والے قول پر خود عمل کیا ہے یا کہ نہیں؟ مگر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا اپنا عمل اس قول پر نہ تھا۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیرعلی زئی مناظرانہ طریق پر اپنی کتاب مقالات ۴/ ۲۵۷ پر لکھتا ہے۔
"دوسرے یہ کہ امام شافعی نے کتاب الام میں محمد بن اسحاق بن یسار، ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی اور ولید بن مسلم وغیرھم کی معنعن روایات بھی بیان کی ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ بھی مقبول التدلیس یا طبقہ ثانیہ میں سے تھے۔"

جواب:

عرض یہ ہے کہ زبیرعلی زئی غیر مقلد کو یہ معلوم ہی نہیں کہ نفس موضوع کیا ہے، بات کیا چل رہی ہے اور وہ جواب کیا

دے رہے ہیں؟ غیر مقلد زبیر علی زئی کے مندرجہ بالا تحریر سے تو یہ واضح ہوگیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے خود مدلسین سے عن والی روایت لی ہیں جو امام شافعی کے اپنے اسلوب سے خلاف ہے۔

دراصل میں نے تو یہ گذارش عرض کی تھی کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵: کا جو قول آپ بار بار پیش کر رہے ہیں، اس قول پر ظاہراً امام شافعی کا اپنا عمل جاری وساری نہیں ہے۔لہذا امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو ہمارے خلاف قاعدہ اور کلیہ بنا کر پیش کرنا غلط ہے۔اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ متعدد مقامات پر غیر مقلد زبیر علی زئی اس قول میں تخصیص کے قائل ہیں۔اور یہ بھی عرض کردوں کہ میں نے کسی مقام پر محمد بن اسحاق ولید بن مسلم کو طبقہ ثانیہ یا مقبول التدلیس نہیں کیا میں نے تو امام شافعی رحمہ اللہ کا منہج پیش کیا ہے کہ وہ بھی مدلس راوی کی عن والی روایت سے احتجاج کرتے ہیں۔لہذا ان مناظرانہ جوابات سے نہ تو آپ کا مدعا حل ہوتا ہے اور نہ ہی جان خلاصی ہوسکتی ہے۔یہ مناظرانہ جواب معصوم اور بھولے بھالے غیر مقلدین کو تو بھلے لگ سکتے ہیں۔مگر دراصل ان جوابات کی نہ تو کوئی اصل ہے اور نہ ہی حقیقت اور مزید یہ کہ ان کے یہ مناظرانہ جواب بھی غلط اور مردود ہیں۔

اعتراض :

جب غیر مقلد زبیر علی زئی کو امام شافعی رحمہ اللہ کا منہج اور اسلوب کو سمجھایا گیا اور اس کا جواب دینے سے عاجز آگئے تو غیر مقلد زبیر علی زئی نے بدتمیزی اور جارحانہ انداز میں کچھ یوں لکھا۔

''کہ تم کون ہوتے ہو امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال میں تضاد ثابت کرنے والے؟ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ! کچھ تو شرم کریں۔(مقالات ۴/ ۲۵۷)

جواب:

غیر مقلد زبیر علی زئی ذرا اپنی روش پر بھی دھیان دیں۔اپنی جسارت کے بارے میں سوچیں، تم نے تو ائمہ اہل سنت پر الزامات اور بدتمیزی کا جو بازار گرم کیا ہے وہ بات تو قابل مذمت اور قابل شرم بات ہے۔تم نے علماء اہل سنت کے بارے میں جو افتراء اور بہتان کی بارش کی ہے اس کی مثال تو کہیں نہیں ملتی۔مگر جب جناب کو اپنے اصول کے مطابق بات سمجھائی تو جناب کو تو غصہ آگیا۔ہماری ہمت کو داد دیں کہ آپ کے اس طوفان بدتمیزی کا بڑے ہی ادب سے جواب دے رہے ہیں۔

جناب. جواب سے عاجز ہیں تو میدان چھوڑ کر بھاگنے میں عافیت جانیں، خوامخواہ ہر روز کے نئے اصول وضوابط وضع کرنے سے جان آسانی سے چھوٹ جائے گی اور علمی قابلیت کا بھرم بھی سرعام پھوٹنے سے بچ جائے گا۔

ذرا مقالات ۴/ ۱۶۶ کو دوبارہ پڑھ کر دیکھ لیں کہ آپ نے حافظ ابن حجر کے بارے میں کیا لکھا ہے۔''یہ طبقاتی تقسیم

خود حافظ ابن حجر کے اصول .... سے معارض ہونے کی وجہ سے بھی ناقابل قبول اور غلط ہے" جناب تم کون ہوتے ہو حافظ ابن حجرؒ کے اقوال میں تعارض ثابت کرنے والے؟ جب غیر مقلد زبیر علیزئی کے اپنی مرضی کی بات ہو تو محدثین کے اقوال میں تعارض ثابت کرتے ہیں اور جب اپنی مرضی کے خلاف ہو تو پھر طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیتے ہیں۔ جناب آپ کو تو عادت ہے الزامی جواب دینے کی تحقیقی میدان میں ایسے حربے فضول ہیں۔

قارئین کرام! غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس بدتمیزی سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے پاس میری بات کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس بدتمیز زبان کے بدلے ہم خوش اسلوبی سے بات کرنے کے قائل ہیں۔ لہٰذا عرض ہے کہ امام شافعی کے منہج سے بات جو سامنے آئی وہ عرض کر دی گئی ہے اگر غیر مقلد زبیر علی زئی عوام الناس کو مغالطہ نہ دیتا تو ہم کبھی بھی یہ منہج سامنے نہ لاتے، دیگر یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ منہج میں نے نہیں بلکہ آپ کے سلفی مذہب اور غیر مقلدین علماء کرام نے مجھ سے بھی پہلے پیش کیا ہے۔ ان علماء کرام میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

(1) شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن بن سعید	(منہج المتقد مین فی التدلیس ص ۲۳)
(2) ناصر بن حمد الفهد	(منہج المتقد مین فی التدلیس ص ۱۶۳)
(3) شیخ محمد طلعت	(معجم المدلسین ص ۲۹)
(4) ابوعبیدہ مشہور بن حسن، شاگرد البانی	(جزء علم الحدیث ص ۱۳۶)
(5) محمد خبیب احمد غیر مقلد	(رسالہ محدث نومبر ۲۰۱۰ء)
(6) صالح بن سعید الجزائری	(التدلیس واحکامہ ص ۱۲۹)

لہٰذا راقم پر اعتراض کرنا غلط اور مردود ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے منہج سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مدلسین کی عن والی روایت لیتے تھے جو کہ ان کی اپنی کتاب الرسالہ اور کتاب الام سے ثابت ہے۔ اور یہ بھی عرض کر دوں کہ کیا خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے متعدد مقامات پر جلیل القدر محدثین کرام مثلاً ابن حبان، حافظ ابن حجر اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے اقوال میں تضاد ثابت نہیں کیا؟ اگر خود تضاد ثابت کریں تو عین اصول کے مطابق اور اگر ہم نشاندہی کریں تو آپ اسے بے ادبی سے تعبیر کریں کہا مشہور شعر ہے کہ

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا　　　سراسر موم یا سراسر سنگ ہو جا

جناب بات اصول کی روشنی میں ہی اچھی لگتی ہے۔ مجھ میں تو ائمہ کرام اور محدثین کرام کا اَدب بھی ہے اور شرم بھی ہے۔ اور ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی شخص بشمول غیر مقلدین حضرات کی دِل آزاری نہ ہو۔ یہ ایک علمی موضوع ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر علمی اور عالمانہ روش ہی بہتر ہے مجھے مطالعہ کے بعد جو چیز واضح ہوئی اسے عرض کر دیا ہے۔ ماننا یا

نہ ماننا یہ آپ کی اپنی مرضی ہے۔ مگر یہ عرض کر دوں کہ جمہور علماء غیر مقلدین حضرات آپ کے موقف سے متفق نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کے اپنے اساتذہ جن میں بدیع الدین شاہ راشدی اور محب اللہ شاہ راشدی صاحب بھی شامل ہیں جن سے آپ کی حدیث کی سند چلتی ہے آپ کی بات کے مخالف ہیں۔ بلکہ آپ کے استاد محب اللہ شاہ راشدی نے اپنے مضمون جو رسالہ الاعتصام میں چھپ چکا ہے آپ کو رجوع کرنے کا کہا تھا۔ مگر رجوع کئے بغیر ہی آپ اپنے خود ساختہ و مذمومہ اصول پر بضد ہیں۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۴/ ۲۵۷، مقالات ۳/ ۲۲۲، رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۶۷، اور الفتح المبین ص ۱۴۲ پر سفیان بن عیینہ کی عن والی روایات کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''بطور فائدہ عرض ہے کہ سفیان بن عیینہ سے امام شافعی کی تمام روایات سماع پر محمول ہیں''۔

(النکت الزرکشی ص ۱۸۹)

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کو اپنے مذمومہ غلط اصول ثابت کرنے کے لئے یہ حق تو حاصل ہو کہ وہ علامہ الزرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے امام شافعی کی سفیان بن عیینہ (مدلس) سے عن والی روایات کو محمول علی السماع ثابت کر سکیں مگر ہمیں یہ حق حاصل نہ ہو کہ ہم حافظ ابن حجر اور حافظ علائی اور دیگر محدثین کرام کے منہج سے سفیان ثوری کی عن والی روایت کو صحیح مانیں۔ قارئین کرام کیا یہ علمی زیادتی نہیں کہ جب اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو پھر کوئی سا بھی قول قابل قبول اور اگر نہ ماننا ہو تو پھر دلائل کے انبار کا بھی رد کر دیا جائے۔

مزید عرض کر دوں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات المدلسین امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے خلاف نہیں بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول میں تخصیص اور استثناء ہے۔ لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات کو جمہور کے خلاف کہنا باطل اور مردود ہے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد حافظ الزرکشی کے حوالے سے سفیان بن عیینہ کی روایات کو محمول علی السماع کہہ کر تخصیص کا نام دیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات کو جمہور کے خلاف کہہ کر رد کر دیں۔ کیا اسی کا نام تحقیق ہے؟ اگر یہ تحقیق ہے تو پھر آپ ہی کو مبارک ہو۔

یہاں یہ نکتہ عرض کر دوں کہ آخر وہ کونسا ایسا اصول ہے جس کی وجہ سے حافظ الزرکشی نے النکت ص ۱۸۹ پر امام شافعی رحمہ اللہ کی روایات کو سفیان بن عیینہ سے محمول علی السماع قرار دیا ہے؟۔ اس کا جواب دینا تو زبیر علی زئی غیر مقلد ہی کے ذمہ ہے تاکہ معاملہ واضح ہو سکے۔ یہاں ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ غیر مقلد زبیر علیزئی غیر مقلد مقالات

۴/۲۵۷اپر حافظ الزرکشی کے بارے میں لکھا ہے۔

''اول الذکر بات زرکشی ۸۹۴ھ نامی ایک عالم نے فرمائی ہے۔''

غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی تحریر میں محدث حافظ الزرکشی کو صرف زرکشی نامی ایک عالم لکھ کر کیا ثابت کرنا چاہتا ہے اور اگر حافظ الزرکشی معتبر محدث نہیں ہیں تو حافظ الزرکشی کا حوالہ بھی معتبر نہیں ہے۔اور اگر یہ حوالہ معتبر نہیں تو پھر کتاب الرسالہ اور کتاب الام کی ان سینکڑوں روایات جو سفیان بن عینیہ سے عن سے مروی ہیں پر کیا حکم لگائیں گئے؟

مزید یہ کہ کتاب الرسالہ اور کتاب الام کی عن والی روایات کے بارے میں یہ لکھنا کہ''ان کی صراحت دوسری کتابوں میں ثابت ہیں'' بالکل غلط اور مردود ہے۔کیونکہ نفس موضوع امام شافعی کا تدلیس کے بارے میں اپنا منہج اور اسلوب ہے نہ کہ حدیث کی تصحیح اور تضعیف کرنا یاد رہے کہ تدلیس کا منہج ہونا الگ بات ہے اور حدیث کی تصحیح یا تضعیف کرنا الگ ہے۔ لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کی تدلیس کے منہج کو حدیث کی تصحیح کے ساتھ گڈمڈ کرنا مردود اور باطل ہے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵: کے قول کے مطابق امام شافعی مدلس کی عن والی روایت کو قبول نہیں کرتے مگر اس قول کے برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ نے بہت سے مدلسین کو عن والی روایات کو اپنی کتاب الرسالہ میں روایت کیا ہے۔ امام شافعی کا اسلوب اور منہج ان کے اپنے قول کے مطابق مختلف ہے۔لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کے قول اور دیگر محدثین کرام کے سکوتی حوالے پیش کر کے عوام الناس کو مغالطہ دینا باطل اور مردود ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام کے سامنے امام شافعی رحمہ اللہ کا منہج اور اسلوب واضح ہوگیا ہے اور ان حوالوں کی حقیقت بھی واضح ہوگئی جن میں امام شافعی کے قول پر خاموشی اختیار کی۔کیونکہ جب اصل قول ہی کا قاعدہ کلیہ نہیں تو فروع کی کیا حیثیت؟ لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے عوام الناس کو مغالطہ دینا مردود ہے۔

امام یحییٰ بن معینؒ کے قول کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۸ پر امام یحییٰ بن معینؒ کے قول نقل کرتے ہیں۔

''مدلس اپنی تدلیس (معنعن روایت) میں حجت نہیں ہوتا''۔(الکفایہ ۳۶۲)

جواب:

امام یحییٰ بن معینؒ کا یہ قول زبیر علیزئی صاحب کو مفید نہیں۔کیونکہ امام یحییٰ بن معین اپنی کتاب مسند یحییٰ بن معین میں سفیان ثوری کی عن والی روایات کو نقل اور احتجاج کیا ہے۔دیکھئے مسند یحییٰ بن معین قلمی جزء ثانی صہ ۱۵۷ صہ ۱۵۸)

اِس سطور بالا تفصیل سے مندرجہ ذیل نکات عیاں ہوتے ہیں۔

(۱) امام یحییٰ بن معینؒ کے نزدیک سفیان ثوری کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

(۲) امام یحییٰ بن معین ؒ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

(۳) امام یحییٰ بن معین ؒ کے اقوال میں تعارض اور تضاد ثابت ہوتا ہے۔لہٰذا ان کے دونوں اقوال ساقط قرار پائینگے۔

معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن معین بھی سفیان ثوری کی تدلیس سے استدلال کرتے تھے اور ان کی تدلیس حدیث میں ضعف کا سبب نہیں ہے۔لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے تحقیق سے رجوع کریں۔اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی ترک رفع یدین کی حدیث کو صحیح تسلیم کریں۔

حافظ ذہبیؒ کے قول کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۴ پر حافظ ذہبیؒ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

(۱) كان يدلس عن الضعفاء (میزان الاعتدال ۲/۱۶۹)

(۲) وربما دلس عن ضعفاء (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۴۲)

(۳) يحدث عن ضعفاء (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۷۴)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب کے امام ذہبیؒ کے اقوال نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔اس لیے کہ علامہ ذہبیؒ نے تلخیص مستدرک حاکم میں سفیان ثوریؒ کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔علامہ ذہبیؒ کی تصحیح سے مندرجہ ذیل باتیں نمایاں ہوتی ہیں۔

(۱) علامہ ذہبیؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

(۲) علامہ ذہبیؒ نے اپنی تحقیق سے رجوع کر لیا تھا۔

(۳) علامہ ذہبیؒ کے دونوں اقوال میں تعارض ثابت ہونے کے بعد ان کے دونوں اقوال ساقط قرار ہونگے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات علامہ ذہبیؒ کی نزدیک صحیح ہوتی ہے۔دیکھئے تلخیص المستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۷۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۱۱۷۔ ۱۲۵۔ ۱۲۸۔ ۱۳۷۔ ۱۵۵۔ ۱۶۸۔ ۱۷۱۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۲۶۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۸۔ ۳۲۹۔

انتباہ:

زبیر علیزئی صاحب کا حافظ ذہبیؒ سے سفیان ثوریؒ کو مدلس قرار دینا ان کو مفید نہیں کیونکہ وہ اپنی کتاب الفتح المبین

ص ۲۴ پر لکھتے ہیں۔ "تدلیس و ارسال شیئی واحد عند الذھبی "یعنی تدلیس اور ارسال علامہ ذہبیؒ کے نزدیک ایک ہی ہیں جب علامہ ذہبیؒ تدلیس اور ارسال میں فرق نہیں کرتے تو سفیان ثوریؒ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ کا قول کیسے قبول کیا۔

نوٹ:

زبیر علیزئی صاحب کا حافظ ذہبیؒ کا حوالہ پیش کرنا مفید نہیں۔ کیونکہ علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب المہذب فی اختصار السنن الکبیر ۱/ ۵۲۵ رقم ۲۲۶۸ پر اِس حدیث پر سکوت کیا ہے۔ اور سند پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی اور نہ سفیان ثوریؒ کی تدلیس پر بحث کی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ ذہبیؒ کے نزدیک اِن کی معنعن روایات صحیح ہوتی ہیں۔ اور ترک رفع یدین والی حدیث پر تو علامہ ذہبیؒ کے خود سکوت کیا ہے۔

مدلس راوی کا حکم

حافظ ابن حجرؒ نے النکت علی ابن اصلاح صہ ۶۱۴ پر محدثین کرام کے مختلف مذاہب تدلیس کے بارے میں نقل کیے اور امام علی بن مدینی کے مسلک کو راجح اور جمہور کے مطابق قرار دیا۔ اور امام علی بن مدینی کا مسلک صاف ظاہر ہے کہ مدلس کی وہ معنعن روایت (عن والی) قبول ہوگی جس کی تدلیس والی روایتیں قلیل یا کم ہو۔
(الکفایہ ص ۳۶۲ خطیب بغدادی)

امام بخاریؒ اور سفیان ثوریؒ کی تدلیس:

امام بخاریؒ سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے لکھتے ہیں۔
"لا اعرف لسفیان عن ھؤلاء تدلیسا (ما) أقل تدیسه"
یعنی آپ کی کتنی کم تدلیس تھی۔ (علل الکبیر ترمذی ۲/ ۹۶۶)

حافظ ابن کثیرؒ اور سفیان ثوریؒ کی تدلیس:

حافظ ابن کثیرؒ امام سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے لکھتے ہیں۔
"وما اشاء الیه شیخاص اطلاق تخریج اصحاب الصحیح لطائفة منهم حیث جعل منهم قسما احتمل الائمة تدلیسه وخرجو اله فی الصحیح لا مامته و قلة تدیسه فی جنب ماروی کالثوری یتنزل علی ہذا لا یسما وقد جعل من ہذا القسم من کان لا یدلس الا عن ثقة کابن عینیة"۔ (فتح المغیث ج ا ص ۱۷۷)

ترجمہ :اور جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے اشارہ کیا کہ مدلسینکی ایک جماعت سے اصحاب صحیح نے علی الاطلاق اپنی کتب میں روایات کی تخریج کی ہے اور ان مدلسین کی ایک قسم وہ بتائی ہے جس کی تدلیس کو ائمہ حدیث نے قبول کیا ہے۔ اور ان کی روایت اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ ان مدلسین کی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ سے انہوں نے جو بہت سی روایات کی ہیں۔ ان کے عقائد میں ان کے مقابلہ میں مثلاً امام ثوری اسی بات پر محمول سمجھا جائے خصوصاً اس قسم میں اس مدلس کو بھی داخل کیا ہے جو ثقہ کے سوا تدلیس نہیں کرتا تھا۔ مثلاً ابن عیینہ۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک سفیان ثوری کے عن والی روایت صحیح ہوتی ہیں۔

حافظ صلاح الدین العلائیؒ اور سفیان ثوریؒ کی تدلیس:

حافظ علائی سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے لکھتے ہیں۔

''او لقلة تدیس فی جنب ماروی'' (جامع تحصیل ص ۱۱۳)۔

مندرجہ بالاتحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محدثین کرام کے نزدیک جس راوی کی تدلیس اُس کی دیگر روایات کے مقابلے میں کم ہوگی اُس کی تدلیس قابل قبول ہوگی۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری، حافظ ابن کثیر اور حافظعلائیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی قلت تدلیس کی وجہ سے ان کی تدلیس مضر نہیں ہوتی۔ اور یہی تحقیق محدثین کرام کے نزدیک راجح اور مضبوط ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس بات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے کہ محدثین کرام خصوصاً صحاح ستہ کے محدثین کا منہج اور طریقہ کار سفیان ثوری کی تدلیس کو قبول کرنے میں کیا ہے۔

سفیان ثوریؒ کی تدلیس محدثین کرام کی نظر میں

اِس تحریر میں اِس بات کی اہمیت انتہائی زیادہ ہے کہ ہم محققانہ جائزہ لے سکیں کہ محدثین کرام سفیان ثوری کی عن معنعن روایت کے بارے میں کیا منہج اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ محدثین کرام بڑی ہی مہارت تامہ کے ساتھ راویوں کی روایت نقل کرتے تھے اور متعدد محدثین کرام روایات کے بعد ان کی علت بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۔ امام نسائیؒ نے سنن نسائی میں سفیان ثوریؒ کی میرے علم کے مطابق تقریباً ۳۱۱ معنعن/عن والی روایات نقل کیں ہیں۔ امام نسائیؒ کے منہج سے ظاہر ہوتا ہے کہ سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات صحیح اور قابل احتجاج ہیں۔

۲۔ سنن ترمذی میں امام سفیان ثوریؒ کی میرے علم کے مطابق تقریباً ۳۶۸ معنعن روایات ہیں اور سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا اعتراض نقل نہیں کیا۔ امام ترمذی کی اِس منہج سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں اور ان کی مدلسہ روایات صحیح ہوتی ہیں۔

۳۔ امام ابوداؤدؒ نے اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں سفیان ثوریؒ سے میرے علم کے مطابق تقریباً ۲۲۰ روایات معنعن ہیں اور سفیان ثوری کی تدلیس کا اعتراض نقل نہیں کیا اور نہ ہی تدلیس کو وجہ ضعف بتایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوداؤد کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔

۴۔ امام ابوعبداللہ القزدینی ابن ماجہؒ نے اپنی کتاب سنن ابن ماجہ میں سفیان ثوری کی تقریباً ۲۲۳ روایات لی ہیں۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ابن ماجہؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتاب میں سفیان ثوریؒ کے مدلس کا کسی بھی حدیث کے تحت اعتراض درج نہیں کیا۔

۵۔ حافظ ابن حبان البستیؒ کا منہج معلوم کرنا اہم ہے کیونکہ زبیر علیزئی صاحب نے اپنے ماہنامہ رسالہ الحدیث نمبر ۳۳ صفحہ ۳۷ اور صفحہ ۳۸ پر ابن حبانؒ کا قول سفیان ثوریؒ کی تدلیس پر بھی نقل کرتے ہیں۔

"وأما المدلسون الذین ھم ثقات وعدول، فانا لا نحتج بأخبارھم الا فاتبنوا السماع فیمار و وامثل الثوری والاعمش وأبی اسحاق وأضرابھم من الاعمة المستقین"۔
(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۱/ ۹۰)

ترجمہ: وہ مدلس راوی جو ثقہ عادل ہیں ہم ان کی صرف ان مرویات سے ہی حجت پکڑتے ہیں جن میں وہ سماع کی تصریح کریں مثلاً سفیان ثوری اعمش اور ابواسحاق وغیرہم جو کہ زبردست ثقہ امام تھے۔ الخ

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

''وہ ثقہ مدلس راوی جو اپنی احادیث میں تدلیس کرتے تھے مثلاً قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، اعمش ابو اسحاق، ابن جریج، ابن اسحاق، ثوری اور ہیثم، بعض اوقات آپ اپنے اس شیخ سے جس سے سنا تھا وہ روایات بطور تدلیس بیان کر دیتے جنہیں انہوں نے ضعیف نا قابل حجت لوگوں سے سنا تھا۔ تو جب تک واپس اگر چہ ثقہ ہی ہو یہ نہ کہے ''حدثنی'' یا ''سمعت'' اس نے حدیث بیان کی یا میں نے سنا تو اس کی خبر سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔'' (المجروحین ج ا صہ ۹۲)

مگر زبیر علیزئی صاحب کا ابن حبانؒ کا قول نقل کرنا محدثین کرام کے منہج پر صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان میں تقریباً ۲۰۷ روایات عن والی نقل کیں۔ اور اس میں ''حدثنا'' یا ''سمعت'' کا لفظ موجود نہیں ہیں۔ اور سفیان ثوری کی تدلیس پر اعتراض نقل نہیں کیا۔ لہٰذا حافظ ابن حبانؒ کے منہج سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سفیان ثوریؒ کی تدلیس حدیث کے ضعف کا باعث ہیں اور ان کی تدلیس قابل قبول ہوگی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حافظ ابن حبانؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کے عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔

۶۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں امام سفیان ثوریؒ سے تقریباً ۱۵۷۲ روایات درج کیں ہیں اور اپنی پوری مسند میں کسی مقام پر سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کا ضعف نقل نہیں کیا۔ امام احمدؒ کے اس طریقہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک سفیان ثوری کے تدلیس حدیث کے ضعف کا باعث نہیں اور ان کی عن والی روایات قابل حجت ہوتی ہیں۔

۷۔ امام حاکم نے اپنی کتاب ''مستدرک علی الصحیحین للحاکم'' میں سفیان ثوری سے میرے علم کے مطابق تقریباً ۲۴۰ روایات معنعن/عن والی نقل کیں ہیں اور تصحیح کی ہے امام حاکم کے اس کتاب مستدرک حاکم کے تفصیلی مطالعہ اور منہج سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ امام حاکم کے نزدیک امام سفیان ثوریؒ کی عن والی/معنعن روایات صحیح ہوتی ہیں۔ اور ان کی تدلیس حدیث اور روایت میں ضعف کی بنیاد نہیں ہے۔

مزید بھی واضح ہو گیا کہ زبیر علیزئی صاحب کا نور العینین صہ ۱۳۸ پر امام حاکم سے سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثالثہ قرار دینا امام حاکم کے اصول کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ امام حاکم اپنی کتاب مستدرک حاکم میں متعدد مقامات اور حدیث میں سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات کی تصحیح کی ہے۔ اس مندرجہ ذیل بالا تحقیق سے چند نقات عیاں ہوتے ہیں۔

1۔ امام حاکم نے اپنی تحقیق سے رجوع کر لیا تھا۔

2۔ امام حاکم کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات صحیح ہیں۔

3۔ امام حاکم کے اقوال اور منہج میں تعارض ثابت ہوتا ہے جس سے ان کے دونوں اقوال ساقط قرار پائے گئے

اور پھر زبیر علیزئی کا امام حاکم کے قول سے استدلال مردود ہے۔

اِس تحقیق سے امام حاکم کے جو اقوال ثابت ہوتے ہیں۔کس قول کو مانا جائے اور کس قول کو رد کیا جائے اِس کا جواب تو زبیر علیزئی صاحب ہی دے سکتے ہیں۔

امام حاکم کی تصحیح کی علامہ ذہبیؒ نے بھی موافقت کی ہے۔اس طرح امام ذہبیؒ کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات صحیح ہیں۔

تحقیق سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اور دیگر محدثین کا سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ میں درج/نقل کرنا بالکل صحیح اور جمہور کے مطابق ہے جبکہ زبیر علیزئی صاحب کا طبقہ ثالثہ میں درج کرنا غلط،مردود اور جمہور کے خلاف ہے۔

۸۔ امام ابوزرعہ الرزای نے سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات کی تصحیح کی ہے۔دیکھئے کتاب العلل جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۸۰ رقم ۵۳۲۔

۹۔ امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں امام سفیان ثوریؒ کی متعدد معنعن روایات کی تصحیح کی ہے اور امام ابن خزیمہ کی یہ خاصیت ہے کہ وہ حدیث میں علت کی وضاحت کر دیتے ہیں۔مگر امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح خزیمہ میں امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا۔دیکھیے صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۷۳۔ ۷۶۔ ۱۹۱۔ ۳۸۷ وغیرہ۔

۱۰۔امام دارقطنیؒ نے اپنی تصنیف سنن دارقطنی میں میری تحقیق کے مطابق امام سفیان ثوریؒ کی معنعن/عن والی روایات تقریباً ۲۸۳ روایات لی ہیں۔اور تدلیس کے الزام وارد نہیں کیا اور کسی حدیث کو سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے رد نہیں کیا۔امام دارقطنیؒ کی کتاب سنن دارقطنی کے منہج سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس اِن کے نزدیک قطعاً مضر نہیں اور اِن کی معنعن روایات بالکل صحیح ہوتی ہے۔

۱۱۔امام ابن جارودؒ نے اپنی کتاب منتقیٰ ابن جارودؒ میں سفیان ثوریؒ کی متعدد معنعن/عن والی روایات نقل کیں ہیں اور اِس نہج سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جارودؒ کے نزدیک سفیان ثوری کی تدلیس حدیث کی صحت اور ثقاہت کے لیے مضر نہیں۔دیکھیئے منتقیٰ ابن جارود حدیث نمبر ۱۰۵۸۔ ۹۹۶۔ ۱۰۴۶ وغیرہ۔

۱۲۔ محدث خطیب البغدادیؒ نے اپنی معرکتہ آلاراء کتاب الفصل للوصل المدرج فی النقل ۱/ ۱۹۲ پر امام سفیان ثوریؒ کے معنعن/عن والی روایت نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں۔

۱۳۔امام بوصیریؒ نے اپنی کتاب مصباح الزجاجتہ فی زوائد ابن ماجہ صہ ۱۳۵ پر سفیان ثوریؒ کے معنعن/عن والی روایت کی تصحیح اور امام عراقیؒ سے تحسین نقل کی ہے۔جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محدث بوصیری اور امام ابو

الفضل العراقیؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں ہے۔
۱۴۔امام شافعیؒ کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں ہے۔پچھلے اوراق میں تفصیل گزر چکی ہے۔
۱۵۔امام یحییٰ بن معینؒ بھی سفیان ثوری کی تدلیس کو صحیح سمجھتے تھے۔مسند یحییٰ بن معین قلمی ۲/۱۵۷۔
۱۶۔حافظ ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک میں سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات کی تصحیح کی ہے۔
تلخیص مستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۷۔۹۰۔۹۱۔۹۵۔۹۶۔۱۱۷۔۱۲۵۔۱۲۸۔۱۳۷۔۱۵۵۔۱۶۸۔۱۷۱۔
۱۷۴۔۱۷۵۔۲۶۵۔۲۷۶۔۲۷۸۔۳۲۹۔۔

۱۷۔امام طبریؒ نے سفیان ثوری سے اپنی کتاب تہذیب الآثار میں کئی حدیثیں نقل کیں مگر سفیان ثوری کی معنعن /عن والی روایات پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام طبری کے نزدیک سفیان ثوری کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔(دیکھئے تہذیب الآثار مسند علیؓ ۱۶:۱۔۲۹۔۳۰۔۳۶۔)

زبیر علیزئی صاحب کا قارئین کو علمی دھوکا:

اِس مقام پر زبیر علیزئی صاحب کا قارئین کو دھوکا دینے کی کوشش پر ضرور انتباہ کرنا چاہتا ہوں۔زبیر علیزئی صاحب نے نہایت ہی عقلمندی سے دھوکا اور مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔
زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب نور العینین ص ۱۳۸ پر امام شافعیؒ کا قول ''حافظ ابن صلاحؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

''والحکم بأنه لا یقبل من المدلس حتیٰ یبین قد أجراه الشافعی رحمه الله فیمن عرفناه دلس مرة' والله اعلم''
حکم یہ ہے کہ مدلس کی صرف وہی روایت قبول کی جائے گی جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔یہ بات (امام) شافعیؒ نے ہر اس شخص پر جاری فرمائی ہے جو ایک مرتبہ ہی تدلیس کرے۔

(علوم الحدیث مقدمہ ابن صلاح صہ ۹۹، الرسالۃ للشافعی صہ ۳۸۰)
زبیر علیزئی کا امام شافعیؒ کا قول نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر وہ راوی جس پر تدلیس کا الزام ثابت ہوا اُس کی ہر وہ روایت جو عن/یا معنعن ہو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔زبیر علیزئی صاحب نے اس کی وضاحت خود بھی کی ہے۔
زبیر علیزئی صاحب نے اپنے ماہنامہ رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۳۳ صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں۔
''میری تحقیق کے مطابق یہ مسلک (یعنی امام شافعیؒ کا قول) سب سے زیادہ راجح ہے۔''
اور مزید صہ ۵۵ پر لکھتے ہیں۔

''بلکہ حق وہ ہے جو امام شافعیؒ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔''

امام شافعیؒ کا قول زبیر علیزئی الحدیث شمارہ نمبر ۳۳ صفحہ ۵۴ پر خود لکھتے ہیں۔

"لانقبل من مدلس حديثاً حتى يقول فية حدثنى أو سمعت"

ہم مدلس کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کرینگے جب تک وہ حدثنی یا سمعت نہ کہے۔

(الرسالۃ اللشافعی صہ ۳۸۰)

اور شمارہ نمبر ۳۳ صہ ۵۵ پر طبقاتی تقسیم کا انکار کر دیا۔لہٰذا زبیر علیزئی کے اس انکار پر علمی تحقیق حاضر ہے۔کیونکہ تدلیس خالصتاً علمی مسئلہ ہے،اسلیئے ہوسکتا ہے کہ عوام الناس اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔میں عوام الناس کو اتنا عرض کروں گا کہ مسئلہ تدلیس میں غیر مقلد زبیر علیزئی جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس موقف میں تنہا ہے،لہٰذا زبیر علیزئی کا موقف مردود اور باطل ہے،لہٰذا اُلجھن سے بچنے کے لیئے بے شک عوام الناس غایۃ التقدیس کا مطالعہ اگر چاہیں تو موقوف بھی کر کے آگلے عنوان کا مطالعہ بھی کر سکتے ہیں۔زبیر علیزئی کی مسئلہ تدلیس میں شعبدہ بازیاں اور چالاکیاں ملاحظہ کیجیے۔

غایۃ التقدیس فی مسئلۃ التدلیس
بجواب
''اصول الحدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم''

1-تدلیس کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۴/۱۵۱ پر ایک سرخی ''اصول الحدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''اصول حدیث کا مشہور اور معروف مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (یعنی جس کا مدلس ہونا ثابت ہو) کی عن والی روایت ناقابل حجت یعنی ضعیف ہوتی ہے''

اور پھر اپنی کتاب کا حجم اور عوام الناس پر رُعب ڈالنے کے لئے ۴۰ محدثین کرام کے حوالے دِیے ہیں۔

جواب: (ا)

عرض یہ ہے کہ اِن حوالوں کا انکار کس نے کیا ہے؟ یہ جو اصول ثابت کرنے کے لئے آپ نے جو ۴۰ حوالے دِیے ہیں۔ان حوالوں کا انکار اور ردتو آپ نے خود ''مقالات ۴/۱۶۴ تا ۴/۱۶۵ میں تخصیصات اور استثناء کے نام پر کیا ہے۔ان ۴۰ حوالہ جات کو پیش کرنے کے بعد زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔''جس طرح بعض اصول وقواعد میں تخصیصات ثابت ہو جانے کے بعد عام کا حکم عموم پر جاری رہتا ہے اور خاص کو عموم سے باہر نکال لیا جاتا ہے۔اسی طرح اس اصول کی بھی کچھ تخصیصات ثابت ہیں''۔پھر آگے صفحہ ۱۲۰ اور صفحہ ۱۲۱ پر مندرجہ ذیل چند تخصیصات لکھی ہیں۔

(i) صحیحین میں تمام مدلسین کی تمام روایات سماع یا معتبر متابعت وشواہد پر محمول ہیں۔

(ii) مدلس کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاھد ثابت ہو جائے تو تدلیس کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

(iii) بعض مدلسین کی روایات بعض شاگردوں کی روایت میں سماع پر محمول ہوتی ہیں مثلاً شعبہ کی قتادہ، اعمش اور ابواسحاق السبیعی سے روایت، شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت اور یحییٰ بن سعید القطان کی سفیان ثوری سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہیں۔

(iv) بعض مدلسین بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔مثلاً ابن جریج عطا بن ابی رباح سے اور ہشیم حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔مثلاً ابن جریج عطا بن ابی رباح سے اور ہشیم حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔لہٰذا ایسی معنعن

روایات بھی سماع پر محمول ہیں۔

(v) اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابل قبول ہے۔

قارئین کرام! ملاحظہ کریں کہ زبیر علی زئی نے جو اصول ثابت کرنا تھا اس اصول کو انہوں نے خود ۵ تخصیصات کر کے اپنے ہی دعویٰ کی نفی کر دی ہے۔ یعنی آپ کو یہ ذہن نشین رہے کہ مدلس کی ہر عن والی روایت ضعیف نہیں ہوتی کیونکہ دیگر قرائن اور شواہد اور تخصیصات بھی مدنظر رکھنی ہوتی ہیں۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علی زئی ہر جگہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول کہ ''پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتی کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے (کتاب الرسالہ فقرہ نمبر ۱۰۳۵) جو فقرہ نمبر پیش کرتے ہیں۔ اس قول کی تخصیصات ثابت کر دیں۔ اور امام شافعی کے اصول کی تخصیص کر دی۔

راقم کا بھی یہی کہنا تھا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی بار بار امام شافعی کے قول سے مطلقاً استدلال کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور مردود ہے بلکہ امام شافعی کے اس اصول سے محدثین کرام متفق نہیں بلکہ خود امام شافعی نے اپنے اصول کو اپنی کتاب الرسالہ میں بھی لاگو نہیں کیا۔ ہم آگے چل کر امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس قول کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے۔ مگر فی الوقت امام شافعی علیہ الرحمہ کے قول کو زبیر علی زئی خود مطلقاً نہیں مانتے بلکہ جزوی طور پر اس کا اقرار کرتے ہیں.

مزید یہ کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے تخصیصات میں نمبر ۵ کے تحت جو لکھا ہے کہ ''اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابل قبول ہے''۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے کیونکہ یہ ایک وسیع اگر گہری بات ہے۔ جس کا ایک مفہوم بڑا ظاہر ہے کہ اگر کسی اور دلیل سے تدلیس نہ کرنا ثابت ہو تو اس روایت کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔

مزید یہ کہ جس طرح تحقیقی میدان زبیر علی زئی غیر مقلد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امام شافعی کے اصول میں تخصیصات ثابت کر سکیں اِسی طرح ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ ہم بھی اصول الحدیث اور اقوال محدثین وعلماء کرام کی روشنی میں امام شافعی کے اصول میں کچھ تخصیص ثابت کر سکیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجر اور دیگر محدثین کرام کی مدلسین کی طبقاتی تقسیم۔

(۲) ائمہ کرام کے اقوال سے قلیل التدلیس کی تدلیس قبول کرنا۔

(۳) تدلیس کی مختلف صورتوں کے مختلف احکام۔

(۴) ثقابت سے تدلیس۔

(۵) طویل رفاقت ہونا۔

(۶) مخصوص اساتذہ سے تدلیس۔

(۷) ناص شاگردوں کا مدلس سے روایت۔

(۸) جلالت علمی۔

(۹) محدثین کرام کا عنعن قبول کرنا۔

اور میں یہ بھی کردوں کہ ان تخصیصات کے علاوہ عرب محقق ڈاکٹر عواد الخلف نے اپنی کتاب روایات المدلسین فی البخاری صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۳۱ تقریباً ۳۳ کے قریبا اصول اور ضوابط لکھے ہیں جس کی وجہ سے مدلسین کی روایت قبول کی جاتی ہے۔

میں نے جو مندرجہ بالا ۸ تخصیصات ثابت کیں ہیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کو تخصیص نمبر ۹،۸،۲،۱ حاصل ہیں۔ حالانکہ ایک تخصیص بھی ثابت ہونے سے روایت صحیح ہوتی ہے۔

اب مزید یہ تحقیق کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سفیان ثوری کو غیر مقلد زبیر علی زئی کی پیش کردہ کن تخصیصات سے تخصیص حاصل ہے۔ زبیر علی زئی نے مقالات ۴/ ۱۶۵ پر تخصیص نمبر ۵ لکھی ہے۔ ''اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہوجائے تو وہ بھی قابل قبول ہے۔'' اسی بات کو مزید مزین کرنے کی کوشش ہے جو محدث ابن رشید الفہری سے ثابت ہے، لکھتے ہیں۔

''اما من عرف بالتدلیس فمعرفته بذلک کافیهفی التوقف فی حدیثه حتی یتبین الأمر''۔ (السنن الابین ص ۶۶)

ترجمہ: مگر جو تدلیس کے ساتھ معروف ہوتو یہ معلوم ہوجانا اس کے لئے کافی ہے کہ اس کی حدیث میں توقف کیا جائے الا کہ یہ معاملہ واضح ہوجائے۔

اب ہم زبیر علی زئی کے تخصیص نمبر ۵ سے اور محدث ابن رشید الفہری کے حوالہ سے معاملہ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اوّل : تو عرض یہ ہے کہ آج تک متقدمین اور محدثین کرام نے اس ترک رفع یدین والی حدیث پر دیگر الزامات تو وارد کئے مگر کسی ایک محدث نے اس حدیث پر سفیان ثوری کی تدلیس کا الزام وارد کیا۔ حالانکہ یہ مسئلہ ہر دور پر زیر بحث رہی ہے۔ لہٰذا عبدالرحمن معلمی میرے علم میں وہ پہلا شخص ہے جس نے محدث کبیر ثقہ عالم زاھد الکوثری کے رد میں یہ الزامی جواب دیا۔

اس لئے تدلیس کے الزام کی حیثیت بالکل مردود اور جمہور محدثین کے منہج کے خلاف ہے۔

دوم : یہ کہ آج تک کسی محدث نے یہ تصریح بھی نہیں کی کہ یہ حدیث سفیان ثوری نے عاصم بن کلیب سے نہیں سنی۔ اگر زبیر علی زئی غیر مقلد دوسری احادیث کے متعلق محدثین کرام سے یہ نقل کر سکتے ہیں کہ فلاں محدث یا راوی نے یہ حدیث

نہیں سنی یافلاں روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس حدیث کے متعلق محدثین کرام کی یہ خاموشی کیسی ؟

سوم : بات عرض یہ ہے کہ جمہور علماء کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث عاصم بن کلیب سے سفیان ثوری نے سُنی ہے۔ اِن میں مندرجہ ذیل محدثین کرام شامل ہیں۔

(i) امام بخاریؒ	جزء رفع یدین ۳۲
(ii) یحییٰ بن آدمؒ	کتاب العلل ۳۷۸
(iii) امام احمدؒ	کتاب العلل ۳۷۸
(iv) امام ابوحاتمؒ	علل الحدیث ۲۵۸
(v) امام دارقطنیؒ	العلل الوردہ ۵/۱۷۳
(vi) ابن قیم	تہذیب السنن ۱/۳۶۸

یہاں میں وضاحت کر دوں کہ محدثین کرام نے واضح تصریح کی ہے کہ سفیان ثوری نے یہ روایت عاصم بن کلیب نے سنی ہے مگر ثم لا یعود کی اضافت میں سفیان ثوری سے وہم ہوا اور باقی حدیث صحیح ہے۔ عرض یہ کے محدثین کرام نے اس حدیث میں سفیان ثوری پر وہم کا الزام عائد کیا ہے۔

راقم کا قارئین کرام کو یہ دعوتِ فکر ہے کہ اگر سفیان ثوری نے اس حدیث میں تدلیس کی ہوئی تو پھر انہوں نے یہ حدیث عاصم بن کلیب سے کیسے سنی اور اگر جس طرح محدثین کرام نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت سفیان ثوری نے عاصم بن کلیب سے سنی ہے تو پھر اس میں تدلیس کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تدلیس ہوتی ہی وہ ہے جو روایت مذکورہ نہ سنی ہو۔ اور پھر مقام تحقیق یہ ہے کہ اگر یہ حدیث سنی ہی نہیں تو وہم کیسا؟ اگر حدیث سنی ہوتی تو پھر وہم کا الزام صحیح وارد ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کچھ چیزیں واضح ہوتی ہیں۔

(i) اگر حدیث سنی ہے تو تدلیس نہیں ہوئی اور اگر تدلیس ہوئی ہے تو حدیث نہیں سنی.

(ii) اگر حدیث سنی ہی نہیں تو وہم کا الزام کیسا؟ اگر وہم ہے تو پھر سننا ثابت ہوتا ہے۔

(iii) اور اگر سننا ثابت ہے تو پھر تدلیس نہیں ہو سکتی لہٰذا تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام۔ اب اس مسئلہ کو سمجھنے لگ گئے ہوں گے۔ حیرانگی یہ ہے کہ یہ باتیں علماء غیر مقلدین کو نظر کیوں نہیں آتی؟ وجہ صرف اور صرف احناف کا بغض ہے۔

اعتراض : میرے اس نکتہ (جو ابھی سمجھا چکا ہوں) پر غیر مقلد زبیر علی زئی نے مناظرانہ اور الزامی جواب کچھ یوں دینے کی کوشش کی۔

''جب سفیان ثوری کو اپنے اُستاذ عاصم بن کلیب سے روایت کرنے میں وہم ہوسکتا ہے تو پھر دوسرے مجہول یا مجروح راوی سے روایت کرنے میں وہم کیوں نہیں ہوسکتا اگر ثوری نے عاصم بن کلیب سے یہ روایت مذکورہ سنی تھی تو پھر سماع کی تصریح کہاں ہے؟(مقالات ۴/۲۶۱ تا ۴/۲۶۰)

جواب :اِس سلسلہ میں پہلی بات تو عرض یہ ہے کہ سفیان ثوری پہ اِس حدیث میں وہم کا الزام ہے، اور وہ بھی صرف ثم لا یعود کے الفاظ پر نہ کہ باقی ساری روایت پر۔ میں نے اپنی دونوں کتابوں میں لکھ دیا تھا کہ ثم یعود کے الفاظ کے بغیر بھی احناف کا موقف ثابت ہوتا ہے۔اور میں نے اِن اقوال کا تحقیقی جواب دے دِیا ہے۔لہٰذا تفصیل کے لئے میری دونوں کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔

مزید یہ کہ زبیرعلیزئی کو یہ شاید بھول گیا ہے کہ تدلیس اپنے اُستاد سے نہ سنی ہوئی خاص حدیث کو کہتے ہیں جبکہ وہم تو اپنے اُستاد سے سنی ہوئی حدیث میں ہوتا ہے۔لہٰذا نہ سنی ہوئی خاص حدیث (تدلیس) کو سنی ہوئی حدیث میں فرق نہ کرنا جہالت ہے۔

دوسری بات یہ عرض ہے کہ جن دوسرے مجہول یا مجروح راویوں کی روایت میں اگر وہم، دلائل سے ثابت ہوجائے تو ہم اس کو ضرور مانیں گے۔ ہم اصولوں کو ماننے والے ہیں اور ہم اصول کے تحت ہی تحقیق کرتے ہیں ۔آپ کی طرح نہیں کہ ایک دن ایک موقف اور دوسرے دن دوسرا موقف اور پھر اس پر طرئہ امتیاز یہ کہ اس بے اصولی کو آپ رجوع کا نام دیں۔جناب زبیرعلیزئی آپ کا یہ دھوکا عوام الناس کو تو متاثر کرسکتا ہے مگر علماء کرام پر اس کی قباحت واضح ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حدیث کی سماع کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ حدثنا، اخبرنا یا سماع کی تصریح کرے۔کیونکہ اگر مدلس راوی کی روایت میں سماع شیخ معلوم ہوجائے تو تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہوجاتا ہے۔اور عن کا اعتراض ختم ہوجاتا ہے۔

زبیرعلی زئی کا عوام الناس کو مغالطہ :

قارئین کرام! زبیرعلی زئی غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ مقالات ۴/۲۶۱ ''پھر سماع کی تصریح کہاں ہے؟'' ایک دھوکا اور مغالطہ ہے۔کیونکہ زبیرعلیزئی عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔لہٰذا انکے مغالطے کی تحقیق حاضر خدمت ہے۔

زبیرعلی زئی کا پہلا رُخ:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیرعلی زئی نے مقالات ۳/۳۰۷ الحدیث ۶۷ صفحہ ۱۲ پر لکھا تھا۔

''کہ سفیان ثوری کی حدیث میں یحییٰ القطان کے محتاج ہیں۔ کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایت بیان کرتے تھے''(الکفایہ صفحہ ۳۶۲)۔ اور مزید لکھا ہے کہ''امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا میں نے سفیان ثوری سے صرف وہی کچھ لکھا ہے جس میں انہوں نے حدثنی اور حدثنا کہا ہے۔ سوائے دو حدیثوں کے''۔
(کتاب العلل/۱۲۵۷)

جواب:

اِس بات کا جواب راقم نے اپنی دوسری کتاب ''مسئلہ ترک رفع یدین.....مضامین کا جواب'' صفحہ ۳۶ پر لکھا کہ
''یہاں ہم عرض کر دیں کہ امام یحییٰ بن سعید کے بے شمار ایسی حدیثیں صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں جس میں وہ سفیان ثوری کی عن (یعنی معنعن) روایت بھی لیتے ہیں۔''

زبیرعلی زئی کا دوسرا رخ:

میرے مندرجہ بالا اعتراض کا جواب غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۲۲۸/۴ پر کچھ یوں دِیا۔
''جب یحییٰ القطان کی سفیان سے ہر روایت سماع پر محمول ہے تو پھر عن والی روایت بیان کرنا ذرہ بھی مضر نہیں اور یہ عنعنہ ثوری کی طرف سے نہیں بلکہ اِمام یحییٰ بن سعید القطان یا ان کے شاگردوں کی طرف سے ہے۔''

جواب:

قارئین کرام! ملاحظہ کریں کہ کس طرح زبیر علی زئی نے اپنا رُخ تبدیل کیا اور کس طرح عنعنہ کا دفاع کیا۔ ہم نے جب محدثین کرام سے ثابت کر دِیا کہ یہ روایت سفیان ثوری نے عاصم بن کلیب سے سُنی ہے تو زبیر علیزئی نے ہم سے سماع کی تصریح مانگی۔ مگر خود یحییٰ بن سعید القطان کے حوالے میں عنعنہ کو قابل قبول مانا اور کسی شاگرد سے اس عن کا داخل ہونا ثابت کیا۔

تحقیق: ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے کہ جب محدثین کرام کے اقوال سے ثابت ہوگیا کہ سفیان نے یہ روایت عاصم بن کلیب سے سنی ہے تو عنعنہ مضر نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ عنعن سفیان ثوری کے کسی شاگرد یا اس کے کسی شاگرد کی طرف سے ہے۔ لہٰذا اس روایت میں عنعن ہونا روایت میں تدلیس ہونے کو ثابت نہیں کرتا۔ اس طرح اس حدیث پر الزام باطل اور مردود ہے۔ اور سفیان ثوری کی روایت میں ہم سے سماع کی تصریح مانگنا ایک دجل وفریب ہے جبکہ قارئین کرام کو مغالطہ دینے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ بلکہ میں قارئین سے پوچھتا ہوں اگر سفیان ثوری کی عن والی روایت یحییٰ القطان روایت کریں اور یہ عن کا لفظ ذرہ بھی مضر نہ ہو اور یہ عنعنہ یحییٰ القطان یا ان کے شاگردوں کی طرف سے ہو تو یہ

معیاراور یہ اصول ترک رفع الیدین والی حدیث میں کیوں نہیں ؟ ہم اپنا موقف کہ یہ روایت سفیان ثوری نے عاصم بن کلیب سے سنی ہے کو امام بخاری، یحییٰ بن آدم، امام احمد، امام ابوحاتم، امام دارقطنی، ابن قیم اور ابن قطان سے ثابت کریں اور غیر مقلد زبیرعلی زئی یہ سوال کرے کہ سماع کی تصریح کہاں ہے؟ کیا یہ مسلکی تفاوت اور بغض احناف نہیں؟ فیصلہ میں اپنے قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ پڑھیں، سوچیں اور سمجھیں۔

اس سلسلہ میں یہ بھی عرض ہے کہ علماء بریلوی اور دیوبندی نے جو تدلیس کا الزام وارد کیا ہے وہ سب کے سب الزامی جواب ہیں۔ زبیرعلی زئی غیر مقلد کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ الزامی جواب مناظروں میں تو کام آسکتے ہیں مگر تحقیقی میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور ان علماء احناف نے مکمل طور پر الزامی جواب بھی نہیں بلکہ یہ االزامی جواب سمجھایا ہے کہ خود غیر مقلدین تو مدلسین کی روایت پر اعتراض کریں مگر خود مدلس راوی سے استدلال بھی کریں۔

علماء بریلی اہل السنت والجماعت کے تمام اقوال کا جواب میں نے اپنی دوسری کتاب "ترک رفع یدین .... مضامین کا جواب"، صفحہ ۶۰ تا صفحہ ۶۸ پر دے دیے ہیں مزید تفصیل آگے ملاحظہ کریں۔ مزید برآں زبیرعلی زئی غیر مقلد نے جو ۴۰ حوالہ جات پیش کئے ان میں مندرجہ ذیل حوالوں سے ایک بڑا ہی لطیف اصول سامنے آیا ہے۔ زبیرعلی زئی کے پیش کردہ حوالوں میں: حوالہ نمبر :۲ عبدالرحمن مھدیؒ ۔ حوالہ نمبر :۱۳ امام احمد حنبلؒ، حوالہ نمبر :۱۴ امام اسحاق بن راھویہؒ، حوالہ نمبر :۱۵ امام المزنیؒ ، حوالہ نمبر :۱۶ امام بیہقیؒ، حوالہ نمبر ۲۰ : حافظ ابن کثیرؒ، حوالہ نمبر :۲۴ امام طیبیؒ، حوالہ نمبر :۲۶ عمر بن ارسلان البلقینیؒ، حوالہ نمبر ۲۷: امام الانباسیؒ کے حوالوں سے زبیرعلیزئی نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اصول اور کتاب پر تعریف، مؤید اور سکوت سے دلیل پکڑی ہے۔ یعنی مندرجہ بالا محدثین کرام نے امام شافعی رحمہ اللہ کہ حوالہ پر سکوت کر کے امام شافعی کے اصول کو مانا ہے۔

اِن حوالہ جات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ زبیرعلیزئی غیر مقلد کے نزدیک کسی کتاب کی تعریف کرنا اور اس پر سکوت کرنا اُس دلیل پر رضامندی اور تصحیح کی علامت ہے لہٰذا اِس لطیف نکتہ کو ذہن نشین کرلیں۔ ان شاء اللہ مزید آگے چل کر یہ نکتہ بڑا کام آئے گا۔ ہمارا یہ مطالبہ زبیرعلیزئی پر قائم رہے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث متقدمین محدثین سے بھی مروی ہے کسی ایک محدث کا حوالہ نقل کردیں جس میں انہوں نے اس حدیث میں سفیان ثوری کی تدلیس کا اعتراض کیا ہوں۔ آپ طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کی بحث بھی ایک طرف رکھیں صرف ایک ایسا حوالہ پیش کریں جس میں محدثین نے یہ صراحت کی ہو کہ اس حدیث میں سفیان ثوری نے تدلیس کی ہے

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ غیر مقلد زبیرعلی زئی کے اِس حدیث ترک رفع یدین پر تدلیس کا الزام اصول کی روشنی میں باطل اور مردود ہے۔

غیر مقلد عالم آبادشاہ پوری کا غیر مقلد زبیر علی زئی کے اصول پر رد

قارئین کرام کے خدمت میں ایک غیر مقلد آبادشاہ پوری کا مضمون پیش خدمت ہے جوکہ اس نے غیر مقلد زبیر علی زئی کے جواب میں مسئلہ تدلیس پرلکھا۔اس مضمون میں کسی غیر مقلد یابدمذہب کے ساتھ اگرتعظیمی القاب ہوں توراقم اس بری الذمہ ہے۔

التحقیق والتنقیح فی مسئلۃ التدلیس

آبادشاہ پوری غیر مقلد

رسالہ محدث شمارہ342

1431،2010، جلد42

علم اُصولِ حدیث کے ذریعے محدثین عظام نے ۱۴ صدیوں پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کی طرف ہر منسوب بات کی غلطی وصحت جانچنے کے لئے ایسے بہترین اُصول وضع کیے جن میں آج تک کوئی اضافہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
کسی بھی قول کے مستند ہونے کے لئے راویوں کا سلسلہ اسنادمتصل ہونا ازبس ضروری ہے اور یہ اتصالِ سندکسی حدیث کے صحیح ہونے کی پہلی شرط ہے۔سند میں یہ انقطاع اگرظاہری ہویعنی کسی مرحلہ پر راویوں کا سلسلہ منقطع ہوتواس کو عام علمابھی جان سکتے ہیں۔تاہم بعض راویانِ حدیث سند کے مخفی عیب/انقطاع کو دانستہ یانادانستہ طور پر چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کے اس طرزِعمل کو اُصولِ حدیث کی اصلاح میں 'تدلیس' سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس کی متعدد اقسام کی بناپراس کا حکم بھی مختلف ہے۔
مگر بعض حضرات جبل علم امام شافعیؒ کے قول (چند صفحات کے بعد ملاحظہ کریں) کو اَساس قرار دے کر بھی مدلسین کی مرویات سے مساوی سلوک کرتے ہیں۔ان حضرات کے نزدیک جس راوی نے بھی زندگی میں صرف ایک بارتدلیس کی تو اس کی ہر معنعن روایت ناقابل قبول ہوگی اورلطف کی بات یہ ہے کہ وہ اسے 'جمہور محدثین' کا منہج باور کراتے ہیں جو سراسر حقیقت کے منافی ہے۔درج ذیل تحریر میں مدلسین کے بارے میں صحیح موقف کے تعین کی کوشش کی گئی ہے اورجمہور محدثین کے اصل موقف کو پیش کیا گیا ہے۔

تدلیس کے لغوی معنی

"تدلیس" کے لغوی معنی پوشیدگی اور پردہ پوشی کے ہیں۔اسی سے الدلس (دال اورلام کی زبر کے ساتھ) ہے جس

کا مطلب ہے :اختلاط النور بالظلمة یعنی" اندھیرے اور اُجالے کا سنگم" دلس البائع کے معنی: بائع کا خریدار سے سودے کے عیب کو چھپانا ہے۔
(مزید تفصیل: الصحاح للجوھری ۲: ۹۲۷، لسان العرب ۷: ۳۸۹، تاج العروس ۴: ۱۵۳)

اِصطلاحی تعریف

اگر راوی اپنے ایسے اُستاد جس سے اس کا سماع یا معاصرت ثابت ہے وہ روایت عَن، اَنَّ، قَال، حدّث وغیرہ الفاظ سے بیان کرے. جسے درحقیقت اُس نے اپنے اُستاد کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے سنا ہے اور سامعین کو یہ خیال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے اُستاد سے سنی ہوگی تو اسے 'تدلیس' کہا جاتا ہے۔
(معرفۃ أنواع علم الحدیث لابن الصلاح ص ٦٦)

تدلیس کی مرکزی قسمیں دو ہیں:

A۔تدلیس الاسناد

اس کی دو تعریفیں ہیں:

1۔راوی کا اپنے اُستاد سے ایسی اَحادیث بیان کرنا جو دراصل اُس نے اِس اُستاد کے علاوہ کسی اور سے سنی ہیں۔

2۔راوی کا اپنے ایسے معاصر سے روایت کرنا جس سے اس کی ملاقات ثابت نہیں ہوتی اور ایسے صیغوں سے بیان کرنا جس سے یہ شبہ پیدا ہو کہ راوی نے مروی عنہ سے اس حدیث کی سماعت کی ہے۔

پہلی صورت کی تفصیل یہ ہے کہ راوی نے اپنے کسی شیخ سے چند اَحادیث بالمشافہ سماعت کی ہوتی ہیں مگر اس کے پاس کچھ ایسی بھی احادیث ہوتی ہیں جنہیں اس شیخ سے بالمشافہ سماعت نہیں کیا ہوتا بلکہ اُس راوی سے سنا ہوتا ہے جس نے مدلس کے شیخ سے سنی ہوتی ہیں۔وہ اس واسطہ کو گرا کر اپنے شیخ سے براہِ راست ایسے صیغوں سے بیان کرتا ہے جو نہ احتیاطاً اتصال پر دلالت کرتے ہیں اور نہ صراحتاً عدمِ اتصال پر، مگر عرفِ عام میں وہ سماع پر محمول کیے جاتے ہیں۔اس صورت کے تدلیس ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

دوسری صورت کی توضیح یہ ہے کہ راوی اپنے ایسے معاصر جس سے اس نے کچھ سنا نہیں ہوتا اور بسا اوقات اس کی مروی عنہ سے ملاقات بھی ثابت نہیں ہوتی، سے ایسے ہی صیغوں سے بیان کرتا ہے جن میں سماع اور عدمِ سماع دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔اگر یہ مدلسین کوئی ایسا صیغہ استعمال کریں جو تحدیث یا سماع پر دلالت کرے اور اس میں تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہ ہو تو وہ صیغہ جھوٹ ہوگا جس کا مرتکب متروک درجے کا راوی ہوگا۔

حافظ ابن حجر اور ان کے مابعد محدثین نے تدلیس الاسناد کی اس دوسری صورت کو 'اِرسالِ خفی' قرار دیتے ہوئے

تدلیس سے خارج قرار دیا ہے۔(النکت لابن حجر ۲ :/ ۶۱۴،۶۲۲،۶۲۴تا۶۲۴)

مگرمعلوم ہوتا ہے کہ'ارسالِ خفی بھی تدلیس کی ذیلی قسم ہے، مستقل قسم نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرمارہے ہیں۔

تدلیس الاسناد کی اس مختصر وضاحت کے بعد اب ہم اس کی ذیلی اَقسام کی طرف چلتے ہیں جس میں تدلیس التسویۃ، تدلیس السکوت، تدلیس القطع ،تدلیس العطف اور تدلیس الصیغ شامل ہیں۔

a۔تدلیس التسویۃ

اس کی تعریف ہے کہ مدلس راوی اپنے کسی ایسے ثقہ اُستاد سے حدیث سنتا ہے جس نے وہ حدیث ضعیف راوی سے سنی ہوتی ہے اور وہ ضعیف راوی آگے ثقہ یا صدوق راوی سے اس حدیث کو بیان کرتا ہے۔گویا دو ثقہ راویوں کا درمیانی واسطہ ایک ضعیف راوی ہوتا ہے۔

مدلس راوی ان دونوں ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی کو گرا کر ثقہ کو ثقہ سے ملا دیتا ہے اور سند کو بظاہر عمدہ بنا دیتا ہے، کیونکہ پہلے ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راوی سے سماع ثابت ہوتا ہے یا کم از کم وہ دونوں ہم عصر ہوتے ہیں۔دیکھئے: (الکفایۃ ۲:/ ۳۹۰)

ایسا فعل صفوان بن صالح الدمشقی اور محمد بن مصفّٰی سے منقول ہے۔

تدلیس التسویۃ تدلیس کی بدترین قسم ہے۔محدثین نے تدلیس کی جو شدید مذمت کی ہے،ان اَسباب میں سے ایک سبب تدلیس التسویۃ بھی ہے۔

b۔تدلیس السکوت

تدلیس الاسناد کی ذیلی اقسام میں دوسری قسم یہ ہے کہ مدلس راوی حدثنا وغیرہ کہہ کر خاموش ہوجاتا ہے اور دل ہی میں اپنے شیخ کا نام لیتا ہے، پھر روایت آگے بیان کرنا شروع کر دیتا ہے جس سے سامعین کو شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حدثنا کا قائل وہی ہے جو مدلس نے بہ آواز بلند ذکر کیا ہوتا ہے۔ایسا فعل عمر بن عبیدَ طنافسی سے مروی ہے۔

(النکت لابن حجر ۲:/ ۶۱۷)ابن حجرؒ نے مذکورہ کتاب میں اسے تدلیس القطع قرار دیا ہے۔

c۔تدلیس القطع

تدلیس الاسناد کی تیسری قسم تدلیس القطع ہے جس میں مدلس راوی صیغۂ اَدا حذف کر دیتا ہے اور بطورِ مثال الزہری عن اَنس پر اکتفا کرتا ہے۔(تعریف اَھل التقدیس لابن حجر: ص ۱۶)اس تدلیس کو تدلیس الحذف بھی کہا جاتا ہے۔

d-تدلیس العطف

چوتھی قسم تدلیس العطف ہے جس میں مدلس راوی اپنے دو اساتذہ، جن سے اس کا سماع ثابت ہوتا ہے، سے روایت بیان کرتا ہے۔مگر وہ روایت اس نے صرف پہلے اُستاد سے سنی ہوتی ہے،اس لیے اس سے سماع کی تصریح کر دیتا ہے اور دوسرے استاد کو پہلے اُستاد پر عطف کر دیتا ہے اور یہ باور کراتا ہے کہ میں نے یہ روایت ان دونوں اساتذہ سے سماعت کی ہے۔جیسے ہشیم بن بشیر نے کہا: حدثنا حصین ومغیرۃ حالانکہ ہشیم نے اس مجلس میں بیان کردہ ایک حرف بھی مغیرہ سے نہیں سنا۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص ۱۰۵،جزء فی علوم الحدیث لأبی عمرو الدانی: ص ۳۸۲، ۳۸۳ رقم ۹۴)

e-تدلیس الصیغ

پانچویں قسم یہ ہے کہ مدلس راوی اپنے شیخ سے روایت کرنے میں ایسے صیغ اَدا استعمال کرتا ہے جس کے لیے وہ اصطلاحات وضع نہیں کی گئیں۔مثلاً غیر مسموع روایت پر حدثنا کا اطلاق کرنا جیسے فطر بن خلیفہ کا طرزِ عمل تھا۔

(الضعفاء الکبیر للعقیلی ۳: ر ۴۶۵، فتح المغیث للسخاوی ۱: ر ۲۱۱، ۲۱۲)

اسی طرح اِجازۃ بدون سماع والی روایت کو اَخبرنا سے بیان کرنا جیسے امام ابونعیمؒ اور دیگر اَندلسیوں کا یہی طریقہ تھا۔

(سیر اَعلام النبلاء للذہبی ۱۷: ر ۴۶۰)

اسی طرح وِجادۃ پر حدّثنا کا اطلاق کرنا جیسے اسحق بن راشد کا رویہ تھا۔(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص ۱۱۰)

یہ بات بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ علامہ الشریف حاتم نے (المرسل الخفی ۱: ر ص ۵۳۰، ۵۳۱) میں اس نوع کے آٹھ مدلسین ذکر کیے ہیں اور شرح الموقظۃ للذہبی میں نویں مدلس مسیب بن رافع کا بھی اضافہ کیا ہے۔

(شرح موقظۃ الذہبی للعونی: ص ۱۲۴)

B-تدلیس الشیوخ

مدلس راوی نے جس اُستاذ سے حدیث سنی ہوتی ہے،اس کا ایسا وصف بیان کرتا ہے جس سے اس کی شخصیت مجہول ہو جاتی ہے یا پھر سامعین کی توجہ اسی نام کے کسی دوسرے شیخ کی طرف مائل ہو جاتی ہے مثلاً وہ اس کا غیر معروف نام، کنیت، قبیلے یا پیشے کی طرف نسبت کر دیتا ہے۔تدلیس کی اس نوع میں صیغ اَدا میں تدلیس نہیں ہوتی اور نہ ہی سند سے کسی راوی کا اسقاط ہوتا ہے، محض شیخ کا نام وغیرہ تبدیل کر دیا جاتا ہے۔بنابریں ایسی تدلیس میں مدلس کا عنعنہ اور صراحت سماع دونوں یکساں ہیں۔(معرفۃ اَنواع علم الحدیث لابن الصلاح: ص ۶۶، اِرشاد طلاب الحقائق للنووی ۱: ر ۲۰۷، ۲۰۸)

تدلیس الشیوخ کی ذیلی قسم تدلیس البلدان ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

تدلیس البلدان

حافظ ابن جوزیؒ اس کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بغداد میں ایک طالب حدیث داخل ہوا۔ وہ شیخ کو لے جا کر رقہ میں بٹھاتا ہے. یعنی اس باغ میں جو دریائے دجلہ کے دونوں کنارے چلا گیا ہے اور شیخ کو حدیث سناتا ہے۔ پھر اپنے حدیث کے مجموعے کو یوں لکھتا ہے کہ مجھ سے رقہ میں فلاں فلاں شخص نے حدیث بیان فرمائی۔ اس سے وہ لوگوں کو وہم میں ڈالتا ہے کہ رقہ سے وہ شہر مراد ہے جو ملک شام کی طرف ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس محدث نے طلب حدیث میں دور دراز کے سفر کیے ہیں۔" (تلبیس ابلیس لابن جوزی: ص ۱۱۳)

مدلس کی روایت کا حکم اور امام شافعیؒ کے موقف کی توضیح

اب امام شافعیؒ اور دیگر محدثین کا مدلس کی روایت کے بارے میں موقف ملاحظہ فرمائیں:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

a۔ "جس شخص کے بارے میں ہمیں علم ہو جائے کہ اس نے صرف ایک ہی دفعہ تدلیس کی ہے تو اس کا باطن اس کی روایت پر ظاہر ہو گیا۔

b۔ اسی لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم مدلس کی حدیث اتنی دیر تک قبول نہیں کرتے جتنی دیر تک وہ حدثنی یا سمعت (صراحت سماع) نہ کہے۔" (الرسالۃ للامام الشافعی: ص ۳۸۰،۳۷۹ فقرہ ۱۰۳۳: ۱۰۳۵)

امام شافعیؒ کے مذکورہ بالا کلام کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فرمایا کہ جو راوی صرف ایک ہی بار تدلیس کرے. اس کی ہر معنعن روایت قابل رد ہوگی۔ گویا امام موصوف کے ہاں راوی کے سماع کی تتبع کے بعد تدلیس کا مکرر ہونا یا اس کی مرویات پر تدلیس کا غالب آنا شرط نہیں ہے بلکہ محض ایک بار تدلیس کا پایا جانا ہی کافی ہے۔

حافظ ابن رجبؒ نے بھی امام شافعیؒ کے اس قول کی یہی تعبیر کی ہے۔ (شرح علل الترمذی ۲: / ۵۸۲-۵۸۳)

مدلس کی ایک ہی بار تدلیس کے حوالے سے حافظ مشرق خطیب بغدادیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(الکفایۃ للخطیب البغدادی ۲: / ۳۸۹-۳۹۰)

مدلس کی ایک بار تدلیس کے حوالے سے ان دونوں ماہر محدثین کے علاوہ کسی اور کا یہ موقف معلوم نہیں ہو سکا۔

امام شافعیؒ نے اپنے کلام کے دوسرے حصہ میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ مدلس راوی کی معنعن روایت قابل قبول نہیں ہے۔ یہی موقف متعدد محدثین کا بھی ہے. مگر ان کا یہ موقف کثیر التدلیس راوی کے بارے میں ہے. صرف ایک بار والے مدلس راوی پر نہیں۔

i بعض لوگوں نے حافظ ابن حبانؒ کا بھی یہی موقف بیان کیا ہے۔ بلا شبہ حافظ ابن حبانؒ نے اسی مسلک کو اپناتے ہوئے یہ صراحت بھی فرمائی ہے کہ یہ امام شافعیؒ اور ہمارے دیگر اساتذہ کا موقف ہے۔

(مقدمۃ المجروحین لابن حبان ا:ر ۹۲)

مگر معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حبانؒ کا یہ موقف مطلق طور پر نہیں ہے، کیونکہ ان کے ہاں جو مدلس صرف ثقہ راوی سے تدلیس کرتا ہے، اس کی روایت سماع کی صراحت کے بغیر بھی قبول کی جائے گی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"ایسا مدلس جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ ہی سے تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت عدم صراحت سماع کے باوجود قبول کی جائے گی۔ دنیا میں صرف سفیان بن عینیہ ایسے ہیں جو ثقہ متقن سے تدلیس کرتے ہیں۔ سفیان بن عینیہ سے مروی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں وہ تدلیس کریں اور اسی حدیث میں ان کے اپنے جیسے ثقہ راوی سے سماع کی وضاحت موجود ہوتی ہے۔"

(مقدمہ صحیح ابن حبان ا:ر ۹۰، الاحسان)

امام ابن حبانؒ کے قول سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ موصوف کے ہاں جو صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں، وہ صرف ابن عیینہ ہیں۔ حالانکہ یہ مفہوم درست نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ امام ابن عیینہؒ اپنے ہی جیسے ثقہ متقن راوی سے تدلیس کرتے ہیں۔ عام ثقات سے تدلیس نہیں کرتے اور یہ عمومی قاعدہ ہے، اس سے وہ روایات مستثنیٰ ہوں گی جن میں تدلیس پائی جائی گی۔

دیگر محدثین کا امام شافعی و بغدادی سے اختلاف

a۔ امام شافعیؒ اور حافظ بغدادیؒ کا مذکورۃ الصدر موقف محل نظر ہے بلکہ جمہور محدثین اور ماہرین فن کے خلاف ہے۔ جیسا کہ حافظ بدر الدین زرکشیؒ ۷۹۴ھ امام شافعیؒ کے اس قول کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وھونص غریب لم یحکمه الجمھور"۔ (النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی: ص ۱۸۸)

"یہ انتہائی غریب دلیل ہے، جمہور کا یہ فیصلہ نہیں"۔

b۔ حافظ ابن عبد البرؒ نے بھی امام شافعیؒ کے اس موقف کو اپنانے والوں پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ مشہور مالکی امام ابن عبد البرؒ نے امام قتادہ بن دعامہ، جو تدلیس کرنے میں مشہور ہیں، کے عنعنہ کو مطلق طور پر رد کرنے والوں کا تعاقب فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"قال بعضهم قتادة إذا لم يقل :سمعت أو حدثنا فلا حجة في نقله وهذا تعسف"۔

(التمہید لابن عبد البر ۱۹:ر ۲۸۷)

"بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ قتادہ جب سمعتُ یا حدثنا وغیرہ سے اپنے سماع کی صراحت نہ کریں تو ان کے بیان کی کوئی حیثیت نہیں، یہ انتہائی افسوس ناک موقف ہے۔"

یعنی حافظ ابن عبدالبرؒ کے ہاں امام قتادہؒ ایسے مشہور مدلس بھی جب روایت عنعنہ سے بیان کریں تو وہ مقبول الروایہ ہیں۔ان کا عنعنہ اسی وقت رد کیا جائے گا جب اس میں تدلیس پائی جائے گی۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

"قتادة إذا لم يقل :سمعت و خولف في نقله، فلا تقوم به حجة لأنه يدلس كثيرا عمن لم يسمع منه، وربما كان بينهم غير ثقة"

"قتادہ جب (سمعتُ) نہ کہیں اور ان کی حدیث دوسروں کے مخالف ہو تو قابل حجت نہیں ہوگی، کیونکہ وہ بکثرت ایسوں سے بھی تدلیس کرتے ہیں جن سے سماع نہیں ہوتا اور بسا اوقات اس (تدلیس) میں غیر ثقہ راوی بھی ہوتا ہے۔" (التمہید لابن عبدالبر ۳/۳۰۷)

حافظ صاحب کی ان دونوں نصوص کو سامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ امام ابن عبدالبر، قتادہ کے عنعنہ کو رد کرنے میں تدلیس شرط قرار دے رہے ہیں، بالفاظِ دیگر امام شافعیؒ کے موقف کی تردید بھی کر رہے ہیں۔

امام شافعیؒ کا مدلسین کی روایات سے استدلال

اوپر آپ امام شافعیؒ کے حوالے سے پڑھ آئے ہیں کہ جو راوی ایک بار تدلیس کرے، اس کی سبھی معنعن روایات ناقابل قبول ہوں گی۔مگر اس اصول کی انہوں نے خود مخالفت کی ہے:

a۔امام صاحب نے ابن جریج کی معنعن روایت سے استدلال کیا ہے۔(دیکھئے کتاب الرسالۃ للشافعی ص ۱۷۸ فقرہ ۴۹۸، ص ۳۲۵ فقرہ ۸۹۰، ص ۳۳۰ فقرہ ۹۰۳، ص ۴۴۳ فقرہ ۱۲۲۰)

حالانکہ ابن جریج سخت مدلس ہیں اور مجروحین سے بھی تدلیس کرتے ہیں۔ان کی ضعفا اور کذابین سے تدلیس کی وجہ سے محدثین ان کی مرویات کی خوب جانچ پرکھ کیا کرتے تھے۔جس کی تفصیل معجم المدلسین للشیخ محمد بن طلعت ص ۳۱۱ تا ۳۲۰، التدلیس فی الحدیث للشیخ مسفر ص ۳۸۳ تا ۳۸۶، بهجة المنتفع للشيخ أبي عبيدة ص ۴۱۶ تا ۴۲۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

b۔اسی طرح دوسری جگہ مشہور مدلس ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس کی معنعن روایت سے استدلال کیا ہے۔دیکھئے کتاب الرسالۃ: ص ۱۷۸ فقرۃ ۴۹۸، ص ۳۲۴ فقرۃ ۸۸۹

یہاں یہ سوال جنم لیتا ہے کہ امام شافعیؒ نے ان دونوں اور دیگر مدلسین کی معنعن روایات سے استدلال کیوں کیا ہے؟

امام شافعیؒ کے موقف کی وضاحت

امام شافعیؒ کے موقف کے بارے میں شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن سعد فرماتے ہیں:

" یہ کلام صرف نظریات کی حد تک ہے بلکہ ممکن ہے کہ امام شافعیؒ نے خود اس پر عمل نہ کیا ہو۔ اُنھوں نے اپنی اسی کتاب (الرسالۃ) میں متعدد مقامات پر ابن جریج کی معنعن روایت سے احتجاج کیا ہے۔ اس حدیث میں امام شافعیؒ نے ابن جریج کی اپنے شیخ سے صراحت سماع ذکر نہیں کی، ایسے ہی ابوالزبیر کا معاملہ ہے۔"

اسی طرح شیخ ناصر بن حمد الفهد رقم طراز ہیں:

" ائمہ حدیث امام شافعیؒ کے اس قول کی موافقت نہیں کرتے جیسا کہ امام احمد، امام ابن مدینی، امام ابن معین اور امام فسوی رحمہم اللہ اجمعین کا موقف ہے۔ امام شافعیؒ اُمت کے فقہا اور علماے اسلام میں سے ہیں، مگر حدیث کے بارے میں ان کی معرفت ان حفاظ جیسی نہیں ہے، اور اگر ہم امام شافعیؒ کے قول کا اعتبار کریں تو ہمیں ایسی صحیح احادیث بھی رد کرنا ہوں گی جنہیں کسی نے بھی رد نہیں کیا یہاں تک کہ (امام شافعیؒ کی موافقت میں) شوافع نے بھی رد نہیں کیں بلکہ اُنہوں نے مدلسین کے مراتب قائم کیے ہیں"۔

(معجم المدلسین شیخ محمد طلعت ص ۲۱۶، ۲۱۷)

امام شافعیؒ کے قول کے جواب میں شیخ ابوعبیدہ مشہور بن حسن نے بھی اسی قسم کا جواب دیا ہے۔ دیکھئے التعلیق علی الکافی فی علوم الحدیث للأردبیلی ص ۳۸۹

علامہ زرکشیؒ کا نقد آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ اُنہوں نے امام شافعیؒ کے اس قول کو غریب کہا ہے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ کا یہ موقف محل نظر ہے۔ اس کے مزید دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل: تدلیس کا حکم

تدلیس کا حکم لگانے سے قبل یہ متعین کرنا ضروری ہے کہ اس کی تدلیس کی نوعیت کیا ہے؟ اس بنا پر تدلیس اور اس کے حکم کو چار حصوں میں منقسم کیا جائے گا:

پہلی قسم: یہ ہے کہ راوی اپنے استاد سے وہ أحادیث بیان کرتا ہے جو اس نے مروی عنہ (جس سے روایت کر رہا ہے) سے سنی نہیں ہوتی، جب کہ مطلق طور پر اس کا سماع متحقق ویقینی ہوتا ہے۔ اس قسم کا حکم یہ ہے کہ مدلس کی ہر حدیث

میں اس کے شیخ سے سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی، کیونکہ وہ جس حدیث کو بھی محتمل صیغہ سے بیان کر رہا ہے، اس میں احتمال ہے کہ اس نے یہ حدیث اپنے اُستاد سے نہیں سنی۔ یہ حکم کثیر التدلیس مدلسین کا ہے۔

دوسری قسم: راوی اپنے ایسے ہم زمانہ سے حدیث بیان کرے جس سے اس کی ملاقات نہیں ہوتی، مگر وہ جس صیغے سے بیان کرتا ہے، اس سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بھی اس کی مسموعات میں سے ہے۔ تدلیس کی اس قسم کو حافظ ابن حجرؒ اِرسالِ خفی قرار دیتے ہیں۔ اس قسم کے حکم کے بارے میں علامہ حاتم بن عارف الشریف رقم طراز ہیں:

”میں راوی کا عنعنہ اتنی دیر تک قبول نہیں کرتا جب تک اس کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہوجاتی۔ اگرچہ یہ ملاقات یا سماع حدیث صرف ایک ہی حدیث سے ثابت ہوجائے تو میں اس راوی کی اس شیخ سے بقیہ احادیث سماع پر محمول کرتا ہوں، کیونکہ اس میں تدلیس کی جو قسم پائی جاتی ہے وہ ایسے معاصر سے روایت کرتا ہے جس سے سماع ثابت نہیں، اس لیے اگر ایک ہی حدیث میں سماع ثابت ہوجائے تو اس مخصوص شیخ سے تدلیس کا الزام ختم ہوجائے گا۔“

(شرح موقظۃ الذہبی للعونی: ص۱۲۶)

تیسری قسم: اس قسم میں 'تدلیس الشیوخ" ہے جس میں صیغ اَدا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کا حکم مدلس راوی کی معرفت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر وہ ثقہ ہے تو اس کی نقل کردہ چیز مقبول ہوگی اور اگر وہ ضعیف ہو تو اس کا نقل کردہ قول بھی لائق التفات نہیں ہوگا اور جو ہر مدلس کے عنعنہ کو رد کرتے ہیں، وہ تدلیس الشیوخ کے مرتکب مدلس اگرچہ وہ ثقہ ہوں کی عنعنہ کو بھی رد کردیں گے جو کہ درست نہیں۔

چوتھی قسم: اس میں تدلیس الصیغ (صیغوں میں تدلیس) ہے۔ اس قسم میں بھی تدلیس کی نوع متعین کرنا ہوگی اور اس کے مرتکبین کو بھی ذہن نشین رکھنا ہوگا۔ اس تدلیس کی تاثیر تدلیس الاسناد کی تاثیر سے مختلف ہے، کیونکہ تدلیس الاسناد میں تو راوی کا عنعنہ مردود ہوتا ہے اور جو آدمی تحمل حدیث میں روایت بالاجازۃ کو قبول نہیں کرتا، اس کے ہاں ایسے مدلس کی تصریح سماع قابل رد اور عنعنہ مقبول ہوگا۔ اس تدلیس کے حکم میں ان لوگوں کا بھی رد موجود ہے جو محض تدلیس سے موصوف ہر شخص کے عنعنہ کو مردود سمجھتے ہیں۔

دوسری دلیل: طبقاتِ مدلسین

امام شافعیؒ کے موقف کے برخلاف دوسری دلیل مدلسین کی طبقاتی تقسیم ہے۔ جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ سبھی مدلسین کی تدلیس کا حکم یکساں نہیں۔ بنابریں ان کی مرویات سے بھی جداگانہ سلوک کیا جائے گا۔ موصوف اور صفت کے تفاوت کی وجہ سے دونوں کا حکم بھی متغیر ہوگا۔ اسی تفاوت کے پیش نظر امام حاکم نے مدلسین کی چھ اَقسام مقرر کی ہیں۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص۱۰۳تا۱۱۲، نوع۲۶)

امام حاکم کی پیروی دو محدثین نے کی، پہلے امام ابونعیمؒ صاحب المستخرج ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے۔(النکت لابن حجر ۲/ ۶۲۲) دوسرے امام ابوعمرو عثمان سعید دانی مقریؒ (۴۴۴ھ) ہیں۔ دیکھئے جزء فی علوم الحدیث ص ۳۸۱ تا ۴۹۱ مع شرحہ التقیم بحجۃ المنتفع از شیخ مشہور حسن۔

پھر حافظ علائیؒ نے مدلسین کے پانچ طبقے بنائے۔(جامع التحصیل للعلائی ص ۱۳۰،۱۳۱)

انکی متابعت میں حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین پر مشتمل کتاب تعریف اہل التقدیس میں اُنہیں جمع فرمادیا۔

حافظ ابن حجرؒ کی اس طبقاتی تقسیم کو اُساس قرار دے کر ڈاکٹر مسفر بن غرم اللہ دمینی نے کتاب التدلیس فی الحدیث لکھی جو مطبوع اور متداول ہے۔ بلکہ جنہوں نے بھی مسئلہ تدلیس کے بارے میں لکھا، اُنہوں نے ان پہلوؤں کو فراموش نہیں کیا۔ یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہے کہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے فلاں راوی کو فلاں طبقے میں ذکر کیا ہے حالانکہ وہ اس طبقے کا راوی نہیں، لہٰذا یہ طبقاتی تقسیم بھی درست نہیں۔

غرض ہے کہ کسی خاص راوی کے طبقے کی تعیین میں اختلاف ہونا ایک علیحدہ بات ہے۔ اس سے مدلسین کی طبقاتی تقسیم پر کوئی زد نہیں پڑتی بلکہ خود حافظ ابن حجرؒ نے النکت علی کتاب ابن الصلاح میں اپنی کتاب تعریف اَھل التقدیس کے برخلاف رواۃ کے طبقات میں تبدیلی کی ہے جو اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ یہ معاملہ اجتہادی نوعیت کا ہے۔ گویا مدلسین کی اس تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مدلسین کی معنعن روایت مقبول ہوتی ہے اور بعض کی رد۔

تیسری دلیل: تدلیس کی کمی وزیادتی کی تاثیر

امام شافعیؒ کے موقف کے خلاف تیسری دلیل یہ ہے کہ محدثین حکم لگاتے ہوئے تدلیس کی قلت اور کثرت کا بھی اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ مدلسین کی معنعن روایات کا عمومی حکم اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایسی مرویات ضعیف ہوں گی، اِلا یہ کہ وہ مدلس راوی اپنے شیخ سے سماع کی صراحت کردے یا اس کا کوئی متابع یا شاہد موجود ہو۔ مگر جو راوی قلیل التدلیس ہو، اس کی معنعن روایت مقبول ہوگی، بشرطیکہ وہ خود ثقہ ہو اور اس روایت میں نکارت نہ پائی جائے۔ اگر نکارت موجود ہو اور اس کا بظاہر کوئی اور سبب نہ ہو تو وہ (نکارت) تدلیس کا شاخسانہ قرار دی جائے گی۔ گویا ثقہ مدلس راوی کے عنعنہ کو تبھی تدلیس قرار دیا جائے گا جب اس کی سند یا متن میں نکارت پائی جائے گی۔ یہی فہم ناقدین فن کے اقوال سے مترشح ہوتا ہے۔

امام ابن معینؒ کا فیصلہ

امام یعقوب بن شیبہؒ (م ۲۶۲ھ) نے امام العلل یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے تدلیس کی بابت اِستفسار کیا تو امام ابن معینؒ نے تدلیس کو معیوب اور مکروہ جانا۔ امام ابن شیبہؒ نے امام العلل سے سوال کیا:

اگر مدلس اپنی روایت میں قابل اعتماد ہوتا ہے یا وہ 'حدثنا※ یا 'أخبرنا※ کہے؟ یعنی اپنے سماع کی صراحت کرے۔امام صاحب نے انتہائی لطیف جواب ارشاد فرمایا جواُن کے اس فن کے شہسوار ہونے پر دلالت کرتا ہے،فرمایا :لایکون حجۃ فیما دلّس ''جس روایت میں وہ تدلیس کرے گا۔اس میں قابل اعتماد نہیں ہوگا۔''

(الکفایۃ البغدادی ۲:۳۸۷/ إسنادہ صحیح ،الکامل لابن عدی ۱:۴۸/ ،التمہید لابن عبدالبر ۱:۱۷،۱۸/)

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ امام ابن معینؒ نے مدلس کی روایت کے عدم حجت ہونے میں یہ قاعدہ بیان نہیں فرمایا کہ جب وہ روایت عنعنہ سے کرے تو تب وہ حجت نہیں ہوگا،بلکہ فرمایا کہ اس کی عنعنہ مقبول ہے مگر اس شرط پر کہ اس عنعنہ میں تدلیس مضمر نہ ہو۔بصورتِ دیگر وہ روایت منکر اور نا قابل اعتماد ہوگی۔یہی سوال امام یعقوبؒ نے امام ابن معینؒ کے ہم عصر امام علی بن مدینیؒ سے کیا۔

امام ابن المدینیؒ کے ہاں تاثیر

ê۔إمام العلل وطبیبھا علی بن مدینیؒ امام ابن شیبہ کے استفسار پر فرماتے ہیں:

"إذا کان الغالب علیہ التدلیس فلا،حتی یقول :حدثنا"

''جب تدلیس اس پر غالب آجائے تو تب وہ حجت نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنے سماع کی توضیح کرے۔''

(الکفایۃ للبغدادی ۲:۳۸۷/ ،اسنادہ صحیح ،التمہید لابن عبدالبر ۱:۱۸/)

إمام علی بن مدینیؒ نے اس جوابی فقرہ میں دو باتوں کی طرف نشاندہی فرمائی ہے:

اولاً :مدلّس روایت حجت نہیں۔

ثانیاً :اس راوی کی جتنی مرویات ہیں،ان کے تناسب سے وہ بہت زیادہ تدلیس کرتا ہے یعنی اس کی تدلیس مرویات پر غالب ہے تو اس کی روایت کے قبول کرنے میں یہ شرط لاگو کی جائے گی کہ وہ اپنے سماع کی صراحت کرے۔

امام ابن المدینیؒ کے کلام کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ قلیل التدلیس راوی کا عنعنہ مقبول ہوگا إلا یہ کہ اس میں تدلیس ہو۔جیسا کہ امام سخاویؒ نے امام ابن مدینیؒ کے اس قول کی توضیح میں فرمایا ہے۔دیکھئے فتح المغیث للسخاوی ۱:۲۱۶/

حافظ ابن رجبؒ کا موقف

ê۔حافظ ابن رجبؒ امام شافعیؒ کا قول: ''ہر مدلس کی عنعنہ مردود ہوگی'' ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''امام شافعیؒ کے علاوہ دیگر محدثین نے راوی کی حدیث کے بارے میں تدلیس کے غالب ہونے کا اعتبار کیا ہے۔جب تدلیس اس پر غالب آجائے گی تو اس کی حدیث اسی وقت قبول کی جائے گی جب وہ

صراحت ِسماع کرے۔ یہ علی بن مدینیؒ کا قول ہے جسے یعقوب بن شیبہؒ نے بیان کیا ہے۔"
(شرح علل الترمذی لابن رجب ۲/۵۸۳)
حافظ ابن رجبؒ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کا رجحان بھی امام علی بن مدینیؒ وغیرہ کی طرف ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل کا نظریہ

امام احمدؒ بھی اس مسئلہ میں دیگر ناقدین کے ہمدم ہیں، کیونکہ ہشیم بن بشیر الواسطی ابومعاویہ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"ثقة ثبت كثير التدليس والإرسال الخفي" (التقریب ۸۲۳۲:)

ان سے قبل حافظ علائیؒ نے انہیں مشہور بالتدلیس قرار دیا ہے۔
(جامع التحصیل للعلائی: ص ۱۲۸، رقم ۵۷)

بلکہ امام احمدؒ نے اس کی مدلس روایات کی بھی بخوبی انداز میں نشان دہی فرمائی ہے۔ملاحظہ ہو: کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد: فقرۃ ۶۴۴: ۷۲۳، ۱۴۵۹، ۲۱۲۷، ۲۱۲۹، ۲۱۳۲، ۲۱۴۰ تا ۲۱۴۰ وغیرہ

یہاں تک کہ ہشیم خود فرماتے ہیں:

"جب میں تمہیں حدثنا یا أخبرنا سے بیان کروں تو اسے مضبوطی سے تھام لو۔" (علل الامام احمد: فقرہ ۲۱۳۴) مگر اس کے باوجود امام احمدؒ نے ہشیم کے عنعنہ پر توقف بھی کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوداوٗد فرماتے ہیں، میں نے امام احمدؒ سے سنا:

حديث ابن شبرمة، قال رجل للشعبي: نذرت أن أطلّق امرأتي لم يقل فيه هشيم :أخبرنا، فلا أدري سمعه أم لا" كه"

اس حدیث میں ہشیم نے أخبرنا نہیں کہا، مجھے نہیں معلوم کہ اس نے عبداللہ بن شبرمہ سے اس حدیث کو سنا ہے یا نہیں"۔ (مسائل الامام أحمد تالیف ابی داوٗد: ص ۳۲۲)

اگر ہر مدلس کا عنعنہ مردود ہوتا بالخصوص ہشیم ایسے راوی کا، تو امام احمدؒ ہشیم کے عنعنہ کے بارے میں کیوں توقف کرتے؟ جس طرح بیسیوں روایات میں اس کی تدلیس کو واضح کیا ہے، جیسا کہ علل ال إمام أحمد سے معلوم ہوتا ہے، اسی قاعدہ کی رُو سے ابن شبرمہ والی حدیث کے بارے میں فیصلہ کن نقد فرمادیتے، مگر امام احمدؒ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ امام ابوداوٗدؒ نے امام احمدؒ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو تدلیس کی وجہ سے معروف ہے کہ جب وہ "سمعت" نہ کہے تو وہ قابل اعتماد ہوگا؟

امام احمدؒ نے فرمایا: "مجھے نہیں معلوم!"

میں نے پوچھا: اعمش کی تدلیس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس کے لیے کیسے الفاظ تلاش کیے جائیں گے (انکی ان مرویات کو کیسے اکٹھا کیا جائے گا جن میں سماع کی صراحت نہیں)

امام احمدؒ نے جواباً فرمایا: "یہ کام بڑا مشکل ہے۔"

امام ابوداؤد نے فرمایا :أي إنك تحتج به "آپ اعمش کی معنعن روایات کو قابل اعتماد گردانتے ہیں!"۔(سوالات أبي داؤد للامام احمدؒ: ص ۱۹۹، فقرہ ۱۳۸)

گویا امام احمدؒ کا مقصود یہ ہے کہ ایسا راوی جو اپنی مرویات کے تناسب سے بہت کم تدلیس کرتا ہے تو اس کے عنعنہ کو محض اس وجہ سے رد نہیں کیا جائے گا کہ وہ مدلس راوی ہے۔ اگر ایسا کیا گیا تو بہت ساری مقبول احادیث بھی رد کرنا ہوں گی جو تشدد اور بے موقع سختی کا اظہار ہے۔ ضروری ہے کہ ہم اعمش اور ان جیسے دوسرے مدلسین کی معنعن روایات کو مطلق طور پر قبول کریں یہاں تک کہ کسی دلیل سے اس مخصوص حدیث میں تدلیس معلوم ہو جائے۔ مثلاً صحیح سند کے باوجود متن حدیث میں نکارت آجائے یا پھر کسی دوسری روایت میں اس شیخ سے عدم سماع کی صراحت کرے وغیرہ تو وہ مخصوص روایت ناقابل اعتبار ہوگی۔

مزید برآں امام احمدؒ کے قول: 'میں نہیں جانتا' سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سبھی مدلسین سے یکساں سلوک نہیں کیا جائے گا۔ سائل خواہش مند تھے کہ امام احمدؒ اس حوالے سے کوئی کلی قاعدہ بیان فرمادیں مگر امام احمد نے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بتادیا۔

امام احمدؒ ان دونوں (ہشیم اور اعمش) کی عنعنہ کا رد نہیں کررہے جو مشہور بالتدلیس ہیں تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ قلیل التدلیس راوی کے عنعنہ کو بالاولیٰ سماع پر محمول کرتے ہیں۔ اِلا یہ کہ قلیل التدلیس راوی کی روایت میں تدلیس ثابت ہو جائے۔ گویا یہ وہی منہج ہے جو امام ابن معینؒ، امام ابن مدینیؒ وغیرہ کا ہے۔ جس پر امام یعقوب بن شیبہ نے سکوت فرما کر شیخین کی تائید کی ہے اور امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔

امام بخاریؒ

امام بخاریؒ، سفیان ثوریؒ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ولا أعرف لسفيان الثوري عن حبيب بن أبي ثابت ولا عن مسلمة بن كهيل ولا عن منصور وذكر مشائخ كثيرة، ولا أعرف لسفيان عن هولاء تدليساً ما أقل تدليسه۔

(علل الترمذی ۲: ۹۶۶/، التمہید لابن عبدالبر ۱: ۳۵/، جامع التحصیل للعلائی: ص ۱۳۰، النکت لابن حجر ۲: ۶۳۱/)

امام بخاریؒ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ تدلیس کی کمی اور زیادتی کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ امام بخاریؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ سفیان ثوریؒ جن اساتذہ سے تدلیس نہیں کرتے، ان سے معنعن روایت بھی بیان نہیں

کرتے۔بلکہ یہ فرمایا: ”سفیان ثوری کی ان شیوخ سے تدلیس کو میں نہیں جانتا۔“

اور یہ بات بھی انتہائی بعید ہے کہ سفیان ثوری کی ان شیوخ سے سبھی مرویات جو امام بخاریؒ تک پہنچی ہیں، وہ سماع یا تحدیث کی صراحت کے ساتھ ہوں، بلکہ سفیان ثوری کی ان شیوخ سے معنعن روایات کا موجود ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔مگر اس کے باوجود امام بخاریؒ نے سفیان ثوری کی ان سے معنعن روایات پر تنقید نہیں کی۔بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ امام صاحب نے سفیان کی ان سے معنعن روایات کو اتصال پر محمول کیا ہے۔

امام بخاریؒ نے مدلس (تدلیس والی) روایات کا تتبع کیا ہے۔ایسی مرویات کا نہیں جن میں سماع اور تدلیس دونوں کا احتمال ہو۔اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا کلام تدلیس اور تدلیس کے احتمال دونوں کا محتمل ہوتا تو امام صاحب کا یوں کہنا زیادہ مناسب تھا: ”سفیان ثوری نے ان شیوخ سے سماع اور تحدیث کی صراحت کی ہے۔“ مگر امام صاحب نے ایسا نہیں فرمایا۔

ii. یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ثوریؒ کی ان شیوخ سے روایات میں اصل ’اتصالِ سند‘ کو رکھا ہے تا آنکہ کسی روایت میں صراحتاً تدلیس ثابت ہو جائے؟ یا پھر ثوری کی ان سے روایات میں اصل انقطاع ہے یہاں تک کہ ہر ہر حدیث میں سماع یا تحدیث کی صراحت موجود ہو؟

اولاً: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے امام ثوری کی ان شیوخ سے روایات کو سماع پر محمول کیا ہے تا آنکہ کسی قرینے سے معلوم ہو جائے کہ یہ روایت مدلس ہے جیسا کہ دیگر ماہرین فن کا اُسلوب ہے۔

ثانیاً: چونکہ سفیان ثوری کو امام بخاریؒ سے قبل متعدد محدثین نے مدلس قرار دیا ہے جن میں امام یحییٰ بن سعید القطان بھی شامل ہیں۔

(التاریخ لابن معین ۳: ۲۴۷/ ۳فقرہ ۱۸۲۲،روایۃ الدوری ،العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۱ : ۲۴۲/ ۲فقرہ ۳۱۸)

جس بنا پر امام بخاریؒ جانتے تھے کہ ثوری مدلس ہیں۔اب سوال یہ تھا کہ ان کی تدلیس کی ماہیت کیا ہے؟ جس کے پیش نظر امام صاحب نے ثوری کی سبھی روایات کا استقرا کیا اور پھر نتیجہ نکالا کہ ثوری قلیل التدلیس ہیں ۔لہٰذا ان کا عنعنہ سماع پر محمول کرتے ہوئے قبول کیا جائے گا۔مدلس روایت اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

ثالثاً: امام بخاریؒ کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام ثوری ان نامزد اور دیگر متعدد شیوخ سے بھی تدلیس نہیں کرتے۔

امام بخاریؒ کے شاگرد امام مسلمؒ کا قول اس مسئلہ میں دلیل قطعی ہے۔

امام مسلمؒ کی صراحت

امام مسلمؒ رقم طراز ہیں:

إنما كان تفقد من تفقد منهم سماع رواة الحديث ممن روى عنهم إذا كان الراوي ممن عرف بالتدليس في الحديث وشهر به، فحينئذ يبحثون عن سماعه في روايته ويتفقدون ذلك منه، كي تنزع عنهم علة التدليس

”محدثین نے جن راویوں کے اپنے شیوخ سے سماع کا تتبع کیا ہے، وہ ایسے راوی ہیں جو تدلیس کی وجہ سے شہرت یافتہ ہیں۔ وہ اس وقت ان کی روایات میں صراحت سماع تلاش کرتے ہیں تاکہ ان سے تدلیس کی علت دور ہو سکے۔“ (مقدمہ صحیح مسلم: ص ۲۲ طبع دارالسلام)

امام مسلمؒ کا یہ قول اس بارے میں نص صریح ہے کہ صراحت سماع صرف ان راویوں کی تلاش کی جائے گی جو بکثرت تدلیس کرتے ہیں اور ان کی شہرت کی وجہ ان کا مدلس ہونا ہی ہے۔ گویا قلیل التدلیس راوی کا عنعنہ مقبول ہوگا ماسوائے مدلس (تدلیس والی) روایت کے۔

حافظ ابن رجبؒ امام مسلمؒ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس قول میں احتمال ہے کہ امام صاحب کا مقصود یہ ہے کہ اس راوی کی حدیث میں تدلیس کی کثرت ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ امام صاحب اس قول سے مراد تدلیس کا ثبوت اور صحت لے رہے ہوں۔ اس صورت میں امام مسلمؒ کا قول امام شافعیؒ کے قول کے مترادف ہوگا۔“

(شرح علل الترمذی لابن رجب ۲: / ۵۸۳)

حافظ ابن رجبؒ کے اس قول کے حوالے سے عرض ہے کہ ان کا ذکر کردہ پہلا احتمال امام مسلمؒ کے منہج کے عین مطابق ہے، کیونکہ تدلیس کی بنا پر راوی اسی وقت مشہور ہوگا جب وہ کثرت سے کرے گا۔ رہا ایک حدیث میں تدلیس کرنا یا ایک ہی بار تدلیس کرنا تو اس سے تدلیس میں شہرت نہیں مل سکتی۔

ان متقدمین کے علاوہ متعدد متاخرین بھی تدلیس کی کمی اور زیادتی کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام حاکم، امام ابونعیمؒ، امام ابوعمرو الدانیؒ، حافظ علائیؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے حوالے سے ہم” دوسری دلیل : طبقاتی تقسیم“ کے تحت عرض کر چکے ہیں۔ جبکہ حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے مزید عرض ہے:

حافظ ابن حجرؒ

موصوف بھی تدلیس کی کمی اور زیادتی کا اعتبار کرتے ہیں۔ جس کی تائید ان کی مدلسین کی طبقاتی تقسیم بھی کرتی ہے۔

بلکہ اُنہوں نے مقدمہ کتاب طبقات المدلسین اور النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح (ج ۲ ص ۶۳۶ تا ۶۴۴) میں اس کی صراحت بھی فرمائی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ یحییٰ بن ابی حیہ کلبی کے بارے میں محدثین کی جرح کی تلخیص کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ضعفوہ لکثرۃ تدلیسہ "محدثین نے کثرتِ تدلیس کی بنا پر اسے ضعیف قرار دیا ہے۔"

(التقریب ۸۴۸۹)

اس قول سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کثرتِ تدلیس بھی باعث جرح ہے۔ یاد رہے کہ حقیقی مدلس وہی ہوتا ہے جو تدلیس کثرت سے کرے۔ یہی رائے دیگر بہت سے معاصرین کی ہے۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ان کی نشاندہی بھی کر دی جائے گی۔

قارئین کرام! ان ناقدین کے اقوال سے یہ بات بخوبی سامنے آچکی ہے کہ تدلیس کا حکم لگانے سے پہلے یہ تعیین کرنا ضروری ہے کہ وہ راوی قلیل التدلیس تو نہیں، کیونکہ اس کی معنعن روایت قبول کی جائے گی، الا یہ کہ کسی خاص حدیث میں تدلیس کا وجود پایا جائے۔

یہ اقوال ان لوگوں کے موقف کی ترجمانی نہیں کرتے جو ایک ہی بار کی تدلیس کی وجہ سے ہر معنعن روایت کو قابل رد قرار دیتے ہیں اور جو مطلق طور پر ہر مدلس کی معنعن روایت کو لائق التفات نہیں سمجھتے۔ اب امام شافعیؒ کے موقف کے خلاف چوتھی دلیل ملاحظہ ہو:

چوتھی دلیل: ثقات سے تدلیس کی تاثیر

محدثین کے ہاں جس طرح تدلیس کی کمی اور زیادتی کی بنا پر معنعن روایت کا حکم بدل جاتا ہے، اسی طرح ثقہ یا ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کرنے کی وجہ سے حکم مختلف ہو جاتا ہے۔ جو مدلسین صرف ثقہ راویان سے تدلیس کریں تو ان کی عنعنہ مقبول ہوگی۔

❁ یہی موقف حافظ ابوالفتح الازدیؒ (الکفایۃ للخطیب البغدادی ۲/ ۳۸۶، ۳۸۷ رقم ۱۱۶۵، النکت للزرکشی ص ۱۸۹، النکت لابن حجر ۲/ ۶۲۴، فتح المغیث للسخاوی ۱/ ۲۱۵)

❁ حافظ ابو علی الحسین بن علی بن زید الکرابیسیؒ ۲۴۸ھ (شرح علل الترمذی لابن رجب : ج ۲ ص ۵۸۳)

❁ حافظ بزارؒ

(النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی: ص ۱۸۴، فتح المغیث للعراقی: ص ۸۰-۸۱، النکت لابن حجر ۲/ ۶۲۴، فتح المغیث للسخاوی ۱/ ۲۱۵، تدریب الراوی لسیوطی ۱/ ۲۲۹)

❁ ابوبکر صیرفیؒ نے الدلائل والاعلام میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔
(النکت للزرکشی ص ۱۸۴، فتح المغیث للعراقی ص ۸۱، النکت لابن حجرج ۲/ص ۶۲۴) وغیرہ
❁ حافظ ابن عبدالبرؒ (التمہید ج ا/ص ۱۷)
❁ قاضی عیاضؒ (مقدمۃ إکمال المعلم بفوائد مسلم ص ۳۴۹)
❁ حافظ علائیؒ (جامع التحصیل ص ۱۱۵)
❁ امام ذہبیؒ (الموقظۃ ص ۱۰۷، مع شرحہ للشیخ الشریف حاتم العونی)
❁ شیخ الشریف حاتم بن عارف العونی (المرسل الخفی وعلاقتہ بالتدلیس ج ا ص ۴۹۲)
❁ شیخ صالح بن سعید الجزائری (التدلیس واحکامہ وآثارہ النقدیۃ ص ۱۱۳، ۵۰)
گویا جوحضرات ہر مدلس کا عنعنہ کو رد کرتے ہیں، ان کا یہ موقف محل نظر ہے۔
ان کے موقف کے خلاف پانچویں دلیل پیش خدمت ہے۔

پانچویں دلیل: طویل رفاقت کی تاثیر

جو مدلس راوی کسی استاد کے ساتھ اتنا طویل زمانہ گزارے جس میں وہ اس کی تقریباً سبھی مرویات سماعت کرلے، اگر کچھ مرویات رہ بھی جائیں اور وہ انتہائی تھوڑی مقدار میں ہوں۔ ایسے مدلس کی ایسے شیخ سے تدلیس انتہائی نادر بلکہ کالمعدوم ہوتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں تدلیس کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اس کے عنعنہ کو سماع پر محمول کیا جاتا ہے، الا یہ کہ کسی خاص روایت میں تدلیس ثابت ہو جائے۔
امام حاکم نے مدلسین کی پانچویں جنس میں انہیں مدلسین کا تذکرہ کیا ہے۔
(معرفۃ علوم الحدیث: ص ۱۰۸، ۱۰۹)

مذکورہ بالا دعویٰ کی دلیل امام حمیدیؒ کی عبارت ہے:
"اگر کوئی آدمی کسی شیخ کی مصاحبت اور اس سے سماع میں معروف ہو جیسے ابن جریج عن عطا ہشام بن عروۃ عن ابیہ اور عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر ہیں۔ جو ان جیسے ثقہ ہوں اور اکثر روایات میں اپنے شیخ سے سماع غالب ہو تو کوئی ایسی حدیث مل جائے جس میں اس نے اپنے اور اپنے شیخ کے مابین کسی غیر معروف راوی کو داخل کیا ہو یا پہلے سے موجود ایسے راوی کو گرایا ہو تو اس مخصوص حدیث، جو اس نے اپنے اُستاد سے نہیں سنی، کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے گا۔ یہ تدلیس اس حدیث کے علاوہ دیگر احادیث میں نقصان دہ نہیں ہوگی، یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ موصوف نے اس میں بھی تدلیس کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر یہ

مقطوع کی مانند ہوگی۔"

(الکفایۃ للخطیب البغدادی ۲/۴۰۹رقم ۱۱۹۰،اسنادہ صحیح باب فی قول الراوی حدثنا عن فلان)

امام حمیدیؒ کے قول کا مدلول واضح ہے البتہ ان کی پیش کردہ تین مثالوں پر تبصرہ ناگزیر ہے:

پہلی مثال اور ابن جریج کی تدلیس: امام حمیدیؒ کی ذکر کردہ پہلی مثال (ابن جریج عن عطا) کی توضیح یہ ہے کہ عطا بن ابی رباح سے ان کی روایت سماع پر محمول کی جائے گی۔(التاریخ الکبیر لابن أبی خیثمۃ: ص ۱۵۷ تحت رقم ۳۰۸:) بلکہ عطاء سے روایت کرنے میں یہ أثبت الناس ہیں۔(التاریخ یحیٰ بن معین ۳ :۱۰۱/فقرہ ۴۱۷:۔روایۃ الدوری، مزید دیکھئے :معرفۃ الرجال لابن معین :رقم ۵۵۴،۷۴۴ا۔روایہ ابن محرز)

امام احمدؒ نے ابن ابی رباح سے روایت کرنے میں عمرو بن دینار کو ابن جریج پر مقدم کیا ہے۔جیسا کہ ان کے بیٹے امام عبداللہ (العلل و معرفۃ الرجال: ج ۲ ص ۴۹۶ فقرہ ۳۲۷۲:) اور شاگرد امام میمونیؒ [العلل ومعرفۃ الرجال: ص ۲۵۰ فقرہ ۵۰۵:] اور صاحب السنن امام ابوداؤد وغیرہ نے نقل کیا ہے۔(سوالات أبی داؤد للامام احمد: ص ۲۲۹،فقرہ ۲۱۴)

گویا امام احمدؒ کے ہاں عمرو بن دینار اور ابن جریج دونوں ہی عطا بن ابی رباح کے اخص شاگرد ہیں۔اس کے سبب کے بارے میں خود ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطا کے ساتھ ستر برس کا طویل عرصہ گزارا۔(تہذیب التہذیب لابن حجر ۶/۴۰۴،التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمۃ: ص ۱۵۲ تحت رقم ۲۹۸) میں ابن جریج کا قول مذکور ہے کہ میں نے حضرت عطا کی بائیں جانب بیٹھ کر بیس برس تک زانوے تلمذ تہہ کیا۔

حالانکہ ابن جریج زبردست مدلس ہیں۔حافظ ابن حجرؒ نے اُنہیں مدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔
(طبقات المدلسین: ص ۵۵،۵۶۔الظفر المبین)

ان کے بارے میں محدثین کے اقوال ملاحظہ ہوں :
(معجم المدلسین للشیخ محمد طلعت: ص ۳۱۱ تا ۳۲۰،بھجۃ المنتقع للشیخ أبی عبیدہ : ص ۴۱۶-۴۲۰)

مگر اس کے باوجود امام حمیدیؒ ابن جریج عن عطا کو سماع پر محمول کر رہے ہیں جو ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔

دوسری مثال: امام حمیدیؒ نے دوسری مثال ہشام بن عروۃ عن ابیہ کی بیان کی ہے۔ہشام کو حافظ ابن حجر نے مدلسین کے پہلے طبقے میں شمار کیا ہے یعنی جن کی تدلیس نادر ہوتی ہے۔

(طبقات المدلسین لابن حجر: ص ۳۰،ترجمہ ۳۰)

مگر راجح قول کے مطابق وہ مدلس نہیں ہیں۔(التنکیل للمعلمی: ج ا ص ۵۰۳)
عدم احتیاط کی وجہ سے کبھی کبھار اپنے والد محترم سے ارسال کرلیا کرتے تھے۔

ملاحظہ ہو: اسلام اور موسیقی پر اشراق؛ کے اعتراضات کا جائزہ از اُستاد ارشاد الحق اثری (ص ۲۰ تا ۲۳)
ہشام بن عروۃ عن اَبیہ انتہائی معروف سلسلۂ سند ہے۔
تیسری مثال: امام حمیدیؒ نے تیسری مثال عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر کی بیان کی ہے۔ عمرو بن دینار کے جس عمل کو تدلیس قرار دیا گیا ہے، وہ درحقیقت ارسال ہے۔ (التنکیل لمعلمی: ج ۲ ص ۱۴۶، ۱۴۷)
مگر امام حمیدیؒ کی بیان کردہ اس مثال کی دلالت واضح نہیں ہو سکی، کیونکہ امام عبید کی وفات کے وقت امام عمرو بن دینار کی عمر بائیس برس تھی۔ ممکن ہے کہ وہ آٹھ، دس برس اپنے شیخ کی رفاقت میں رہے ہوں۔ مگر اس کی صراحت نہیں مل سکی تاہم امام حمیدیؒ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے۔
بہرحال امام حمیدیؒ کی ذکر کردہ تینوں مثالوں میں سے پہلی مثال ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کہ جو مدلس راوی کسی شیخ کی رفاقت میں معروف ہو تو اس شیخ سے معنعن روایت سماع پر محمول کی جائے گی اگرچہ وہ کثیر التدلیس مدلس ہی کیوں نہ ہو اور اس کی تدلیس والی روایت قابل اعتبار نہیں ہوگی۔
امام شافعی کے موقف کے خلاف چھٹی دلیل یہ ہے:

چھٹی دلیل : مخصوص اَساتذہ سے تدلیس

کچھ مدلسین مخصوص اَساتذہ سے تدلیس کرتے ہیں۔ اس لیے ان مدلسین کی مخصوص اَساتذہ سے روایت میں سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی، باقی شیوخ سے روایات سماع پر محمول کی جائیں گی۔ اس کی معرفت کے ذرائع دو ہیں:
a۔ کوئی ناقدِ فن یہ صراحت کر دے کہ یہ راوی صرف فلاں فلاں سے تدلیس کرتا ہے۔ یا یہ کہ فلاں سے تدلیس نہیں کرتا۔
b۔ محدثین ناقدین کے تعامل کی روشنی میں یہ بات طے کی جائے کہ یہ فلاں سے تدلیس کرتا ہے اور فلاں سے نہیں کرتا۔
تنبیہ :a۔ صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات صحیح ہیں۔
تنبیہ :b۔ بعض مدلسین سے ان کے مخصوص شاگردوں کی معنعن روایت سماع پر محمول کی جاتی ہے۔ جس طرح امام شعبہ کی قتادۃ بن دعامہ سے۔ (مسند ابی عوانہ ۲: ۳۸)

خلاصہ:

ہماری اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے ہاں جس راوی نے بھی زندگی میں ایک بار تدلیس کی یا کسی حدیث میں تدلیس ثابت ہوگئی تو اس کی عنعنہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی، یہی موقف خطیب بغدادیؒ کا ہے۔
مگر یہ موقف ناقدین فن کے موقف کے برعکس ہے۔ اس لیے مرجوح ہے، کیونکہ:

a۔محدثین کے ہاں تدلیس کی متعدد صورتیں ہیں جس کے متعدد احکام ہیں۔
b۔مدلسین کی طبقاتی تقسیم اس کی مؤید ہے۔
c۔تدلیس کی کمی وزیاتی کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔
d۔ثقہ اور ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے کا حکم یکساں نہیں۔
e۔مدلس راوی کسی ایسے شیخ سے عنعنہ سے بیان کرے جس سے اس کی صحبت معروف ہوتو اسے سماع پر محمول کیا جائے گا۔
f۔جو مدلس راوی مخصوص اساتذہ سے تدلیس کرے تو اس کی باقی شیوخ سے روایت سماع پر محمول قرار دی جائے گی۔
g۔اگر کثیر التدلیس مدلس روایت کو عنعنہ سے بیان کرے تو اس کے سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی۔یہاں یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ محدثین بعض کثیر التدلیس مدلسین کی عنعنہ کو بھی قبول کرتے ہیں جب اس عنعنہ میں تدلیس مضمر نہ ہو۔
h۔جس مدلس کی روایت میں تدلیس ہوگی تو وہ قطعی طور پر نا قابل قبول ہوگی۔اس نکتہ پر جمہور محدثین متفق ہیں۔خواہ وہ مدلس قلیل التدلیس ہو،صرف ثقات یا مخصوص اساتذہ سے تدلیس کرنے والا ہو،وغیرہ
یاد رہے کہ تدلیس کے شک کا ارتفاع صراحت سماع سے زائل ہوجائے گا یا متابع یا شاہد تدلیس کے شبہ کو زائل کرے گا۔یہی متقدمین ومتاخرین کا منہج ہے جس پر انکے اقوال اور تعاملات شاہد ہیں۔انتھی
[غیر مقلد آباد شاہ پوری کا مضمون مکمل ہوا]

۞ عوام الناس کے لیے غیر مقلد کا مضمون من وعن پیش کیا گیا ہے۔مذکورہ مضمون الزامی طور پر پیش کیا گیا ہے اس کے کسی حوالہ اور کسی بدمذہب یا غیر اہل سنت کے ساتھ تعظیمی کلمات سے راقم کا کوئی تعلق نہیں۔

محدثین کرام کے حوالوں کی حقیقت

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۴/۱۸۸۔۱۸۹ تقریباً محدثین کے نام نہاد ۱۰ حوالے تدلیس کو مضر ثابت کرنے کے لئے دیے ہیں۔

امام بخاریؒ کا حوالہ :

امام بخاری علیہ الرحمہ نے قتادہ عن ابی نصر والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا : اور قتادہ نے ابونصر سے اس روایت میں اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا(جزء القرأۃ ۱۰۶:)معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک مدلس کا سماع کی تصریح نہ کرنا صحت حدیث کے منافی ہے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی عوام الناس کو دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ اس حوالہ سے تو آپ کا موقف ثابت ہی نہیں ہوتا کیونکہ اول تو آپ امام شافعی کے اصول میں تخصیص کے بھی قائل ہیں۔ مگر حوالہ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قتادہ کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے جبکہ قتادہ کی عن والی روایات کی بھی تخصیص ثابت ہیں۔ مزید یہ کہ جناب قتادہ بن دعامہ کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ کا مدلس اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر لکھا ہے۔ جناب قتادہ جو کہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ ہمارے نزدیک تو طبقہ ثالثہ کی معنعن روایات تخصیصات اور استثنایان کے علاوہ ضعیف ہوتی ہیں۔ لہٰذا آپ کے ایسے اقوال جن میں طبقہ ثالثہ اور دیگر طبقات کے مدلسین پر اعتراض ہو ان کو پیش کر کے جان خلاصی نہیں ہو سکتی ہے۔

ابن خزیمہ کا حوالہ۔

امام ابن خزیمہ نے فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ اعمش مدلس ہیں انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔(کتاب التوحید ص ۳۸ علمی مقالات ۳/ ۲۲۰)

جواب:

جناب عرض یہ ہے کہ اعمش کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالث کے مدلس یہ جرح ثابت کرنا ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم تو طبقہ ثالثہ کے راویوں کی عنعن والی روایات کو دیگر شواھد اور قرائن کے بغیر ما نتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حوالے دینا صرف عوام الناس کی آنکھوں میں دھول

جھولنے کے مترادف ہے۔

امام شعبہ کا حوالہ :

امام شعبہ نے فرمایا، میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا، جب آپ کہتے، میں نے سنا ہے یا فلاں نے ہمیں بیان کی ہے تو میں اسے یاد کر لیتا اور جب آپ کہتے فلاں نے حدیث بیان کی تو میں اسے چھوڑ دیتا۔
(مقدمہ الجرح وتعدیل ص ۱۶۹)

جواب:

جناب عرض یہ ہے کہ قتادہ بن دعامہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ لہٰذا ایسے حوالے تو مردود اور باطل ہیں کیونکہ ہم تو طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثالث کے مدلس راویوں کی احادیث صحیح اور طبقہ ثالثہ وغیرھم کی عنعن والی روایات کو ضعیف سمجھتے ہیں الا کہ دیگر قرائن وشواہد سے تخصیصات ثابت ہوں۔

حافظ ابن عبدالبر کا حوالہ:

انہوں نے فرمایا حافظ ابن عبدالبر نے کہا، اور انہوں نے (محدثین) فرمایا، اعمش کی تدلیس (یعنی عن والی روایت) غیر مقبول ہے۔ کیونکہ انہیں جب (معنعن روایت کے بارے میں) پوچھا جاتا تو غیر ثقہ کا حوالہ دیتے تھے۔ (التمہید ۱/ ۳۰ علمی مقالات ۱/ ۲۷۰)

جواب:

اس حوالہ پر دیگر اعتراضات تو اپنی جگہ مگر یہاں پر عرض کردوں کہ امام اعمش کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین ہر جرح ہمارے خلاف استدلال کے طور پر پیش کرنا باطل اور راہ فرار اختیار کرنا مردود ہے۔

محمد بن فضیل بن غزوان کا حوالہ :

محمد بن فضیل بن غزوان نے کہا مغیرہ بن مقسم تدلیس کرتے تھے پس ہم ان سے صرف وہی روایت لکھتے جس میں وہ ابراھیم کہتے تھے۔ (مسند علی بن الجعد ۱/ ۴۳۰)

جواب:

دیگر اعتراضات کے علاوہ عرض یہ ہے کہ مغیرہ بن مقسم کو بھی حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر

طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے۔لہٰذا طبقہ ثالث وغیرھم کے مدلسین پر اعتراضات ہمارے خلاف پیش کرنا مردود ہے۔
کیونکہ ہم یہ تصریح کر چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے مطابق طبقہ اولیٰ وطبقہ ثانیہ کے مدلس کی عن والی روایت قابل قبول ہے اور طبقہ ثالث وغیرھم کے مدلسین کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔الا دیگر قرائن اور شواھد اور تخصیصات ثابت ہوں۔

ابن قطان الفاسیؒ کا حوالہ :

ابن قطان الفاسی نے کہا،اور اعمش کی معنعن (عن والی) روایت انقطاع بیان کرنے کا نشانہ اور ہدف ہے کیونکہ وہ مدلس ہیں۔ (بیان الوھم ۲/ ۴۳۵)

جواب:

جناب اس حوالہ میں بھی اعتراض اعمش پر ہے اور اعمش کے طبقہ ثالثہ مدلس ہونے کی وجہ سے یہ اعتراض ہمارے خلاف نہیں ہے۔

ابوحاتمؒ کا حوالہ:

ابوحاتم الرازی نے فرمایا : زہری نے عروہ سے یہ حدیث نہیں سنی ،لہٰذا ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس میں تدلیس کی ہو۔(علل الحدیث ۱/ ۳۲۴)

جواب:

عرض یہ ہے کہ زہری کو بھی حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالث کا مدلس لکھا ہے۔لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلس راویوں پر اعتراضات کے حوالہ جات ہمارے خلاف پیش کرنا مردود ہے۔

قارئین کرام! غیر مقلد زبیر علی زئی نے جتنے حوالے میرے خلاف پیش کئے اگر بغور انصاف دیکھا جائے تو وہ میرے حق میں بنتے ہیں کیونکہ حافظ ابن حجر نے جس راوی کو طبقہ ثالثہ وغیرھم کا مدلس لکھا ہے محدثین کرام نے انہی مدلسین کے عنعنہ پر اعتراض وارد کیا ہے میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کے راویات جو عن سے مروی ہوا انہیں صحیح تسلیم کیا ہے اور جمہور محدثین کرام بھی ان کے ساتھ ہیں۔اور جن راویوں کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالث وغیرھم میں شمار کیا ہے تو ان کے نزدیک ایسے مدلسین کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔جس سے جمہور محدثین کرام متفق ہیں۔یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ محدثین کرام ہر روایت

کے ساتھ یہ تصریح کریں کہ یہ مدلس راوی طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانیہ کا ہے۔لہٰذا عنعن والی روایت صحیح ہے اور اس کی بھی تصریح کرنا ضروری نہیں کہ فلاں روایت مدلس کی ضعیف ہے کیونکہ یہ طبقہ ثالث وغیرھم کا مدلس ہے۔کیونکہ حافظ ابن حجر اور دیگر علماء کرام نے متقدمین محدثین کرام کے اقوال کی اتباع کی اور اس اتباع کے نتیجہ میں یہ طبقات وضع کئے۔لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین راویوں پر اعتراضات وحوالہ پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔

غیر مقلدین علماء کے حوالوں کی حقیقت

اعتراض:

امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ تدلیس کے مضمون کے ضمن میں غیر مقلد زبیر علیزئی نے مقالات ۴/۱۹۰ تا ۴/۱۹۵ پر مزید ۲۰ حوالے صرف اپنے مضمون کو طویل کرنے کے لئے لکھا۔ان ۲۰ حوالوں میں ۱۰ حوالے عصر حاضر کے غیر مقلدین کے ۵ حوالے علماء اہلسنت بریلوی کے اور ۵ حوالے علماء دیوبند کے شامل ہیں۔لہٰذا ان حوالوں کی فنی اور تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔تاکہ بھولے بھالے غیر مقلدین حضرات ان حوالوں کی حقیقت سے واقف ہوسکیں۔

پہلے دس حوالوں میں مندرجہ ذیل حوالے شامل ہیں۔

۱ ارشاد الحق اثری صاحب (توضیح الکلام ۲/۵۵۸ ,توضیح الکلام ۲/۲۸۳)

۲ مولانا محمد داؤد ارشد غیر مقلد (حدیث اور اہل تقلید ۱/۷۹۳)

۳ علامہ معلمی غیر مقلد (التنکیل ۲/۲۰)

۴ مبشر احمد ربانی غیر مقلد (احکام ومسائل کتاب وسنت کی روشنی میں ۱/۱۷۶)

۵ مولانا مبارکپوری غیر مقلد (تحفۃ الاحوذی ۱/۱۰۱)

۶ عبد العزیز بن باز (مجموعہ فتاوی ابن باز ۲۶/۲۳۶)

۷ مولانا یحییٰ گوندلوی (ضعیف اور موضوع روایات ص ۶۸

۸ ملک عبد العزیز ملتانی (فیصلہ رفع یدین ص ۳۴)

۹ ابو القاسم سیف النبارسی (تذکرۃ المناظرین ص ۳۳۵)

۱۰ خواجہ محمد قاسم (حدیث اور غیر اہل حدیث ۷۴)

جواب:

غرض یہ ہے کہ ان حوالوں کی حیثیت بالکل مردود ہے کیونکہ ان میں اکثر کتابیں الزامی جوابات سے پُر ہیں۔اور ان

کتابوں کے مطالعہ سے آپ پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

اول: غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۴/۱۹۰ انوار الطریق ص۱۰۹ پر ارشاد الحق اثری سے ۵ راویوں پر تدلیس کے الزام ہونے کی وجہ حدیث پر اعتراض کرنے کے حوالہ سے ارشاد الحق اثری کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی ہے۔ مگر غیر مقلد زبیر علی زئی نے جو عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے وہ مردود فعل ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی نے جو ۵ حوالے ارشاد الحق اثری کی کتاب توضیح الکلام سے پیش کئے ہیں ان میں سے ابوالزبیر المکی (توضیح الکلام ۲/۵۵۸) قتادہ بن دعامہ (توضیح الکلام ۲/۲۸۳) سلیمان بن مہران الاعمش (توضیح الکلام ۲/۷۶۵) اور محمد بن عجلان (۲/۳۳۱ توضیح الکلام) کو تو حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت پر ابوالزبیر المکی. قتادہ بن دعامہ. الاعمش اور محمد بن عجلان کو طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ جناب آپ تو دھوکا بازی پر اتر آئے ہیں کیونکہ طبقہ ثالثہ کے مدلس کے عنعنہ کو تو ہم خود ضعیف مانتے ہیں تو پھر ان حوالوں کو پیش کر کے عوام الناس کو فریب دے کر راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔

دوم: اس مقام پر مناسب ہوگا کہ مولانا ارشاد الحق اثری کا اپنا ہی موقف پیش کر دیا جائے۔ مولانا اثری لکھتے ہیں: "اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن دھینگا مشتی ہے اس کی تردید اہل علم کو زیبا نہیں"۔ (توضیح الکلام ص ۳۷۳)

مولانا ارشاد الحق اثری نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (طبقہ ثانیہ) کی حدیث پر تدلیس کا اعتراض صرف جواب الزامی کے طور پر دیا ہے۔ دیکھئے توضیح الکلام ص ۱۰۲۶ مگر ان کا موقف پہلے واضح کر دیا ہے کہ وہ طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔

سوم: ان الزامی اور مناظرانہ جوابات کی حقیقت آپ ہی کی جماعت کے معتبر عالم عبد الرحمن مبارکپوری سے واضح کرتے ہیں۔ غیر مقلد مولانا عبد الرحمن مبارکپوری علامہ نیموی کے خلاف لکھتے ہیں۔

غیر مقلد مبارکپوری کا مدلسین کے بارے فیصلہ:

غیر مقلد مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔

"جس حدیث کو مؤلف اپنی مذہب کے مؤید سمجھتے ہیں اور اس کی سند میں کوئی راوی مدلس ہوتا ہے جس نے اس کو معنعن عناً روایت کیا ہے تو آپ وہاں اپنی دیانت سے بالکل سکوت فرماتے ہیں اور اسکا مدلس ہونا ظاہر نہیں کرتے"۔ (اعلام اہل الزمن ص ۳۶۷)

"اور جو حدیث صحیح مولف کے مذہب کے موافق نہیں ہوتی اور اسکی سند میں کوئی راوی مدلس ہوتا ہے تو آپ فوراً بول اٹھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں فلاں راوی مدلس ہے۔ حالانکہ اس مدلس کی تدلیس متابعت یا کسی اور وجہ سے مضر نہیں ہوتی۔ (اعلام اہل الزمن ص ۳۶۸)

مولانا مبارکپوری اس بے انصافی کا شکوہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں۔

''اہل علم انصاف سے بتائیں کہ مؤلف کا اپنے مذہب کے موافق حدیثوں کے راوی مدلس کی تدلیس مصر کو ظاہر نہ کرنا اور جو احادیث صحیحہ کہ مذہب حنفی کے موافق نہیں ہے ان کے راوی مدلس کی تدلیس غیر مضر کو ظاہر اور اس کی تدلیس غیر مضر و غیر قادح سے ان احادیث صحیحہ کو ضعیف بنانا کیا صریح ''دیانت'' نہیں ہے۔ (اعلام اھل الزمن ص ۳۶۹)

قارئین کرام مولانا مبارکپوری کی یہ گواہی بڑی وزنی ہے کیونکہ اپنے مسلک کا دفاع کرتے ہوئے اصولوں سے روگردانی کرنا مناسب نہیں ہے۔لہٰذا غیر مقلد زبیر علی زئی کے تمام ۲۰ حوالے اور خصوصاً ۱۰ حوالے علماء غیر مقلدین کے اسی مضمون میں ہیں۔اُمید ہے کہ قارئین کرام کو ان پیش کردہ اصولوں کی حقیقت سمجھ آگئی ہوگی۔فائدے کے لئے ایک اور حوالہ نوٹ کیجئے،مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔

''حالانکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سفیان ثوری کی تدلیس قادح و مضر صحت حدیث نہیں ہے۔اور بدون تصریح سماع کے ان کی روایت مقبول ہوتی ہے۔(اعلام اھل الزمن ص ۳۶۸)

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مولانا مبارکپوری نے یہ تحریر مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی غیر مقلد کی درخواست پر لکھی تھی۔لہٰذا اس بات پر مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد کا بھی اتفاق ہے کہ سفیان ثوری کی تدلیس مضر حدیث نہیں ہے۔

اعتراض:

لہٰذا زبیر علی زئی مقالات ۴ر ۱۹۳ پر یہ لکھتا ہے کہ ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اور یہی مفتیٰ بہ قول ہے اور اس پر عمل ہے''۔

جواب:

یہ فیصلہ تو خود غیر مقلدین ہی کریں کہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی،مولانا عبدالرحمن مبارکپوری،محب اللہ راشدی،بدیع الدین راشدی اور مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہم صاحب کی بات ٹھیک اور منہج محدثین پر ہے یا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی منہج محدثین کے مطابق مگر یہ یاد رکھیں کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا موقف باطل اور مردود ہے۔مولانا مبارکپوری غیر مقلد کے بارے میں تو غیر مقلد زبیر علی زئی خود لکھتے ہیں۔

''ہمارے دِل میں تمام اکابر اہل سنت اور علماء حق مثلاً مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کا بہت احترام ہے۔''
(مقالات ۴/ ۲۵۱)

اعتراض:

مزید لکھتے ہیں۔''بعد میں آنے والے حافظ ابن حجر کی بات مانیں یا امام شافعیؒ کی؟ ابن رجبؒ حنبلی کا رسالہ فضل علم السلف علی علم الخلف پڑھ لیں''۔(مقالات ۴/ ۲۴۲)

جواب :

عرض یہ ہے کہ ابن رجب کا حوالہ دینا کم ازکم آپ کو تو زیبا نہیں دیتا آپ کو انہیں غالی تصور کرتے ہیں اور پھر ہم بعد میں آنے والے غیر مقلد زبیر علی زئی کی بات کو صحیح مانیں یا مولانا عبدالرحمن مبارکپوری اور شمس الحق عظیم آبادی کی؟ فیصلہ تو عوام الناس کو کرنا ہے کہ عبدالرحمن مبارکپوری اور شمس الحق عظیم کی طبقات المدلسین کی بات مانیں جو ان سے علم اور اصول میں بالاتر ہیں یا غیر مقلد زبیر علی زئی کی جس کا کوئی اصول ہی نہیں ہے۔

2۔ غیر مقلد محمد داؤد ارشد کی کتاب حدیث اور اہل حدیث تقلید ۲۵/۱ کا حوالہ تو کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کتاب حدیث اور اہلحدیث کتاب کا جواب ہے۔لہٰذا اس الزامی حوالہ کو پیش کرنا تو صرف عوام الناس کو دھوکا دینا اور فریب ہے کیونکہ تحقیق کے میدان میں اہمیت اور ضوابطہ کی ہوتی ہے۔

3۔عبدالرحمن معلمی کتاب التنکیل ۲/۲۰ کا حوالہ بھی فضول ہے کیونکہ عبدالرحمن معلمی متعصب فی الاحناف ہے غیر مقلد زبیر علیزئی میں علمی ہمت اور جرأت ہے تو سفیان بن عینیہ جو ایک مسلمہ مدلس راوی ہیں اس کی کسی ایک حدیث جو عنعن سے ہو اس پر عبدالرحمن معلمی کا تدلیس کا الزام ثابت کر دیں۔مگر یقین مانیں کہ ایسا حوالہ پیش کرنا تو ممکن نہیں ہوگا۔ عبدالرحمن معلمی نے تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے۔احناف کی ترک رفع یدین والی حدیث جو حضرت عبدالرحمن بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔اس پر جواب لکھتے ہوئے سب سے پہلی مرتبہ سفیان ثوری پر تدلیس کا الزام لگاتے ہوئے اس حدیث کو تدلیس کی وجہ سے رد کیا۔میرا زبیر علی زئی کو چیلنج ہے آپ عبدالرحمن معلمی سے پہلے کسی ایک محدث کا حوالہ پیش کردیں جنہوں نے ترک رفع الیدین والی حدیث میں سفیان ثوری کا الزام وارد کرتے ہوئے اس کو ضعف کی دلیل بنایا ہو۔حالانکہ یہ حدیث جلیل القدر محدثین جن میں علل کے ماہر بھی شامل ہیں ان کے سامنے تھی مگر کسی ایک نے بھی تدلیس کا الزام وارد کر کے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہوں۔مگر عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے معلمی متعصب اور پھر ان کے بعد غیر مقلد زبیر علیزئی کا الزام وارد کیا ہے۔

4۔غیر مقلد مبشر احمد ربانی کی کتاب احکام و مسائل ۳/۵۳۔۵۷۔۵۸ کا حوالہ بھی دھوکا اور فریب ہے۔کیونکہ غیر

مقلد مبشر احمد ربانی نے اعمش کی تدلیس پر الزام لگایا ہے۔جس کو حافظ ابن حجر نے النکت ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثۃ کا مدلس قرار دیا ہے۔جناب ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ طبقہ اولی اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی روایات صحیح جبکہ دیگر طبقات کے مدلسین کی روایات ضعیف ہوتی ہیں الا کہ کوئی دیگر قرائن یا شواہد مل نہ جائیں۔لہٰذا جس طبقات کے مدلسین کی عنعن والی روایات کو حافظ حجر اور علماء کرام خود ضعیف مانتے ہیں تو اس کو ہمارے خلاف پیش کرنا مردود ہے۔

5۔مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کی کتاب تحفۃ الاحوذی ۱۰۱/۱ والا حوالہ بھی باطل اور مردود ہے۔کیونکہ اول تو ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عبدالرحمن مبارکپوری کا اپنا عمل طبقات المدلسین پر تھا۔دوم یہ کہ اس حوالہ میں ان کا اعتراض اعمش کی تدلیس پر تھا۔اس بات کی تصریح ہو چکی ہے کہ اعمش کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثۃ کا مدلس لکھا ہے۔لہٰذا عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے ایسے حوالے پیش کرنا آپ کے نزدیک تو جائز ہوسکتا ہے مگر دراصل فعل بڑا ناجائز ہے۔

6۔سعودی عالم شیخ عبدالعزیز ابن باز کی کتاب مجموعہ فتاوی ابن باز ۲۶/۲۳۶ کا حوالہ بھی صرف اور صرف عوام الناس کو مغالطہ ہے کیونکہ اس حوالہ میں اعتراض ایک مدلس راوی یحیٰی بن ابی کثیر پر ہے۔جو کہ حافظ ابن حجر کی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۹ پر طبقہ ثالثۃ میں موجود ہے۔لہٰذا ثالثۃ کے مدلسین کی روایات پر جرح والے حوالے پیش کرنا تو علمی بدیانتی ہے۔کیونکہ طبقہ ثالثۃ کے مدلسین کے عنعن والی روایت کو تو ہم بھی ضعیف مانتے ہیں۔

7۔غیر مقلد عبدالعزیز ملتانی کی کتاب تبرید العینین ص ۳۶ اور استیصال التقلید ص ۹۰ کا حوالہ بھی فریب ہے۔کیونکہ اس میں قتادہ بن دعامہ راوی مدلس راوی کی تدلیس پر اعتراض ہے۔اس سلسلہ میں پہلے یہ واضح کر دیا ہے کہ طبقہ ثالثۃ کے مدلس راویوں کی روایات پر جرح کے حوالے مردود ہیں۔قتادہ بن دعامہ کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالث کا مدلس لکھا ہے۔

9،8۔ابوالقاسم سیف البنارسی کا تذکرۃ المناظرین ص ۳۳۵ اور غیر مقلد خواجہ محمد قاسم کی کتاب حدیث اور غیر اہل حدیث ص ۲۷ کے حوالہ بھی مردود ہیں کیونکہ ابوالقاسم البنارسی نے اپنی دیگر کتاب اور تصانیف میں مدلس راویوں کی تدلیس کو قبول کیا ہے۔مزید یہ کہ ان حوالوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تذکرۃ المناظرین اور حدیث اور غیر اہل حدیث جیسی کتابوں میں صرف مناظرانہ اور الزامی جواب ہیں جن کا تحقیق سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔

لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا ان علماء غیر مقلدین کے غیر متعلقہ حوالہ جات پیش کر کے عوام الناس اور خصوصاً اپنے غیر تحقیقی علماء اور مناظرین کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنا کہ دیکھیں اس مؤقف پر میں اکیلا نہیں بلکہ دیگر علماء غیر مقلدین حضرات بھی میرے (غیر مقلد زبیر علیزئی) کے ساتھ ہیں۔اور اس مذموم مقصد کے لئے انہوں نے یہ سارے طبقہ ثالثۃ

والے حوالے پیش کیے ہیں اور عوام الناس کو دھوکا کچھ اس انداز سے دینے کی کوشش کی ہے کہ اعمش و محمد بن عجلان اور یحیٰ بن ابی کثیر کو حافظ ابن حجر کی پہلے لکھی جانے والی تصنیف طبقات المدلسین سے طبقہ ثانیہ کا مدلس ثابت کر کے پھر ان پر علماء کرام کا اعتراض لکھا ہے تا کہ عوام الناس کو یہ یقین دلایا جاسکے کہ یہ علماء کرام حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم سے انکار کرتے تھے۔ مگر جناب آپ کی یہ مذموم کوشش ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی کیونکہ امام اعمش و محمد بن عجلان اور یحیٰ بن ابی کثیر کو حافظ ابن حجر نے اپنی متاخر تصانیف میں اسے ایک کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ وص ۲۵۹ پر ان کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ اس بات کے تو سب قائل ہیں کہ طبقہ ثالثہ کے مدلس راویوں کی عنعن روایات ضعیف ہوتی ہے الاکہ دیگر قرائن اور شواھد ہوں۔ لہٰذا علماءِ کرام بشمول علماء غیر مقلدین کے حوالہ جات کو حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے خلاف پیش کرنا مردود اور ناانصافی ہے۔

قارئین کرام! یہ تحقیق آپ کے سامنے واضح ہو چکی ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کس شاطر انداز سے عوام الناس بلکہ بعض علماء کو دھوکا اور فریب دیتے ہیں لہٰذا فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔

محدثین اور مسئلہ تدلیس (۱)

غیر مقلد عالم آبادشاہ پوری کا غیر مقلد زبیر علی زئی پر نقد

قارئین کرام کے خدمت میں ایک غیر مقلد آباد شاہ پوری کا مضمون من وعن پیش خدمت ہے جوکہ اس نے غیر مقلد زبیر علی زئی اور دیگر چند غالی غیر مقلدین کے مسئلہ تدلیس پر مزید اشکال پر نقد لکھا۔ اس مضمون کے کسی حوالہ یا غیر اہل سنت کے ساتھ تعظیمی کلمات یا تحسین سے راقم کا کوئی تعلق نہیں۔

[غیر مقلد آباد شاہ پوری کا مضمون شروع ہوا۔]

احادیث کی پرکھ کے لئے محدثین نے مصطلح الحدیث متعارف کرائی جس میں سلسلۂ سند کے متصل اور منقطع ہونے کے قواعد ذکر کئے گئے۔ انقطاع جلی اور انقطاع خفی پر بحث کی گئی۔ انقطاع خفی کا دوسرا نام تدلیس ہے جو نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ راقم الحروف نے بھی اس کی نزاکت کے پیش نظر قلم اٹھایا اور "التحقیق والتنقیح فی مسئلۃ التدلیس" رقم کیا۔ جس میں ثابت کیا کہ تدلیس کی کمی وبیشی کی بنا پر روایت کا حکم متغیر ہوتا ہے۔ کثیر التدلیس کی معنعن روایت ضعیف جبکہ قلیل التدلیس کی معنعن حدیث صحیح ہوتی ہے۔ مؤخر الذکر کی وہی روایت لائق التفات نہ ہوگی جس میں فی الواقع تدلیس ہوگی۔ یہی منہج متقدمین اور متاخرین ائمہ حدیث کا ہے۔

بعض فضلا نے ہمارے موقف کا تعاقب کیا اور اصرار کیا کہ تدلیس الاسناد کے مرتکب کی ہر معنعن حدیث ضعیف ہے۔ چاہے راوی قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس۔ اس عمومی حکم سے وہی روایت مستثنیٰ ہوگی جس کی متغیر متابعت موجود ہوگی یا تصحیح شاہد مذکور ہوگا۔ یہی موقف امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور کا ہے! آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ہمنواؤں کے موقف میں کتنا وزن ہے۔ ان شاء اللہ۔

تدلیس کی قلت وکثرت کی بنا پر محدثین نے مدلسین کی طبقاتی تقسیم کی ہے۔ پانچ طبقات میں سے پہلے دو طبقوں کی معنعن روایت صحیح ہوتی ہے۔ تیسرے اور چوتھے طبقے کے مدلسین کا عنعنہ ضعیف ہوتا ہے۔ پانچوں طبقے میں مذکور مدلسین میں ہلکے درجے کا ضعف ہوتا ہے۔ ان کی روایت صراحتِ سماع کے باوجود مقبول نہیں ہوتی، جب تک ان کی متابعت موجود نہ ہو۔ یہی فہم محدثین کی آراء سے مترشح ہوتا ہے۔

برصغیر کے چیدہ چیدہ محدثین کی آراء

صاحب تحفۃ الاحوذی:

محدث عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ تحقیقی میدان کے ایک نامور شہسوار ہیں ۔ان کی علمی تراث میں تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی نہایت معروف ہے، جوعرب وعجم میں یکساں مقبول ہے ۔وہ بھی مدلسین کی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں، بلکہ جگہ جگہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اقوال نقل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

''ابکار المنن'' میں انہوں نے انہیں مدلسین کا عنعنہ مسترد کیا ہے، جنہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مدلسین کے تیسرے یا اس سے زائد طبقے میں ذکر کیا ہے یا پھر تقریب التہذیب میں انہیں ''کثیر التدلیس'' گردانا ہے۔

تیسرا طبقہ:

(۱) عمرو بن عبد اللہ جو ابو اسحاق السبیعی کی کنیت سے معروف ہیں، کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مشہور بالتدلیس قرار دیا ہے۔[طبقات المدلسین ۵۸]۔

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے ان کے عنعنہ پر گرفت کی ہے۔

[ابکار المنن فی تنقید آثار السنن ۷، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۷۶، ۲۰۷، ۳۴۴، ۳۶۲، ۵۵۱، ۵۵۲]

(۲) قتادہ بن دعامۃ کو بھی مشہور بالتدلیس قرار دیا ہے۔[طبقات ۵۸۔۵۹]

مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی ان کے عنعنہ کا تعاقب کیا ہے۔

[ابکار المنن ۱۳۸، ۲۰۳، ۲۰۶، ۲۶۸، ۳۶۶، ۴۲۱، ۴۹۹، ۵۵۲]

(۳) محمد بن شہاب زہری کو تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔[طبقات ۶۲]۔

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے پیش نظر بھی یہی تحقیق ہے۔[ابکار المنن ۸۶، ۱۲۳، ۱۳۴، ۵۲۴، ۵۵۱]

مگر راجح یہ ہے کہ وہ طبقۂ ثانیہ کے مدلس ہیں، جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ان شاء اللہ

(۴) حمید الطویل : ''کثیر التدلیس عن انس ''۔[طبقات ۵۰ : ،ابکار المنن ۲۶۱، ۴۲۲، ۴۵۶]

(۵) محمد بن عجلان: [طبقات ۶۰، ابکار المنن ۲۱۳، ۳۳۵]۔

(۶) سعید بن ابی عروبہ کو حافظ صاحب نے طبقۂ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔[طبقات ۳۹]۔

مگر تقریب میں اس کے برعکس فیصلہ دیتے ہیں :

''کثیر التدلیس و اختلط ''[التقریب ۲۶۰۸]۔''وہ کثیر التدلیس اور مختلط ہیں۔''

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے اسی قول کو اساس قرار دیا ہے، جس کی صراحت انہوں نے کی ہے۔[ابکار المنن ۲۰۵]

اور مختلف مقامات پر ان کی معنعن روایت مسترد کی ہے۔ [ابکار المنن ۶۲، ۲۰۵، ۲۰۶، ۴۹۹، ۵۳۹]
(۷) مطلب بن عبد اللہ کے بارے میں محدث مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "التقریب" میں فرماتے ہیں۔
: "صدوق کثیر التدلیس والارسال" [ابکار المنن ۲۱۳]۔
"وہ صدوق، کثیر التدلیس ہے اور بہ کثرت ارسال کرتا ہے"۔ [التقریب ۶۷۵۰]۔
اس مدلس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "طبقات المدلسین" اور "النکت" میں ذکر نہیں کیا۔
(۸) سلیمان الاعمش کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات میں دوسرے طبقے کا راوی قرار دیا ہے۔ [ص ۴۲ :۔ ۴۳]۔
مگر [النکت ۲ :/ ۶۴۰] ۔میں تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے، جبکہ "التقریب" میں مدلس قرار دیا ہے۔
ممکن ہے محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے پیش نظر النکت ہو یا ان کی تحقیق میں وہ کثیر التدلیس ہوں۔واللہ اعلم۔
تبھی تو انہوں نے اعمش کی معنعن روایات پر کلام کیا ہے۔ [ابکار المنن ۱۹۱، ۱۹۲]۔
(۹) عبد اللہ بن ابی نجیح المکی [طبقات ۵۳. ابکار المنن ۳۲۲]۔
(۱۰) ہشام بن حسان البصری [طبقات ۶۵. ابکار المنن ۱۳۶]۔
(۱۱) حبیب بن ابی ثابت [طبقات ۴۹. ابکار المنن ۱۴۴، ۱۶۳]۔
(۱۲) مکحول الشامی [طبقات ۶۴. ابکار المنن ۱۲۳]۔
(۱۳) مغیرہ بن مقسم [طبقات ۶۴. ابکار المنن ۱۹۴]۔
(۱۴) ہشیم بن بشیر الواسطی [طبقات ۶۶، ابکار المنن ۳۶۵]۔
(۱۵) ابن جریج [طبقات ۵۵. ابکار المنن ۲۱۳]۔
(۱۶) ابو الزبیر المکی [طبقات ۶۱. ابکار المنن ۱۵۱]۔

چوتھے طبقے کے مدلسین:

(۱) حجاج بن ارطاۃ [طبقات ۶۹. ابکار المنن ۴۷۳، ۵۵۳]۔
(۲) ابن اسحاق [طبقات ۷۲. ابکار المنن ۱۰۹، ۲۰۶، ۲۶۸، ۵۴۱]۔

پانچواں طبقہ:

سعید بن مرزبان [طبقات ۷۶. ابکار المنن ۴۱۳]۔

ایک اشکال کاازالہ:

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ اشکال جنم لیتا ہے کہ انہوں نے طبقۂ ثانیہ میں مذکور مدلسین کی معنعن روایات پر تنقید کی ہے اور یہ طبقہ قلیل التدلیس مدلسین کا ہے۔اگر وہ تدلیس کی قلت وکثرت کا امتیاز کرتے ہیں تو اس طبقے کے مدلسین کا تعاقب چہ معنی دارد!

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اہل علم کے یہاں معروف ہے کہ علامہ شوق نیموی صاحب نے''بلوغ المرام'' یا ''مشکاۃ المصابیح'' کے مقابلے میں'' آثار السنن''لکھی۔جو صحیح حنفی مسلک کے خلاف ہوتی تو صاحب آثار السنن اس کی بیخ کنی میں کمر بستہ ہو جاتے ،اس پر مختلف اعتراضات کی بوچھار کرتے ۔اس میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ راوی مدلس ہے اور اس کی روایت میں سماع کی صراحت نہیں،لہٰذا ضعیف ہے ۔مگر کسی دوسرے مقام پر اپنی تائید میں اسی مدلس کی معنعن روایت آتی یا پھر اسی طبقے کے رواۃ کی عنعنہ روایت ہوتی تو وہ بڑی دریادلی سے اسے مقبول گردانتے ۔محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے ان کے اسی اسلوب کے پیش نظر انہیں الزامی جوابات دیئے ہیں ۔ملاحظہ ہو:

(۱)سفیان ثوری[ابکار المنن ۴۱۳: ،۴۴۳، ۴۰۸]۔

(۲)ابراہیم نخعی[ابکار المنن ۳۶۷: ،۴۳۶]۔

(۳)اسماعیل بن ابی خالد[ابکار المنن ۳۶۷]۔

(۴)حماد بن ابی سلیمان[ابکار المنن ۳۶۸]۔

(۵)حسن بصری[ابکار المنن ۳۹۶]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک یہ طبقۂ ثانیہ''قلیل التدلیس'' کے مدلسین ہیں ۔حوالہ جات بالترتیب ملاحظہ ہوں : [طبقات المدلسین ۳۹، ۳۳، ۳۳، ۳۷، ۳۵]۔

حسن بصری کے حوالے سے ملحوظ رہے کہ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین سے ان کا مدلس ہونا ثابت کیا ہے اور ان کی روایت منقطع قرار دیا ہے ۔[ابکار ۱۴۶۔۱۴۷]۔

درحقیقت مبارکپوری رحمہ اللہ نے حسن بصری کی روایت تدلیس کی بنا پر منقطع قرار نہیں دی ،بلکہ عدم سماع کی بنا پر انقطاع کا حکم لگایا ہے،جسے ارسال خفی سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ان کے الفاظ ہیں:

''یہ اثر منقطع ہونے کی بنا پر ضعیف ہے،کیونکہ حسن بصری نے اہل بدر سے سماع نہیں کیا۔حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں بدری ہیں ۔''[ابکار المنن ۱۴۶:]

قارئین کرام!ہماری گزشتہ معروضات سے عیاں ہوگیا(۱) کہ مبارکپوری رحمہ اللہ کے ہاں تدلیس کی قلت اور کثرت کی تاثیر میں فرق ہے ۔بنابریں وہ طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں ۔

(۲) وہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقات تقسیم کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔

(۳) انہوں نے "ابکار المنن" میں متعدد مقامات پر طبقات المدلسین سے عبارتیں نقل کی ہیں۔ بلکہ کتاب کے نام کی صراحت بھی کی ہے جو اس کتاب کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

(۴) امام زہری کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "کثیر التدلیس" کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ اسی صراط پر گامزن ہیں، حالانکہ دوسرے مقام پر حافظ صاحب نے انہیں "قلیل التدلیس" بھی قرار دیا ہے۔
محدث مبارکپوری رحمہ اللہ اگر حافظ صاحب کی اس رائے پر مطلع ہوتے تو شاید امام زہری کے عنعنہ پر کلام نہ کرتے۔

(۵) مبارکپوری نے طبقۂ ثانیہ "قلیل التدلیس" کے مدلسین کی روایات کو ضعیف قرار نہیں دیا، بلکہ سفیان ثوری کی روایت کے تناظر میں اسی طبقے کے دیگر مدلسین کی روایات کو بطور الزام پیش کیا ہے۔

(۶) شارح ترمذی کی نگاہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف مرجوح جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا موقف راجح اور مستحکم ہے۔

(۷) اختلافی مسائل کی کتب میں راسخین فی العلم اس اصول کی پیروی کرتے ہیں۔ اکثر احناف کی طرح مطلب برآری کے لئے علامہ نیموی صاحب جیسے بزرگ اس قاعدہ کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔

محدث مبارکپوری کے کلام سے عجیب استدلال:

ایک صاحب رقم طراز ہیں:

"مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے ابراہیم نخعی (طبقۂ ثانیہ) کی عَن والی روایت پر جرح کی اور کہا: اس کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔ حافظ نے انہیں طبقات المدلسین میں سفیان ثوری کے طبقے میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے اسے اسود سے عَن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لہٰذا نیموی کے نزدیک یہ اثر کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ [ابکار المنن: ص ۴۳۶]۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث علماء کے نزدیک بھی یہ طبقاتی تقسیم قطعی اور ضروری نہیں۔ بلکہ دلائل کے ساتھ اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے"۔

دلائل کی بنا پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے اختلاف کی گنجائش ہے۔ نامور علماء نے ان کی علمی جلالت تسلیم کرنے کے بعد بھی ان سے اختلاف کیا ہے۔ بلکہ خود حافظ صاحب کا بھی متعدد راویوں کے بارے میں اجتہاد متغیر ہوا۔ لیکن اس سے یہ مفہوم کشید کرنا کہ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے طبقۂ ثانیہ کے مدلس پر تنقید کی ہے۔ لہٰذا ان کے ہاں سبھی مدلسین کا حکم یکساں ہے۔ غیر مستحسن ہے۔ بلکہ ان کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ علامہ نیموی کو الزامی جواب دے رہے ہیں۔ نہ کہ نخعی کی معنعن روایت کو ہدفِ تنقید ٹھہرا رہے ہیں۔ آپ یہ بھی پڑھ آئے ہیں کہ مبارکپوری رحمہ اللہ اس بابت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قدم بہ قدم ہیں۔ اب دوسرے عالم محدث محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا موقف پیش خدمت ہے:

محدث العصر محمد گوندلوی:

امام محمد گوندلوی کی چند تحریریں ملاحظہ ہوں:

ا۔"تدلیس کے متعلق محقق مسلک یہی ہے کہ جس سے تدلیس بہ کثرت ثابت ہو، اگر چہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو، جب تک سند میں ایسا لفظ نہ بولے جس سے سماع کا پتا چلتا ہو، اس وقت تک اس کی سند صحیح نہیں ہوتی۔

مدلسین کے طبقات:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین میں ان کے پانچ مراتب بیان کئے ہیں۔(۱) جس سے بہت کم تدلیس ثابت ہو۔۔۔(۲) جس کی تدلیس کو ائمہ حدیث نے برداشت کیا ہو۔۔۔"

[خیر الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام ۵۱]۔

۲۔"اور یہ (حفص بن غیاث) مرتبہ اولیٰ کے مدلس ہیں۔[طبقات المدلسین ۵]۔اور اس طبقہ کی تدلیس کوئی مضر نہیں۔"[خیر الکلام ۲۹۰]

۳۔"سفیان دوسرے طبقے کے مدلس ہیں۔[طبقات المدلسین ص۹]۔

دوسرے طبقے کے مدلسین کے متعلق حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ ائمہ حدیث نے ان کی تدلیس برداشت کی ہے۔اور ان کی حدیث صحیح سمجھی ہے۔کیونکہ یہ لوگ امام تھے اور تدلیس کم کرتے تھے۔جیسے امام ثوری ہیں۔یا صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے، جیسے ابن عیینہ ہیں۔[طبقات المدلسین: ص۲]۔[خیر الکلام ۲۸۹]۔

۴۔"یہ (اسماعیل بن ابی خالد) دوسرے درجے کا مدلس ہے۔دیکھئے:[طبقات المدلسین: ص۸]۔اس طبقہ کی روایتیں صحیح ہوتی ہیں۔دیکھئے:[طبقات المدلسین: ص ۲]"[خیر الکلام ۳۱۴]۔

ان چاروں اقوال سے معلوم ہوا کہ محدث گوندلوی رحمہ اللہ بھی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں اور اس بابت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے ہمنوا ہیں، بلکہ ان کی طبقاتی تقسیم کو اساس قرار دیتے ہوئے روایات کے صحیح یا تدلیس شدہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

سید محب اللہ شاہ راشدی:

ا۔محدث العصر محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"ڈاکٹر (ابو جابر عبداللہ دامانوی) صاحب ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں:

"والمدلس اذا عنعن فلا تکون فیہ الحجۃ" جو مدلس بھی عنعنہ کرے (عن سے روایت کرے) اس میں حجت نہیں ہوتی۔حالانکہ ڈاکٹر صاحب کا یہ عموم صحیح نہیں۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین

ہیں اور ان سے پیشتر حافظ علائی نے جامع التحصیل میں مدلسین کے مراتب بیان فرمائے ہیں۔ یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب طبقات المدلسین جیسا کہ خود حافظ صاحب نے اپنی اس کتاب کی ابتدا میں تصریح فرمائی ہے، حافظ علائی کی کتاب سے ماخوذ ہے، لہٰذا اگر ہر محدث کا عنعنہ مسترد ہے تو ان حفاظ کا ان مدلسین کو ان مراتب میں تقسیم کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور ان بزرگوں نے اپنی ان کتب میں بیان فرمادیا ہے کہ ان مراتب میں سے پہلے اور دوسرے مرتبہ کے مدلسین کی معنعنہ احادیث ائمۂ حدیث نے قبول کی ہیں۔ بہرحال جب ابومعاویہ الضریر دوسرے مرتبہ کے مدلسین میں سے ہیں تو ان کا عنعنہ ائمۂ حدیث کے طرزِ عمل کے مطابق مقبول و محتمل ہوگا، نہ کہ مسترد و نامقبول"۔ [مقالات راشدیہ ۱: ۲۹۹/-۳۰۰]

۲۔ سید صاحب محترم زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے تعاقب میں رقم طراز ہیں:

"چونکہ یہ (ثوری) طبقات المدلسین، مؤلف، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ میں یہ مرتبۂ ثانیہ میں مذکور ہے، لہٰذا اس کا عنعنہ مقبول ہے"۔ [مقالات راشدیہ ۱: ۳۰۵/]

۳۔ "اگر مدلس کی روایات میں تدلیس غالب ہے تو اس صورت میں جب تک "حدثنا" وغیرہ کے صیغے نہ کہے، اس کی روایت حجت نہیں۔ یہی مسلک امام علی بن المدینی رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔ امام المحدثین کا میلان بھی اسی جانب ہے۔ حافظ ذہبی، علائی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ بھی اسی پر کاربند تھے۔ اور اسی بنا پر انہوں نے مدلسین کے طبقات کی تقسیم کی ہے اور تدبر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کا مسلک بھی یہی ہے"

[مقالات ۱: ۳۱۴/]۔

قارئین عظام! ان کے آخری جملہ پر غور فرمائیں: "جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔"

۴۔ "آپ (زبیر صاحب) نے حافظ علائی، حافظ ابن حجر رحمہما اللہ وغیرہما جنہوں نے مدلسین کو چند مراتب میں تقسیم فرمایا ہے، ان سب کی مساعی جمیلہ پر پانی پھیر دیا"۔ [مقالات ۱: ۳۱۹/، ۳۲۰]۔

حاصل یہ کہ سید صاحب بھی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔

شیخ ارشاد الحق اثری

دیگر محدثین کی طرح استاذ گرامی بھی مدلسین کی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔

ان کے الفاظ ہیں:

"امام مسلم رحمہ اللہ تو اس مدلس کی معنعن روایت پر نقد کرتے ہیں جو تدلیس میں معروف و مشہور ہو۔ ان کے الفاظ ہیں: "اذا كان الراوی ممن عرف بالتدليس فی الحديث و شهر به"

[مقدمۃ صحیح مسلم ۱: ۲۳/]۔

اسی طرح امام علی بن مدینی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ راوی مدلس ہو اور وہ "حدثنا" نہ کہے تو کیا وہ حجت ہے؟
انہوں نے فرمایا: "اذا کان الغالب علیہ التدلیس فلا، حتی یقول :حدثنا"۔
[الکفایۃ ۵۱۶ :]

"جب اس پر تدلیس غالب ہو تو وہ اس وقت حجت نہیں، الا یہ کہ وہ حدثنا کہے"۔
"امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مدلس کا عنعنہ حجت نہیں جو کثیر التدلیس ہو اور تدلیس میں مشہور ہو۔ اس اعتبار سے بھی مکحول جب تدلیس میں معروف ومشہور نہیں تو اس کا عنعنہ مقبول ہے"۔[توضیح الکلام ۳۱۴]

قلیل التدلیس کے عنعنہ کا دفاع:

استاذ گرامی رقم طراز ہیں:
"بلاشبہ امام زہری کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس تقسیم میں جس طرح بعض دوسرے راویوں کے متعلق ہمیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے دلائل کی روشنی میں اختلاف ہے، امام زہری کو تیسرے طبقے میں ذکر کرنے پر بھی ہمیں ان سے نہایت ادب سے اختلاف ہے۔ جبکہ طبقۂ اولیٰ اور ثانیہ کے متعلق لکھتے ہیں: "پہلا طبقہ ان مدلسین کا ہے جن سے بہت کم تدلیس ثابت ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جس کی تدلیس کو ائمہ نے محتمل قرار دیا ہے اور الصحیح میں اس کی امامت اور کم تدلیس کرنے کی وجہ سے روایت لی ہے۔" پہلے اور دوسرے طبقہ کے متعلق جب یہ حکم ہے تو یہ امام زہری پر بھی صادق آتا ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "امام زہری الحافظ الحجۃ ہیں اور بہت کم تدلیس کرتے ہیں"۔
اور کون نہیں جانتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے الصحیح میں بہ کثرت ان سے روایات لی ہیں ۔لہٰذا جب یہ دونوں سبب امام زہری میں پائے جاتے ہیں تو انہیں تیسرے طبقے میں شمار کرنا صحیح نہیں۔
حافظ صلاح الدین کیکلدی جن کی کتاب "جامع التحصیل" سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات کی یہ تقسیم نقل کی ہے۔ خود انہوں نے امام زہری کو دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور یہ بھی صراحت کی ہے کہ ائمہ نے اس کے عنعنہ کو قبول کیا ہے۔[جامع التحصیل ۱۳۰:]
اور صفحہ ۱۲۵ پر لکھتے ہیں:
"وقد قبل الائمۃ قولہ :عن۔۔۔"
ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام زہری کو مدلسین کے تیسرے طبقے میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے"۔
[توضیح الکلام ۳۵۸ :۔۳۵۹]۔

مولانا زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

''مولانا ارشاد الحق اثری نے [توضیح الکلام ۱/ ۳۸۸۔۳۹۰] میں امام زہری پر تدلیس کے اعتراض کے جوابات دیئے ہیں''۔[القول المتین: ص ۱۹]۔

استاد گرامی کے موقف کی غلط ترجمانی:

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ استاذ صاحب نے ابوالزبیر، قتادہ، اعمش، ابن عجلان اور ابراہیم نخعی کی روایات پر تدلیس کی وجہ سے جرح کی ہے۔

۲۔ نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

''اور یہ طے شدہ اصول ہے کہ مدلس کی معنعن روایت قبول نہیں''۔[توضیح الکلام: ص ۱۰۳:]

۳۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

''اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ قتادہ مدلس ہے۔ جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل آرہی ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ مدلس کا عنعنہ موجب ضعف ہے۔ لہٰذا اس کی سند کو صحیح کہنا محل نظر ہے''۔

[توضیح الکلام : ص ۱۳۷]

ان تینوں اشکالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

استاذ گرامی کا دوسرا قول اعمش کی تدلیس کے تناظر میں ہے، جبکہ تیسرے قول میں قتادہ کے نام کی صراحت موجود ہے اور وہ دونوں کثیر التدلیس ہیں۔

جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قتادہ:

قتادہ معروف مدلس ہیں۔ استاذ صاحب نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ سے ''مدلس معروف'' علامہ تقی الدین رحمہ اللہ سے ''ھو [illegible] التدلیس'' [illegible] سے ''ھو کثیر التدلیس'' علامہ ابن الترکمانی سے ''مشہور بالتدلیس'' کے الفاظ قتادہ کے بارے میں نقل کئے ہیں۔[توضیح ۶۹۰ :]۔

اس پر مستزاد یہ کہ حافظ ابن حجر، حافظ علائی رحمہما اللہ اور ڈاکٹر مسفر نے اسے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔

[الطبقات لابن حجر: ص ۵۸ :، جامع التحصیل للعلائی ۱۳۰ :، التدلیس ۳۲۰: ۔۳۲۲]

[illegible] کثیر التدلیس ہیں۔ گو استاذ گرامی نے توضیح الکلام کے محولہ مقام پر اس کا کثیر التدلیس ہونا بالصراحت ذکر

نہیں کیا، مگر اس کے عنعنہ کو ضعیف ضرور قرار دیا ہے۔ جو مشعر ہے کہ وہ کثیر التدلیس ہے یا اس کی یہ مخصوص روایت تدلیس شدہ ہے۔

اکثر علماء کے ہاں اعمش کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہے۔ بنابریں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے النکت ۲: ۶۴۰ میں انہیں درجۂ ثالثہ کا مدلس گردانا ہے اور ان کا یہی قول راجح ہے۔ انہیں حافظ علائی رحمہ اللہ نے طبقۂ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ [جامع التحصیل ۱۳۰ :]۔

مگر بعد ازاں انہیں "مشہور بالتدلیس، فکثر منہ" قرار دیا ہے۔ [جامع التحصیل ۲۲۸ :]

دکتور مسفر نے انہیں تیسرے یا چوتھے طبقے میں ذکر کرنے کی تجویز دی ہے۔ [التدلیس: ص ۳۰۵ :]

چوتھے طبقے کے بارے میں محدثین کا اتفاق ہے کہ ایسے مدلسین کی احادیث تبھی مقبول ہوں گی جب وہ سماع کی صراحت کریں۔ جیسا کہ حافظ علائی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

[جامع التحصیل ۱۳۰ : ۱۳۱، مقدمۃ طبقات المدلسین ۱۳:]

اب ابو الزبیر اور ابن عجلان کی تدلیس کی ماہیت معلوم کیجئے:

ابو الزبیر:

ابو الزبیر کے بارے میں مولانا اثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین: ص ۱۰۸: میں کہا ہے: "مشہور بالتدلیس"۔

"کہ وہ تدلیس کے ساتھ مشہور ہے۔ یہی الفاظ "مشہور بالتدلیس" حافظ صلاح الدین کیکلدی رحمہ اللہ نے جامع التحصیل ۱۲۶ : ، علامہ الحلبی رحمہ اللہ نے [التبیین] میں کہے ہیں"۔ [توضیح : ص ۸۸۹]۔

محمد بن عجلان:

استاذ صاحب رقم طراز ہیں:

"نیز ابن عجلان مدلس ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین کے طبقۂ ثالثہ میں اسے ذکر کیا ہے ۔۔۔ یہ روایت معنعن ہے۔ لہٰذا یہ کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے اور اس سے احتجاج کیوں کر صحیح ہے"۔

[توضیح الکلام ۷۲۵:]

نخعی کا اثر ضعیف نہیں:

استاذ اثری حفظہ اللہ نے طبقۂ ثانیہ کے مدلس کی روایت کو ضعیف نہیں کہا، بلکہ اسے صحیح یا حسن قرار دیا ہے ان کے الفاظ ہیں:

''حضرت اسود بن عامر سے ایک اور اثر مصنف ابن ابی شیبہ ۱:۲۷۶ میں موجود ہے، لیکن اس میں اسماعیل بن ابی خالد ہے جو طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے۔ جیسا کہ ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری ہیں اور ایک اثر مصنف عبد الرزاق ۲:۱۳۸، اور ابن ابی شیبہ ۱:۲۷۷ میں اسی مفہوم کا منقول ہے مگر سند میں الاعمش مدلس ہے اور ابراہیم بھی اسے معنعن روایت کرتے ہیں۔ان دونوں طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسود کا یہ اثر صحیح یا حسن ہے''۔ [توضیح الکلام ۱۰۲۶:۱، ۱۰۲۷]۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ استاد گرامی اسود کے اثر، جسے ابراہیم نخعی معنعن بیان کرتے ہیں، کو دوسندوں کی وجہ سے صحیح یا حسن قرار دے رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر ابراہیم نخعی اور اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ان کے نزدیک مضر نہیں، کیونکہ وہ دونوں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کے مطابق طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں، جو قلیل التدلیس ہیں۔نخعی اور ابن ابی خالد کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے قبل حافظ علائی رحمہ اللہ نے درجہ دوم کا مدلس قرار دیا ہے۔ [جامع التحصیل ۱۳۰]

مذکورہ بالاسطور سے معلوم ہوا کہ استاذ صاحب کا مسئلہ تدلیس کی بابت وہی موقف ہے جس کی صراحت ائمہ متقدمین میں سے علی بن مدینی رحمہ اللہ اور امام مسلم نے کی ہے۔ان دونوں کے اقوال سے معلوم ہوا کہ صراحت سماع کثیر التدلیس سے مطلوب ہے۔قلیل التدلیس کا عنعنہ مقبول ہے، متقدمین اور متأخرین قلت اور کثرت تدلیس کے حکم کے مابین امتیاز کے قائل تھے۔استاد صاحب مسلک محدثین کے ترجمان اور امین ہیں۔

تنبیہ:

۱۔مولانا اثری اگر طبقہ اولی یا ثانیہ کے مدلس کی روایت ضعیف قرار دیں تو اس کے معنی ہوں گے کہ اس راوی نے فی الواقع یہاں تدلیس کی ہے۔بنابریں محدثین نے اسے مدلسین میں شمار کیا ہے۔

۲۔اسی طرح وہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک درجہ ثانیہ کے مدلس کو اس لئے رد کریں کہ وہ ان کی تحقیق میں درجہ ثالثہ کا مدلس ہے تو یہ استدلال درست نہ ہوگا کہ انہوں نے قلیل التدلیس کا عنعنہ مسترد کیا ہے۔کیونکہ وہ ان کے نزدیک درجہ ثالثہ ''کثیر التدلیس'' کا مدلس ہے''۔

سید بدیع الدین راشدی:

شیخ العرب والعجم سید راشدی رحمہ اللہ بھی مدلسین کی طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصنیف ''طبقات المدلسین'' کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے مدلسین کے نام ایک نظم میں پروئے ہیں، جس میں طبقات مدلسین کو ملحوظ رکھا ہے۔ان کی یہ نظم ''الفتح المبین'' کے ذیل میں مطبوع ہے۔

مولانا عبدالرؤف:

مولانا عبد الرؤف عبد الحنان صاحب رقم طراز ہیں:

''اس کی سند میں زکریا بن ابی زائدہ ہیں، جو مدلس ہیں۔مگر دارقطنی میں انہوں نے ابوقاسم سے تحدیث کی صراحت کی ہے۔لہٰذا اس کی سند صحیح ہے ویسے بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے زکریا کو طبقات المدلسین (۴۷) میں دوسرے طبقے کے مدلسین میں شمار کیا ہے''۔[القول المقبول ۲ :۲۸۷،ط۲:۱۴۱۳]۔

معلوم ہوا کہ مولانا بھی تدلیس کی قلت وکثرت کی تاثیر کے قائل ہیں۔

ورنہ دوسرے طبقے کی تعیین چہ معنی دارد!

متخصصین کی آراء:

ہمارے موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جن اہل علم نے تدلیس کی قلت وکثرت کا امتیاز کیا ہے یا مدلسین کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے، انہیں اس فن میں اختصاص حاصل ہے۔اور انہوں نے اس بابت مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔بعض نے متعدد صفحات میں اسے بیان کیا ہے۔

۱۔حافظ علائی رحمہ اللہ نے''جامع التحصیل فی احکام المراسیل'' میں مسئلہ تدلیس وارسال بیان کیا ہے۔مدلسین کی طبقاتی تقسیم''من حیث القبول والرد'' کے موجد یہی ہیں۔اور یہ اس فن کی بنیادی کتاب شمار ہوتی ہے۔

۲۔علامہ برہان الدین الحلبی رحمہ اللہ نے''التبیین فی اسماء المدلسین'' میں بھی حافظ علائی رحمہ اللہ کی اس تقسیم کو درست قرار دیا ہے۔اور فرمایا ہے:

انهم ليسو على حد واحد۔''ان مدلسین کی پوزیشن ایک جیسی نہیں ہے''۔

۳۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب''تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس''شہرۂ آفاق ہے۔جس کا مختصر نام طبقات المدلسین ہے۔ان کا ماخذ جامع التحصیل ہے۔

۴۔شیخ صالح بن سعید عومار الجزائری نے''التدلیس واحکامہ وآثارہ النقدیۃ'' لکھی۔جو ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۔شیخ ناصر بن حمد الفہد کی کتاب''منهج المتقدمين فى التدليس'' بھی معروف ہے۔جس کے مقدمہ کے علاوہ ۲۱۵ صفحات ہیں۔

۶۔شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد نے اس کتاب کا دیباچہ لکھا جو کم وبیش چالیس صفحات کو محیط ہے۔

۷۔شیخ محمد بن طلعت نے''معجم المدلسین'' کے نام سے ۵۳۹ صفحات پر کتاب لکھی۔

۸۔دکتور مسفر بن غرم اللہ الدمینی نے''التدليس فى الحديث، حقيقته واقسامه واحكامه ومراتبه والموصوفون به'' کے نام سے ۴۸۳ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی۔

۹۔شیخ الشریف حاتم بن عارف العونی نے اس مسئلہ کی بابت دو کتب لکھیں:

"المرسل الخفي وعلاقته بالتدليس" چار جلدوں میں مطبوع ہے،کل صفحات ۱۹۶۸ ہیں۔اتنی ہی مجلدات کی آمد مستقبل میں متوقع ہے۔ان شاءاللہ۔ان کی دوسری کتاب "اجماع المحدثين على عدم اشتراط العلم بالسماع في الحديث المعنعن بين المتعاصرين" ہے جو ۱۷۹ صفحات پر مشتمل ہے.

۱۰۔دکتور عواد الخلف نے دو کتب تصنیف کیں: "(۱) روايات المدلسين في صحيح البخاري، جمعها، تخريجها، الكلام عليها" "(۲)" روايات المدلسين في صحيح مسلم، جمعها، تخريجها، الكلام عليها؟" پہلی کتاب ۶۵۲ صفحات جبکہ دوسری ۵۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۱۔محدثِ مدینہ شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ہے: "اتحاف ذوي الرسوخ بمن رمي بالتدليس من الشيوخ"

۱۲۔دکتور خالد بن منصور نے کتاب لکھی: "الايضاح والتبيين بان ابا الزبير ليس من المدلسين"

[الحدیث الحسن ۵:۷/۲۵۹]۔

اسی طرح ان کی دوسری کتاب مطبوع ہے: "موقف الامامين من اشتراط اللقيا والسماع في السند المعنعن بين المتعاصرين" جس کے صفحات کی تعداد ۵۳۵ ہے۔

۱۳۔شیخ ابوعبیدہ مشہور بن حسن نے انتہائی مفصل شرح "بهجة المنتفع" لکھی۔جس کا متن امام ابوعمرو الدانی کی مصطلح کی کتاب ہے۔شارح نے ۱۱۹ صفحات یعنی صفحہ ۳۷۰ سے ۴۸۹ پر مسئلہ تدلیس وارسال بیان کیا ہے۔

۱۴۔علامہ محمود سعید ممدوح نے "تنبيه المسلم الى تعدي الالباني على صحيح مسلم" کتاب لکھی۔

غرض کہ جنہوں نے بھی مسئلہ تدلیس پر لکھا انہوں نے قلت وکثرت کا اعتبار ضرور کیا۔

تقویت کی یہ نسبت امام شافعی رحمہ اللہ کے ہمنواؤں میں غالباً دکھلائی نہیں دیتی،بلکہ ان میں سے بعض تو مسئلہ کی حساسیت سے بے خبر ہیں۔واللہ المستعان!

بنابریں ان لوگوں کی بات مقدم ہوگی۔جنہوں نے اس فن کا سیر حاصل دراسۃ کیا۔پھر اس بابت کتب تصنیف کیں، نہ کہ ان لوگوں کی جو مصطلح کی ابجد سے بھی شاید ناواقف ہوں۔ہمیں دوروراں میں بھی کوئی مستند عالم دین ایسا نہیں ملتا جو امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کا ہمنوا ہو۔بلکہ اکثر اس کے مرجوح ہونے کے قائل ہیں۔

"عن" کا قائل کون؟

علماء کے اقوال،تعاملات اور اسانید کا دراسۃ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر طور پر "عن" کا قائل مدلس کا شاگرد یا اس کا شاگرد ہوتا ہے۔مدلس نہیں۔یعنی مدلس یا کوئی عام راوی حدیث بیان کرتے ہوئے "حدثنا" یا "قال" کہتا ہے۔بسا

اوقات وہ سماع کی صراحت کرتا ہے اور کبھی نہیں، مگر مدلس کا شاگرد ان دونوں کو تخفیفاً "عن" سے بیان کر دیتا ہے۔ بادیٔ النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ مدلس نے سماع کی صراحت نہیں کی۔

یہ درست ہے کہ مدلس کی تدلیس عنعن، قال، ذکر کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یہ لازمی نہیں کہ جب وہ عنعنہ کرے تو بہرحال تدلیس بھی کرے گا۔

مدلس کے عنعنہ کے بارے میں ذہبی عصر معلمی رحمہ اللہ نے نہایت لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے:

"اس باب میں عنعنہ مشہور ہے۔ باوجودیکہ کلمہ "عن" اس راوی کا نہیں جس کا نام اس سے پہلے مذکور ہے، بلکہ اس سے نچلے راوی کا ہے۔ جیسے اگر ہمام کہیں: "حدثنا قتادۃ عن انس"۔ اس میں کلمہ "عن" ہمام کا ہے۔ کیونکہ وہ (عن) "حدثنا" (فعل) سے متعلق ہے۔ "حدثنا" کا قائل ہمام ہے"۔ [التنکیل ۱ /۸۲]

دکتور خالد بن منصور نے چند امثلہ ایسی ذکر کی ہیں جن میں راویان سماع کے صیغوں کو "عن" سے بیان کرتے ہیں۔ [موقف الامامین : ص ۶۵]

بایں وجہ تدلیس کا حکم لگانے سے قبل انتہائی غور وفکر اور ائمہ کرام کے اقوال کا تتبع ضروری ہے۔

بسا اوقات ایسا بھی ممکن ہوتا ہے کہ مدلس سماع کی صراحت نہیں کرتا، جبکہ اس سے روایت کرنے والے کمزور حفظ والے راوی اسے صراحت سماع سے بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ بقیہ بن ولید (مدلس) کے شاگرد تھے۔ "ابوتقی ھشام بن عبدالملک نے بقیہ قال : حدثنی ثور بن یزید، عن خالد بن معدان، عن معاذ بن جبل مرفوعاً حدیث : ان اطیب الکسب کسب التجار۔۔۔" بیان کی۔

ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ حدیث باطل ہے۔ ابوتقی نے بقیہ سے صحیح حفظ نہیں کی۔ بقیہ اس جیسی حدیث میں سماع کی صراحت نہیں کرتا۔" [العلل الابن ابی حاتم ۱۱۵۱ :]۔

امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ [سوالات البرذعی ۲ /: ۵۸۵،۵۸۶]۔

کتب جرح وتعدیل میں اس قسم کی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں کہ مدلس کی تصریح سماع کے باوجود وہ حدیث ضعیف رہتی ہے۔ کیونکہ تصریح سماع کرنے والے راوی سے صراحت سماع غلطی اور خطا کا نتیجہ ہوتی ہے۔

الحکم للاکثر:

قواعد کی تکوین اغلبیت کے پیش نظر ہوتی ہے۔ شذوذ اور تفردات عمومی قاعدہ سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ مصطلح الحدیث کی زبان میں اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ محدثین راویان کے ثقہ اور صدوق ہونے کے فیصلے کے ساتھ ساتھ ان کے دیگر اوصاف : مثلاً "ثقۃ ربما اخطأ، ربما وھم، لہ اوھام، یھم قلیلا، یخطی قلیلا" وغیرہ ذکر کرتے ہیں۔ اسی

طرح وہ ایسے اوصاف صدوق راوی کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ بات مخفی نہیں کہ محدثین ایسی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دیتے ہیں۔اس سے وہی روایت مستثنیٰ کرتے ہیں جس میں ثقہ یا صدوق سے وہم یا خطا ثابت ہو جائے۔ وہ عمومی قاعدے کے پیش نظر کثیر التدلیس کی معنعن روایت مسترد کرتے ہیں۔قلیل التدلیس کی معنعن روایت قبول کرتے ہیں۔بشرطیکہ اس میں تدلیس نہ ہو۔اگر" ثقہ ربما اخطا" کی روایت صحیح ہے تو" ثقہ ربما دلس" کی معنعن روایت کیوں کر صحیح نہیں ہوسکتی؟اور اس کی تدلیس شدہ روایت اس عمومی قاعدے سے مستثنیٰ کیوں نہیں ہوسکتی؟

صراحت سماع کا کثیر التدلیس سے مطالبہ:

متقدمین ائمہ کے نقد وتبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سماع کا ثبوت کثیر التدلیس راوی سے طلب کرتے ہیں۔قلیل التدلیس سے سماع کی توضیح وہ اسی وقت چاہتے ہیں جب انہیں تدلیس کا شبہ گزرتا ہے۔

ذیل میں ائمہ کرام کے اقوال مذکور ہیں:

ا۔امام علی بن مدینی رحمہ اللہ

"جب تدلیس اس پر غالب ہو تب وہ حجت نہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے سماع کی وضاحت کرے"۔

[الکفایۃ ۲:/۳۸۷،التمہید ۱:/۱۸]

۲۔امام مسلم :رحمہ اللہ:

"محدثین نے جن راویوں کا اپنے شیوخ سے سماع کا تتبع کیا ہے وہ ایسے ہیں جو تدلیس کی وجہ سے شہرت یافتہ ہیں۔ان کی روایات میں صراحت سماع تلاش کرتے ہیں۔تاکہ ان سے تدلیس کی علت دور ہوسکے"۔

[مقدمہ صحیح مسلم ۲۲]

۳۔امام احمد رحمہ اللہ:

"ابن اسحاق بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں۔میرے نزدیک ان کی سب سے عمدہ حدیث وہ ہے جس میں وہ" اخبرنی" یا" سمعت" کہے"۔

[الجرح والتعدیل ۷:/۱۹۴،مسند یعقوب بن شیبۃ ۴۰: فقرہ ۱۰، تلخیص :احمد بن ابی بکر الطبرانی الاملی ۸۳۵]

امام صاحب کے اس قول پر غور کیجئے کہ انہوں نے" اخبرنی وسمعت" کو" ھو کثیر التدلیس جدا" کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس سے یہ بات خود بہ خود ظاہر ہوتی ہے کہ سماع کی صراحت" کثیر التدلیس" سے طلب کی جائے گی

۴۔امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ

"مبارک بن فضالۃ صدوق اور مشہور مدلس ہیں۔ان کے بارے میں امام ابن القطان رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

"لم اقبل منه شیئا قط الا شیئاً یقول فیه :حدثنا""میں اس سے کوئی چیز قبول نہیں کرتا سوائے اس کے جس میں وہ (مبارک) کہے :حدثنا:"[الجعدیات ۳۲۷۵]

۵۔امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ

اسی مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں :

"انتہائی زیادہ تدلیس کرتا ہے، جب وہ کہے :"حدثنا"،تب وہ ثقہ (معتمد علیہ) ہے"۔

[الجرح والتعدیل ۸ :۳۳۹/]

۶۔امام ابوداؤد رحمہ اللہ

"مبارک بن فضالۃ شدید التدلیس ہے۔جب وہ کہے :"ثنا" (صراحت سماع کرے) تو وہ "ثبت" (قابل اعتماد) ہے مبارک تدلیس کرتے تھے"۔[سوالات الآجری ابا داؤد ا :۳۹۰/،فقرۃ ۲۴۴]

۷۔امام ابن سعد رحمہ اللہ

"ہشیم بن بشیر ثقہ،کثیر الحدیث اور ثبت ہیں۔بہ کثرت تدلیس کرتے ہیں۔وہ اپنی جس حدیث میں کہیں :"اخبرنا"،وہ حجت ہیں۔اور جس میں وہ "اخبرنا" نہ کہیں تو وہ کچھ نہیں"۔[الطبقات الکبریٰ ۷ :۳۱۳/]

۸۔امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ:

"مبارک بن فضالۃ تدلیس کرتے ہیں۔ہم ان کی وہی روایت لکھتے ہیں جس میں وہ کہتے ہیں :"سمعت الحسن"۔"

[الجعدیات ۳۲۷۱]

گویا ابن مہدی رحمہ اللہ کے نزدیک مبارک،حسن بصری سے تدلیس کرتے ہیں۔بنابریں انہوں نے روایت کی صحت کے لئے سماع کی قید لگائی ہے۔

ائمہ فن کے ان متعدد اقوال سے معلوم ہوا کہ وہ صراحتِ سماع کی قید وہیں لگاتے ہیں،جہاں راوی کثیر التدلیس ہوتا ہے۔ہمارے علم میں کوئی ایسا قول موجود نہیں جس میں متقدمین قلیل التدلیس کے بارے میں یہ اصول بیان کریں۔اگر کسی کے پاس ایسی نص موجود ہے تو اسے ضرور راہنمائی کرنی چاہئے۔ورنہ یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ متقدمین ائمہ فن کے ہاں قلیل التدلیس راوی کا عنعنہ مقبول ہے۔بشرطیکہ اس میں تدلیس نہ ہو۔

ابن عیینہ

جو مدلس ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں ان میں بہ طور خاص ابن عیینہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے،کہ ان کا عنعنہ مقبول ہے

مگر ایک صاحب رقم طراز ہیں : ''ان کی معنعن روایت نا قابل اعتماد ہے۔کیونکہ وہ غیر ثقہ سے بھی تدلیس کرتے ہیں، لہٰذا ثقہ سے تدلیس کرنے والا قاعدہ کلیہ نہیں ،اغلبیہ ہے''۔

حالانکہ قواعد ہوتے ہی اغلبی ہیں۔جس سے جزئیات خارج ہوتی ہے۔جنہیں شاذ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کا حکم کالعدم ہوتا ہے۔محدثین کے نزدیک جو مدلس ثقات سے تدلیس کرے اس کا عنعنہ مقبول ہے۔ملاحظہ ہو۔

پہلا جواب : ثقات سے تدلیس کا حکم:

ا۔امام بزار رحمہ اللہ:

''جو ثقات سے تدلیس کرے اس کی تدلیس (عنعنہ) اہل علم کے ہاں مقبول ہے۔جس کا انداز ایسا ہو اس کی حدیث قابل قبول ہونا ضروری ہے۔اگر چہ وہ مدلس ہو''۔

[النکت للزرکشی ۱۸۴ :،النکت لابن حجر ۲ :/ ۶۲۴،فتح المغیث للسخاوی ا:/ ۲۱۵،تدریب الراوی ا :/ ۲۲۹]

۲۔حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ:

''اگر مدلس صرف ثقہ سے روایت کرے تو اس نے توقف سے مستغنی کر دیا ہے۔اس کی تدلیس (عنعنہ) کی بابت دریافت نہیں کیا جائے گا''۔[التمھید ا :/ ۱۷]۔

۳۔حافظ ابوعلی الکرابیسی رحمہ اللہ

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے ایسا ہی موقف ان سے نقل کیا ہے۔[شرح علل الترمذی ۲:/ ۵۸۳]۔

۴۔حافظ علائی رحمہ اللہ

''جو آدمی صرف ثقہ سے تدلیس کرنے میں معروف ہو تو وہ جس کے بارے میں ''عن'' وغیرہ کہے،قبول کیا جائے گا''۔
[جامع التحصیل ۱۱۵]

۵۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ''مدلس جو ثقات شیوخ سے تدلیس کرے تو کوئی حرج نہیں''۔[الموقظۃ ۱۳۲]۔

۶۔شیخ ابوعبیدۃ مشہور بن حسن۔[بھجۃ المنتفع ۳۸۴]۔

۷۔شیخ الشریف حاتم۔[المرسل الخفی ا :/ ۴۹۲،۴۹۶]۔

۸۔دکتور مسفر بن غرم اللہ۔[التدلیس ۱۱۷]۔

۹۔شیخ صالح بن سعید الجزائری۔[التدلیس ۱۴۵۔۱۴۶]۔

۱۰۔دکتور ماہر یاسین فحل۔[الجامع فی العلل والفوائد ا/ ۲۹۰]۔

وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔اس اعتبار سے ابن عیینہ کا عنعنہ مقبول ہے۔

دوسرا جواب :ابن عیینہ کا عنعنہ بالاتفاق مقبول ہے:

ا۔امام ابن حبان رحمہ اللہ

''اگر مدلس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس نے صرف ثقہ ہی سے تدلیس کی ہے۔ پھر اگر اسی طرح ہے تو اس کی روایت مقبول ہے۔اگر چہ وہ سماع کی تصریح نہ کرے اور یہ بات دنیا میں سوائے سفیان بن عیینہ اکیلے کے کسی اور کے لئے ثابت نہیں، کیونکہ وہ تدلیس کرتے تھے اور صرف ثقہ متقن ہی سے تدلیس کرتے تھے۔سفیان بن عیینہ کی ایسی کوئی روایت نہیں جس میں انہوں نے تدلیس کی ہو، مگر اسی روایت میں انہوں نے اپنے جیسے ثقہ راوی سے سماع کی صراحت کر دی تھی''۔

[مقدمۃ الاحسان ا:/۱۶۱]۔امام ابن حبان رحمہ اللہ یہ قول متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔

۲۔حافظ ابوالفتح ازدی رحمہ اللہ

''ہم ابن عیینہ جیسوں کی تدلیس (عنعنہ) قبول کرتے ہیں''۔[الکفایۃ ۲:/۳۸۷، رقم ۱۱۶۵]۔

۳۔حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ

''محدثین کے یہ قول ابن عیینہ کی تدلیس (معنعن روایت) مقبول ہے''۔[التمہید ا:/۳۱]۔

۴۔قاضی عیاض رحمہ اللہ

''جن جن روایات میں ابن عیینہ اور ثوری وغیرہ اور ان مدلسین نے تدلیس کی ہے جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔محدثین کو اس بارے میں شک نہیں (انہیں تدلیس شدہ روایات کا بخوبی علم ہے)۔۔۔جمہور اس (مدلس کی معنعن روایت) کو قبول کرتے ہیں، جن کے بارے میں معروف ہے کہ وہ صرف ثقہ سے روایت (تدلیس) کرتا ہے''۔[مقدمہ اکمال المعلم للقاضی عیاض ۳۴۸ :۳۴۹]۔

۵۔حافظ ذہبی صاحب استقرائے تام رحمہ اللہ:

''ان (ابن عیینہ) سے احتجاج پر امت کا اجماع ہے۔وہ مدلس تھے مگر معروف ہے کہ وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے''۔[میزان الاعتدال ۲ :/۱۷۰، سیر اعلام النبلاء ۷:/۲۴۲]۔

۶۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

''دوسرا طبقہ ان مدلسین کا ہے جن کی تدلیس کو ائمہ نے برداشت کیا ہے۔۔۔یا وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں جیسے ابن عیینہ ہیں''۔[طبقات المدلسین ۱۲]۔

(غیر مقلد آبادشاہ پوری کا مضمون مکمل ہوا)۔غیر مقلد شاہ پوری کے مضمون میں کسی غیر مقلد یا غیر اہل سنت کے ساتھ کوئی تعظیمی کلمات یا رحمہ اللہ لکھا ہو تو راقم اس سے بری الذمہ ہے۔

علماء اہل سنت کے حوالوں کی حقیقت

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۴/ ۱۹۳ تا ۴/ ۱۹۴ پر تدلیس پر ۵ حوالہ جات علماء بریلوی کی پیش کئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ (فتاویٰ رضویہ ۵/۲۴۵۔ فتاویٰ رضویہ ۲۴/۲۳۹)
2 مولانا محمد عباس رضوی صاحب (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹ واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۵۱)
3 محقق العصر غلام مصطفی نوری صاحب (ترک رفع یدین ص ۴۲۵)
4 مولانا محمد شریف کوٹلی رحمہ اللہ صاحب (فقہ الفقیہ ص ۱۳۴)
5 مولانا محمود احمد رضوی صاحب (فیوض الباری حصہ سوم ص ۴۰۶)

جواب:

غرض یہ ہے کہ مناظرانہ اعتراض کی حقیقت مناظروں میں ہی اچھی لگتی ہے۔ تحقیقی میدان میں تحقیقی جواب پیش کریں۔ ان تمام اکابرین نے غیر مقلدین حضرات پر الزامی جواب وارد کئے ہیں اور ان کے اسلوب ہی سے کہ خود تو مدلسین کے عنعنہ والی روایت پر تو اعتراض کرتے ہوئے مگر اپنی پیش کردہ روایت میں عنعنہ بھول جاتے ہیں۔

1 اب میں اس بات کی وضاحت خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلویؒ سے کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: "رابعاً: ملاجی! (نذیر حسین دہلوی غیر مقلد) آپ تو بہت محدثی کا دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ تو رد کرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال ناحق مردود الراویہ بنائے اب اپنے لئے یہ روایت حجت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصول محدثین پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہوسکتی اس کا مدار ابن جُریج پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا"۔
(فتاویٰ رضویہ ۵/ ۲۹۵)

امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ نے اپنی اس عبارت میں واضح کر دیا کہ غیر مقلدین حضرات کے اپنے مروجہ اصول حدیث کے تحت راوی کی تدلیس موجود ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت کا یہ حوالہ ہمارے خلاف پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت تو ملا نذیر حسین دہلوی کو ان کے اصول یاد کروا رہے ہیں.

2 محدث العصر مولانا محمد عباس رضوی کی عبارت مناظرے ہی مناظرے ص ۲۶۹ کا حوالہ پیش کرنا بھی غلط ہے کیونکہ میں نے اس بات کا جواب مسئلہ ترک رفع یدین..........مضامین کا جواب ص ۶۲ پر دے دیے ہیں ۔

اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب مقالات ۲۴۶/۴ پر لکھتے ہیں۔

''عباس رضوی بریلوی رضاخانی کی عبارت کو الزامی جواب قرار دینا پانچ وجہ سے باطل اور مردود ہے۔''

جواب:

عرض یہ ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا اپنا اعتراض باطل اور مردود ہے، کیونکہ عباس رضوی صاحب کی کتاب مناظرے ہی مناظرے سے ہی یہ ظاہر ہے کہ یہ اُن کے تحریری مناظروں کا مجموعہ ہے۔لہٰذا یہ لکھنا کہ یہ جواب الزامی نہیں غلط ہے۔

مزید یہ کے محقق العصر علامہ عباس رضوی کا اپنا مؤقف سفیان ثوری کے طبقہ ثانیہ کا ہے۔لہٰذا الزامی جواب کو تحقیقی جواب کہنا غلط ہے۔عباس رضوی صاحب کے الزامی جواب ہونے کا ثبوت مندرجہ ذیل نکات سے ثابت ہے۔

اوّل: محدث العصر علامہ عباس رضوی صاحب اپنی کتاب مناظرے ہی مناظرے ص ۲۵۷ پر لکھتے ہیں۔

''اور اگر صرف اتنی ہی بات ہوتی (یعنی مدلس کی عن والی روایت قابل قبول نہیں) تو شاید آپ کہہ دیتے کہ چلیں صحیح نہ سہی حسن تو ہوگی۔لیکن اس روایت کی سند پر صرف اتنا ہی کلام نہیں آگے سنئے۔''

دوم: علامہ عباس رضوی مزید الزامی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔اس روایت میں یہ تینوں لفظ (حدثنا۔ اخبرنا۔سمعت) نہیں بلکہ عن ہے۔لہٰذا یہ روایت قابل رد ہوئی اور پھر اگر چہ یہی علت ہوتی تب بھی خیر تھی اس کی سند میں ایک علت ہے وہ یہ کہ اس کا ایک راوی ہے سلیمان بن موسیٰ۔(مناظرے ہی مناظرے ص ۲۶۱)

سوم: علامہ عباس رضوی لکھتے ہیں : تو جب آپ کے نزدیک یہ حدیث دلیل ہی نہیں بن سکتی تو پھر اس کو پیش کیوں کیا ہے۔آپ کے مرسل روایت کے استدلال کرنے سے معلوم ہوگیا ہے کہ آپ کے پاس اس مسئلہ میں صحیح مرفوع روایت نہیں ہے۔ (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۶۰)

چہارم: علامہ عباس رضوی صاحب لکھتے ہیں اس حدیث میں ایک راوی عاصم بن کلیب ہے۔جو کہ ترک رفع یدین کا مرکزی راوی ہے۔مسئلہ رفع یدین میں علماء اہل حدیث اس راوی کو قبول نہیں کرتے۔جو راوی رفع یدین کے مسئلہ میں ضعیف ہے۔وہ راوی رفع الیدین علی الصدر میں کیسے ثقہ ہوگیا؟ یہ معمہ بھی حل فرمادیں۔
(مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹)

پنجم: محدث العصر علامہ عباس رضوی کی کتاب مناظرے ہی مناظرے میں بہت سے ایسے مقامات ہیں۔ جہاں انہوں نے الزامی جوابات دیے ہیں۔ لہٰذا ایسے الزامی جوابات کو تحقیقی جوابات بنانا غلط ہے۔ علامہ عباس رضوی صاحب کا اپنا موقف طبقات المدلسین کا ہی ہے۔

ششم: علامہ عباس رضوی صاحب اپنی ہی کتاب مناظرے ہی مناظرے ص ۳۵۶ پر لکھتے ہیں۔

''امام سفیان ثوری زبردست ثقہ ہیں اور اس کا اقرار آپ کو بھی ہے اور جہاں تک کہ تدلیس کا معاملہ تو شاید آپ ہماری بات نہ مانیں لہٰذا آپ ہی کے مسلک کے معتبر آدمی کی نسبت سے ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔ شاید آپ کی قسمت میں ہدایت ہو اور شاید قبول حق کا جذبہ کہیں چھپا ہوا ہو۔ ویسے تو غیر مقلدین حضرات میں یہ جذبا پیدا ہے۔ مشہور غیر مقلد مولوی محمد یحییٰ گوندلوی لکھتا ہے۔ بلاشبہ بعض محدثین نے امام ثوری کو مدلس کہا ہے مگر یہ مدلس کے اس طبقہ میں ہیں۔ یہاں تدلیس مضر اور روایت کی صحت کے مانع نہیں ہے

ہفتم: عباس رضوی صاحب سے ملاقات کے دوران یہ واضح کہا کہ میں اپنے اکابرین کے ساتھ ہوں اور طبقات المدلسین کا قائل ہوں۔ لہٰذا ان کے اپنے موقف کے علاوہ دوسرا موقف گھڑنا غلط اور مردود ہے۔

ہشتم: عباس رضوی صاحب نے دیوبندی شیر محمد کی تصنیف (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۲) سفیان ثوری کی تدلیس کے اعتراض کے جواب میں اپنی کتاب واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۳۱ پر یہ جواب دیا تھا کہ''اس میں شک نہیں کہ مدلس کا عنعن مردود ہوتا ہے لیکن معترض نے کما حقہ تتبع نہیں کیا اور یہ فعل اہل علم کے نزدیک جہالت ہے کیونکہ اس روایت میں سفیان ثوری نے تحدیث کی ہے۔ مگر یہ جواب غیر مقلد زبیر علیزئی کی سمجھ میں نہ آیا اور انوار الطریق ص ۶۶ پر لکھ بیٹھے کہ رضوی صاحب طبقہ ثانیہ کی بحث نہیں چھیڑی جناب عرض یہ ہے کہ اگر رضوی صاحب نے طبقہ ثانیہ کی بحث نہیں چھیڑی تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ رضوی صاحب طبقات کے منکر ہیں۔ دوم یہ کہ رضوی صاحب نے عالمانہ جواب دیا ہے کہ اس روایت میں تحدیث موجود ہے۔ جناب اگر روایت میں تحدیث موجود ہے تو پھر طبقہ ثانیہ کی بحث کیوں چھیڑی جائے۔ اب آپ کا کیا خیال ہے کہ رضوی صاحب آپ کی مرضی کے مطابق جواب دیا کریں جو کہ ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے اعتراضات فضول ہیں۔

نہم: عباس رضوی صاحب نے اپنی کتاب واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۵۱ پر اعمش راوی پر تدلیس کا اعتراض وارد کیا ہے۔ جس کو زبیر علیزئی نے طبقہ ثانیہ میں لانے کی کوشش کی۔ مگر جناب اعمش کو حافظ ابن حجر نے النکت ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا آپ نے جو انوار الطریق ص ۶۶ پر سفیان ثوری اور اعمش کو طبقہ ثانیہ کا لکھا ہے وہ حافظ

ابن حجر کی کتاب النکت ص ۲۵۸ کی روشنی میں غلط ہے۔ کیونکہ سفیان ثوری کو حافظ ابن حجر نے النکت ص ۲۵۷ پر طبقہ ثانیہ کا لکھا ہے اور جبکہ النکت ص ۲۵۸ پر اعمش کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ محدث العصر علامہ عباس رضوی صاحب کا حوالہ دینا اور ان کے حوالوں میں تضاد ثابت کرنا مردود ہے۔

3 محقق العصر علامہ غلام مصطفی نوری صاحب نے اپنی کتاب ترک رفع یدین ص ۲۹۵ پر رفع یدین کی احادیث پر الزامی جوابات دیتے ہوئے سعید بن عروبہ کو مدلس لکھا۔ مزید یہ کہ علامہ غلام مصطفی نوری صاحب کا اپنا موقف بھی طبقات المدلسین کا ہے جس پر ان کے مناظرے اور تقریریں اور گفتگو شاہد ہیں۔ لہٰذا علامہ غلام مصطفی نوری صاحب کو حوالہ پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

4 مولانا محمود احمد رضوی بریلوی رحمہ اللہ صاحب نے کسی بھی مقام پر طبقات کا انکار نہیں کیا۔ لہٰذا آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ طبقات کے انکار کی تصریح دکھائیں۔ مطلقاً کسی روایت میں عنعنہ کا مضر ہونا آپ کو بھی تسلیم نہیں کیونکہ آپ بھی اس اصول کو تخصیص اور استثناء کے ساتھ مانتے تھے۔ لہٰذا عوام الناس کو مغالطہ دینا اور مطلقاً عنعنہ والی روایت کا مضر ہونے کے حوالے دینا غلط اور مردود ہے اور پھر ان حوالوں کے آخر میں یہ لکھ دینا کہ میں عنعنہ والی روایت کا رد ہونے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول مانتا ہوں مگر تخصیصات اور استثناء کے ساتھ لہٰذا یہ بات بالکل مردود ہے۔ کیونکہ آپ اپنے حوالوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عن والی روایت مطلقاً ضعیف ہوتی ہے۔

یہاں ایک علمی نکتہ جو اہم ہے بیان کر دوں کہ زبیر علی زئی نے تقریباً ۲۰ حوالے علماء بریلوی علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین کے ایسے دیے ہیں۔ جس میں انہوں نے کسی ایک مجرد روایت پر تدلیس کا اعتراض نقل کیا ہے۔ پہلی بات یہ کہ اس ۲۰ حوالہ جات میں انہوں نے ان علماء کرام سے کوئی ایک ایسا حوالہ پیش نہیں کیا جس میں انہوں نے حافظ ابن حجر کے طبقات المدلسین کا انکار کیا ہو؟ دوم یہ کہ ان حوالہ جات میں اکثر طبقہ ثالثہ کے مدلس اعمش پر اعتراضات ہیں۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کرنا مردود اور باطل ہے۔

اگر زبیر علی زئی صاحب، ان علماء کرام کے وہ حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے عن والی روایات پر تدلیس کا اعتراض کیا ہے اور پھر اس سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ یہ تمام علماء کرام اور محدثین کرام امام شافعی رحمہ اللہ کے کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵: کے اصول کے قائل ہیں تو پھر میں نے اپنی کتابوں میں مدلسین راوی تو ایک طرف صرف امام سفیان بن ثوری رحمہ اللہ کی عن والی ہزاروں روایات لکھی ہیں اور محدثین کرام نے اس پر تدلیس کی کوئی جرح نقل نہ

کرتے ہوئے سکوت کیا اور ساتھ کئی محدثین کرام نے ان احادیث کی تصحیح کی ہے تو کیا میں اس بات کو لکھنے میں حق بجانب نہیں کہ محدثین کرام اور علماء کرام امام شافعی کے اصول سے کلیتاً متفق نہیں اور ان کا منہج مدلسین خصوصاً امام سفیان ثوری کی عن والی روایات کو صحیح ماننا ہے۔

قارئین کرام! میں یہ عرض کردوں کہ کتب احادیث میں سے چند روایات پر تدلیس کا اعتراض نقل کر کے یہ ثابت کرنا کہ امام شافعی کا کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵: اصول مطلقاً صحیح اور قاعدہ کلیہ ہے بالکل غلط اور مردود ہے۔ مدلسین کی روایات کے بارے میں حکم صرف منہج محدثین کرام سے معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا حافظ علائی اور حافظ ابن حجر نے اپنی تحقیق کے مطابق مدلسین کے مراتب اور طبقات بنائے۔ جس کی بنیاد صرف اور صرف منہج محدثین کرام تھا۔ لہٰذا حافظ ابن حجر کے طبقات کو ان کے معاصر اور بعد میں آنے والے محدثین کرام نے قبول کیا اور اگر کسی نے رد کیا ہے تو زبیر علی زئی کوئی حوالے پیش کریں مجرد یہ لکھنا کہ فلاں راوی طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے اور اس کی فلاں روایت کو فلاں محدث نے تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ محدثین کرام نے جن جن روایات پر تدلیس کا اعتراض کیا ہے اگر تو اصول کی روشنی میں اعتراض صحیح ہے تو وہ خاص روایت ضعیف ہوگی نہ کہ اس کی ہر عن والی روایت ضعیف ہوگئی۔ لہٰذا زبیر علی زئی کا چند احادیث پر تدلیس کا اعتراض نقل کر کے اس کو اصول کہنا مردود ہے۔ اگر زبیر علی زئی صاحب کو یہ اصول قبول ہے تو ان کی دیگر عن والی روایات جن کی محدثین کرام نے تصحیح یا سکوت کیا ہے تو پھر ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ میری التماس ہے کہ قارئین محدثین کرام کا منہج دیکھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جمہور محدثین کرام بشمول صحاح ستہ کے مصنفین نے طبقہ ثانیہ اور سفیان ثوری کی عن والی روایات کی تصحیح کی ہے اور اسے قبول کیا ہے۔ لہٰذا عوام الناس کے سامنے امام شافعی رحمہ اللہ کے کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵ : کا حوالہ نقل کر کے مغالطہ دینا غلط ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات کو امام شافعی رحمہ اللہ کے کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵: کے خلاف کہہ کر رد کر دینا صحیح نہیں کیونکہ حافظ ابن حجر نے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے اصول میں تخصیص کی ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب طبقات المدلسین کے مقدمے میں یہ واضح صراحت کی ہے کہ طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں اور جبکہ دیگر طبقات کے مدلسین کی عن والی روایات مضر ہوتی ہے۔ اس بات کو کچھ اس طرح سمجھ لیں کہ حافظ ابن حجر نے کچھ مدلسین کے نام طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین میں شمار کر کے لکھا ہے کہ ان راویوں کی تدلیس مضر نہیں ہوتی ہیں جن کو زبیر علیزئی صاحب استثناء سمجھ سکتے ہیں اور دیگر سب مدلسین پر امام شافعی رحمہ اللہ کا کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵: والا اصول لاگو ہوگا۔

اصول شافعی۔کتاب الرسالہ: فقرہ ۱۰۳۵

استثناء	اصول
عن والی روایت صحیح	عن والی روایات ضعیف
طبقہ اولیٰ۔طبقہ ثانیہ	طبقہ ثالثہ۔طبقہ رابعہ۔طبقہ خامسہ

اُمید ہے کہ قارئین کرام مندرجہ بالا نقشہ سے بات سمجھ آگئی ہوگی لہٰذا معلوم ہوا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کا انکار غلط اور مردود ہے کیونکہ خود زبیر علی زئی اپنی کتاب انوار الطریق میں متعدد مقامات پر امام شافعی کی کتاب الرسالہ ۱۰۳۵: کے اصول میں تخصیص اور استثناء مانتے ہیں ۔لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کو قاعدہ کلیہ بنا کر پیش کرنا مردود ہے۔

تحقیق:

قارئین کرام! مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵: والا قول کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے دوسرا امام شافعی رحمہ اللہ کا اپنا منہج اور اسلوب اس اصول سے مختلف ہے ۔ مزید محدثین کرام، علماء احناف، علماء اہل سنت بریلوی، علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین کے کل ۵۰ حوالوں میں کوئی ایک حوالہ بھی طبقات المدلسین کے خلاف نہیں ہے ۔ بلکہ علماء غیر مقلدین کے اکابرین نے بھی طبقہ ثالثہ کے راویوں کی روایات پر اعتراض کیا ہے ۔ان حوالہ جات سے طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانیہ کی عن والی روایات ضعیف ثابت نہیں ہوتی ہیں ۔لہٰذا امام شافعی اور محدثین کرام کی تائیدی اقوال سے مغالطہ دینا اور عوام الناس کو پریشان کرنا مردود ہے۔

اور گذشتہ تحقیق سے آپ کے سامنے ان دلائل کی حیثیت واضح ہوگئی ہوگی۔لہٰذا عدد لحاظ سے حوالہ جات سے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس حوالہ جات سے کسی بھی جگہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کا رد ثابت نہیں ہے ۔ یاد رہے کہ حافظ ابن حجر کے سامنے امام شافعی اور دیگر محدثین کرام کے اصول موجود تھے ۔مگر انہوں نے امام شافعی کے اصول میں طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی تخصیص کر کے باقی کو عموم پر باقی رکھا ہے ۔لہٰذا خواہ مخواہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم امام شافعی کے اصول کے خلاف پیش کرنا باطل ہے ۔اگر جناب زبیر علی زئی کو امام شافعی کا اصول پسند ہے تو پھر باقی اصولوں کو بھی مانیں مگر قارئین کرام یاد رکھیں کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ وطیرہ ہے کہ جو بات ان کے حق میں ہو اس کو ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں مگر بے سُود کیونکہ حق تو جمہور کے ساتھ ہی رہے گا نہ کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کی انفرادی تحقیق کے ساتھ ۔میرے ساتھ بات چیت میں متعدد علماء غیر مقلدین نے غیر مقلد زبیر علی زئی کے موقف کو تفرد شمار کیا ہے ۔لہٰذا جمہور کے خلاف کسی کا قول مسلکی حمایت میں پیش کر کے جان خلاصی تو کرائی جا سکتی ہے مگر تحقیق کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے۔

امام شافعی اور مسئلہ تدلیس میں وارد اشکالات اور ان کے جوابات

مضمون: ابن بشیر الحسینوی غیر مقلد
مدرس جامعہ محمد بن اسماعیل البخاری گندھیاں اوتاڑ قصور

قارئین کرام کے لیے غیر مقلد ابن بشیر الحسینوی کے پیش خدمت ہے تاکہ وہ یہ حقیقت بھی جان سکے کہ غالی غیر مقلد کے موقف سے تو ان کے مسلک کو علما بھی متفق نہیں چہ جائیکہ احناف پر حجت قائم کریں۔

(ابن بشیر الحسینوی غیر مقلد کا مضمون شروع ہوا۔)

جس نے ایک بار بھی تدلیس کی اس کی عن والی حدیث ضعیف ہے؟!

قال بعض الناس: جس نے ایک بار بھی تدلیس کی اس کی عن والی حدیث ضعیف ہے خواہ وہ قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس۔

یہ نظریہ درست نہیں اس نظریہ کو اپنانے میں بے شمار صحیح احادیث کو ضعیف کہا جائے گا حالانکہ وہ محدثین کے ہاں صحیح ہیں یہی خدشہ آج سے کئی سال پہلے استاد محترم کے استاذ محترم محب اللہ شاہ راشدی محدث سندھ محب اللہ رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ (لیکن اگر اس موقف کو سامنے رکھ کر ہم دواوین حدیث کو تلاش کرنا شروع کر دیں تو بہت سی روایات جن کو سلف سے لے کر خلف تک صحیح و متصل قرار دیتے آئے ہیں ان میں سے اچھی خاصی تعداد ضعیفہ بن جائے گی)

(مقالات راشدیہ ۱/۳۲۸)

ہماری معروضات پڑھ کر قاری علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہے کہ بعض الناس کی مسئلہ تدلیس میں تحقیقات سلف کے خلاف ہیں۔ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی مثال:

قال بعض الناس: "اسماعیل بن ابی خالد عنعن وھو مدلس"

(الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ۳۶: /۲ وھو من الثالثۃ)

اس بنا پر وہ کئی ایک احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں مثلا (انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ من السنن الاربعۃ) میں سرسری نظر دیکھنے سے ہمیں مندرجہ ذیل احادیث پر اطلاع ہوئی ہے جن کو صرف اس وجہ سے ضعیف کہا گیا ہے کہ ان میں اسماعیل بن ابی خالد مدلس راوی ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں۔ انوار الصحیفۃ فی الاحادیث

الضعیفہ من السنن الاربعہ ص ١٠٦: ح ٢٩٣٠، ص ١٥٢ ح ٤٢٧٠، ص ٤٣٧ ح ١٦١٢: وغیرہ۔

اسماعیل بن ابی خالد کے عنعنہ کا حکم:

ابن ابی خالد کا عنعنہ مقبول ہے، کیونکہ وہ قلیل التدلیس ہیں، چنانچہ امام یعقوب بن شیبۃ رحمہ اللہ نے امام علی بن مدینی رحمہ اللہ سے مدلس کی بابت دریافت کیا تو امام صاحب نے جواباً فرمایا:

"إن كان الغالب عليه التدليس فلا يقول: حدثنا"

"جب اس پر تدلیس غالب ہو تب اس کی روایت صراحت سماع کے ساتھ قبول کی جائے گی۔"

(الکفایۃ للبغدادی ٢ : /٣٨٧، سندہ صحیح)

گویا قلیل التدلیس مدلس کا عنعنہ مقبول ہے، الا یہ کہ کسی روایت میں تدلیس ثابت ہو جائے تو وہ اس عمومی قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگی۔

امام مسلم رحمہ اللہ بھی مقدمہ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

"إنما كان تفقد من تفقد منهم سماع رواة الحديث ممن روى عنهم إذا كان الراوي ممن عرف بالتدليس في الحديث وشهر به فحينئذ يبحثون عن سماعه في روايته ويتفقدون ذلك منه كي تنزاع عنهم علة التدليس." (مقدمہ صحیح مسلم ص ٢٢ :)

امام مسلم رحمہ اللہ کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ جو راوی کثیر التدلیس ہو اس کے سماع کی صراحت تلاش کی جائے گی، جس کے لیے انھوں نے "عُرِفَ" اور "شُهِرَ بِه" کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور کوئی راوی تدلیس میں اسی وقت مشہور ہوگا، جب وہ کثرت سے تدلیس کرے گا، گویا قلیل التدلیس راوی کا عنعنہ مقبول ہوگا اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ابن ابی خالد کو نسائی نے مطلق طور پر مدلسین میں شمار کیا ہے اور حافظ عجلی نے توضیح فرما دی کہ وہ شعبی سے تدلیس کرتے ہیں۔

اور جو راوی کسی خاص استاد سے تدلیس کرے تو اس کی باقی شیوخ سے مرویات سماع پر محمول کی جاتی ہیں، چنانچہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"ذكر من عرف بالتدليس وكان له شيوخ لا يدلس عنهم؛ فحديثه عنهم متصل."

(شرح علل الترمذی ٢ : /٨٥٧)

"وہ مدلسین جو خاص اساتذہ سے تدلیس کرتے ہیں ان کی دیگر شیوخ سے معنعن روایات سماع پر محمول کی جائیں گی۔"

شیخ محمد بن طلعت بھی رقمطراز ہیں:

"اسماعیل بن ابی خالد کی تدلیس شعبی سے روایت کرنے میں خاص ہے، لہٰذا کسی اور استاذ سے عنعنہ میں

توقف نہیں کیا جائے گا۔" (معجم المدلسین ص ۸۵ :)

اس لیے اسماعیل بن ابی خالد کی شعبی کے علاوہ دیگر شیوخ سے معنعن روایت سماع پر محمول کی جائے گی۔

جو مدلس راوی کسی شیخ کا خاص شاگرد ہو تو اس کی اس مخصوص استاذ سے معنعن روایت بھی سماع پر محمول ہوگی، جیسا کہ حافظ عجلی رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل، قیس کے خاص ترین شاگرد ہیں، بلکہ أروی الناس ہیں، اور ان کی مرویات کی تعداد پانچ صد کے لگ بھگ بتلائی ہے، اس لیے اسماعیل کی قیس سے معنعن روایت سماع پر محمول کی جائے گی، چنانچہ امام حمیدی نے ابن جریج عن عطاء کو سماع پر محمول کیا ہے۔

(الکفایۃ للخطیب البغدادی ۲ :/ ۴۰۹، رقم ۱۱۹۰ :۔ إسنادہ صحیح۔)

کیونکہ ابن جریج عطاء کے أخص ترین شاگرد ہیں اور ابن جریج، اسماعیل بن ابی خالد سے بڑے مدلس ہیں۔

گویا ابن ابی خالد کی معنعن روایت کے مقبول ہونے کے قرائن تین ہیں:

۱۔ وہ قلیل التدلیس ہیں۔

۲۔ صرف شعبی سے تدلیس کرتے ہیں۔

۳۔ قیس کے خاص شاگرد ہیں اور نوحہ والی روایت بھی قیس ہی سے بیان کرتے ہیں۔

ان تینوں قرائن کی مزید تفصیل ہمارے مضمون" التوضیح والتنقیح فی مسئلۃ التدلیس" میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا جواب : شعبی سے تدلیس:

اسماعیل بن ابی خالد کے عنعنہ کے حوالے سے دوسرا جواب یہ ہے کہ موصوف صرف شعبی سے تدلیس کرتے ہیں، جیسا کہ امام احمد، امام یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کرتے ہیں کہ" دیۃ الخطأ أخماسا مادون النفس " والی حدیث اسماعیل نے شعبی سے نہیں سنی۔

(العلل ومعرفۃ الرجال للإمام أحمد ۲ :/ ۲۶۶، فقرۃ ۲۲۰۵ :، مسائل ال إمام أحمد وابن راھویہ ۲ :/ ۲۱۴، مسئلۃ : ۲۳۵۱، روایۃ الکوسج)

اسی طرح دوسری حدیث :" لما جاء نعی جعفر " بھی ابن ابی خالد نے شعبی سے سنی نہیں۔

(العلل ومعرفۃ الرجال ۳ :/ ۲۱۶، فقرۃ ۴۹۳۳ :)

امام عبداللہ بن امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم نے امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ سے "إسماعیل بن أبي خالد عن عامر عن شریح" وغیرہ کی احادیث کی بابت دریافت کیا کہ میری کتاب میں "إسماعیل قال :حدثنا عامر عن شریح، حدثنا عامر عن شریح" ہے (اسماعیل صراحتِ سماع کے

ساتھ روایت بیان کرتے ہیں)۔

امام یحییٰ فرمانے لگے :اسماعیل عن عامر؟

میں نے عرض کی :میری کتاب میں" حدثنا عامر، حدثنا عامر" ہے۔

مجھے یحییٰ رحمہ اللہ فرمانے لگے :یہ روایات صحیح ہیں، اگر ان کو اسماعیل نے عامر شعبی سے سنا نہ ہوتا تو میں اس کی خبر دیتا۔(العلل ومعرفۃ الرجال ۱ : /۵۱۹، فقرۃ ۱۲۱۸ :)

اس کی مزید توضیح یوں ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ یہ سبھی احادیث صحیح ہیں؟ یعنی ابن ابی خالد عن عامر کی وہ احادیث جن میں وہ حدثنا عامر نہیں کہتے؟ گویا انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔

امام یحییٰ رحمہ اللہ فرمانے لگے :جب ابن ابی خالد اسے سننے کا ارادہ نہ کریں (تدلیس کریں) تو میں آپ کو خبردار کر دیتا۔(العلل ومعرفۃ الرجال ۳ : /۹۰، فقرہ ۴۳۲۰ :)

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے بھی امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ آپ اسماعیل عن عامر کو صحاح پر محمول کرتے ہیں؟ جواب دیا :ہاں!۔(الجرح والتعدیل ۲ : /۱۷۵۔سندہ صحیح ۔)

امام ابن القطان کے ان تینوں اقوال کو سامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوجاتی ہے کہ انھیں معلوم تھا کہ اسماعیل نے شعبی سے روایت کرتے ہوئے کن کن حدیثوں میں تدلیس کی ہے، پھر تدلیس شدہ روایات کی صراحت کر دی .جیسا کہ دو حدیثوں کا حوالہ ابھی گزر چکا ہے اور جن مرویات میں تدلیس نہیں ہے ان میں ابن ابی خالد کے عنعنہ کو قبول بھی کیا ہے .جیسا کہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے استفسار میں فرمایا۔اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ کو فرمایا کہ ابن ابی خالد اگر تدلیس کرتے تو میں ضرور اس کی اطلاع آپ کو دے دیتا،یعنی اسماعیل .شعبی سے روایت کرتے ہوئے .سبھی معنعن روایات میں تدلیس نہیں کرتے ،اگر تدلیس ہے تو وہ بھی انتہائی تھوڑی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اسماعیل کا کسی اور استاذ سے تدلیس کرنا ثابت ہے؟ بالخصوص قیس بن ابی حازم سے؟ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہم عرض کیے دیتے ہیں کہ اسماعیل کسی اور شیخ سے تدلیس نہیں کرتے .صرف چند احادیث میں شعبی سے تدلیس کرتے ہیں .لہٰذا شعبی کے علاوہ باقی شیوخ سے معنعن روایت مقبول ہوگی .الا یہ کہ اس میں کوئی نکارت پائی جائے۔

یہ غلط ہے کہ جس نے زندگی میں صرف ایک بار تدلیس کی اس کی عن والی احادیث ضعیف ہے .اسی غلطی کی بنا پر وہ بہت زیادہ احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ محدثین سلف وخلف کے نزدیک صحیح ہیں اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی مثال:

محدثین کے نزدیک اسماعیل بن ابی خالد کی عن والی حدیث صحیح اور استاد محترم کے نزدیک ضعیف۔

محدثین کا اسماعیل بن خالد کی عن سے مروی حدیث کو قبول کرنا:

متعدد محدثین نے اسماعیل بن ابی خالد کے بدون تدلیس عنعنہ کو قبول کیا ہے۔ذیل میں ان کے اسماء درج ہیں۔

۱۔امام ترمذی ۲۷۹ھ۔سنن الترمذی (حدیث ۲۰۵۱: ۳۰۵۷، ۳۸۲۱، وقال: حسن صحیح) و(حدیث ۱۹۲۵: ۲۱۶۸، وقال: صحیح) و(حدیث ۳۷۱۱: وقال: حسن صحیح غریب)۔

۲۔امام الائمۃ ابن خزیمہ ۳۱۱ھ۔صحیح ابن خزیمۃ (۴/ ۱۳، ح ۲۲۵۹:)

۳۔امام ابوعوانہ ۳۱۶ھ۔مسند أبي عوانۃ المستخرج علی صحیح مسلم (۱/ ۳۷، ۵۸، ۵۹، ۹۶، ۳۷۶ و۲/ ۸۶ مرتین، ص: ۳۰۶)۔

۴۔امام ابونعیم ۴۳۰ھ۔المسند المستخرج علی صحیح مسلم (۱/ ۱۳۷، ۱۳۸، ح ۱۷۸: و۲/ ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۹۴، ح: ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۲۰۴۶ و۳/ ۱۰۹، ح ۲۳۲۴: و۴/ ۶۶، ح ۳۲۴۵:)۔

۵۔امام ابن الجارود ۳۰۷ھ۔المنتقی (حدیث ۳۳۴:)

اس کتاب کی روایت حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔(سیر أعلام النبلاء ۱۴: /۲۳۹)

۶۔امام ابن حبان ۳۵۴ھ۔صحیح ابن حبان (۱/ ۱۵۲، ۲۶۱۔۲۶۲ مرتین، ح ۹۰: ۳۰۴، ۳۰۵ و۳/ ۲۸۸، ح ۲۱۳۴: و۵/ ۲۰۸، ح ۲۰۸۸: و۵/ ۹۹، ح ۳۲۳۲: و۶/ ۱۷۵، ۲۶۸، ح ۴۱۲۹: ۳۱۵، و۷/ ۵۳، ۵۸۹، ح ۴۵۶۴: ۵۹۵۳، و۸/ ۱۱، ۱۲۱، ۱۶۲، ۲۳۷، ح ۲۱۲۶: ۶۴۱۲، ۶۴۹۴...۶۶۳۹)۔

۷۔امام حاکم ۴۰۵ھ۔المستدرک (۱/ ۳۲۲۔۳۲۳ و۲/ ۴۶۶، ۴۸۸ و۳/ ۸۴، ۴۴۰ و۴/ ۶، ۵۴۶، ۵۸۸) وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه. و(۲/ ۱۵۷) وقال: هذا حديث صحيح الإسناد على شرط الشيخين ولم يخرجاه. و(۳/ ۹۹، ۴۹۹) وقال: هذا حديث صحيح ال إسناد ولم يخرجاه.

۸۔ابوالحسن احمد بن محمد بن منصور عتیقی ۴۴۱ھ۔(امام محدث ثقة) المنتقى: حافظ ابوبكر احمد بن محمد بن غالب برقانى خوارزمى ٤٢٥ ھ (حافظ ثبت) في "التخريج لصحيح الحديث عن الشيوخ الثقات على شرط كتاب محمد بن إسماعيل البخاري و كتاب مسلم بن الحجاج القشيري أو أحدهما" (التخريج على الصحيحين) (ص ۳۹: حديث ۱۳: وقال هو حديث صحيح) و(ص:

۵۲_۵۳)حدیث :(۲۹،۳۰)
۹_قاضی ابو یعلی الفراء۴۵۸ھ_فی "ستة مجالس من أمالی "(ص:۵۰ ،ح:۲)وقال :ھذا حدیث صحیح.
۱۰_محدث امام البانی ۱۴۲۰ھ_السلسلة الصحیحة (حدیث ۴۷۵ :،۷۶۴،۷۶۸،۸۰۸،۸۳۳،۱۲۵۳،۱۵۶۴،۱۸۷۶، ۲۶۶۳،۲۸۲۵،۲۸۳۱)
ظلال الجنة(حدیث ۳۹۲ :،۴۴۶_۴۵۱،(۴۶۱وراجع :الصحیحة ۳۰۵۶ :)۷۳۹،۱۱۷۵،۱۱۷۶)
سنن أبی داود(۷/ ۴۰۰،حدیث ۲۳۸۰ :و۸۹/ ۱۰۸)
صفة صلاة النبی (۳/ ۸۶۴)وغیرہ. تلک عشرۃ کاملة.
کیا بعض الناس ان محدثین کے مقابلے میں اپنی تائید میں کوئی معتبر حوالہ پیش کر سکتے ہیں؟
ملحوظ رہے کہ بعض مقامات پر اسماعیل بن ابی خالد کے متابع یا شاہد موجود ہیں، مگر ہمارا مقصود صرف اس قدر ہے کہ محدثین نے اسماعیل کے عنعنہ بدونِ تدلیس کو باعث جرح قرار نہیں دیا۔جیسا کہ معترض باور کرا رہے ہیں۔
کیا خوب کہا یمن کے عظیم محدث شیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ نے،وہ فرماتے ہیں:

"و نحن ما نظن ان المتاخرین یعثرون علی ما لم یعثر علیه المتقدمون اللھم الا فی النادر"

ہمارا نہیں خیال کہ متاخرین اس بات پر اطلاع پالیں جس پر متقدمین اطلاع نہ پاسکے ہوں،ہاں کبھی کبھار ایسا ہو سکتا ہے۔(اسئلة فی المصطلح ،السوال ۲۰)
نیز ایک سوال کے جواب میں کہا:

ارونی شخصا یحفظ مثل یحفظ البخاری،او احمد بن حنبل،او تکون له معرفة بعلم الرجال مثل یحی بن معین،او له معرفة بالعلل مثل علی بن المدینی،و الدار قطنی،بل مثل معشار الواحد من ہولاء،ففرق کبیر بین المتقدمین و المتاخرین

مجھے ایک ایسا شخص دکھائیں جو امام بخاری رحمہ اللہ یا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرح کا حافظہ رکھتا ہو یا اسے امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ کی طرح علم رجال کی معرفت ہو یا اسے امام علی بن مدینی رحمہ اللہ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ کی طرح علل حدیث کی معرفت ہو.بلکہ ان کے عشر عشیر کے برابر بھی موجودہ دور میں کوئی نہیں ۔لہذا متقدمین اور متاخرین میں بہت فرق ہے۔
اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ جب کسی حدیث کو محدثین صحیح کہہ رہے ہوں تو ان کی تحقیق سر آنکھوں پر ہے اور جو ان کی تحقیق کی خلاف ورزی کرے گا اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
آج سے کئی سال پہلے محب اللہ شاہ راشدی محدث سندھ نے بعض الناس کے متعلق ظاہر کیا تھا کہ(لیکن اگر اس

موقف کو سامنے رکھ کر ہم دواوین حدیث کو تلاش کرنا شروع کر دیں تو بہت سی روایات جن کو سلف سے کر خلف تک صحیح ومتصل قرار دیتے آئے ہیں ان میں سے اچھی خاصی تعداد ضعیفہ بن جائے گی)(مقالات راشدیہ ۱/ ۳۲۸)۔

(مقالات اثریہ از حافظ خبیب احمد الاثری)

دوسری مثال:

محدثین کے نزدیک امام زہری کی عن والی حدیث صحیح اور بعض الناس کے نزدیک ضعیف!!

اس کی مثالوں کے لئے

سلسہ دفاع حدیث قسط ۱،سلسلہ دفاع حدیث قسط ۲،سلسلہ دفاع حدیث قسط ۳،محدث فورم پر ملاحظہ فرمائیں۔ہم اہل علم علماء سے انصاف چاہتے ہیں؟

بعض الناس لکھتے ہیں:

"امام شافعی اس اصول میں اکیلے نہیں بلکہ جمہور علماء ان کے ساتھ ہیں لہذا زرکشی کا" وہو نص غریب لم یحکمہ جمہور "(النکت: ص ۱۸۸) کہنا غلط ہے اگر کوئی شخص اس پر بضد ہے کہ اس منہج اور اصول میں امام شافعی اکیلے تھے یا جمہور کے خلاف تھے!! تو وہ درج ذیل اقتباسات پر ٹھنڈے دل سے غور کرے:

(۰)امام ابو قدیمہ عبید اللہ بن فضالہ النسائی (ثقہ مامون) سے روایت ہے کہ (امام) اسحق بن راھویہ نے فرمایا:

میں نے احمد بن حنبل کی طرف لکھ کر بھیجا اور درخواست کی کہ وہ میری ضرورت کی ضرورت کے مطابق (امام) شافعی کی کتابوں میں سے (کچھ) بھیجیں تو انھوں نے میرے پاس الرسالہ بھیجی۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۷: ۲۰۴ وسندہ صحیح ،تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۴: /۲۹۱-۲۹۲،نیز دیکھئے مناقب الشافعی للبیہقی ۲۳۴: وسندہ صحیح)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کتاب الرسالہ سے راضی (متفق) تھے اور تدلیس کے اس مسئلے میں ان کی طرف سے امام شافعی پر رد ثابت نہیں لہذا ان کے نزدیک بھی مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہے چاہے قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

امام اسحق بن راہویہ کے پاس امام شافعی کی کتاب الرسالہ پہنچی لیکن انھوں نے تدلیس کے اس مسئلے پر کوئی رد نہیں فرمایا،جیسا کہ کسی روایت سے ثابت نہیں لہذا معلوم ہوا کہ وہ تدلیس کے مسئلے میں امام شافعی کے موافق تھے۔" (ماہنامہ محدث لاہور جنوری ۲۰۱۰ ص ۹۶: -۹۷)

جواب:

یہ کہاں کی تحقیق ہے کہ جمھور کو ثابت کرنے کی خاطر اس طرح کا طریقہ اپنایا جائے۔کتاب کی تعریف سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے ان سب چیزوں سے اتفاق ہو۔موصوف اس انداز سے استدلال کرنے میں اکیلے ہیں سلف وخلف میں ان کا ساتھی کوئی بھی نہیں۔کیا کوئی شخص ہمیں دکھایا جا سکتا ہے کہ امام شافعی سے لے کر آج تک کسی عالم نے اس طریقے سے امام شافعی کے موقف کی تائید میں استدلال کیا ہو اور کہا ہو کہ امام احمد اور امام اسحق بن راہویہ کا بھی امام شافعی والا موقف ہے!!!اور دلیل میں یہ حوالہ پیش کیا ہو اس طریقے سے جرح وتعدیل کے اصول ثابت کرنے والوں کی تحقیق کیا گل کھلائے گی۔ہم نے تو اختصار کی خاطر صرف دو حوالے پیش کئے ورنہ سارا مضمون اسی طرح کی بے شمار بے بنیاد باتوں سے لبریز ہے۔

قلیل اور کثیر تدلیس کے درمیان فرق کرنا عرب علماء نے شروع کیا ہے؟!!

بعض الناس لکھتے ہیں:

"اصول حدیث کے اس بنیادی مسئلے کے خلاف عرب ممالک میں حاتم شریف العونی،ناصر بن حمد الفھد اور عبداللہ بن عبدالرحمن سعد وغیرھم نے منھج المتقدمین والمتاخرین کے نام سے ایک نیا اصول متعارف کرانے کی کوشش شروع کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ مدلسین کی دو قسمیں ہیں:

(۱)کثیر التدلیس مثلا بقیہ بن الولید،حجاج بن ارطاۃ اور ابو جناب الکلبی وغیرھم۔

(۲) قلیل التدلیسن مثلا قتادہ ،اعمش ،ہشیم ،ثوری،ابن جریج اور ولید بن مسلم وغیرھم،دیکھئے: منھج المتقدمین والمتاخرین فی التدلیس لناصر بن حمد الفھد،ص۱۰۶،۱۰۵۔

ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ صرف وہی روایت ضعیف ہوتی ہے جس میں اس کا تدلیس کرنا ثابت ہو ورنہ صحیح اور مقبول ہوتی ہے۔" (الحدیث حضرو)

جواب:

بعض الناس کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قلیل اور کثیر تدلیس کے درمیان فرق کرنا پندرھویں صدی میں کچھ عرب علماء نے شروع کر دیا ہے۔یہ بات درست نہیں۔حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ تحقیق کا معیار بالکل غلط ہے کہ جس اصول کو رد کرنا ہو وہاں بڑی دلیری سے کہہ دینا کہ یہ اصول اب کی ایجاد ہے اور جس اصول کو خود اپنانا ہو وہاں بے بنیاد باتوں سے عمارت کھڑی کرکے اپنا اصول ثابت کرلیا،اس کی مثالیں اپنے وقت پر (اشکالات اور ان کے جوابات) میں آئیں گی ان شاء اللہ۔لیکن یہ انداز بہر حال درست نہیں ہے زیر بحث اصول میں بھی کچھ ایسی ہی صورت نظر آتی ہے کیونکہ قلیل اور کثیر تدلیس کے درمیان فرق کرنا متقدمین محدثین بڑے بڑے جھابذہ سے صراحت کے ساتھ سے

ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (مقالات اثریہ از حافظ خبیب احمد الاثری) نیز قلیل وکثیر میں فرق تو بدیع الدین شاہ راشدی اور محب اللہ شاہ راشدی رحمہما اللہ بھی کرتے تھے کیا یہ بھی عرب علماء ہیں۔!!

امام الجرح والتعدیل شیخ العرب والعجم بدیع الدین شاہ راشدی سندھی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابن عیینہ کی تدلیس مرتبہ ثانیہ کی تدلیس ہے اور محدثین کے نزدیک اس کی معنعن روایت مقبول ہے، کما فی طبقات المدلسین لابن حجر ص دو۔ (نشاط العبد ص 16)

کیا محدث العصر ارشاد الحق اثری بھی قلیل وکثیر تدلیس کے قائل ہیں؟!

بعض الناس نے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اثری صاحب بھی قلیل وکثیر تدلیس کے فرق کے قائل نہیں۔ یہ بات بھی درست نہیں محض اپنے افراد زیادہ کرنے کی سعی ہے، آئیں ملاحظہ فرمائیں کہ محدث العصر استاذ محترم ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا موقف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”ان کو بالفرض اصطلاحی مدلس کے معنی میں لیا جائے تب بھی غور طلب بات یہ ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ تو اس مدلس کے معنعن روایت پر نقد کرتے ہیں جو تدلیس میں معروف ومشہور ہو۔ اس کے الفاظ ہیں: اذا کان الراوی ممن عرف بالتدلیس فی الحدیث وشہر بہ۔ (مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۳: ج۱) اسی طرح امام علی بن مدینی سے پوچھا گیا کہ راوی مدلس ہو اور وہ حدثنا کہے تو کیا وہ حجت ہے؟ انھوں نے فرمایا:

اذا كان الغالب عليه التدليس فلا حتى يقول حدثنا۔ " (الکفایہ ص ۵۱۲)

جب اس پر تدلیس غالب ہو تو وہ اس وقت حجت نہیں۔ الا یہ کہ وہ حدثنا کہے۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے اس مدلس کا عنعنہ حجت نہیں جو کثیر التدلیس ہو اور تدلیس میں مشہور ہو اس اعتبار سے بھی مکحول رحمہ اللہ جب تدلیس میں معروف ومشہور نہیں تو اس کا عنعنہ مقبول ہے یہ بات ہم نے محض ایک رائے اور ایک مسلک کے طور پر ذکر کی ہے تاکہ قارئین اس نقطہ نظر سے بھی آگاہ ہو جائیں۔ (توضیح الکلام ص ۳۱٤: ط: جدید)

علماء امت کیا اثری صاحب قلیل وکثیر تدلیس کے فرق کے قائل نہیں ہیں۔!!!؟ کیا اپنے اصول کو اپنانے کے لئے اور افراد اپنے ساتھ ذکر کرنے کے انصاف کو چھوڑنا تحقیق ہے۔ انتہی

(ابن بشیر الحسینوی غیر مقلد کا مضمون مکمل ہوا۔)

غیر مقلد ابن بشیر الحسینوی کے مضمون سے قارئین کرام نتیجہ آسانی سے اخذ کر سکتے ہیں۔

نوٹ: کیونکہ مضمون کو من وعن نقل کیا گیا ہے اس لیے کسی قسم کی قطع وبرید سے اجتناب کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں کسی غیر اہل سنت کے ساتھ تعظیمی کلمات یا رحمہ اللہ علیہ یا تحسین سے راقم کا کوئی تعلق نہیں۔

تدلیس اور محدثین کرام کا تحقیقی جائزہ

مسئلہ تدلیس پر غیر مقلد زبیر علیزئی نے جس طرح عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔عوام الناس کو کیونکہ اصل کتابوں تک رسائی نہیں ہے۔لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کے مؤقف کو سمجھنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے مگر حوالوں کی غیر متعلقہ بھرمار لوگوں کو تشکیک میں مبتلا کر دیتی ہے۔غیر مقلدین زبیر علیزئی نے مقالات ۳/ ۲۱۸ تا ۳/ ۲۲۰ تک ''تدلیس اور محدثین کرام'' کے عنوان سے تقریباً ۱۰ حوالے پیش کئے جس کی اصل صورتحال ملاحظہ کریں۔

نوٹ:

زبیر علیزئی غیر مقلد کے اس مضمون کے جواب سے پہلے چند گذارشات ذہن نشین کرلیں۔

(i) اگر بالفرض غیر مقلد زبیر علیزئی کا وہ حوالہ جو انہوں نے امام شافعی کی کتاب الرسالہ سے فقرہ نمبر ۱۰۲۵ لکھا کہ مدلس راوی کی ہر عن والی روایت ضعیف ہوگی تو بطور تنزل مان لینے کی صورت میں یہ حوالہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ زبیر علیزئی نے خود متعدد مقامات پر اپنی کتاب انوار الطریق میں امام شافعی کے اصول میں تخصیص کی ہے۔جس طرح غیر مقلد زبیر علیزئی نے دیگر محدثین کرام کی روشنی میں تخصیص کی ہے اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات المدلسین سے ہم نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اصول میں تخصیص ثابت کر دی تھی۔ لہٰذا تخصیص کچھ یوں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اصول اپنی جگہ موجود ہے مگر طبقہ اولی کے راوی اور طبقہ ثانیہ کی تدلیس یعنی عن والی روایت قابل قبول ہوں گی۔اور طبقہ ثالثہ وطبقہ رابعہ وغیرھم پر امام شافعی رحمہ اللہ کا اصول لاگو ہوگا الا کہ دیگر قرائن شواھد اور تخصیصات اس کے برعکس ثابت نہ ہوں۔

ii حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم میں اُن کی کتاب النکت علی ابن صلاح جو کہ متاخر یعنی بعد والی کتاب ہے اس کو طبقات المدلسین یا تلخیص الحبیر جو کہ پہلے کی تصانیف ہیں کو فوقیت اور ترجیح حاصل رہے گی۔اس کی مثال کچھ یوں ہے کہ ایک مدلس راوی سلیمان بن مہران الاعمش کو حافظ ابن حجر نے اپنی پہلے کتاب طبقات المدلسین میں طبقہ ثانیہ میں درج کیا ہے مگر اپنی متاخر کتاب النکت علی ابن صلاح میں اعمش کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔لہٰذا اصول کے مطابق اعمش طبقہ ثالثہ کا مدلس ہوگا۔

iii قارئین سے التماس ہے کہ وہ زبیر علیزئی کی اس عیاری کو ضرور مدنظر رکھیں کہ جس راوی کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب طبقات المدلسین میں طبقہ ثانیہ میں لکھا ہوگا اور خود ہی اپنی متاخر کتاب النکت علی ابن صلاح میں طبقہ ثالثہ کا

مدلس لکھا ہوگا۔ایسے راویوں کے بارے میں غیر مقلد زبیر علیزئی یہ دھوکا دے کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں کہ دیکھیں جناب فلاں راوی کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثانیہ میں اپنی کتاب المدلسین میں لکھا ہے مگر محدثین کرام حافظ ابن حجر نے اسی راوی کو اپنی متاخر کتاب النکت میں طبقہ ثالثہ کا لکھا ہوگا۔اور یہی وہ نکتہ ہے جس کی وجہ سے زبیر علیزئی عوام الناس کو دھوکہ دے کر لکھتا ہے کہ امام اعمش کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقہ ثانیہ کے مدلسین میں رکھا ہے اور محدثین کرام نے اعمش کی عن والی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔مطلب یہ کہ اعمش کی عن والی روایات کو محدثین کرام نے ضعیف قرار دے کر حافظ ابن حجر کے طبقات المدلسین سے اختلاف کیا ہے۔ اور پھر مزید اس انداز سے بھی عیارنہ پینترہ بدلتے ہیں کہ جب طبقہ ثانیہ کے مدلس اعمش کی روایات ضعیف ہیں تو پھر طبقہ ثانیہ کے دوسرے مدلس راوی خصوصاً سفیان ثوری کی عن والی روایات کیسے صحیح ہوسکتیں ہیں۔لہٰذا غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس فریب سے ہوشیار رہیں کیونکہ یہ وہ نکتہ ہے کہ جس مقام پر عوام الناس تو ایک طرف بعض علماء کرام بھی تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں لہٰذا ہمارے بیان کردہ نکات ذہن نشین کرلیں۔
اوراَب ہم غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ اقوال وحوالہ جات کا تحقیقی جائزہ پیش فرماتے ہیں۔

1-امام بخاری کا حوالہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۱۸ پر لکھتا ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری نے قتادہ عن ابی نصر والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا:
اور قتادہ نے ابونصر سے روایت میں اپنے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔ (جزء القراۃ حدیث ۷۰)

جواب:

عرض یہ ہے کہ میں نے اس مضمون کے آغاز میں ۳ نکات عرض کر دیے ہیں جن کی روشنی میں عرض ہے کہ امام بخاری نے اس روایت میں قتادہ کی عن پر اعتراض کیا جس کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس کی روایات پر اعتراضات نقل کر کے پیش کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ محدثین کرام حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے مخالف تھے ایک مردود عمل ہے۔اگر بنظر انصاف دیکھیں تو اس حوالہ سے تو حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم سے اتفاق ثابت ہوتا ہے اور اس کے برعکس غیر مقلد زبیر علیزئی اس کو حافظ ابن حجر کے خلاف ثابت کرنے کی سعی لا حاصل فرما رہے ہیں۔مزید میں یہاں ایک اور نکتہ عرض کرتا چلوں کہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم محدثین کرام کی تصریحات کے مطابق ہے الا یہ کہ قرائن، دلائل اور تخصیصات ثابت ہو جائیں۔مطلب یہ کہ اگر کسی طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانیہ کے مدلس راوی کی کسی روایت پر محدثین کرام نے تدلیس اور عدم سماع کا اعتراض وارد کیا ہو وہ بھی دیگر قرائن اور دلائل کی روشنی میں تو اس طبقاتی تقسیم پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔زبیر علیزئی میں اگر علمی دم خم باقی ہے تو امام بخاری سے ترک رفع یدین کی مروی حدیث میں سفیان ثوری کی تدلیس پر اعتراض ثابت کر دیں وگرنہ مدلسین کی طبقاتی تقسیم کی

رٹ لگانا چھوڑ دیں۔

2-ابوحاتم الرازی کا حوالہ :

غیرمقلدزبیرعلیزئی مقالات ۲۱۸/۳ پرلکھتا ہے۔

ایک روایت "ثوری عن الاعمش عن ابراہیم التیمی عن ابیہ عن ابی زر" کی سند سے مروی ہے اس کے بارے میں ابوحاتم الرازی نے فرمایا : یہ حدیث باطل ہے۔ان (محدثین) کا خیال ہے کہ اسے اعمش نے حکیم بن جبیر عن ابراہیم عن ابیہ عن ابی زر سے لیا ہے۔ (علل الحدیث رقم ۲۷۲۴)

جواب:

عرض یہ ہے کہ اس حوالہ میں غیرمقلد زبیرعلی زئی نے بریکٹ () میں محدثین کا اضافہ کر کے تحریف کی ہے۔کیونکہ ابوحاتم کے قول سے کسی مجہول شخص کی تصریح ہے ظاہر ہوتی نظر آتی ہے جبکہ زبیرعلیزئی اس زبردستی محدثین ثابت کرنے کے چکر میں ہیں۔

مزید یہ کہ اس حوالہ میں اعمش کی تدلیس پر اعتراض ثابت نہیں ہوتا۔اگر بطور تنزل اعمش کی تدلیس مان بھی لیں تو پھر بھی یہ حوالہ ہمارے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کے خلاف ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے اپنی متاخر کتاب النکت بھی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر اعمش کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھتے ہیں اور طبقہ ثالث کے مدلس راوی کی عن والی روایت الحافظ ابن حجر کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔لہٰذا یہ حوالہ تو حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے خلاف ثابت نہیں ہوتا۔اور ایسے حوالوں سے عوام الناس کو گمراہ کرنا مردود اور باطل ہے۔

3-حافظ ابن الجوزی کا حوالہ

غیرمقلدزبیرعلیزئی مقالات ۲۱۹/۳ پرلکھتا ہے۔

"اوراعمش ضعیف راویوں سے حدیث بیان کرتے (یعنی تدلیس کرتے) تھے۔"(العلل المتناھیہ ۴۳۷/۱)

جواب:

جناب اس حوالہ میں بریکٹ کے اندر (یعنی تدلیس کرتے تھے) کے الفاظ آپ کے خود ساختہ نوادرات کی قبیل سے ہے اور یہ بات یاد رہے کہ اعمش کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ کا مدلس النکت ص ۲۵۸ پر لکھا ہے۔لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس پر اعتراض کے حوالے پیش کرنا علمی فریب اور دھوکا ہے۔

4-حافظ ابن حجرؒ کا حوالہ۔

غیرمقلدزبیرعلیزئی مقالات ۲۱۹/۳ پرلکھتا ہے۔

"اعمش مدلس ہیں اور اس نے عطاء سے اپنا سماع (اس حدیث میں) ذکر نہیں کیا۔(التلخیص الحبیر ۱۹/۳)

جواب:

قارئین کرام! اس حوالہ میں بھی اعمش پر اعتراض ہے جوکہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے جس کی معنعن روایت کو حافظ ابن حجر بھی ضعیف لکھتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کر کے دھوکہ دینا ہے۔

5-حافظ ذہبیؒ کا حوالہ

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۱۹ پر لکھتا ہے۔

حافظ ذہبی نے اعمش کی ایک غیر مصرح بالسماع روایت کے بارے میں فرمایا: اس کے راوی ثقہ ہیں مگر اعمش مدلس ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۶۲)

جواب:

قارئین کرام! اس حوالہ میں بھی اعمش ہے جوکہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلس راویوں پر اعتراض نقل کر کے حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کا انکار کرنا مردود ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ کے معنعن یعنی عن والی روایات پر ضعف کی تصریح کی ہے اور یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ دیگر تخصیصات اور استثناء بھی اعمش کے بارے میں ثابت ہیں کیونکہ غیر مقلد زبیر علیزئی اگر یہ اعتراض کرے کہ''اگر طبقہ ثالثہ کے مدلس یعنی اعمش کی عن والی روایت کو آپ ضعیف مانتے ہیں تو فلاں فلاں حوالے میں تو ان کی عن والی روایات کو محدثین کرام نے صحیح کہا ہے تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ایسے حوالے پیش کر کے آپ دھوکا اور فریب کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بات ذہن میں رہے کہ اعمش کے بارے میں بھی محدثین کرام کی بہت سی تخصیصات ثابت ہیں۔ لہٰذا ایسی مذموم کوشش کر کے علمی مقام کو گرانا ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ غیر مقلد زبیر علیزئی اکثر اوقات اپنے غلط موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایسے متضاد اقوال پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دیتا ہیں۔

6-ابن قطان کا حوالہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۱۹ پر لکھتا ہے۔

ابن القطان الفاسی المغربی نے فرمایا۔ اعمش کی عن والی روایت انقطاع کے بیان کا نشانہ ہے کیونکہ وہ مدلس تھے۔ (بیان الوھم والایہام ۲/۴۳۵)

جواب:

غرض یہ ہے کہ اعمش طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلس پر اعتراض پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔ جس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں۔

7-حافظ ابن خزیمہ کا حوالہ۔

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/ ۲۲۰ پر لکھتا ہے۔

"اعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن عطاء بن ابی رباح عن (ابن) عمر والی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے امام ابن خزیمہ نے فرمایا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اعمش مدلس ہیں انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا اور تیسری بات یہ ہے کہ حبیب بن ابی ثابت بھی مدلس ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے اسے عطاء سے سنا ہے۔ (کتاب التوحید ص ۳۸)

جواب:

غرض یہ ہے کہ اس حوالہ میں بھی اعتراض اعمش پر ہے۔اور میں اس کی تصریح بڑی تفصیل کے ساتھ ہو چکی ہے کہ اعمش اور دیگر طبقہ ثالثہ کے مدلس راویوں کی عن والی روایت پر اعتراض نقل کرنا فضول ہے کیونکہ حافظ ابن حجر تو طبقہ ثالثہ اور طبقہ رابعہ وغیرھم کے مدلسین پر تو امام شافعی کا اصول کا اطلاق کرتے ہیں۔حافظ ابن حجر نے امام شافعی کے اصول (بطور تنزل اگر اصول مان لیا جائے) میں طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کی تخصیص کی ہے۔لہٰذا عوام الناس کو ظاہری طور پر یہ باور کروانا کہ محدثین کرام حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے خلاف تھے ایک سعی لا حاصل ہے۔لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلسین پر اعتراض پیش کرنا اصول کی روشنی میں باطل ہے۔

تدلیس اور حنفیہ کی تحقیق

تدلیس کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علیزئی نے عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے ائمہ احناف کے چند اقوال نقل کر کے یہ مذموم کوشش کی ہے کہ حنفیہ بھی تدلیس کے مسئلہ میں حافظ ابن حجر کے خلاف ہیں۔مگر حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ ائمہ احناف مطلقاً مدلس کی ہر عن والی رایت کی تضعیف نہیں کرتے الا یہ کہ قرائن اور شواھد موجود ھوں۔ائمہ احناف نے بھی انہی مدلسین کی عن والی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔جس کو حافظ ابن حجر نے تلاش اور تتبع کے ذریعے طبقات المدلسین میں درج کیا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کی عن والی روایات صحیح اور طبقہ ثالثہ وطبقہ رابعہ وغیرھم طبقات کے مدلسین کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہیں اِلا یہ کہ دیگر قرائن وشواھد اور تخصیصات موجود ھوں۔یعنی اگر طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں مگر اگر قرائن وشواھد یہ ثابت کر دیں کہ مخصوص روایت ضعیف ہے تو ایسے قول کو پیش کر کے طبقات کا انکار کر دینا مردود اور باطل ہے۔غیر مقلد

زبیرعلیزئی کے پیش کردہ احناف کے اقوال کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

1-امام طحاوی رحمہ اللہ کا حوالہ۔

غیرمقلد زبیرعلیزئی مقالات ۳/ ۲۲۰ پر لکھتا ہے۔

''طحاوی حنفی نے امام زہریؒ کے بارے میں کہا۔انہوں نے تدلیس کی ہے۔

(شرح معانی الآثار ا/ ۵۵)اور انہوں نے قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے۔(مشکل الآثار ۱۰/ ۶۳۲)

جواب:

جناب سے عرض یہ ہے کہ ایسے حوالے پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینا چھوڑ دیں کیونکہ زہری رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ میں اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر درج کیا ہے اس کی وضاحت ہو چکی ہے کہ طبقہ ثالثہ کے مدلسین راویوں پر اعتراض والے اقوال ہمارے خلاف پیش نہیں کر سکتے کیونکہ حافظ ابن حجر تو طبقہ ثالثہ کے مدلسین کی عن والی روایات ضعیف لکھتے ہیں ۔لہٰذا ایسے حوالے پیش کر کے آپ کی جان نہیں چھوٹ سکتی ہے۔

2-ابن ترکمانی رحمہ اللہ کا حوالہ :

غیرمقلد زبیرعلیزئی مقالات ۳/ ۲۲۰ پر لکھتا ہے۔''ابن ترکمانی حنفی نے امام سفیان ثوری کو مدلس کہا''

(الجواھر النقی ۸/۲۶۲)

''اور قتادہ کو مدلس کہا''۔(الجواھر النقی ۲/۲۹۸،الجواھر النقی ۷/۱۲۶)

جواب:

دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ ابن ترکمانی رحمہ اللہ کا یہ حوالہ پیش کر کے زبیرعلیزئی نے خود آبیل مجھے مار کی صورتحال پیدا کر لی ہے۔ابن ترکمانی کی کتاب دراصل نقد ہے حافظ بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ/معرفۃ السنن والآثار پر۔امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفۃ السنن والآثار رقم ۱۷۱۳۶: پر ایک حدیث لکھی۔

''أخبرنا ابو سعيد حدثنا ابو العباس أخبرنا الربيع قال قال الشافعي فيما بلغه عن ابن مهدي عن سفيان عن عيسى بن ابي عزة عن الشعبي عن ابن مسعود :أن رسول الله ﷺ قطع سارقاًفي قيمة خمسة دراهم''

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی نے سفیان ثوری کی اس عن والی روایت کے بارے میں امام شافعی کا قول لکھا کہ ''ونحن نأخذ بهذا''(معرفۃ السنن والآثار رقم ۱۷۱۳۵)

امام شافعی سفیان ثوری (مدلس) کی عن والی روایت پر خود عمل کر رہے ہیں۔مگر غیر مقلد زبیر علیزئی نے شور مچا کر رکھا ہے کہ ہم تو امام شافعی رحمہ اللہ کے کتاب الرسالہ فقرہ نمبر ۱۰۲۵: کے اصول پر کاربند ہیں۔

امام شافعی خود تو مدلس کی عن والی والی روایت سے استدلال کر کے عمل کریں مگر غیر مقلد زبیر علی زئی اس اصول سے احتجاج کرتے ہوئے۔شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔اور یہ دکھلانا چاہ رہے ہیں کہ ہم تو امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی زیادہ ان کے اصول کو مانتے ہیں۔

قارئین کرام! فیصلہ میں پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں کہ آپ خود اندازہ لگالیں کہ غلط حوالہ جات پیش کر کے غیر مقلد زبیر علیزئی عوام الناس کو کس طرح فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

امام ابن ترکمانی ؒ نے اپنی کتاب الجواھر النقی میں صرف اسی حدیث پر سفیان ثوری کی عن والی روایت پر اعتراض کیا ہے جس کی وجہ یہ نہیں کہ مدلس کی تمام عن والی روایت رد ہوتی ہے بلکہ اس حدیث کے اندر ابن ترکمانی نے تین علتیں بیان کیں ہیں۔جبکہ تدلیس کے علاوہ دو علتیں یہ بھی بیان کیں کہ اس حدیث کا راوی بن ابی عزۃ ضعیف راوی ہے۔(۲) شعبی اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان انقطاع ہے۔

لہٰذا عوام الناس کو یہ باور کرانا کہ اعتراض صرف اور صرف تدلیس پر تھا غلط ہے۔جبکہ ابن ترکمانی کے نزدیک سفیان ثوری کا ابن ابی عزۃ سے سماع میں شک تھا لہٰذا سماع کی شک کی وجہ سے اس پر اعتراض اٹھایا۔

امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجواھر النقی میں ۵۰ سے زیادہ مقامات پر سفیان ثوری کی عن والی روایت کی تصحیح کے قائل ہوئے۔مندرجہ ذیل میں چند مقامات کے نشاندہی کی جارہی ہے جس میں حافظ ابن ترکمانی نے سفیان ثوری کی معنعن روایات کی تصحیح کی ہے۔

(i) الثوری عن ابی معشر کی ایک سند کو ھذا اسند جید لکھا۔۱/۴۲۵ الجواھر النقی

(ii) ابن ترکمانی نے الجواھر ۲/۳۰ پر سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث مؤمل بن اسماعیل عن الثوری عن عاصم کلیب بن کی سند پر مؤمل بن اسماعیل پر جرح تو کی مگر سفیان ثوری کی تدلیس کا الزام وارد نہیں کیا۔(لیکن کیا کیا جائے یہاں پر تو زبیر علیزئی کی گنگا الٹی بہتی ہے وہ مومل بن اسماعیل کو ثقہ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کرتا ہے اور سفیان ثوری کے عنعنہ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتا نظر آتا ہے) مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی مزید تفصیل راقم کی کتاب "الدرۃ فی عقدہ الایدی تحت السرۃ" یعنی نماز میں ناف کے نیچے ھاتھ باندھیں۔اس کتاب میں غیر مقلد زبیر علیزئی۔ارشاد الحق اثری اور غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی کے تمام اعتراضات کو علمی محاسبہ میں دیکھیں۔

(iii) امام ابن ترکمانی الجواھر النقی ۳/۶ پر سفیان عن زبید عن سعید بن عبدالرحمن کی روایت کی تصحیح کے قائل ہیں۔

(iv) ابن ترکمانی الجواھر النقی ۳/۴۲ پر سفیان الثوری عن الاعمش کی روایت کی تصحیح کے قائل ہیں اور سفیان ثوری کی

عن والی روایت پرکوئی تدلیس کااعتراض واردنہیں کیا۔

(v)امام ابن ترکمانی الجواھرالنقی ۵/۲۶۴ پرسفیان الثوری عن وائل کی ایک روایت کی تصحیح کی ہے۔

(Vi) اہم بات یہ کہ ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کی حدیث کی تصحیح پرمستقلاً کام کیاہےاوروہاں پر سفیان ثوری نےعن سے روایت کی ہے۔(الجواھرالنقی ۲/۷۶)

اس تحقیق سے صاف واضح ہے کہ سفیان ثوری کی تدلیس اورعن والی روایت ابن ترکمانی کے ہاں قابل قبول اورصحیح ہے۔ اوراس کاتذکرہ اور بیان پہلے ہوچکاہے کہ طبقہ اولیٰ اورطبقہ ثانیہ کے مدلس کی عن والی روایت صحیح ہوتی ہے۔الّا کوئی دیگرقرائن اورشواھدموجودنہ ہوں کیونکہ ابن ترکمانی جلیل القدرمحدث ہیں لہٰذاان کےنزدیک سفیان ثوری کی ابن ابی عزۃ کی سماع میں احتمال ہوگانہ کہ روایت کوضعیف صرف سفیان کی تدلیس کی وجہ سےکہا۔

علی ھذاالقیاس ابن ترکمانی نےمتعدد مقامات پرسفیان کی عن والی روایات کی تصحیح کےفرمائی ہے۔صرف ایک مقام پرسفیان ثوری کی تدلیس پراعتراض مضرنہیں کیونکہ ابن ترکمانی حنفی سفیان ثوری کی عن والی روایت کوصحیح مانتے تھےاوراگردوسراحوالہ برسبیل تنزل مانیں توابن ترکمانی کےاپنےاقوال میں تضادثابت ہوکریہ قول ساقط ہو جائےگااورپھرحافظ ابن ترکمانی کی حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کی عن والی روایت کوماناراجح ٹھہرےگی۔مزیدیہ کہ ابن ترکمانی نےصرف ایک مرتبہ تدلیس پراعتراض کیاجبکہ انہوں نےمتعددمقامات پرخودسفیان ثوری کی عن والی روایات کی تصحیح کی لہٰذاایک کےمقابلےمیں ۵۰ کی برتری ثابت ہوگی۔

امام ابن ترکمانی نےالجواھرالنقی ۲/۲۹۸ پرقتادہ کومدلس کہا،مگریہ حوالہ بھی مردودہےکیونکہ قتادہ بن دعامہ کوحافظ ابن حجرنےاپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پرطبقہ ثالثہ کامدلس لکھاہےلہٰذاطبقہ ثالثہ کےمدلس کےعنعن پر اعتراض ہمارےخلاف پیش کرنابےوقوفی سےزیادہ اورکچھ نہیں ہے۔

اعتراض:

غیرمقلدزبیرعلیزئی مقالات ۴/۲۳۹ پرلکھتاہے۔

''اب رہا یہ کہنا کہ ابن ترکمانی نےمختلف مقامات پرسفیان ثوری کی معنعن روایات کی تصحیح کی ہےتوہم اس کےذمہ دارنہیں بلکہ اس کےدوغلی پالیسی کےذمہ دارابن ترکمانی صاحب ہیں۔''

جواب:

اب اگرزبیرعلیزئی غیرمقلدکومحدث شھیرابن ترکمانی کےاقوال کی سمجھ نہ آئیں توپھراس کی اپنی ناقص عقل کاقصورہی

ہوسکتا ہے، ویسے بھی احناف کی باتیں آپ کو کہاں سمجھ میں آتی ہیں۔ (کیاپدی کیاپدی کا شوربا) میں یہ عرض کردوں کہ محدث ابن ترکمانی کے نزدیک سفیان ثوری کی ابن ابی عزۃ سے سماع میں احتمال تھا نہ کہ سفیان ثوری کی ہر عن والی روایت میں لہٰذا ایسے حوالوں سے جان نہیں چھوٹ سکتی ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کا حوالہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۲۰ پر لکھتا ہے.

عینی حنفی نے سفیان ثوری کے بارے میں کہا: اور سفیان مدلسین میں سے اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی الا یہ کہ اس کا سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ۳/ ۱۱۲)

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کو اگر کسی بھی محدث کا ایک حوالہ مل جائے تو شور مچانا شروع کردیتے ہیں اور اصل میں محدث کا منہج جاننے کی زحمت بھی نہیں کرتے ہیں۔ جس روایت پر علامہ عینی نے تدلیس کا الزام وارد کیا ہے وہ صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۲۱۴ ہے اور صحیح بخاری کی روایت پر تدلیس کا الزام تو جناب آپ کو خود منظور نہیں ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ صحیحین میں مدلسین کی روایات سماع پر محمول ہیں۔ (عمدۃ القاری ۲۱۴/۱ رقم ۳۲)

اول: قابل غور بات یہ ہے کہ خود علامہ عینی نے اپنی کتاب کے ابتداء میں صحیحین کے مدلس راویوں کی معنعن روایات کو محمول علی السماع کہا مگر بعد میں عمدۃ القاری ۳/۱۱۲ پر صحیح بخاری کی حدیث میں یہ نکتہ بیان کیا کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ اگر صحیح کی معنعن روایات محمول السماع ہوتی ہیں تو پھر متابعت اور سماع کی تصریح کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ محمول السماع کہہ دینے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور یاد رہے کہ خالی اس مقام پر یہ بات نقل نہیں کی بلکہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے میری تحقیق کے مطابق عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تقریباً ۵۰ حدیثوں پر تدلیس کی تصریح کے بعد ان روایات میں سماع کی تصریح کی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ متعدد محدثین کرام نے بخاری کی احادیث میں معنعن روایات پر اعتراضات وارد کئے تو علامہ عینی نے ان معترضین کے اعتراضات کو ان کے اپنے منہج کے مطابق جوابات دیے ہیں اور یہ نکتہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی کتاب عمدۃ القاری پڑھ کر واضح ہو جاتا ہے مگر یہ نکتہ غیر مقلد زبیر علیزئی کی پہنچ سے دور اور ناقص عقل سے بالاتر ہے۔

دوم: علامہ عینی نے اپنی کتاب شرح ابی داؤد ۳/۳۶۱ پر ترک رفع الیدین کی حدیث میں وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب کو صحیح ثابت کیا ہے۔ اگر سفیان کی عن والی روایت ضعیف ہوتی تو پھر ترک رفع الیدین کی حدیث کی تصحیح نہ کرتے۔ لہٰذا اپنی ناسمجھی کا الزام محدثین کرام پر ڈالنا مردود اور باطل ہے۔

علامہ کرمانی حنفی کا حوالہ :

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/ ۲۲۱ پر لکھتا ہے۔

''کرمانی حنفی نے بھی سفیان ثوری کو مدلس قرار دیا ہے۔'' (شرح صحیح البخاری ۳/۶۲ رقم ۲۱۳)

جواب:

جناب عرض یہ ہے کہ سفیان ثوری کے مدلس کا تو ہم نے انکار نہیں کیا۔ صرف مدلس ثابت کر کے ہمارے خلاف حوالہ نقل کرنا تو بے علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہم خود ہی سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کے مدلسین سے تسلیم کرتے ہیں کو پھر مدلس ثابت کرنے کے لئے اتنا زور کیوں صرف فرمارہے ہیں۔ جناب کوئی ایسا حوالہ پیش کریں جس سے حافظ ابن حجر کے طبقات کا انکار ہو۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کرنا مردود ہے۔

ملا علی قاری کا حوالہ:

غیر مقلد مقالات ۳/ ۲۲۱ پر لکھتا ہے۔

''ملا علی قاری نے بتایا کہ اعمش اور سفیان ثوری وغیرہما تدلیس کرتے تھے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۴۲۰)

جواب:

لگتا ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کو بغض سفیان ثوری ہے۔ لہٰذا جس نے بھی مدلس لکھا، زبیر علیزئی نے اسے نقل کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ جناب اعمش اور سفیان ثوری کو تو ہم بھی مدلس مانتے ہیں ہم نے کس تحریر میں اس بات کا انکار کیا ہے۔ لہٰذا خواہ مخواہ صفحات سیاہ کرنا محض بے فائدہ ہے۔ جناب ہم تو طبقات المدلسین کے قائل ہیں۔ لہٰذا کوئی ایسا حوالہ نقل کریں جس میں حافظ ابن حجر کے طبقات کا رد ہو۔ یا کوئی ایسا حوالہ نقل کریں کہ ائمہ ومحدثین کرام نے سفیان ثوری کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیا ہو۔ صرف ایسے چند اقوال پیش کرنا جس میں محدثین کرام نے سفیان ثوری کی عن والی روایت پر اعتراض کیا ہو وہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ میں نے پہلے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ تخصیصات، شواہد اور قرائن کا حکم جدا ہوگا۔

مزید یہ کہ ملا علی قاری تو خود سفیان ثوری کی عن والی ترک رفع الیدین کی تصحیح کی طرف مائل ہیں انہوں نے اس روایت کا تو دفاع کیا ہے۔ اگر آپ میں علمی ہمت اور جرأت ہے تو ملا علی قاری سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر سفیان ثوری کا اعتراض ثابت کر دیں اگر نہیں تو کوئی ایسا حوالہ نقل کر دیں جس میں ملا علی قاری نے طبقات کا انکار کیا ہو۔

امام زیلعی رحمہ اللہ کا حوالہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۲۱ پر لکھتا ہے

"زیلعی حنفی نے شیخ تقی الدین سے قتادہ کے بارے میں نقل کیا کہ ...... اور وہ تدلیس میں امام ہیں۔" (نصب الرایہ ۳/۱۵۵)

جواب :

عرض یہ ہے کہ قتادہ کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ میں لکھا ہے اور طبقہ ثالثہ، طبقہ رابعہ وغیرھم کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہیں اور طبقہ ثالثہ کے مدلسین پر امام شافعی کے اصول کا اطراق ہوگا لہٰذا ایسے حوالے فضول اور مردود ہیں۔

امام کوثری رحمہ اللہ کا حوالہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۲۱ پر لکھتا ہے۔

"کوثری حنفی (جہمی) نے کہا......اور قتادہ مدلس ہیں اور انہوں نے عن سے روایت کی ہے۔

(النکت الطریفہ ص ۱۵۲)

جواب:

عرض یہ ہے کہ دیگر علماء غیر مقلدین کی طرح غیر مقلد (وہابی) زبیر علیزئی کو بھی محدثین کرام کا کوئی ادب نہیں ہے۔ محدث الکوثری ایک جلیل القدر سنی حنفی محدث تھے۔ جنہوں نے بہت ساری محدثین کرام کی کتابیں اپنی تحقیق کے ساتھ منظر عام پر لائے۔ ان کو جہمی کہنا الزام و افتراء ہے، بلکہ کذب ہے۔ مزید یہ کہ اس حوالہ میں بھی قتادہ بن دعامہ کو حافظ ابن حجر نے النکت ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس راوی کی معنعن روایت کو ضعیف کہنے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس میں فلاں راوی مدلس ہے لہٰذا مدلس کے عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس میں طبقہ ثالثہ . طبقہ رابعہ کے مدلس کی تصریح کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسے حوالوں سے عوام الناس کو گمراہ کرنا مردود ہے۔

احمد علی سہارنپوری کا حوالہ:

غیر مقلد مقالات ۳/۲۲۱ پر لکھتا ہے۔

"احمد علی سہارنپوری نے قتادہ کے بارے میں کہا، کیونکہ وہ مدلس ہیں۔" (صحیح بخاری حاشیہ ۲/ ۷۶۴)

جواب:

عرض یہ ہے کہ اس حوالے میں بھی قتادہ ہے۔ لہٰذا یہ حوالہ بھی قتادہ کے طبقہ ثالثہ کے مدلس ہونے کی وجہ سے ہمارے خلاف نہیں ہے۔ لہٰذا حوالہ مردود ہے۔

تدلیس اور آل دیوبند کی تحقیق

غیر مقلد زبیرعلیزئی نے مقالات ۳/۲۲۱ تا ۳/۲۲۲ علماء دیوبند کے ۱۰ حوالہ جات لکھے ہیں۔

غیر مقلد زبیرعلیزئی نے ۱۔سرفراز خان صفدر (خزائن السنن ۲/۷۷) ۲۔ماسٹر امین اوکاڑوی مجموعہ الرسائل (۳/۳۳۱)، ۳۔شیر محمد مماتی دیوبندی (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۰)، ۴۔حسین احمد مدنی (تقریر ترمذی ص ۳۹۱)، ۵۔محمد تقی عثمانی (درس ترمذی ۱/۵۲۱) ۶۔مولانا عبدالقدیر (تدقیق الکلام ۱/۱۰۶) ۷۔مداد اللہ انور (مستند نماز حنفی ص ۳۵) ۸۔محمد الیاس فیصل (نمازِ پیغمبر ﷺ ۸۵) کے حوالہ جات پیش کر دیے ہیں۔

جواب:

ان تمام اقوال کا جواب تو آل دیوبند سے تعلق رکھنے والوں پر حجت ہیں، ہمارے نزدیک ان کی حجت ہرگز نہیں مگر ان حوالہ جات کو اصل کتاب میں پڑھ کر دیکھ لیں۔ جہاں پر آمین بالجہر کا مسئلہ ہوگا اسی مقام پر ان حضرات نے سفیان ثوری کی تدلیس کا جواب غیر مقلدین کو الزامی طور پر دیا ہوگا۔لہٰذا تحقیق کے میدان میں الزامی حوالہ جات مردود اور فضول ہیں۔لہٰذا آپ کے تمام پیش کردہ حوالہ جات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اور ایسے حوالوں سے عوام الناس اور اپنے علماء کو دھوکا دینا غلط ہے۔

علماءِ اہل سنت کے تدلیس کے اقوال کی تحقیق

مسئلہ تدلیس پر جناب زبیر علی زئی اس قدر اضطراب کے شکار ہیں کہ جہاں بھی کوئی مدلس راوی والا حوالہ نظر آیا فوراً اُسے نقل کر دیا۔اتنا بھی نہ سوچا کہ آیا پیش کردہ حوالہ نفس مسئلہ پر منطبق ہوتا ہے کہ نہیں۔اس نہج کو مزید آگے لے جاتے ہوئے غالی غیر مقلد زبیرعلیزئی اپنی کتاب مقالات ۳/۶۱۲ تا ۳/۶۱۴ پر علماءِ اہل سنت بریلوی کے ۱۰ حوالہ جات نقل کر کے یہ مذموم کوشش کی ہے کہ علماءِ اہل سنت بھی تدلیس کا وہی موقف رکھتے ہیں جو غیر مقلد زبیرعلیزئی کا ہے۔مگر حقیقت اس سے مختلف ہے میں یہاں دوبارہ وضاحت کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ طبقہ اولیٰ وطبقہ ثانیہ کے مدلس کی معنعن روایات بھی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں الا کہ دیگر قرائن وشواھد اس کی تصحیح کے خلاف ہوں۔اور طبقہ ثالثہ وطبقہ رابعہ وغیرھم کی مدلسین کی عن والی روایت ضعیف ہوگی اِلا دیگر قرائن،شواھد وتخصیصات،اس کی تصحیح کریں۔علماءِ اہل سنت کا ہر وہ حوالہ نا قابل قبول ہوگا جو انہوں نے علماء غیر مقلدین کو یا تو الزامی جواب دیا ہو اور یا طبقہ ثالثہ وطبقہ رابعہ وغیرھم کے مدلسین کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیا ہوں۔اور یہ یاد رہے کہ طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین کی معنعن روایت کو ضعیف لکھتے وقت ضروری نہیں کہ وہ اس بات کو تحریر کریں کہ فلاں راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے اس لئے فلاں روایت ضعیف ہے

لہٰذا مندرجہ ذیل علماء اہل سنت بریلوی کے اقوال کی حقیقت ملاحظہ کیجئے۔

:1اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی ؒ کا حوالہ:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/ ۲۱۲ پر لکھتا ہے۔

"حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقہ ثالثہ کے مدلس عبداللہ بن ابی نجیح المکیؒ کی ایک روایت کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے کہا :اس کا دارومدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعن کہا اور عنعن مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار ومعتمد مردود نامستند ہے۔(فتاویٰ رضویہ ۵/ ۲۴۵) .

جواب:

عرض یہ ہے کہ اول تو غالی زبیر علیزئی نے خود لکھا دیا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقہ ثالثہ کے مدلس عبداللہ بن نجیح المکی ۔یعنی یہ راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس تھا۔لہٰذا جیسے پہلے تصریح کر دی ہے کہ طبقہ ثالثہ کے مدلسین پر اعتراض ہمارے خلاف نقل کرنا مردود اور نامستند ہیں۔

دوم یہ کہ اعلیٰ حضرت محدث ہند علیہ الرحمہ نے یہ جواب الزامی طور پر غیر مقلد نذیر حسین دہلوی کو دیا ہے۔

سوم :اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۶ میں سفیان ثوری کی عن والی روایت کو صحیح کہا ہے۔

لہٰذا اعلیٰ حضرت کا حوالہ پیش کرنا مردود اور باطل ہے۔

محدث کوٹلیؒ کا حوالہ:

غالی زبیر علیزئی مقالات ۳/ ۲۱۲ ص ۱۴۶ پر لکھتا ہے۔

"محمد شریف کوٹلی بریلوی نے سفیان ثوری کی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا :اور سفیان کی روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔(فقہ الفقیہ ص ۱۳۴)

جواب:

عرض یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب مسئلہ ترک رفع الیدین پر......مضامین کا جواب ص ۶۱ اور ص ۶۲ پر محدث کوٹلوی رحمہ اللہ کی اس بات کی وضاحت اور جواب دیا تھا کہ محدث کوٹلوی رحمہ اللہ نے ترجیح شعبہ کی روایت کو دی ہے اور سفیان ثوری کی روایت میں تدلیس کا شبہ ظاہر کیا ہے۔محدث کوٹلوی رحمہ اللہ نے ترجیح کے الفاظ لکھے ہیں۔لہٰذا واضح تحریر کے مقابلے میں مبہم عبارات پیش کر کے فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔

اعتراض:

میرے اس جواب کے رد میں غالی زبیر علیزئی مقالات ۴/ ۲۴۶ پر لکھتا ہے۔

کبھی اس پر بھی "غور شریف" کیا ہے کہ تدلیس کا شبہ کیوں ہے؟ چونکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ مدلس تھے۔لہٰذا ان کی معنعن روایت میں تدلیس کا شبہ ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ کوٹلوی کے نزدیک وہ مدلس تھے، کوٹلوی کے نزدیک وجہ ترجیح شعبہ کا مدلس نہ ہونا اور سفیان ثوری کا مدلس ہونا ہے۔ چارپائی پر جس طرف سے بھی لیٹیں گے ازار بند درمیان میں ہی آئے گا۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ الحمدللہ میرا غور، شریف ہے۔شکر ہے کہ آپ کی طرح غور، حماقت والا نہیں ہے۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کو یہ ہی نہیں معلوم کہ ترجیح کسے کہتے ہیں۔جناب جب دونوں طرف کے موقف اپنی اپنی جگہ دلائل کے ساتھ قائم ہوتو محدثین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ تطبیق کے بعد ترجیح کرتے ہیں۔

قارئین کرام! ذرا غور کریں کہ محدث کوٹلوی رحمہ اللہ نے اس حوالہ میں ایک جگہ بھی سفیان ثوری کی مدلس ہونے کی وجہ سے عن والی روایت کو ضعیف نہیں لکھا بلکہ ترجیح کا لفظ استعمال کیا ہے۔اگر سفیان ثوری کی معنعن روایت مطلقاً ضعیف سمجھی جاتی تو محدث کوٹلوی یہ واضح والفاظ میں لکھ دیتے کہ عن کی وجہ سے روایت ضعیف ہے مزید یہ کہ اگر آپ کو محدث کوٹلوی رحمہ اللہ کے قول سے استدلال کرنا ہے تو پھر مکمل طور پر استدلال کریں کیونکہ محدث کوٹلوی نے آہستہ آمین کی روایت جس شعبہ راوی ہیں کو آمین بالجہر جس میں سفیان ثوری راوی کو ترجیح دی ہے۔یعنی آہستہ آمین کہنے کو ثابت کیا ہے۔اگر موقف پیش کرنا ہے تو محدث کوٹلوی کا مکمل موقف پیش کریں۔یہ بھی یاد رہے کہ محدث کوٹلوی ترک رفع الیدین کی حدیث جس میں سفیان ثوری عن سے روایت کر رہے ہیں۔اس کی تصحیح کے قائل ہیں۔لہٰذا ایسے جواب پیش کر کے میدان سے راہ فرار اختیار کرنا فضول ہے۔

علامہ عباس رضوی کا حوالہ:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/ ۶۱۲ پر لکھتا ہے۔

"یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعن غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے ان شاءاللہ بیان ہوگا۔(مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹)

عباس رضوی نے سلیمان الاعمش کی روایت کے بارے میں کہا :اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔(واللہ آپ ﷺ زندہ ہیں ص ۳۵۱)

جواب:

عرض یہ ہے کہ ان حوالوں پر کلام پچھلے صفحات پر بڑی تفصیل کے ساتھ کر دیا ہے۔مگر اختصاراً عرض کر دوں کہ پہلے

حوالہ میں عباس رضوی صاحب نے ایک غیر مقلد کو الزامی جواب دیا تھا۔اس الزامی جواب کو غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا تحقیقی جواب کہنا مردود ہے۔مزید یہ کہ جس کی مرضی چاہے وہ عباس رضوی صاحب سے ان کا اپنا موقف معلوم کر سکتا ہے اور دوران گفتگو مولانا مناظر الاسلام عباس رضوی صاحب نے اس بات کی وضاحت کی کہ وہ طبقات المدلسین کے ماننے والے ہیں اور اپنے اکابر کے ساتھ ہیں لہٰذا ایسا حوالہ ان کی اپنی تصریح کے بعد مردود اور باطل ہے۔لہٰذا آئندہ ایسے حوالے پیش کرنے سے شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔دوسرے حوالہ میں اعمش راوی ہیں لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس ہونے کی وجہ سے اس کی معنعن روایات پر اعتراض کیا ہے اور کیونکہ محدث عباس رضوی صاحب طبقات کے قائل ہیں لہٰذا ایسے حوالہ بھی پیش کرنا مردود ہیں۔اور ویسے بھی تصریح متعدد مقامات پر کر دی گئی ہے کہ طبقہ ثالثہ وغیرھم کے راویوں کی عن والی روایات والے حوالے ہمارے خلاف پیش کر کے راہ فرار اختیار کرنا ہے۔

غلام مصطفی نوری صاحب کا حوالہ:

غالی غیر مقلد مقالات ۳/ ۶۱۲ پر لکھتا ہے۔

غلام مصطفی نوری بریلوی نے سعید بن ابی عروبہ کے بارے میں لکھا:

لیکن اس کی سند میں ایک تو سعید بن ابی عروبہ ہیں جو کہ عن کے ساتھ روایت کرے تو حجت نہیں ہوتی۔

(ترک رفع الیدین ص ۴۲۵)

جواب:

عرض یہ ہے کہ اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جناب مناظر اسلام غلام مصطفی نوری صاحب نے اثبات رفع الیدین والی حدیث میں سعید بن ابی عروبہ پر عن کی وجہ سے اعتراض لکھا ہے اور اس حوالہ سے یہ معلوم کرنا دشوار نہیں کہ انہوں نے جواب غیر مقلدین حضرات کو الزامی دیا ہے۔اور الزامی جوابات کو تحقیقی میدان میں پیش کرنا مردود ہے۔

دوم یہ کہ اسی کتاب کو اگر آپ بغور سے مطالعہ کرتے تو انہوں نے حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کا اقرار کیا ہے۔سوم یہ کہ براہ راست غلام مصطفی نوری صاحب سے انکا اپنا موقف بھی معلوم کر سکتے ہیں۔لہٰذا مناظر اسلام غلام مصطفی نوری صاحب کے طبقاتی تقسیم کے موقف کے خلاف کچھ اور اخذ کرنا آپ کی اپنی ذہنی اختراء ہی ہو سکتی ہے۔جناب ان شاء اللہ آپ کے میدان سے بھاگنے کے تمام راستوں کی ہم نشاندہی ضرور بہ ضرور کرتے رہیں گے۔

مولانا محبت علی قادری کا حوالہ:

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۳/ ۶۱۳ پر لکھتا ہے۔

محمد محبت علی قادری بریلوی نے فاتحہ خلف الامام کی ایک حدیث پر جرح کرتے ہوئے رضامندی لکھا۔''

علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مکحول ہیں جوکہ تدلیس کرتے ہیں اور اس نے اس روایت میں عنعن کیا ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے۔" (نصرت الحق ص ۲۲۴)

جواب:

عرض یہ ہے کہ محبت علی قادری صاحب نے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اس کی سند میں ایک اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ طبقہ ثالثہ کے مدلسین کی عن والی روایات پر اعتراض والے حوالے پیش کرنا مردود ہے اہم بات یہ ہے کہ اس حوالہ سے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کا اقرار ہے۔اور حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے مدنظر ہی اس روایت میں مکحول کی تدلیس پر اعتراض لکھا ہے۔لہٰذا اس حوالے کو پیش کر کے دھوکا دینا مردود ہے۔مزید یہ کہ مولانا محبت علی قادری کا اپنا موقف طبقات المدلسین کا ہی ہے اگر مرض تدلیس برقرار ہے تو مولانا محبت علی قادری سے براہ راست رابطہ کر کے ان کا موقف معلوم کر سکتے ہیں۔لہٰذا ان کا حوالہ نقل کرنا باطل اور مردود ہے۔

حافظ عبدالرزاق بھترالوی صاحب کا حوالہ:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/ ۶۱۳ پر لکھتا ہے۔

حافظ عبدالرزاق چشتی بھترالوی نے فاتحہ خلف الامام کی کتاب میں حدیث کے بارے میں کہا: یہ حدیث قابل حجت نہیں اس لئے کہ ایک تو یہ حدیث مضطرب ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ مدلس ہے تیسری وجہ ہے کہ حدیث معنعن ہے۔لہٰذا یہ حدیث دلیل بنانے کے لائق نہیں۔اس حدیث کے متعلق علامہ نیموی نے بیان کیا: قال نیموی فیہ مکحول وھو یدلس، رواہ معنعنا... (نمازِ حبیب کبریا ص ۲۱۷)

جواب:

عرض یہ ہے کہ اس حوالہ میں بھی اعتراض مکحول راوی کی تدلیس پر ہے جوکہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔طبقہ ثالثہ کے مدلس کی تدلیس مضر ہوتی ہے اور اس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے النکت علی ابن صلاح میں واضح کر دیا ہے۔جب علماء اہلسنت بھی طبقہ ثالثہ کے مدلسین کی تدلیس کو روایت میں ضعف مانتے ہیں تو اس حوالے کو ہمارے خلاف پیش کیا اور غالی غیر مقلد نے جو یہ حوالہ نقل کیا ہے وہ دلیل تو ہمارے موقف کو ثابت کرتی ہے۔لہٰذا ایسے حوالے پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔

غلام رسول سعیدی صاحب کا حوالہ:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/ ۶۱۳ پر لکھتا ہے۔

غلام رسول سعیدی بریلوی نے بقیہ (مدلس راوی) کی ایک روایت پر جرح کی: اور امام طبرانی کی سند میں بقیہ بن ولید معنعن ہے۔(تبیان القرآن ۲/ ۵۳۳، شرح صحیح مسلم ۲/ ۳۶۴)

جواب:

عرض یہ ہے کہ غلام رسول سعیدی صاحب نے بقیہ بن ولید کی معنعن روایت پر جرح کی ہے جناب بقیہ بن ولید تو طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ یہ حوالہ تو ہمارے حق میں ہے کہ غلام رسول سعیدی صاحب نے طبقہ ثالثہ کے مدلس پر جرح کی ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے واضح تصریح کی ہے کہ طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانی کے مدلسین کی عن والی روایات صحیح اور طبقہ ثالثہ وغیرھم کی عن والی روایات ضعیف ہیں۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ والے مدلس بقیہ بن ولید پر غلام رسول سعیدی صاحب کا حوالہ پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔ مزید یہ کہ غلام رسول سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم...... پر ترک رفع الیدین والی حدیث میں سفیان ثوری کی عن والی روایت کو صحیح لکھا ہے۔

محمد شوکت علی سیالوی صاحب کا حوالہ:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/ ۲۱۴ پر لکھتا ہے۔ محمد شوکت علی سیالوی بریلوی نے امام بیہقی کی بیان کردہ ایک روایت کے راوی ابن جریج کے بارے میں میزان الاعتدل سے نقل کیا ہے کہ وہ مشہور ثقات میں سے ہیں مگر تدلیس کرتے تھے۔ (مسئلہ رفع الیدین ص ۲۸) ۔سیالوی مذکور نے امام نعیم کے بارے میں حافظ ذہبی سے بطور تائید نقل کیا کہ وہ بیشک ثقہ حفاظ سے تو ہیں مگر کثرت سے تدلیس کرتے ہیں۔

(مسئلہ رفع الیدین ص ۳۴)

جواب :

عرض یہ ہے کہ محمد شوکت علی سیالوی صاحب کے ان دونوں حوالوں میں دو مدلس راوی ہیثم بن بشیر اور ابن جریج طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں اور یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ ہم خود طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین کی عن والی روایات کو ضعیف مانتے ہیں لہٰذا یہ حوالہ تو ہمارے حق میں جاتا ہے۔ محمد شوکت علی سیالوی سے کسی بھی جگہ طبقات کا رد موجود نہیں ہے بلکہ ان کا اپنا موقف بھی طبقات المدلسین کا ہی ہے اور انہوں نے خود ترک رفع الیدین کی حدیث میں سفیان ثوری کی عن والی روایت کا صحیح مانا ہے۔ لہٰذا محمد شوکت سیالوی صاحب کے اپنے موقف کے خلاف کچھ اخذ کرنا مردود ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین پر جرح والے اعتراضات لکھ کر فرار ہونے کی کوشش فضول ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ تمام حوالے غیر متعلقہ ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ کیونکہ اکابر اہلسنت حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ ان طبقات میں موجود راویوں پر ان کے طبقات کے مطابق حکم لگاتے ہیں۔ اگر کوئی مدلس راوی طبقہ ثالثہ وغیرھم کا ہو تو بغیر اس کے طبقات کی تصریح کئے تدلیس پر جرح کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کرنا عوام الناس کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔

عرب سلفی عالم مسفر بن غرم اللہ الدمینی کا حتمی فیصلہ

زبیر علیزئی نے اپنی کتاب فتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین میں اکثر مقامات پر عرب عالم مسفر بن غرم اللہ الدمینی کی کتاب تدلیس فی الحدیث سے استدلال کیا ہے۔ مسفر بن غرم اللہ الدمینی سفیان ثوری کے بارے میں حتمی فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"سفیان ثوری۔ فانه امام مشهور و كان يدلس لكنه قليل التدليس كما تقدم فی القول الخامس قريباً۔۔۔واذن فروايۃ سفیان ثوری بالعنعنۃ مقبولۃ مطلقاء

(تدلیس فی الحدیث ص ۱۲۲)

یعنی: ۔سفیان ثوری۔امام مشہور اور مدلس ہیں لیکن قلیل التدلیس ہیں جیسا کہ قول خامس میں بیان ہوا ہے۔
امام سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات مطلقاً قبول ہیں۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد تو ایک طرف اپنی کتاب فتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین میں مسفر بن غرم اللہ الدمینی کی کتاب سے استفادہ کریں ۔مگر جب مسفر بن غرم اللہ الدمینی کا حتمی فیصلہ سفیان ثوری کے متعلق دیا تو بڑی چالاکی سے مقالات ۳/ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں۔

''مسفر کا اہل حدیث یا غیر مقلد ہونا صراحتاً ثابت نہیں ہے۔اللہ جانتا ہے کہ اُن کا مسلک کیا ہے؟''

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ جناب جب معلوم نہیں تھا کہ مسفر کا مسلک کیا ہے تو پھر انکی کتاب تدلیس فی الحدیث سے استفادہ کیوں کیا تھا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ مسلکی تعصب تھا.کیونکہ اس میں بہت سارے راویوں کو بری التدلیس قرار دیا گیا اور کچھ کو طبقہ اولی میں داخل کیا گیا ہے.جو کہ آپ کے مسلک کو تقویت دیتے تھے۔مگر جوں ہی سفیان ثوریؒ کے بارے میں مسفر بن غرم اللہ الدمینی کا فیصلہ جناب کے سامنے آیا تو جناب نے اس کے مسلک کو نہ جاننے کا بہانہ کر کے جان خلاصی میں عافیت سمجھی ۔مگر جناب یہ عرض کر دوں کہ سعودی عرب کے کچھ ساتھیوں سے بات کر کے یہ معلوم ہوا ہے کہ مسفر بن غرم اللہ الدمینی صاحب.سلفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔اب تو یہ حوالہ آپ پر حجت ہے،وگرنہ اپنی چالاکیوں سے توبہ کریں۔اللہ تعالیٰ حقیقت سے روگردانی کرنے سے بچائے۔آمین۔بجاہ سید المرسلین

سفیان ثوریؒ کی متابعت

اعتراض:

زبیر علیزئی صاحب نورالعینین صہ ۱۳۷ پر لکھتے ہیں۔

"مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے۔ سفیان ثوری اس روایت میں عاصم بن کلیب سے منفرد ہیں اور ان کی کوئی معتبر متابعت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔"

الجواب:

امام سفیان ثوریؒ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں۔ اور طبقہ ثانیہ کی تدلیس حدیث کی صحت کے لیے مضر نہیں ہوتی۔ متقدمین سے متاخرین محدثین نے اِس حدیث پر سفیان ثوری کی تدلیس کی جرح نہیں کی۔ لہٰذا اِس حدیث پر سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔ سفیان ثوریؒ کی عاصم بن کلیب سے اِس روایت کی سماعت اور تحدیث پر خارجی اور داخلی دلائل کا ایک انبار ہے۔ جس کی وجہ سے متقدمین اور متاخرین نے اِس حدیث پر دوسرے اعتراضات تو وارد کیے مگر اس حدیث پر تدلیس کا الزام کسی محدث سے ثابت نہیں ہے۔

الزامی جواب:

اِس حدیث میں اگر سفیان ثوری کی متابعت نہ بھی ہوتی تو یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر دلائل کی رو سے سفیان ثوری کی متابعت بھی ثابت ہے۔

امام دارقطنیؒ کی تحقیق:

امام دارقطنیؒ سفیان ثوری کی اِس حدیث میں متابعت کے بارے لکھتے ہیں۔

"وسئل عن حديث علقمة عن عبد اللهؓ قال الا اديكم صلوٰة رسول اللهؐ صلى اللهؐ عليه وآله وسلم فرفع يديه فى اول تكبيرة ثم لم يعد فقال يرويه عاصم ابن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمه حدث به الثورى عنده رواه ابو بكر النهشلى عن عاصم ابن كليب عن عبد الرحمن ابن لاسود عن ابيه وعن علقمه عن عبد الله و كذلك رواه ابن ادريس عن عاصم ابن كليب عن عبد الرحمن ابن لاسود عن علقمه عن عبد الله و

اسنادہ صحیح و فیہ لفظۃ لیست بمعفوظۃ ذکرھا ابو حذیفۃ فی حدیثہ عن الثوری وہی قولہ ثم لم یعد۔" (العلل الواردہ فی الاحادیث جلد ۵/۱۷ رقم ۸۰۴)

امام دارقطنیؒ کی تحقیق سے چند اہم نقات واضح ہو گئے۔

امام دارقطنیؒ کا حدیث کی تصحیح کرنا:

امام دارقطنیؒ نے اِس حدیث کے بارے اسنادہ صحیح کے الفاظ لکھے۔ معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کے نزدیک یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل حجت ہے۔

سفیان ثوری کی متابعت:

امام دارقطنیؒ نے اِس حدیث میں امام سفیان ثوریؒ کے ۲ متابعت نقل کی ہیں۔

۱۔ امام ابوبکر نہشلیؒ ۲۔ عبداللہ بن ادریسؒ

سفیان ثوریؒ کے دو متابعت کی وجہ سے یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل احتجاج ہے۔

اعتراض:۔

زبیر علیزئی صاحب مقالات ۳/۳۲۵ پر شعبدہ بازے کرتے ہوے لکھتے ہیں۔

''ایک شخص نے امام دارقطنی کی کتاب العلل رقم ۸۰۴ سے ابوبکر النہشلی اور عبداللہ بن ادریس کی متابعت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ حوالہ بالکل بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور دنیا کی کسی کتاب میں صحیح یا حسن لذاتہ سند کے ساتھ ابوبکر النہشلی یا عبداللہ بن ادریس کی روایت مذکورہ میں لفظی یا معنوی (مضموناً) متابعت ثابت نہیں ہے۔

الجواب:

زبیر علیزئی صاحب سے عرض ہے کہ امام دارقطنی یہ بات اپنی کتاب العلل رقم ۸۰۴ پر کر رہے ہیں۔ اور کتاب العلل ہوتی ہے کسی حدیث میں خفیہ علتیں بیان کرنے کے لیے اور کسی حدیث میں علت بیان کرنے کے لیے بڑی ہی وسیع علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ امام سفیان ثوری کی معنعن روایت کو امام دارقطنی نے صحیح لکھا ہے۔ دوسرا امام دارقطنی نے اس حدیث کی علت میں کسی مقام پر یہ نہیں لکھا کہ سفیان ثوری نے یہ روایت عاصم بن کلیب سے نہیں سنی۔ اگر آپ امام دارقطنی کی کتاب العلل کا مطالعہ کریں تو یہ واضح ہو جائے گا کہ امام دارقطنی نے متعدد مقامات پر نشاندہی کی ہے کہ یہ روایت راوی نے اپنے استاد سے نہیں سنی۔ حافظ ابن حجر مکیؒ کے ترجمہ میں زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب فتوٰی

علیہ ۲؍ ۴۱۳ پر حافظ ابن حجر مکیؒ کو مجروح کرنے کے لیے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ"اس کتاب (الخیرات الحسان) میں سندیں حذف کر کے قال فلاں اور روی عن فلان کے ساتھ روایتیں لکھی گئی ہیں۔اہل تحقیق پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ بے سند وغیر ثابت روایات کے بارے میں قال فلان اور روی فلان وغیرہ کے الفاظ لکھنا انتہائی معیوب اور ناپسندیدہ حرکت ہے"۔غرض یہ ہے کہ اگر اسی اصول کو امام دارقطنیؒ پر لا گو کیا جائے تو امام دارقطنیؒ بھی مجروح ثابت ہوتے ہیں کیونکہ امام دارقطنیؒ نے بھی اس متابعت کو بے سند نقل کیا ہے۔جناب ہم آپ کے سامنے آپ ہی کا دوسرا رُخ بھی پیش کرتے ہیں تا کہ عوام الناس پر آپکا تضاد اور بغض احناف واضح ہو جاہے۔امام دارقطنیؒ کے متابعت پر اتنا شور جبکہ احناف کے خلاف کوئی جرح کرے تو کسطرح اُس قول کا دفاع کرتے ہیں،ذرا ملاحظہ کریں۔

ترک رفع الیدین پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خلافیات بیہقی والی روایت کو جب امام حاکم اور ابن قیم نے جرح کو تو احناف نے اس کی دلیل مانگی۔جب حدیث کو ضعیف کہنے کی کوئی وجہ نہیں ملی تو اس کے حق میں غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کی تحریر ملاحظہ کیجیے۔غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۸۶ پر لکھتا ہے۔

"امام ابوحاتمؒ نے کچھ روایات کو کذب و باطل اور (کچھ کو) صحیح کہا اور دلیل نہ بتا سکے۔ابوزرعہ نے انھی روایات کو باطل وکذب اور صحیح کہا تو سائل بڑا حیران ہوا۔یہ پہچان ایسے ہے جیسے ایک جوہری سچے موتی اور جعلی موتی پہچان لیتا ہے......غرض یہ کہ حدیث کی پہچان میں اس کے جوہریوں (محدثین) کا قول حجت ہے۔"

قارئین کرام،جب رفع یدین کے خلاف کوئی قول ملا تو بغیر کسی وجہ اور علت کے قول کو مان لیا اور جب ترک رفع الیدین پر امام دارقطنی کے قول کو بے سند کہ کر رد کر دیا۔اس کا نتیجہ میں پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں،تا کہ عوام الناس خود اس تضاد کے بارے میں سوچ سکیں۔

اُمید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب جمہور علماء کرام کے فیصلے کی روشنی میں اِس حدیث کی صحت کو تسلیم کرینگے اور اپنی مردود تحقیق سے رجوع کر کے حق کی جانب رجوع کرینگے اور امام دارقطنی سے ابوبکر نہشلی تک سند کے بارے میں اعتراض باطل اور مردود ہے۔

سفیان ثوریؒ کی حدیث کے شواہد

مندرجہ بالا سطور سے یہ واضح ہوگیا کی سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات یعنی عن والی روایات جمہور محدثین کرام کے نزدیک صحیح اور ثابت ہوتی ہیں مگر اتمام حجت کے لئے ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی احادیث کے شواہد کی بھی تحقیق کرتے ہیں۔

مدلس راوی کی اگر متابعت یا شاہد مل جائے تو تدلیس کا اعتراض رفع ہو جاتا ہے۔زبیر علیزئی صاحب اس اصول کو خود اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۳۷ پر لکھتے ہیں۔" مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔"

زبیر علیزئی صاحب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۲۴ پر لکھتے ہیں۔

اگر چہ ہمارے نزدیک مرسل روایات ضعیف ہوتی ہیں مگر اس روایت کو دو وجہ سے پیش کیا گیا ہے۔

۱۔فریق مخالف کے نزدیک مرسل حجت ہے۔ظفر احمد عثمانی نے کہا" قلت : والمرسل حجۃ عندنا" میں نے کہا اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے۔(اعلاء السنن ۱/ ۸۲ بحث مرسل)

۲۔یہ روایت حسن روایت کے شواہد میں ہے۔(مقدمہ ابن صلاح ص ۳۸ بحث المرسل)

شاهد نمبر ۱ :

(مرسل موقوف) حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراہیم عن عبداللہ انه کان یرفع یدیه فی اول مایستفتح ثم لا یرفعهما۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۲۳۶)

اعتراض:

غالی غیر مقلد شعبدہ بازی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اس کے راوی ابراھیم نخعیؒ کی پیدائش سے پہلے سیدنا ابن مسعودؓ فوت ہو گئے تھے، لہذا یہ روایت منقطع ہے اور یہ کہنا کہ مجھے ابن مسعودؓ کے بہت سے شاگردوں نے بتایا ہے، چنداں مفید نہیں، جب تک اُن میں سے کسی ایک ثقہ شاگرد کے نام کی صراحت نہ ہو۔(مقالات ۴/ ۲۶۲)

جواب :

غرض یہ ہے کہ اس اعتراض کی حقیقت کے لئے محدثین کرام کے اقوال جاننا بہت ضروری ہے۔

1۔امام ترمذیؒ کی تحقیق :

امام ترمذی لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو عبيدة بن ابى السفر الكوفى حدثنا سعيد بن عامر عن شعبه عن سليمان الاعمش قال :قلت لابراهيم النخعى أسند لى عن ابن مسعود رضى الله عنه، فقال ابراهيم! اذا حدثتك عن رجل عن عبدالله فهو الذى سميت، و اذ قلت قال عبدالله فهو عن غير واحد عن عبدالله۔(علل الترمذی صغیر من الجامع ۵/۷۵۵)

ترجمہ: سلیمان الاعمشؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عنہ تک سند کا پوچھا تو ابراہیم نخعیؒ فرمایا؛ جب میں کسی شخص کا درمیان میں ذکر کروں تو وہ میں صرف اسی سے سنی ہوتی ہے اور اگر میں (ابراہیم نخعی) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لوں تو وہ میں نے کئی اشخاص سے سنی ہوتی ہے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ کی تحقیق:

حافظ ابن عبدالبرؒ تحقیق کرتے ہوئے ابراہیم نخعی کی مرسل کو انکی مسند سے زیادہ صحیح مانتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" حدثنا عبدالوارث بن سفيان قال قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زهير قال حدثنا احمد بن حنبل قال محمد بن جعفر قال حدثنا شعبه عن سليمان الاعمش قال قلت لابراهيم :اذا حدثنى حديثاً فاسنده فقال اذا قلت عن عبدالله يعنى ابن مسعود فاعلم أنه عن غير واحد واذا سميت لك أحد فهو الذى سميت"۔(التمھید ۱/۳۴)

مفہوم سلیمان الاعمشؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہا کہ جب حدیث بیان کریں تو اس کی سند بھی بتادیا کریں تو ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ جب میں عبداللہ بن مسعود سے بیان کروں تو یہ میں نے کئی اشخاص سے سنی ہوتی ہے اور جب میں نے کسی ایک سے سنی ہوتی ہے تو پھر اسی سے سنی ہوتی ہے

امام طحاویؒ کی تحقیق:

امام طحاوی اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فان قالوا ما ذكرتموه عن ابراهيم عن عبدالله غير متصل قيل لهم كان ابراهيم اذا

ارسل عن عبداللہ لم یرسلہ الا بعد صحۃ عندہ وتواتر الراویۃ عن عبداللہ قد قالہ الاعمش اذا حدثنی فاسند فقال اذا قلت لک قال عبداللہ فلم اقل ذلک حتی حدثنیہ جماعۃ عن عبداللہ واذا قلت حدثنی فلان عن عبداللہ فھو الذی حدثنی"

(شرح معانی الآثار ۱/ ۴۶۴)

ترجمہ: امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر وہ کہیں کہ جو کچھ تم نے بواسطہ ابراہیم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ غیر متصل ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ حضرت ابراہیم صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس وقت ارسال کرتے ہیں جب وہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہوتی ہے۔ حضرت اعمش نے ان سے کہا مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت سند ذکر کیا کریں۔ انہوں نے فرمایا جب میں تم سے کہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا تو میں یہ بات اس وقت کہتا ہوں جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت بیان کرتی ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں فلاں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کہا تو یہ اسی سے ہوگی جس نے مجھ سے بیان کیا۔

اسی طرح کا قول حافظ ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ ۲۸۰/۶ ابوزرعہ الدمشقی نے تاریخ ص ۳۴۶ پر بیان کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا پر لغوی طور پر تو مرسل کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر ان کی روایت اصطلاحی طور پر مرسل یا منقطع ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ابراہیم نخعیؒ نے یہ واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ اگر میں روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کروں تو یہ روایت میں نے ایک جماعت سے سنی ہے۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی اس مندرجہ بالا تصریحات پر لکھتا ہے۔

"اگر کہا جائے کہ یہ روایت ابراہیم نخعی نے غیر واحد (کئی اشخاص سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ (نصب الرایہ ۱/ ۴۰۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر واحد اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں لہٰذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔ حافظ گوندلوی لکھتے ہیں ... یہ عبارت مرویات ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔

اوّل: اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔

ثانیاً: پتا نہیں کہ سلسلہ اسناد عبداللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو

چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں، ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔

ثالثاً : ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔

والجرح مقدم علی اتعدیل، تعدیل مبہم مقلد مایہ ناز ہوسکتی ہے ایک تشنہ تحقیق کی سیرابی کے لئے ناکافی ہے۔......امام شافعی نے کہا :ابراہیم نخعی اگر علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو وہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ابراہیم کی ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

(نورالعینین ص ۱۱۶ اور ص ۱۶۷)

جواب :

غرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اور حافظ گوندلوی جو مفروضے قائم کرکے جو عمارت بنانے کی کوشش کی ہے وہ بڑی ہی نرالی ہے کیونکہ مفروضے غیر مقلد کا مایہ ناز ہوسکتی ہے مگر ایک مقلد تشنہ تحقیق کی سیرابی کے لئے نہیں ہے۔

1: جناب آپ کا یہ اعتراض کہ غیر واحد (کئی اشخاص) اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جس جماعت سے احادیث سماع کریں اور ان سے علم حاصل کیا اور جن کے علم پر فتویٰ دیا یہ سب محدثین کرام نے واضح طور پر بیان کردیا ہے۔ جناب ایک جماعت میں سے چند اشخاص تو اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وکان ابراہیم نخعی عندی من اعلم الناس باصحاب عبداللّٰہ

یعنی ابراھیم نخعی میرے نزدیک اصحاب عبداللہ کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ (العلل ابن مدینی ۴۳/۱)

❁ آگے امام علی بن المدینی اصحاب عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اصحاب عبداللّٰہ الذین یقروؤن ویفتون ستۃ علقمہ والاسود ومسرق وعبیداللّٰہ وعمرو بن شرجیل والحارث الاعور۔

یعنی اصحاب عبداللہ جو پڑھتے اور فتویٰ دیتے وہ چھ ہیں۔ علقمہ، الاسود، مسروق، عبیداللہ، عمرو بن شرجیل، الحارث الاعور۔ (العلل ابن مدینی ۴۳۱/۱)

❁ امام علی بن المدینیؒ نے آگے وضحات کے ساتھ لکھا ہے۔

"وابراہیم لقی من ھولاء الاسود وعلقمۃ ومسروقاً وعبیداللّٰہ"۔

یعنی ابراہیم نخعی کی اسود، علقمہ، مسروق اور عبیداللہ سے لقا ثابت ہے۔ (العلل ابن المدینی ۱۱/ ۴۳)

امام علی بن المدینی کی اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جن اشخاص اور جماعت سے سُنا

ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد شامل ہیں اور یہ بات تو ایک کم فہم انسان کو بھی سمجھ آجاتی ہے کہ جب ابراہیم نخعی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترک رفع الیدین نقل کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ہی سنی اور یہی ایک جماعت ہے جس کا اشارہ ابراہیم نخعی نے خود دیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ علم ان کے اصحاب کو تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب (الاسود، علقمہ، عبیداللہ) علم کو سب سے زیادہ جاننے والے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تھے اور یہ بھی بات یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں الاسود بن یزید اور علقمہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے خاندان میں تھے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے اصحاب میں سے دو اصحاب تو ابراہیم نخعی کے شیخ اور ماموں تھے اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے افعال اور فتووں کو اصحاب عبداللہ بن مسعود سے زیادہ اور کوئی نہ جانتا تھا اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کے علم اور افعال کو ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ترک رفع الیدین والا عمل کا بتانا بالکل صحیح ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے جو کہ بالکل صحیح سند سے ثابت ہے۔ اس کی تحقیق آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے گا۔

ابن رجبؒ کی تحقیق:

ابن رجب لکھتے ہیں۔

وكان اصحاب عبدالله الذين يقرؤن بقرأته ويفتون بقوله ويذهبون مذهبه عقلمة بن قيس والاسود بن يزيد ومسروق بن الاجدع وعبيدة السلماني وعمرو بن شرجيل والحارث بن قيس سته هؤلاء عدهم ابراهيم نخعي وكان أعلم اهل الكوفة بأصحاب عبدالله وطريقتهم ومذاهبهم ابرابيم والشبعي الا اين الشبعي كان يذهب مذهب مسروق يأخذ من علی واهل المدينة وغيرهم وكان ابراهيم يذهب مذهب اصحابه أصحاب عبدالله هؤلاء۔ (العلل ابن رجب ۱/۶۰)

مفہوم: اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ جو حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت ان کے قول پر فتوے اور ان کے مذہب کی طرف گئے وہ الاسود بن یزید مسروق بن الاجرع وعبیدۃ السلمانی عمرو بن شرجیل اور الحارث بن قیس ہیں اور ابراہیم نخعی اور شعبی تمام اہل کوفہ سے زیادہ اصحاب عبداللہ بن مسعود کے طریقہ اور مذہب کو جاننے والے تھے مگر امام شعبی مسرق بن الاجدع کے مذہب کی طرف مائل ہوئے اور مسروق

نے یہ علم حضرت علی اور اہل المدینہ سے حاصل کیا جبکہ ابراہیم نخعی اپنے شیوخ اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کی مذہب کی طرف مائل ہوئے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب اور علم ان کے شاگردوں سے حاصل کیا اور ظاہر کہ ابن المدینی اور ابن رجب کے قول سے ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب سب سے زیادہ ان کے شاگرد واصحاب ہی جانتے تھے۔

حافظ گوندلوی کا یہ لکھنا کہ "ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظ ہوں ایک خیالی مفروضہ کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ اصحاب عبد الاسود، علقمہ وغیرھم ثقہ راوی ہیں لہٰذا ان کے ضعیف الحافظ کا اعتراض تو مردود ہے۔خاص طور پر جب امام بخاری کے استاد علی بن مدینی کی تصریحات واضح موجود ہیں۔مزید یہ کہ تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار سات واسطوں کا ذکر بھی فضول ہے کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا تمام علم ان کے شاگردوں الاسود بن یزید، علقمہ، عبیداللہ وغیرہ سے حاصل کیا۔لہٰذا دو چار یا سات واسطوں کا ذکر کر کے اس حدیث میں شک ڈالنا مردود اور باطل ہے۔مزید یہ کہ حافظ گوندلوی کا یہ لکھنا کہ "ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں" بھی فضول ہے کیونکہ الاسود بن یزید، علقمہ، مسروق، عبیداللہ وغیرھیم تو ابراہیم نخعی کے نزدیک بھی ثقہ ہیں اور دیگر محدثین کرام کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔لہٰذا ایسے اعتراضات وارد کرنا ہی اصول علم الرجال سے بے خبری یا مسلکی حمایت کا شاخسانہ ہی ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ عیاں ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام علم اور مذہب ان کے اصحاب (الاسود، علقمہ وغیرھم) سے حاصل کیا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام مذہب اور فتوؤں سے ان کے یہ شاگرد بخوبی واقف اور عالم تھے۔لہٰذا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جہاں بھی جماعت اور کئی اشخاص کا ذکر کیا تو ان میں یہ حضرات ضرور شامل ہیں۔اب یہ لازمی نہیں کہ ایک راوی یا محدث روایت بیان کرتے وقت تمام شیوخ کا تذکرہ کرے کیونکہ جب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کردی کہ جب میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے روایت کروں تو میں نے یہ روایت ایک جماعت سے سُنی ہے اور اس جماعت میں ابراہیم نخعی کے ماموں اور دیگر شیوخ شامل ہیں (اسود، علقمہ ،عبیدۃ وعمرو بن شرجیل وغیرھم) جو کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں ہیں۔اور انہوں نے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود کے تمام افعال اور اقوال اور مذہب محفوظ کیا ہے۔لہٰذا اس روایت کے متصل اور صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

❁ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بیان کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو اس عمل ترک رفع

الیدین کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد سے معلوم ہوا کہ ان کے اساتذہ اور شیوخ تھے لہٰذا اس کے بارے میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اعتراضات باطل اور مردود ہیں جن کی کوئی حیثیت علمی دنیا میں نہیں ہے۔

شاھد نمبر ۲ :

(**صحیح مرسل موقوف**) حدثنا اسحاق عن عبدالرزاق عن حصین عن ابراہیم ابن مسعود کان یرفع یدیہ فی اول شیئ ثم لا یرفع بعد۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے پھر دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔(المعجم الکبیر ۸/۲٦۱)

شاھد نمبر ۳:

(**صحیح مرسل موقوف**) حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا حجاج بن المنھال ثنا حماد بن سلمة عن حماد عن ابراہیم عن عبداللہ بن مسعود انہ کان اذا دخل فی الصلاة رفع یدیہ ثم لا یرفع بعد ذلک۔(المعجم الکبیر ۸/۲٦۱)

جواب:

جناب عرض یہ ہے کہ میں نے سفیان ثوری ثوری کی تدلیس کا مسئلہ اپنی دونوں کتابوں میں تفصیلاً عرض کر دیا ہے۔ اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اشکالات کا محققانہ جواب اپنے مضمون

"غایة التقدیس فی مسئلة التدلیس"،اور" منحة الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی" اور اپنی اس کتاب میں دیا ہے۔

❁ منحة الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی قسط وار ماہانہ البرھان الحق،واہ کینٹ میں شائع ہو چکے ہیں۔مگر میں اختصار کے ساتھ یہاں عرض کر دوں کہ عبدالرزاق بن ھمام اور سفیان ثوری کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔اور مزید یہ نوٹ بھی کر لیں کہ اس روایت پر مدلس کا بہانہ کر کے جان خلاصی بھی نہیں کی جا سکتی کیونکہ معجم الکبیر رقم نمبر ۹۲۹۹ (حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا احمد بن یونس ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراہیم قال :کان عبداللہ لا یرفع یدیہ فی شیئ من الصلاة فی التکبیرة الأولی۔)، مصنف ابن ابی شیبة حدیث نمبر ۲۴۵۸ (حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراہیم عن عبداللہ انہ کان یرفع یدیہ فی اول ما یستفتح ثم لا یرفعھما) اور شرح معانی الآثار حدیث نمبر:۱۲۶۱ (حدثنا بن أبی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراہیم قال :کان عبداللہ لا یرفع

یدیہ فی شی من الصلاۃ الا فی الافتتاح۔) کی احادیث میں سفیان ثوری کی متابعت مسعر بن کدام (ثقہ) نے مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۵۸ میں اور ابوالاحوص (ثقہ) نے معجم الکبیر طبرانی رقم ۹۲۹۹: ،شرح معانی الآثار رقم ۱۲۶۱: کی ہے۔عبدالرزاق بن ھمام کی متابعت وکیع بن جراح (ثقہ) نے مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۲۴۵۸ پر اور احمد بن یونس (ثقہ) نے معجم الکبیر الطبرانی رقم ۹۲۹۹: اور شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۶۱: پر کی ہے۔لہٰذا اس روایت کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں صرف مسلکی حمایت کے علاوہ۔

شاھد نمبر۴ :

(صحیح مرسل موقوف) عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیہ فی اول شی ثم لا یرفع بعد۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۷۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پہلی مرتبہ رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد نہ کرتے۔

شاھد نمبر۵ :

(مرسل موقوف) عبدالرزاق عن ابی عینیہ عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مثلہ۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۷۱)

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات ۴/ ۲۶۲ پر لکھتا ہے۔

"عبدالرزاق اور سفیان بن عینیہ دونوں مدلس ہیں"

جواب:

عرض یہ ہے کہ عبدالرزاق اور سفیان بن عینیہ دونوں کی متابعت مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۵۸ اور معجم الکبیر حدیث نمبر ۹۲۹۹: اور شرح معانی الاثار حدیث نمبر ۱۲۶۱ میں وکیع بن الجراح (ثقہ) اور مسعر بن کدام (ثقہ) اور ابوالاحوص (ثقہ) نے کی ہے۔لہٰذا تدلیس کا آلاپ الاپنا مردود ہے۔

شاھد نمبر۶ :

عبدالرزاق عن الثوری عن حماد قال سالت ابراہیم عن ذلک فقال یرفع یہ اول مرۃ۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۷۱)

اعتراض:

"عبدالرزاق اور ثوری دونوں مدلس ہیں"۔(مقالات ۴/ ۲۶۲)

جواب :

ویسے تو غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا تدلیس والا موقف خود علماء غیر مقلدین کو منظور نہیں ہے تو ہم پر کیسے پیش کر سکتے ہیں۔مزید یہ کا اس کا متابع مصنف ابن شیبتہ حدیث نمبر ۲۴۶۰: میں موجود ہے۔'

'حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين ومغيرة عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت فى فاتحه الصلاة فاارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقى "۔لہٰذا زبیر علیزئی کا اعتراض فضول ہے۔

شاھد نمبر۷ :

(مرسل موقوف) اخبرنا سفيان الثورى قال حدثنا حصين عن ابراہيم عن عبدالله ابن مسعود انه كان يرفع يديه اذا فتتح الصلوة۔(کتاب الحجۃ ۱/۹۷)

اعتراض:

اس کتاب الحجہ کا مصنف ابن فرقد جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ (مقالات ۴/ ۲۶۲)

جواب:

عرض یہ ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانی ؒ پر تمام اعتراضات کے جوابات کے لیے راقم کی کتاب" توثیق صاحبین" کا مطالعہ کریں۔۔زبیر علیزئی کے تمام باطل اعتراضات کا بخیہ اُدھیڑ کر رکھ دیا ہے۔امام محمد بن حسن بن شیبانی ؒ پر راقم کا ایک مناظرہ نیٹ پر بھی موجود ہے۔

شاھد نمبر۸ :

(مرسل موقوف)حدثنا ابن ابى دائود قال حدثنا احمد بن يونس قال ثناء ابو الاحوص عن حصين عن ابراہيم قال كان عبدالله لا يرفع يديه فى شى من الصلاة الا فى الافتتاح۔
(شرح معانی آلاثار ۱/ ۱۳۳)

اعتراض :

یہ روایت سخت منقطع ہے۔(مقالات ۴/ ۲۶۳)

جواب :

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تمام علم اور مذہب ان کے اصحاب (الاسود، علقمہ وغیرھم) سے حاصل کیا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام مذہب اور فتوؤں سے ان کے یہ شاگرد بخوبی واقف اور عالم تھے۔لہٰذا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جہاں بھی جماعت اور کئی اشخاص کا ذکر کیا تو ان میں یہ حضرات ضرور شامل ہیں۔اب یہ

لازمی نہیں کہ ایک راوی یا محدث روایت بیان کرتے وقت تمام شیوخ کا تذکرہ کرے کیونکہ جب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کر دی کہ جب میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے روایت کروں تو میں نے یہ روایت ایک جماعت سے سنی ہے اور اس جماعت میں ابراہیم نخعی کے ماموں اور دیگر شیوخ شامل ہیں (اسود، علقمہ ،عبیدۃ وعمرو بن شرجیل وغیرھم) جو کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں ہیں۔اور انہوں نے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود کے تمام افعال اور اقوال اور مذہب محفوظ کیا ہے۔لہٰذا اس روایت کے متصل اور صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔باقی تفصیل شاہد نمبر ۱ کے تحت ملاحظہ کریں۔

شاھد نمبر ۹ :

ثنا ابو بکرۃ ثنا مومل ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لا براہیم حدیث وائل انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ ان افتتح الصلوٰۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع فقال وائل رآہ مرۃ یفعل فقدرآہ عبداللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذلک۔

مغیرہ نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے حضرت وائل والی حدیث بیان کی کہ حضرت وائل نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو آپ رفع یدین کرتے تو ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ ایسا دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے پچاس مرتبہ دیکھا ہے کہ حضور اکرمa ایسا نہیں کرتے تھے۔(شرح معانی الآثار ۱/ ۱۵۴)

شاھد نمبر ۱۰ :

محمد بن جابر حماد عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبداللہ قال صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و مع عمر رضی اللہ عنہما فلم یرفعوا ایدیھم الا عند التکبیرۃ الا ولی فی افتتاح الصلوٰۃ (سنن الدارقطنی ۱/ ۲۹۵)

محمد بن جابرؒ نے اپنی سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

نوٹ:

ابراہیم نخعیؒ کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ''محمول علی سماع'' ہوتی ہے کیونکہ ابراہیم نخعیؒ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کریں تو انہوں نے یہ حدیث ایک محدث سے نہیں سنی ہوتی بلکہ متعدد استادوں سے سنی ہوتی ہے۔لہٰذا اس پر منقطع کا اطلاق باطل اور غلط ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں سفیان ثوری کے شواہد اور معنوی متابعت ثابت ہوتی ہے۔لہٰذا اس حدیث پر سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے اعتراض مردود ہے۔

سفیان ثوری کی تدلیس نہ کرنے کے داخلی ثبوت

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کا محدثین کرام سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کوضعیف ثابت کرنا باطل اور مردود ہے اور کچھ محدثین کرام نے صرف ثم لا یعود کے الفاظ کے نقل کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ مگر محدثین کرام کا اس حدیث پر ثم لا یعود کے الفاظ پر اعتراض کرنا ہی امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کے الزام کو رفع کرتا ہے اور امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا جواب ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ تدلیس کی تعریف کی جائے۔ مناسب ہے کہ تدلیس کی تعریف بھی زبیر علیزئی کے الفاظ میں نقل کی جائے تاکہ اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہے۔

زبیر علیزئی صاحب الحدیث شمارہ نمبر ۳۳ فروری ۲۰۰۷ء میں صہ ۲۳ پر تدلیس کی اصطلاحی تعریف لکھتے ہیں۔

''اگر راوی اپنے اس استاد سے (جس سے اس کا سماع، ملاقات اور معاصرت ثابت ہے) وہ روایت (عن یا قال وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ بیان کرے جسے اس نے (اپنے استاد کے علاوہ) کسی دوسرے شخص سے سنا ہے۔ اور سامعین کو یہ احتمال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہوگی تو اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔ علوم الحدیث ابن صلاح صہ ۹۵ اختصار علوم الحدیث صہ ۹۵ تمام کتب اصول حدیث: زبیر علیزئی کے الفاظ میں تدلیس کی تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ راوی نے یہ حدیث کسی اور سے سنی ہو اور نام اپنے استاد کا ذکر کرے مگر محدثین کرام جن میں امام احمدؒ اور امام ابوحاتم الرازیؒ نے تفصیل سے یہ بات ذکر کی ہے۔ یہ حدیث عاصم بن کلیب سے سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن ادریس دونوں نے روایت کی مگر سفیان ثوری کی حدیث میں ثم لا یعود کے الفاظ موجود ہیں جبکہ عبداللہ بن ادریس اس حدیث کو عاصم بن کلب سے روایت کرتے ہیں تو ان کی راویت میں ثم لا یعود کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اگر حدیث میں سفیان ثوریؒ نے تدلیس کی ہوتی تو پھر ثم لا یعود کے الفاظ ہونے یا نہ ہونے کا اعتراض صحیح نہیں ہوتا۔ کیونکہ تدلیس کہتے ہی اسے ہیں جس میں راوی نے حدیث اپنے استاد سے نہ سنی ہو۔ محدثین کرام کی وضاحت سے ایک نکتہ واضح ہوگیا کہ یہ حدیث امام سفیان ثوری اور امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے عاصم بن کلیب سے سنی اور رراویت کی ہے اگر تو سفیان ثوریؒ نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے تو محدثین کرام کا یہ اعتراض لایعنی ہے اور اگر اس اعتراض کے کوئی حقیقت ہے تو تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے (یہ علیحدہ سے وضاحت ہو چکی ہے کہ ثم لا یعود کے الفاظ کے بغیر بھی احناف کا دعویٰ مکمل ثابت ہوتا ہے)۔ کیونکہ اگر سفیان ثوریؒ نے اس حدیث میں تدلیس کی ہوتی تو محدثین

کرام یہ صراحت کر دیتے کہ امام سفیان ثوریؒ نے یہ حدیث عاصم بن کلیب سے سنی ہی نہیں جبکہ محدثین کرام کے اعتراض کی بنیاد ہی سفیان ثوری کی عاصم بن کلیب سے روایت میں "ثم لا یعود" کے الفاظ کی زیادتی ہے۔

اس بحث سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس حدیث میں امام سفیان ثوریؒ نے تدلیس نہیں کی اور زبیر علیزئی صاحب (عبدالرحمن معلمی اور ارشاد الحق اثری) کا تدلیس کو بنیاد بنا کر اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنا باطل مردود، جمہور محدثین اور تحقیقی منہج کے مخالف ہے۔

(سفیان ثوریؒ عن عاصم بن کلیب) سند کی فنی حیثیت

امام سفیان ثوریؒ کی عاصم بن کلیب سے عن والی روایت کو مختلف محدثین کرام نے تصحیح کی ہے۔

۱۔امام حاکم نے مستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۰۷۲ میں جعفر بن عون ثنا سفیان بن سعید (ثوری) عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن ابن عباسؓ کی حدیث کو "ھذا حدیث صحیح" لکھا ہے۔

۲۔امام ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک حدیث نمبر ۳۰۷۲ پر اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

۳۔امام ابن ملقنؒ نے المستدرک علی تلخیص میں اس حدیث کی تصحیح پر سکوت کیا۔

۴۔امام نسائیؒ نے اپنی کتاب سنن نسائی میں میرے علم کے مطابق سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب کی ۴ روایات نقل کی ہیں۔اور اس حدیثوں پر کوئی اعتراض اور خاص طور پر سفیان ثوری کی تدلیس کا الزام عائد نہیں کیا۔

(i)حدثنا محمد۔ وھو ابن یوسف الفریابی۔ قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر... (حدیث نمبر ۱۲۷۲، کتاب السھو، باب موضع الذراعین)

(ii)حدثنا النعمان بن عبدالسلام عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن ابو ھریرۃؓ... الخ (حدیث نمبر ۱۶۵۶۔کتاب قیام اللیل۔باب اختلاف علی عائشہ فی احیاء اللیل)

(iii)حدثنا عبدالرحمن عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابی بردہ عن علیؓ ...الخ (حدیث نمبر ۵۲۲۸۔کتاب الزینۃ۔باب النھی عن الخاتم فی السبابۃ)

(iv)حدثنا قاسم قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجرؓ...الخ (حدیث نمبر ۵۰۸۳۔کتاب الزینۃ۔باب التطویل الجمعۃ۔)

۵۔امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن ابی داؤد میں میرے علم کے مطابق سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب کے ۲

روایتیں لکھی ہیں۔

(i)حدثناعبدالرزاق حدثناالثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه... الخ

(حدیث نمبر ۲۸۰۱ کتاب الضحایا۔ باب وایجوزمن السنن فی الضعایا)

(ii)حمیدبن خوارعن سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه... الخ

(حدیث نمبر ۴۱۹۲۔کتاب الرجل۔ باب فی تطویل جمعۃ اوران احادیث پرسفیان ثوری کی تدلیس پرکوئی اعتراض نقل نہیں کیا)۔

۶۔امام ابن ماجہؒ نے سنن ابن ماجہ میں میرے علم کے مطابق سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب کی ۲ روایتیں نقل کی ہیں۔

(i)حدثناعبدالرزاق انباناالثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه... الخ

(حدیث نمبر ۳۲۶۰۔کتاب الاضاحی۔ باماتجزی من الاضاحی)

(ii)سفیان بن عقبة عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه... الخ

(حدیث نمبر ۳۶۷۷۔کتاب اللباس۔ باب کراھیۃ کثرۃ الشعر)

ان روایات پرامام الثوریؒ کی تدلیس/عن عاصم بن کلیب کی روایت پرکوئی اعتراض نہیں لکھا۔

اس تفصیل سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ امام سفیان بن سعیدثوریؒ کی عاصم بن کلیب سے معنعن/عن والی روایت کی محدثین کرام نے تصحیح کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر محدثین کرام کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب نورالعینین ص ۱۳۰ تا ص ۱۳۴ پر تقریباً ۲۰ محدثین کرام سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر اعتراضات وارد کیے ہیں۔ اِن تمام اعتراضات کا بنیادی محور "ثم لا یعود" کے الفاظ ہیں۔ مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث "ثم لا یعود" کے الفاظ کے بغیر بھی ترک رفع یدین پر صراحتاً دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اپنے تمام الفاظ کے ساتھ صحیح اور ثابت ہے۔ اور احناف کا دعویٰ بغیر "ثم لا یعود" بھی ثابت ہوتا ہے۔ اِن تمام محدثین کرام نے تقریباً "ثم لا یعود" کے لفظ پر اعتراض کیا ہے۔ مگر اِس حدیث کی سند جمہور محدثین کرام کے نزدیک صحیح ہے۔

نکتہ:

یہ بات ذہن نشین کرلی جائے کہ اِس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے اور اعتراض صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ پر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے اعتراض کا جائزہ:

زبیر علیزئی صاحب نے صہ ۱۳۰ پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی جرح نقل کی ہے "لم یثبت حدیث . . . ابن مسعود ﷺ۔ (سنن ترمذی ۱/۵۹)

جواب: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے اِس جرح کا راوی سفیٰن بن عبدالملک ہے۔ سفیان بن عبدالملک حضرت ابن مبارکؒ کے قدیم شاگرد ہے۔ (دیکھئے الکاشف ۱/ ۲۳ تہذیب الکمال ص ۴۴۵) جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بھی روایت کرتے ہیں۔ اور اِس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مبارک کے متاخر راوی سوید بن نصر ہیں۔ (الکاشف ۱/ ۳۳۰ تہذیب التہذیب ۲/ ۲۸۰)

لہٰذا عبداللہ بن مبارکؒ سے یہ جرح مرجوع ہے۔ اس تحقیق سے مندرجہ ذیل نقاط واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ ابن مبارکؒ کی جرح قدیم تھی۔ لہٰذا جرح مرجوع ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ ابن مبارکؒ نے اِس حدیث کو خود روایت کیا ہے۔ (نسائی ۱/ ۱۵۸)

جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن مبارکؒ نے اپنی جرح سے رجوع کرلیا تھا۔

۳۔ ابن مبارکؒ کی جرح کرنا اور پھر اِسی حدیث کو روایت کرنا ابن مبارکؒ کے قول میں تعارض بھی ثابت کرتا

ہے۔اور اس طرح دونوں قول ساقط قرار پائے گئے۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات جلد نمبر ۴ ص ۲۷۰ پر لکھتا ہے:

''یہاں کسی قسم کا تعارض وتضاد ہر گز نہیں ہے کہ ناسخ ومنسوخ یا مقدم وموخر دیکھا جائے اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ سوید بن نصر متاخر شاگرد ہیں تو اس سے راجح مرجوح یا ناسخ منسوخ ثابت نہیں ہوتا''۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مزید لکھتا ہے:

مجھے الکاشف ا /۲۳۰ اور تہذیب التہذیب ۲ /۲۸۰ میں یہ حوالہ نہیں ملا کہ سفیان بن عبد المالک امام ابن المبارک کے قدیم السماع شاگرد تھے اور سوید بن نصر آخر السماع شاگرد تھے۔معترض نے بھی اصل عبارتیں پیش نہیں کیں اور غالباً وفیات سے خود نتیجہ نکالا ہے۔(واللہ اعلم)

جواب:۔

غرض یہ ہے کہ ایک طرف امام عبد اللہ بن مبارک اس پر جرح کرتے ہیں اور دوسری طرف اس حدیث کو روایت بھی کر رہے ہیں۔لہذا یہ بات اہم ہے کہ آیا کہ روایت پہلے کی یہ جرح پہلے کی؟ کیونکہ اگر حضرت عبد اللہ بن مبارک اس حدیث سے مطمئن نہ ہوتے تو ضرور اس روایت کو نقل بھی نہ کرتے اور بیان بھی نہ کرتے۔اگر حضرت عبد اللہ بن مبارک کی جرح متحقق ہوتی تو امام ترمذی اس جرح کو حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود (ترک رفع الیدین) کے بعد نقل کرتے مگر اس کے برعکس اس جرح کو امام ترمذی اس حدیث سے پہلے اور الگ باب رفع الیدین عند الرکوع ۲ /۳۶ میں نقل کیا ہے اور مزید یہ کہ اگر یہ جرح واقعی میں ثابت ہوتی تو امام ترمذی اس حدیث کو تحسین اور تصحیح نہ کرتے ۲ /۴۰۔ مزید یہ اس حدیث کو عرب کے نامور سلفی علماء بشمول احمد شاکر، ناصر الدین البانی اور شعیب الارنوط وغیرہم نے تصحیح بھی کی ہے۔

مزید یہ کہ سفیان بن عبد المالک کا امام عبد اللہ بن مبارک کا قدیم شاگرد ہونا ثابت ہے اگر جناب غالی صاحب حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب رقم ۲۴۴۷ کا مطالعہ کر لیتے تو وہاں یہ الفاظ موجود ہیں کہ

''سفیان بن عبد المالک من کبار اصحاب ابن المبارک، ثقہ، من قدماء العاشرۃ''

اور سوید بن نصر کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ثقہ من العاشرۃ۔تقریب التہذیب رقم ۲۶۶۹

حافظ ابن حجر کے حوالوں سے صاف ثابت ہے کہ سفیان بن عبد المالک قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔اگر جناب غالی صاحب کو پھر بھی کوئی شبہ ہو تو مزید ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

"قال ابو دائود :سمعت احمد قال اصحاب ابن المبارک القدماء سفیان یعنی ابن عبدالمالک"۔ (سوالات ابی داؤد رقم ۵۶۱)

ترجمہ:۔ امام ابوداؤد نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ اصحاب عبد اللہ بن مبارک میں سفیان بن عبدالملک قدیم راویوں/اصحاب میں سے ہے۔

کیوں غالی غیر مقلد صاحب، اب تو معلوم ہو گیا ہوگا آپ کو کہ سفیان بن عبدالملک حضرت عبداللہ بن مبارک کے قدیم شاگردوں اور اصحاب میں سے ہے۔ رہی آپ کی یہ چالاکی کہ یہاں کسی قسم کا تعارض وتضاد ہرگز نہیں کہ ناسخ ومنسوخ یا مقدم وموخر دیکھا جائے تو جناب ایسی چالاکی آپ ہی کو مبارک ہو۔ جناب واضح طور پر ۲ مختلف پہلو اخذ ہو رہے ہیں مگر آپ اس محاورہ پر پورا اترنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ "میں نہ مانوں" اگر تعارض نہیں بھی ہے تو پھر بھی موخر اور مقدم کی اہمیت تو ضرور ہے اور یہ معلوم کرنا بھی عین اصول کے مطابق ہے کہ سفیان بن عبدالملک متقدم شاگرد ہے یا کہ متاخر اور اسی طرح سوید بن نصر راوی بھی ہے اور اگر آپ میں علمی جرات ہے تو سفیان بن عبدالملک کو متاخر شاگرد ثابت ثابت کر کے دکھائیں وگرنہ طوطے کی طرح میں نہ مانوں کا رٹا لگانا چھوڑ دیں۔ لہذا سوید بن نصر کی روایت کو کم از کم ترجیح تو ہوگی۔

غالی کی مکاری:

زبیر علیزئی نے مقالات ۳/ ۱۳۲ پر لکھا کہ

"زیلعی حنفی نے ابن قطان کی کتاب الوہم والایہام سے نقل کیا ہے کہ ترمذی نے ابن مبارک سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: وکیع کی حدیث صحیح نہیں ہے"۔ (نصب الرایہ ۱/۳۹۵) اس سے معلوم ہوا کہ ابن مبارک کی جرح اُسی روایت پر ہے۔ جسے امام وکیع نے سفیان ثوری سے بیان کیا تھا۔ لہٰذا بعض الناس کا اس جرح کو طحاوی والی روایت پر فٹ کر دینا غلط ہے"۔

الجواب:۔

زبیر علیزئی جیسا عالم ایسی تحریر بھی لکھ سکتا ہے ایک حیرانگی کا مقام ہے۔ زبیر علیزئی سے عرض ہے کہ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ترمذی سے ان الفاظ کو ثابت کریں۔ جب اصل کتاب موجود ہے تو ناقل پر بھروسہ کیوں؟

اعتراض:۔

غالی اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"یہ سوال مجھ سے نہیں بلکہ زیلعی اور ابن القطان سے ہے کیونکہ ابن القطان کی روایت ہے۔ دوسرے یہ کہ

معترض نے اسی روایت پر جرح کو تسلیم کر کے مرجوح قرار دینے کی کوشش کی ہے جو اس کی دلیل ہے وہ اسی روایت پر جرح ثابت سمجھتے ہیں۔ مزید لکھتا ہے مرجوع ہونے کی کو دلیل نہیں بلکہ یہ علیقی دماغ کی کھوپڑی ہے''۔ (مقالات ۴/۲۷۱)

جواب الجواب:

جواب میں زبیر علیزئی نے مندرجہ بالا مکاری اور چالاکی دکھانے کی کوشش کی۔ عرض یہ ہے کہ یہ اعتراض اور سوال امام زیلعیؒ اور ابن القطانؒ سے نہیں بلکہ جناب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی سے ہے کیونکہ اس عبارت سے استدلال جناب غالی زبیر علیزئی نے کیا ہے اور اس سے نتیجہ (کہ ابن مبارک کی جرح اسی روایت پر ہے جسے امام وکیع ،سفیان ثوری سے بیان کیا تھا) بھی جناب غالی نے اخذ کیا ہے۔ اگر ابن القطان یا امام زیلعی سے اگر کوئی تسامح واقع ہو گیا اور آپ کو معلوم بھی ہے تو پھر ایسی بات لکھنا، آپ کی مکاری اور عیاری ہے۔ اگر کوئی محدث آپ کے خلاف کوئی بات لکھے تو آپ تو فوراً فتویٰ لگا دیتے ہیں اب جب جناب غالی کے مؤید ایک حوالہ آ گیا تو جھٹ سے لپک لیا۔ اسی کو تو کہتے ہیں غلو اور تعجب اور مسلکی حمایت۔ مزید یہ کہ اگر جناب کو ابن مبارک کے دو مختلف پہلو کو سمجھ نہیں آ رہی اور اس میرے دماغ کی کھچڑی قرار دے کر راہ فرار اختیار کر رہے ہیں تو جناب آپ ہی کے پیش کردہ شعر کا آپ پر ہی منطبق ہوتا ہے:

آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے　　　اس میں سورج کا بھلا کیا قصور ہے

مزید یہ ہے کہ جو مرجوح بات کے مقابلہ میں راجح کا پہلو ہے وہ سب کو ہی مسلم ہے۔ لہذا میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کی جرح (مرجوح) کو ان کی اپنی بیان کردہ ترک رفع الیدین والی حدیث (نسائی ۱/۱۵۹ موجود ہے) پر فوقیت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا سنن نسائی ۱/۱۵۹ پر حضرت عبداللہ بن مبارک کی حدیث ہی راجح ہوگی۔ اگر ان دونوں اقوال میں اگر تضاد بالفرض ثابت نہ ہو پر بھی فوقیت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت کردہ ترک رفع الیدین والی حدیث ہی کو ہوگی اور قارئین کرام یہ بھی یاد رکھیں کہ کسی کا یہ کہنا ہر مقام پر ضروری نہیں (دیگر قرائن کی روشنی میں) کہ یہ قول یا پہلو راجح یا مرجوح ہے کیونکہ دیگر قرائن اور روشنی کی روشنی میں دلائل کو راجح اور فوقیت دی جا سکتی ہے۔

مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی جرح کو جواب امام دقیق العید (نصب الرایہ ۱/۳۵۹) علامہ بدرالدین عینی شرح سنن ۴۲۱۳، ابن القطان (بیان الوہم والایہام ۳/۳۶۷) محدث ماردینی ترکمانی (الجواہر النقی ۲/۷۷) نے بڑے شرح اور بسط کے ساتھ دیا ہے۔ لہذا پھر بھی ابن مبارک کی جرح کی حیثیت قائم نہیں رہ سکتی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر جرح میں کوئی وجہ مفسر بیان نہ ہو تو جرح قابل قبول نہیں ہوتی اور خاص اس وقت جب مسئلہ اختلافی ہو اور یہ بات تو محقق ہے کہ ائمہ احناف کے ساتھ محدثین کرام اور دیگر لوگوں کا تعصب، حسد اور کینہ تھا اور حافظ ابن عبدالبر تو اپنی کتاب الانتقاء میں محدث یحییٰ بن معین صحیح سند سے قول نقل کیا ہے کہ اہل حدیث محدثین نے احناف کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے لہذا احناف کے ائمہ اور احناف کے اخذ شدہ روایات کے خلاف کسی بھی محدث کی بات چاہے وہ کتنا ہی ثقہ

نہ ہو بغیر کسی دلیل کے قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اس مقام پر یاد رہے کہ محدثین کرام نے (بقول یحییٰ بن معین وغیرہم) احناف پر زیادتی کی ہے نہ کہ احناف نے محدثین (شافعی، مالکی اور حنبلی) پر۔ یاد رہے کہ اس وقت احناف کو اہل الرائے جبکہ ان کے مخالفین (شافعی، مالکی اور حنبلی) کو محدثین یا اہل حدیث کہتے تھے اس مقام پر یہ بات اہم ہے کہ اگر بالفرض ابن مبارک کی اس جرح کو ثابت بھی مان لیا جائے پھر بھی یہ بات اپنی جگہ قائم رہے گی کہ ابن مبارک کی ابتداء میں امام ابوحنیفہ سے چپقلش تو رہی تھی اور رفع الیدین کے موقف پر شروع میں امام اعظم ابوحنیفہ کے مخالف تو رہے ہیں لہٰذا مخالف کی جرح کیسے قبول کی جاسکتی اور وہ بھی بغیر کسی وجہ اور دلیل کے۔ یاد رہے کہ ہر جگہ یہ اصول لاگو بھی نہیں ہوتا صرف اس جگہ قابل قبول ہوگا جہاں پر اختلاف ضد یا حسد کی کوئی دلیل موجود ہو۔

ا۔علامہ مغلطائیؒ کا جواب:

علامہ مغلطائی فرماتے ہیں۔

أن عدم ثبات عند ابن المبارک لایمنع من اعتبار رجاله' والنظر فی رأیة و الحدیث یدور علی عاصم بن کلیب' وھوئقه عند بن حبان' وابن سعد' واحمد بن صالح المعری' وابن شاہین' ویحییٰ بن معین وانفسوی وغیرہم۔

(شرح ابن ماجہ ۵/۱۴۶۷)

اس لیے زبیر علیزئی صاحب کا ابن مبارکؒ کی جرح کو نقل کرنا مردود ثابت ہوتا ہے۔

۲۔امام شیخ الاسلام ابن دقیق العید مالکی شافعیؒ کا جواب:

محدث ابن دقیق العید فرماتے ہیں۔

بیان عدم الثبوت اعنبر عند المبارک لایمنع من انظر فیه وھو یدور علی عاصم بن کلیب وقد وثقۂ ابن معین۔ (نصب الرایہ ۱/۳۵۹)

۳۔امام ترمذیؒ کا جواب:

امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی ۱/۵۹ میں امام ابن مبارک کی جرح نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد حسن صحیح کے الفاظ درج کر کے یہ بتا دیا ہے کہ امام ترمذی ک رحمۃ اللہ علیہ ے نزدیک امام ابن مبارکؒ کی جرح مرجوع یا ثابت نہیں تھی۔

۴۔امام بدرالدین عینیؒ کا جواب:

امام بدرالدین عینیؒ نے ابن مبارک کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"أن عدم ثبوت اعنبر عند ابن مبارک لا یمنع عن انظر فیه' وھو یدور علی عاصم بن کلیب' وقد وثقه ابن معین۔" (شرح سنن ابی داؤد ۳/۴۲)

۵۔حافظ ابن القطانؒ کا جواب:

حافظ ابن القطان الفاسیؒ نے ابن مبارک کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"والحدیث عندی لعدالة رواته۔أقرب الی صحة"۔ (بیان الوھم والایھام ۳/۳۶۷)

۶۔محدث ماردینیؒ کا جواب:

علامہ علاؤ الدین الماردینیؒ فرماتے ہیں۔

"عن عدم ثبوته عند ابن المبارک معارض ثبوته غیره فان ابن حزم صححه فی المحلی وحسنه ترمذی۔"

یعنی ابن مبارک کے نزدیک اس کا عدم ثبوت معارض ہے دوسروں کے نزدیک ثبوت کے ساتھ اور ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے محلی میں اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔(الجواہر النقی ۲/۷۷)

۷۔محدث وصی احمد سورتیؒ کا جواب:

حضرت علامہ محدث وصی احمد سورتیؒ فرماتے ہیں۔

"الجواب قال الشیخ فی الامام بان عدم ثبوته عنده لا یمنع النظر فیه وھو یدور علی عاصم وثقه' ابن معین واخرج له مسلم۔(التعلیق المحلی شرح منیۃ المصلی صہ ۳۰۵)

یعنی ابن مبارک کے نزدیک حدیث کا ثبوت نہ ہونا اس پر عمل کرنے سے نہیں روکتا کیونکہ اس حدیث کا دارومدار عاصم بن کلیب پر ہے۔اور امام ابن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام مسلم نے روایت لی ہے۔

امام شافعیؒ کے اعتراض کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۱ پر امام شافعیؒ کا اعتراض نقل کیا۔

"امام شافعیؒ نے ترک رفع یدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں"۔

(کتاب الام ج ۷ صہ ۲۰۱،سنن الکبریٰ ۲/۸۱،فتح الباری ۲/۲۲۰)

قال الزعفرانی قال شافعی فی القدیم ولا یثبت

زعفرانی نے کہا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ ثابت نہیں ہے۔"

جواب: زبیرعلیزئی صاحب سے عاجزانہ عرض ہے کہ امام شافعیؒ کے جرح کے الفاظ نقل کریں تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہوسکے کہ جرح کی حیثیت کیا ہے۔لہٰذا مبہم الفاظ کی جرح وتعدیل کے میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع الیدین والی مرفوع حدیث پر زبیرعلیزئی غیرمقلد نے نورالعینین ص ۱۳۱ نے امام شافعیؒ سے جرح نقل کی کہ امام شافعیؒ ،ترک رفع الیدین کی احادیث کو رد کردیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں۔ اوراس بات پر ۳ حوالے نقل کیے۔ایک کتاب الام ۷،۲۰۱ اور دوسرا السنن الکبریٰ للبھقی ۲،۸۱ اور تیسرا فتح الباری ۲،۲۲۰۔

اول : کتاب الام ۷/۲۰۱ میں امام شافعی سے واضح طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع الیدین پر کوئی اعتراض موجود نہیں جسکا اقرار خود زبیرعلیزئی نے مقالات جلد ۴ ص ۲۷۳ کیا ہے۔زبیرعلیزئی صاحب لکھتے ہیں۔"روایت مذکورہ پر امام شافعی کی جرح کتاب الام الشافعی ۷/۲۰۱ میں اشارتاً موجود ہے لہٰذا یہ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع حدیث پر کوئی واضح جرح امام شافعی سے موجود نہیں ہے۔

دوم :دوسرا حوالہ السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱ میں امام شافعی کی جرح "قال الزعفرانی قال الشافعی فھی القدیم و لا یثبت عن علی و ابن مسعود یعنی فاروو ہ عنھما من انھما کان لا یرفعان ایدیھما فی شئی من الصلاۃ الا فی تکبیرۃ الافتتاح" کو امام بیھقی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے موقوف حدیث کے بعد درج کیا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ امام شافعی کی یہ جرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی موقوف احادیث کے بارے میں تھی اسکو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع حدیث پر لاگو کرنا ظلم اور بے انصافی ہے۔مزید یہ کہ اس حوالہ میں امام بیھقی سے امام الزعفرانیؒ تک کی سند نامعلوم ہے۔

اعتراض:۔

جبکہ زبیرعلیزئی نے جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے مقالات جلد ۴ ص ۲۷۳ پر لکھا ہے۔

"کہ حسن بن محمد الزعفرانی تک بیھقی کی صحیح سند السنن الکبریٰ میں موجود ہے ۱/۲۶ لہٰذا زرقانی سے شافعی تک کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ جناب اس جرح کی سند نقل کریں نہ کہ گذاشتہ اقوال میں سے کسی قول کی سند پیش کر کے جان چھڑوایں۔امام بیھقی نے جرح السنن الکبریٰ ۲/۸۱ پر کی ہے،جبکہ آپ اسکی سند السنن الکبریٰ ۱/۲۶ سے کسی دوسرے قول سے پیش کررہے ہیں۔اگر بالفرض اس سند کو مان بھی لیں تو پھر بھی جناب اس سند کے تمام راویوں کی ثقاہت آپ

پرلازم ہے۔السنن الکبری ۲۶/۱ پرسند کچھ یوں ہے۔

"رواه لقديم كما اخبرنا ابو عبد الله الحافظ اخبرنا ابو الوليد الفقيه حدثنا مؤمل بن الحسن حدثنا الحسن بن محمد الزعفراني عن الشافعي رضي الله عنه"

جناب اس سند کی ذرا توثیق تو فرمائیں تاکہ عوام الناس کو اس سند کے بارے میں بھی معلوم ہوجائے اور آپ کی یہ خانگی بھی عوام الناس پر ظاہر ہو جائے۔لہذا اس مندرجہ بالاتحقیق سے واضح ہوا کہ السنن الکبریٰ بیہقی ۲/۸۱ والے حوالے میں امام شافعی کے قول کی سند کی توثیق نامعلوم ہے اور یہ کہ امام شافعی کا یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی موقوف روایت پر ہے نہ کہ مرفوع حدیث پر لہذا اس حوالے کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع روایت میں پیش کرنا زبیر علیزئی کا اپنا جھوٹ ہے۔

سوم : حوالہ نمبر ۳ حافظ ابن حجر کی فتح الباری ۲،۲۲۰ کا ہے۔اس حوالے میں حافظ ابن ابن حجرؒ کو تسامح ہوا ہے کیونکہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع حدیث پر امام شافعی کے غیر ثابت شدہ قول (جو ہے بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی موقوف حدیث پر) منطبق کیا ہے اور اس تسامح کی وجہ سے امام الزرقانی کو بھی اشتباہ ہوا اور انہوں نے حافظ ابن حجر کے الفاظ بعینہ نقل کر دے جیسے کہ الزرقانی شرح موطاء ۱ص ۱۴۳ کی عبارت سے واضح ہے۔لہذا جب اصل جرح ہی امام شافعی کی ثابت نہیں تو ناقل کا کیا اعتبار اور وہ بھی موقوف کی جگہ مرفوع روایت پر۔

(۲) امام ماردینی کے قول" وقول الشافعي بعد ذلك وانما رواه عاصم بن كليب عن أبيه عن علي دليل ثبوت ذلك عن علي لان عاصم وأباه ثقتان كما تعدم (الجواھرالنقی ۲،۷۹) سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام شافعی حضرت علیؓ کی موقوف ترک رفع الیدین والی حدیث کو ثابت مانتے ہیں۔لہذا کم از کم حضرت علیؓ کی ترک رفع الیدین والی حدیث امام شافعی کے نزدیک ثابت ہے۔

نوٹ : مندرجہ بالاتحقیق سے واضح ہوگیا کہ امام شافعی کی جرح کو (جو کہ ابھی تک ثابت بھی نہیں) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی مرفوع حدیث کی طرف نسبت خطا اور غلطی ہے اور اگر دیگر حضرات کرام امام شافعی کا حوالہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع حدیث کی طرف منسوب کرتے ہیں تو پھر ان کو یہ جرح باسند ثابت کرنا پڑے گی۔

ذہن نشین رہے کہ امام شافعی کے علاوہ دیگر محدثین کرام نے بھی حدیث حضرت علیؓ کی موقوف ترک رفع الیدین کو صحیح اور ثابت کہا ہے حضرت علی المرتضی کی موقوف حدیث پر غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اوھام اور اعتراضات کے جوابات ہم نے اس کتاب" ترویح العینین فی رد علی نور العینین "میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ دے دیا ہے۔انشاءاللہ عنقریب اپنے مقام پر بحث ہوگی۔

امام احمد بن حنبلؒ کے اعتراض کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نورالعینین ص ۱۳۱ پر امام احمدؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔

''احمد بن حنبلؒ نے اس روایت پر کلام کیا۔''

(جزء رفع یدین ۳۲ : مسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/ ۲۴۰)

جواب:

امام احمد بن حنبلؒ نے مسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/ ۲۴۰ پر اِس حدیث کے راویوں پر کوئی جرح نقل کی۔امام احمدؒ نے صرف ''ثم لا یعود'' کے الفاظ پر اعتراض وارد کیا ہے۔مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث ثم لا یعود کے الفاظ کے بغیر بھی ترک رفع یدین پر نص اور دال ہے۔ترمذی شریف ۱/ ۵۹ اور نسائی ۱/ ۱۲۰ اور ابوداؤد شریف ۱/ ۱۱۶ میں یہ حدیث ثم لا یعود کی زیارت کر بغیر نقل کی گئی۔

امام احمد نے اپنی مسند احمد ۱/ ۳۸۷ میں خود یہ حدیث امام وکیع سے نقل کی ہے۔جس یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ حدیث مقبول اور قابل احتجاج اور صحیح تھی۔لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا امام احمدؒ کی جرح وہ بھی صرف ثم لا یعود کے الفاظ نقل کرنا مردود اور غلط ہے۔امام احمدؒ کی مسند کے بارے میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

''کل ما کان فی المسند فھو مقبول'' مسند احمد کی ہر حدیث مقبول ہے۔(نیل الاوطار ۱/ ۲۰)

امام احمدؒ کی جرح کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کی جرح کے الفاظ مکمل نقل کیے جائیں۔

قال أبي :حدیث عاصم بن کلیب رواہ ابن ادریس فلم یقل :''ثم لا یعود''

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال صہ ۳۷۰ رقم ۷۱۳:)

رقم ۷۱۴۔حدثنی ابی قال:حدثنا یحییٰ بن آدم قال:املاء علی عبداللہ بن ادریس من کتابہ عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود قال :حدثنا علقمہ عن عبداللہ قال :علمنا رسول اللہ ﷺ الصلاۃ :فکبر و رفع یدیہ ثم رکع، و طبق یدیہ و جعلھما بین رکبتیہ، فبلغ سعداً فقال :صدق أخي قد کنا نفعل ذلک۔ ثم أمرنا بھذا وأخذ بر کبتیہ۔(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال صہ ۳۷۰ رقم ۷۱۴)

امام احمد بن حنبلؒ نے اِس حدیث پر کوئی جرح نہیں نقل کی صرف یہ لکھا ہے کہ ابن ادریس کے روایات

میں ''ثم لا یعود'' کے الفاظ نہیں ہیں۔امام احمد بن حنبلؒ سے جو الفاظ جزء بخاری رقم ۳۲ میں منقول ہیں اِن میں تحریف ہوئی ہے۔جزء رفع یدین کے الفاظ ہیں

''وقال احمد بن حنبل عن یحییٰ بن آدم :نظرت فی کتاب عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ ''ثم لا یعود''۔

جزء رفع یدین رقم ۳۲ میں الفاظ ''نظرت فی کتاب عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ ثم لا یعود'' میں تحریف اور گڑبڑ ہے۔

لہٰذا جزء رفع یدین ۳۲ : کا حوالہ پیش کرنا علمی زیادتی اور تحریف ہے۔اِس عبارت کے علاوہ بھی جزء رفع یدین کی عبارت میں گڑبڑ موجود ہے۔

نوٹ:

امام احمد نے ''ثم لا یعود'' کے زیادتی کا اعتراض بھی امام سفیان ثوریؒ پر نہیں بلکہ امام وکیعؒ پر کیا ہے۔

لہٰذا سطور بالا تحقیق سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ حدیث سنداً اور متناً (بغیر ثم لا یعود) کی مقبول اور قابل احتجاج ہے۔لہٰذا امام احمدؒ کو اِس حدیث کے جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود ہے۔

غالی کی مکاری:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات جلد ۴ صفحہ ۲۷۳ پر لکھتا ہے:

سب سے پہلے عرض ہے کہ ثم لا یعود الا فی اول مرۃ اور الا مرۃ واحدہ وغیرہ الفاظ کا مطلب ایک ہی ہے اور انہیں الفاظ پر محدثین کرام نے جرح کی ہے ان الفاظ کے بغیر یہ روایت سفیان ثوری نے نہیں بلکہ عبد اللہ بن ادریس نے بیان کی ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ادریس کی روایت صحیح ہے لیکن اس سے احناف اور احناف سے علیحدہ فرقے بریلویہ کا دعوی ہرگز ثابت نہیں ہوتا لہٰذا معترض کا بار بار تکرار کرنا کہ بغیر بھی ثابت ہے جھوٹ اور فراڈ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے''۔

جواب:

عرض ہے کہ محدثین کرام نے جس الفاظ پر جرح نقل کئے ان کی بڑی ہی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے ہے کہ ان تمام محدثین کرام کا لفظ ثم لا یعود پر اعتراض ہے باقی حدیث کے الفاظ اور سند بالکل صحیح اور متصل ہے جتنا اعتراض محدثین کرام نے کیا اتنا ہی قبول کریں جناب شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار بننے کی کوشش نہ کریں اپنی چالاکی اپنے پاس سنبھال کر رکھیں۔ثم لا یعود، الا فی اول مرۃ اور الا مرۃ واحدہ کو ایک ہی بنانے کی باطل کوشش نہ کریں کیونکہ محدثین کرام نے ثم لا یعود کے لفظ پر اعتراض وارد کیا ہے۔لہٰذا تمام الفاظ کو محدثین کرام کی جرح کے تحت نقل کرنا

آپ کا جھوٹ اور فریب ہے عوام الناس کو کب تک دھوکہ دینگے۔میں یہاں پر حوالہ نقل کر دیتا ہوں تاکہ زبیر علیزئی کے اس اعتراض کے غبارے سے ہوا نکل جائے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے ممدوح حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

وہذا الحدیث روی باربعة الفاظ احدہا قولہ فرفع یدیہ فی اول مرة ثم لم یعد والثانیة فلم یرفع یدیہ الا مرة الثالثة فرفع یدیہ فی اول مرة لم یذکر سواہا والرابعة فرفع یدیہ مرة واحدة والادرج ممکن فی قولہ ثم لم یعد واما باقیاہ فاما ان یکون قد روی بالمعنی واما ان یکون صحیحا"۔(تہذیب السنن ۱/۳۶۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث چار قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔

- اول پہلی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے دوسری مرتبہ نہیں اٹھائے۔(اول مرة ثم لم یعد)
- دوم پہلی مرتبہ کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھائے۔(فلم یرفع یدیہ الا مرة)
- سوم پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔(فرفع یدیہ فی اول مرة)
- چہارم ایک ہی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے۔(فرفع یدیہ مرة واحدة)

(حافظ ابن قیم لکھتے ہیں)اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد کا مدرج (زیادتی الفاظ) ہونا تو ممکن ہے لیکن باقی الفاظ حدیث اور روایت بالمعنی ہیں اسی طرح صحیح ہیں۔

کیوں جناب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب اب معلوم ہا کہ ترک رفع الیدین کی احادیث میں مختلف الفاظ موجود ہیں جس میں ثم لایعود پر تو اعتراض ہوسکتا ہے مگر باقی تینوں روایات اور ان کا مفہوم اور متن بالکل صحیح ہے جناب غالی صاحب اگر میری نہیں مانتے تو اپنے امام حافظ ابن قیم کی تو بات مان لیں۔

نکتہ:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ دھوکہ ہے کہ ثم لایعود اور اول مرة وغیرہ کا مطلب ایک ہی ہے کیونکہ اگر ثم لایعود اور اول مرة کا مطلب ایک ہی ہے تو پھر امام نسائی کی روایت میں یہ دونوں الفاظ ایک ساتھ ہی وارد ہوئے ہیں اگر ثم لایعود اور اول مرة کا ایک ہی مطلب ہوتا تو پھر دونوں الفاظوں کو ایک ہی روایت میں نہ لے کر آتے ان دونوں الفاظوں کے ایک ہی ساتھ ایک ہی روایت میں آنا یہ بات ثابت کرتا ہے کہ یہ دونوں الفاظ مختلف اور مفہوم بھی الگ بنتا ہے۔جناب غالی غیر مقلد صاحب ذرا السنن نسائی رقم ۱۰۲۶ : کی روایت تو ملاحظہ کیجئے:

"اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبد اللہ بن مبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ قال الا اخبرکم بصلاة رسول

اللہ ﷺ قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد"۔

کیوں جناب اپنا ذرا غور شریف ادھر بھی کیجئے اس روایت میں اول مرۃ بھی اور ثم لم یعد کے الفاظ دونوں موجود ہیں اگر ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے تو دونوں ایک روایت میں اکٹھے کیوں ستعمال ہو گئے؟ لہذا آئندہ ثم لم یعد اور اول مرۃ کو ایک کہنے کی رٹ چھوڑ دیں وگرنہ یہ نہ ہو کہ آپ کا اپنا استعمال شدہ مصرح اپ ہی پرفٹ نہ آ جائے:

"غیرت تھا نام جس کا گئی تیمور کے گھر سے"

غالی کی مکاری:

قارئین کرام! راقم نے امام احمد بن حنبلؒ کی جرح پر اپنی دوسری کتاب اعتراضاتؔ مضامین کا جواب ص ۱۲۲ پر لکھا تھا کہ امام بخاری کی طرف منسوب جزء رفع الیدین رقم ۳۲ میں امام احمد بن حنبل سے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

"وقال احمد بن حنبل عن یحی بن آدم نظرت فی کتاب اللہ عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ ثم لا یعود"

یہ الفاظ امام احمد بن حنبل کی اپنی کتاب میں ثابت ہی نہیں ہیں۔جس پر غالی غیر مقلد مقالات ۴/ ۲۷۴ نے کچھ توں گل افشائی کی ہے۔

غالی غیر مقلد پر لکھتا ہے۔یہ الفاظ یقینا ثابت ہیں جس کی دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱۔ امام بخاری (ان الفاظ کے راوی) زبردست ثقہ امام اور امیر المومنین فی الحدیث تھے۔

۲۔ جزء رفع الیدین امام بخاری سے بلاشک وشبہ ثابت ہے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ جب امام احمد بن حنبل کی اصل کتاب موجود ہے تو پھر ناقل کی کیا ضرورت ہے امام احمد بن حنبل کے الفاظ اپنی کتاب میں معتبر ہیں یا کہ بیان کرنے والے راوی امام بخاری کے جن کی سماعت بھی ثابت نہیں اور اگر سماعت ثابت بھی ہوتی تو پھر بھی امام احمد بن حنبل کی اپنی کتاب میں لکھے ہوئے الفاظ کا اعتبار ہوتا لہذا عوام الناس کو دھوکہ دینا چھوڑ دیں امام احمد بن حنبل کے اپنے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"قال ابی حدیث عاصم بن کلیب رواہ ابن ادریس فلم یقل ثم لا یعود"۔(کتاب العلل رقم ۷۱۳)

امام احمد بن حنبل کی اپنی کتاب العلل رقم ۷۱۳: کی عبارت اور امام نجدی کی نقل کردہ الفاظ جزء رفع الیدین رقم ۳۲ میں بڑا فرق ہے لہذا خواہ مخواہ ضد کرنا اچھی بات نہیں ہے اگر جزء رفع الیدین امام بخاری سے ثابت بھی ہوتی تو پھر بھی فوقیت امام احمد بن حنبل کی کتاب کو ہوی کیونکہ اصل کو ناقل کے مقابلے میں فوقیت ہوتی ہے امام بخاری کی

ثقاہت کا کسی نے انکار نہیں کیا لہذا خواہ مخواہ لکھنا کہ امام بخاری زبردست ثقہ ہیں ایک عجیب بات لگتی ہے اور اگر علمی جرات ہے تو جزء رفع الیدین کے ایک ایک راوی کی توثیق اصول کے مطابق پیش کریں۔ یہ بات کہ محمود بن اسحاق الخزاعی کی ایک روایت کو حافظ ابن حجر نے حسن کہا ہے تو یہ بھی اصول کے خلاف ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے دوسندوں کا ذکر کرکے حدیث کو حسن کہا ہے۔ اگر ہمت ہے تو حافظ ابن حجر سے محمود بن اسحاق الخزاعی کے بارے میں حسن الحدیث یا صحیح الحدیث کے الفاظ ثابت کریں وگرنہ ایسے علمی ڈھکوسلے عوام الناس کو تو اچھے لگ سکتے ہیں مگر اصول الحدیث کے میدان میں ایسے حوالوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔ لہذا محمود بن اسحاق الخزاعی کے بارے ثقاہت ثابت کریں باقی ادھر ادھر کی باتیں رہنے دیں کیونکہ بالجزم والی بات بھی اصول کے مطابق غلط ہے۔

غالی کی مکاری:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/ ۲۷۴ فقرہ ۵۷ا پر لکھتا ہے:

"کہ رفع الیدین کے الفاظ کے ساتھ (امام احمد بن حنبل) ہرگز صحیح نہیں مانتے بلکہ ثم لایعود، الا فی اول مرۃ یا الا مرۃ واحد والی روایت کو ضعیف اور امام ابن ادریس والی روایت کو صحیح مانتے ہیں"۔

جواب:

غرض یہ ہے کہ گذشتہ سطور میں یہ واضح کر دیا تھا کہ ثم لایعود، الافی اول مرۃ اور الامرۃ واحد یہ الفاظ مختلف ہیں اور مختلف روایات میں مختلف الفاظ آئے ہیں سنن نسائی رقم ۱۰۲۶ میں اول مرۃ ثم لم یعد کے الفاظ دونوں ساتھ آئے ہیں جس سے یہ واضح ہے کہ یہ دونوں الفاظ جدا اور الگ ہیں لہذا جناب غالی صاحب بار بار طوطے کی طرح رٹا لگانا چھوڑ دیں کہ یہ الفاظ ثم لایعود اور الافی اول مرۃ کا مفہوم ایک ہی ہے اگر علمی ہمت ہے تو امام احمد بن حنبل سے الافی اول مرۃ کے الفاظ پر اعتراض ثابت کر کے دکھاؤ ثم لایعود اور اول مرۃ کا معنی ومفہوم ایک ہے ایسی شاطرانہ چالیں کھیل کر عوام الناس کو بہکانا ایک مردود اور قبیح فعل ہے کچھ تو خوف کریں۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل نے کس جگہ حضرت عبداللہ بن ادریس کی حدیث کو صحیح لکھا ہے ذرا حوالہ تو نقل کریں باقی باتیں رہنے دیں صرف امام احمد بن حنبل کی تصحیح دکھائیں وگرنہ اپنے اس جھوٹ سے توبہ کریں اور یاد رہے کہ مکاری اور عیاری نہیں چلے گی امام احمدؒ سے صرف اور صرف تصحیح دکھانی ہے۔

اور مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل بغیر ثم لایعود کے اس حدیث کو صحیح مانتے تھے اس کا حوالہ بھی ملاحظہ کیجئے امام زیلعیؒ لکھتے ہیں:

وکذلک قال الدار قطنی انہ حدیث صحیح الا ہذہ اللفظ (ثم لا یعود) وکذلک قال

احمد بن حنبل وغیرہ"۔ (نصب الرایہ ۱/ ۳۹۴)

مفہوم: اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ بے شک یہ حدیث صحیح سوائے اس لفظ (ثم لایعود کے)۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اول تو غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا ثم لایعود اور اول مرۃ وغیرہ کو ایک ہی مفہوم اور معنی کہنا غلط اور جھوٹ ہے دوم یہ کہ امام احمد بن حنبل اس حدیث کو ثم لایعود کی زیادتی کے بغیر صحیح مانتے تھے اور جس کا واضح اشارہ امام زیلعیؒ نے اپنی کتاب نصب الرایہ ۱/ ۳۹۴ پر کیا ہے۔ لہٰذا غالی غیر مقلد کا یہ تمام چالاکی اور ہوشیاری فضول ہے۔

امام ابوحاتم الرازیؒ کے اعتراض کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۱ پر امام ابوحاتم الرازیؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔

"ہذا خطا یقال: وھم الثوری فقد رواہ جماعۃ عن عاصم و قالوا کلھم :أن النبی ﷺ افتتح فرفع یدیہ ثم رکع فطبق وجعلھا بین الرکبتین ولم یقل أحد ماروی الثوری"

ترجمہ : یہ حدیث خطا ہے کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوری کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز شروع کی پس ہاتھ اُٹھائے پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔ (علل الحدیث ۱/ ۹۶ رقم ۲۵۸)

جواب:

امام ابوحاتمؒ کی جرح چند وجوہات پر صحیح نہیں ہے۔

۱۔ امام ابوحاتمؒ پر علامہ ذہبیؒ نے متشدد متعنت کی جرح اور الفاظ نقل کیے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۸) اور محدثین کرام کے نزدیک متشدد اور متعنت کی جرح مبہم قبول نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ امام ابوحاتمؒ کے الفاظ فقد رواہ جماعۃ عن عاصم... ولم یقل أحد ماروی الثوری۔ (علل الحدیث ۱/ ۹۶)

ترجمہ : یک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے (تطبیق) روایت کیا...... اور کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی۔

یہ الفاظ صحیح نہیں معلوم ہوتے کیونکہ یہ عبارت صحیح نہیں کہ عاصم بن کلیب سے ایک جماعت نے تطبیق والی روایت کی نقل کی ہے۔ کیونکہ تطبیق والی روایات عاصم بن کلیب سے صرف اور صرف عبداللہ بن ادریس m نے روایت کی اور کسی جماعت نے یہ روایت بیان نہیں کی ہے۔

۳۔امام ابو حاتمؒ نے ابو حمید ساعدیؓ کی اثبات رفع یدین والی حدیث کو"فصار الحدیث المرسل" کہا ہے۔کیا زبیر علیزئی صاحب کو امام ابو حاتم کا قول قبول ہوگا۔عجب تضاد ہے کہ ترک رفع یدین کی حدیث پر امام ابو حاتم کی جرح کو زبیر علیزئی صاحب قبول کرتے ہیں اور اثبات رفع یدین کی ابو حمید ساعدیؓ حدیث پر جرح قبول نہیں کرتے۔

۴۔امام ابو حاتمؒ اور ابو زرعہ الرازیؒ دونوں سفیان ثوریؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"سفیان أحفظ من شعبه" علل الحدیث ۲۹۹ :۔"سفیان أحفظ الرجلین"

(علل الحدیث ۲۸۳۸)

امام ابو حاتم الرازیؒ اور ابو زرعہ الرازیؒ سفیان ثوری کو امام شعبہؒ سے بڑا حافظ مانتے ہیں تو کیا۔عبد اللہ بن ادریسؒ کے مقابلے میں سفیان ثوریؒ کی حدیث پر اعتراض کرنا صحیح ہے۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تو امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بڑے حافظ اور محدث ہیں۔اختلاف میں ترجیح بھی امام سفیان ثوریؒ کو ہوتی ہے تو عبد اللہ بن ادریس کے فوقیت امام سفیان ثوریؒ پر کیسے ثابت ہوتی ہے۔جب سفیان ثوریؒ جیسے ثقہ اور حافظ محدث کوئی حدیث بیان کریں تو متابعت کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔اور ثقہ کی زیادت تو زبیر علیزئی صاحب خود مانتے ہیں۔

۵۔امام ابو حاتمؒ نے سفیان ثوریؒ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا کوئی اعتراض نہیں اُٹھایا۔لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا امام ابو حاتمؒ کی جرح نقل کرنا تحقیق کی روشنی میں غلط اور مردود ہے۔

اعتراض:۔

زبیر علیزئی صاحب مقالات ۳/۱۳۵۔۱۳۶ پر لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی کہے کہ ابو حاتمؒ الرازی نے سیدنا ابو حمد الساعدیؓ کی اثبات رفع یدین والی روایت پر جرح کی ہے تو یہ جرح کیوں قابل قبول نہیں ہے؟ عرض یہ ہے کہ سیدنا ابو حمیدؓ کی روایت کو جمہور محدثین نے صحیح قرار دیا ہے اور وہ حدیث اصولِ حدیث کی رُو سے بھی صحیح ہے۔(لہٰذا اس پر اگر ابو حاتمؒ نے کوئی جرح کی ہے تو جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے)"۔

جواب:۔

جناب زبیر علیزئی سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ کسی بھی حدیث کی تصحیح وتضعیف کے اصول مقرر شدہ ہیں۔انہی اصولوں کے تحت کسی بھی محدث کی جرح قبول یا رد کی جاتی ہے۔امام ابو حاتم کی جرح سیدنا ابو حمید الساعدیؓ کی حدیث بالکل اصول کے مطابق ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد مقالات جلد ۴ صفحہ ۲۷۵ پر لکھتا ہے۔ جمہور محدثین کے خلاف جرح تو اصول کے مطابق ہوئی اور جو جرح جمہور کے موافق ہے وہ مبہم ہو کر مردود ہے سبحان اللہ! کہا انصاف ہے!!

کچھ تو شرم کریں! غیرت تھا نام جس کا گئی تیمور کے گھر سے

جواب الجواب:۔

عرض یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کا یہ غصہ اور اضطراب لاجواب ہونے کی وجہ سے ہے۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے کام لیں یہ نہ ہو کہ ہمیں غیرت اور شرم کا درس دیتے دیتے اپنے ہی مسلک کو آگ نہ لگا بیٹھیں۔ جناب غالی صاحب آپ ہی کے ہم مسلک مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب غیر مقلد اپنی کتاب مسئلہ رفع الیدین تحریری مناظرہ کے صفحہ ۱۶۸ پر جو جمہور کی دھجیاں اڑا رہے ہیں وہ ملاحظہ کیجئے "اور ضروری نہیں کہ جمہور کا مذہب ہر موقع پر درست ہی ہو دیکھئے جمہور کا قول یا مذہب شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں"۔ لیجئے جناب آپ کے مولانا عبدالمنان پوری نے تو جمہور کے قول کو تو رد کر دیا ہے۔ ہمیں تو پھر بھی پاس ہے جمہور کے اقوال کی، مگر آپ کے مولانا عبدالمنان پوری تو اسکو مانتے ہی نہیں ہیں۔ جناب عالی شرم اور غیرت کا درس ہمیں دینا چھوڑ دیں اور اپنے ہم مسلک کو سنبھالیئے۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو جو الفاظ استعمال کئے وہ کسی عالم کے شایان شان نہیں ہیں۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو بازاری اور غیر عالمانہ روش اختیار کی ہے اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ میں نے جو اجوابا لکھا ہے وہ زبیر علیزئی کے اپنے ہی استعمال شدہ الفاظ ہیں۔ لہذا انھیں خود ہوش کے ناخن لینے چاہئے۔

امام دارقطنیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۱ پر امام دارقطنیؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔

"امام دارقطنیؒ نے اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔" (کتاب العلل للدارقطنی ۵ / ۲۳ / ۷ ارقم ۸۰۴)

جواب:

قارئین کرام سے التجا ہے کہ یہ نقطہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ الحمد للہ احناف کا دعویٰ بغیر "ثم لا یعود" کے بغیر بھی ثابت اور محفوظ ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نے امام دارقطنیؒ کا پورا قول نقل نہیں کیا۔ امام دارقطنیؒ اِس حدیث کی تصحیح کرنے کے بعد اِس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وأسناده صحيح وفيه لفظة لسيت بمعفوظ"۔ (کتاب العلل ۵ / ۱۷۲)

اِس کے بعد وضاحت سے تصریح کرتے ہیں۔

"ویس قول من قال :ثم لم یعد محفوظا"(کتاب العلل ۵/ ۱۷۳)
امام دارقطنیؒ کے قول سے یہ واضح ہوگیا کہ اُن کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے جبکہ اعتراض صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ پر تھا۔جبکہ پہلے یہ تصریح ہو چکی ہے کہ احناف کا دعویٰ "ثم لا یعود" کے بغیر بھی ثابت ہے۔

اعتراض :

زبیرعلیزئی غیر مقلد نے مقالات ج ۴ ص ۲۸۹ لکھا ہے۔
"ان میں سے دارقطنی ،ابن القطان نے ترک رفع یدین والی روایت کو صحیح نہیں کہا لہذا باقی رہ گئے ۱۲"۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ میں نے انہی دونوں کتابوں "محققانہ تجزیہ" اور "زبیرعلیزئی کے اعتراضاتی مضامین کا جواب" میں بڑی وضاحت سے بیان کردیا تھا کہ ان دونوں محدثین کرام کا اعتراض حدیث میں صرف "ثم لایعود" کے الفاظ کی زیادتی پر تھا۔ان دونوں محدثین کرام نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے ماسوائے لفظ "ثم لایعود" کے مگر افسوس تعجب ایک ایسی چیز ہے جو حقیقت کو ماننے سے مانع ہوتی ہے۔لہذا اسی لئے غیر مقلد زبیرعلیزئی ان حوالوں کے انکار پہ مصر ہیں جب میں نے اپنی کتابوں میں عرض کردیا تھا کہ "ثم لایعود" کے بغیر بھی ہمارا ترک رفع الیدین والا عمل ثابت ہے جبکہ میری پیش کردہ روایت میں کسی بھی جگہ "ثم لایعود" کے الفاظ نہیں ہیں۔لہذا اگر ان دونوں نے صرف "ثم لایعود" پر اعتراض کیا ہو تو پھر بھی یہ محدثین باقی حدیث بمع سند ومتن کو صحیح مانتے ہیں۔میں اپنے موقف کو واضح کرنے کے لئے امام دارقطنی اور امام ابن القطان کا حوالہ پیش کرچکا ہوں۔مزید اپنے دعویٰ کی حقانیت پر مختلف محدثین کرام کے حوالہ نقل کئے دیتا ہوں۔تاکہ واضح ہو جائے کہ امام دارقطنی اور ابن القطان دونوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔
(ان کا اعتراض صرف اور صرف "ثم لایعود" کی زیادت پر ہے)۔

۱۔حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"وقال ابن القطان ھو عندی صحیح الا قولہ ثم لا یعود ـــــ وکذا قال الدار قطنی انہ صحیح الا ہذہ اللفظ "۔(الدرایہ ج ۱ ص ۱۵۰)

ترجمہ :اور ابن القطان نے کہا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے لفظ "ثم لایعود"۔۔۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے اس لفظ کے (ثم لایعود)۔

۲۔امام زیلعیؒ لکھتے ہیں:

"وقال ابن القطان فی کتابہ الوہم والایہام ـــ والذی عندی انہ صحیح وانما النکر

فيه علي و كيع زيادة ثم لا يعود۔۔ و كذالک قال دار قطني انه حديث صحيح الا ہذا اللفظة و كذالک قال امام احمد بن حنبل وغيره"

ترجمہ: اور ابن القطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام میں کہا۔۔۔۔ بے شک میرے نزدیک یہ حدیث (ترک رفع الیدین) صحیح ہے اور انہوں نے انکار صرف وکیع کے الفاظ"ثم لایعود" کی زیادتی کا انکار کیا۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث (ترک رفع الیدین) صحیح ہے سوائے اس لفظ کے (ثم لایعود) اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے کہا۔(نصب الرایہ ۲/ ۳۹۴)

۳۔امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"فقد صحح ابن حزم والدار قطني وابن القطان وغيرہم"۔(اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۱۷)

ترجمہ: پس اس کو صحیح کہا (ترک رفع الیدین والی حدیث کو) ابن حزم، الدارقطنی اور ابن القطان وغیرہ محدثین کرام نے۔

قارئین کرام! ان مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ امام الدارقطنی اور ابن القطان وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تصحیح کی ہے (سوائے ثم لایعود کے لفظ کے)۔لہذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا مجھ پر الزام لگانا ان کی چالاکی اور بے ایمانی ہے۔میں فیصلہ پڑھنے والے اور سمجھ دار لوگوں پر چھوڑتا ہوں کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں مگر اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے کسی بھی قسم کا دھوکہ اور جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔

غالی کی مکاری:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات جلد ۴ صفحہ ۲۷۶ پر لکھتا ہے۔

"اس عبارت میں امام دارقطنی نے امام عبداللہ بن ادریس کی بیان کردہ حدیث کو اسنادہ صحیح کہا ہے، امام سفیان ثوری کی حدیث کو نہیں کہا اور پھر سفیان ثوری سے ابوحذیفہ راوی کی روایت کو غیر محفوظ (ضعیف) کہا ہے۔

جواب:۔

جناب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے اس مقام پر جھوٹ بولا ہے۔امام دارقطنی نے ابوحذیفہ راوی کی روایت کو غیر محفوظ نہیں کہا۔لہذا زبیر علیزئی صاحب جھوٹ کی توبہ کرلیں۔امام دارقطنی نے "و فيه لفظة ليست بمحفوظة ذكرها أبو حذيفة في حديثة عن الثوري و هي قوله ثم لم يعد" لکھا ہے، یعنی لفظ ثم لم یعد کو غیر محفوظ لکھا ہے۔لہذا لفظ کو غیر محفوظ ہونے کی بجائے روایت غیر محفوظ لکھنا کالا جھوٹ ہے۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب بار بار طوطے کی طرح رٹ لگا رہے ہیں کہ امام دارقطنی نے سفیان ثوری کی سند کو صحیح

نہیں کہا بلکہ حضرت عبداللہ بن ادریس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ جناب غالی صاحب ہمارا تو دعویٰ اتنا ہے کہ امام دارقطنی نے صرف اور صرف لفظ ثم لم یعد کو غیر محفوظ کہا ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ ثم لم یعد کا لفظ محفوظ (ضعیف) اور اس کے علاوہ باقی رہ جانے والے الفاظ محفوظ (صحیح) ہیں۔ کیونکہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اس معاملے کو الجھا رہے ہیں۔ لہذا اس کا دو طرح حل موجود ہے۔ اول یہ کہ محدثین کرام کی رائے لی جائے کہ امام دارقطنی کا اس روایت کے بارے میں کیا رائے ہے۔ آیا کہ وہ صرف لفظ ثم لم یعد پر اعتراض یا غیر محفوظ کہتے ہیں یا تمام روایت کو۔ دوم یہ کہ امام دارقطنی کی مکمل عبارت نقل کردی جائے تاکہ عوام الناس اس متن کو کسی عرب کے عالم یا استاد کے پاس لے جا کر تسلی کرلیں کہ امام دارقطنی کا موقف کیا ہے۔

اب امام دارقطنی کی عبارت مکمل نقل کی جاتی ہے۔ تاکہ عوام الناس اور لوگوں پر حقیقت واضح ہو سکے:

"وسئل عن حديث علقمة عن عبدالله قال الاأريكم صلاة رسول الله ﷺ فرفع يديه فى اول تكبيرة ثم لم يعد، فقال يرويه عاصم بن كلب عن عبدلارحمن بن الاسود عن علقمة حديث به الثورى عنه وارده ابو بكر النعشلى عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن أبيه و علقمة عن عبدالله۔ و كذلک رواه ابن ادريس عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله۔ واسناد صحيح و فيه لفظة ليست محفوظ ذكرها ابو حذيفه فى حديث عن الثورى وهى قوله، ثم لم يعد و كذالک قال الحمانى عن وكيع وامام احمد بن حنبل، وابو بكر بن ابى شيبة وابن عند فرووه عن وكيع، و لم يقولو افيه، ثم لم يعد و كذلک رواه معاوية بن هشام اليضاعن الثورى، مثل ما قال الجماعة، عن وكيع و ليس قول من قال، ثم لم يعد محفوظ"۔ (العلل الدارقطنی،۵۔ ۱۷۲،رقم ۸۰۴:)

اب قارئین کرام جس سے بھی اس عبارت کا مفہوم معلوم کرنا چاہیں تو اجازت ہے۔ تاکہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا جھوٹ سب کو معلوم ہو سکے۔ علماء کرام اس مکمل عبارت کو پڑھ کر خود ہی سمجھ جائینگے۔

میری کوشش ہوگی کہ اس مضمون میں مندرجہ بالا عبارت کی فوٹو کاپی بھی لگا دی جائیے تاکہ معاملہ مزید واضح ہو جائے۔ لہذا غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا زبردستی امام احمد بن حنبل، امام دارقطنی اور ابن القطان کو جارحین میں ذکر کرنا جھوٹ ہے۔ تقریباً جس محدث نے بھی اعتراض کیا تو اس کا اعتراض صرف اور صرف لفظ ثم لم یعد پر تھا۔ (یہ الگ بحث ہے کہ یہ اعتراض اصول کے مطابق بھی صحیح نہیں ہے) مگر فی الحال ہم اگر محدثین کرام کا اعتراض ثم لم یعد مان بھی لیں تو پھر احناف کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔ اور میرا موقف بھی یہی ہے۔ لہذا شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار نہ بنیں۔ جتنا اعتراض

وارد ہے اتنا ہے اعتراض کریں۔ اگر ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی پر اعتراض کی وجہ سے ساری حدیث کوضعیف کہہ رہے ہیں تو جناب مدرج پر لکھی جانے والی کتابیں تو فضول ہونگی۔ مدرج پر لکھی جانے والی کتابیں صرف اسی موضوع پر لکھی جاتیں کہ فلاں متن میں فلاں الفاظ راوی کی زیادتی یا زائد ہیں۔

حافظ ابن حبانؒ کے اعتراض کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نورالعینین صہ ۱۳۱ پر امام ابن حبانؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔

"هو في العقيقة أصغف شيء يعول عليه لأنّ له علاً تبطله" یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہے۔

(تلخیص المبیر ۱/ ۲۲۲، البدرالمینر ۳/ ۴۹۴)

جواب:

حافظ ابن حبان کی جرح مبہم ہے۔ جبکہ جرح مبہم عند المحدثین بالکل قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ اور جب تک اصل کتاب موجود نہ ہو جرح کی حقیقت کا اندازہ کرنا مشکل اور نامناسب ہے۔ لہٰذا اصل عبارت کے بغیر اسے جرح کو پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد مقالات ۴/ ۲۷۷ پر فقرہ نمبر ۱۸۲ میں لکھتا ہے مختلف قسم کی لفاظی کے بعد معترض نے دوبارہ حافظ ابن حبان کی جرح کو مبہم قرار دیا۔ حالانکہ حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا دارومدار محدثین کرام پر ہے اور اگر روایت میں علتِ قادحہ موجود ہو تو پھر محدثین کرام کے درمیان اختلاف ہو تو دو کے مقابلے میں بیس کو ترجیح دینا ضروری ہے اور یہی وہ بات ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے جب جرابوں پر مسح والی رایت ہو یا سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث تو ان لوگوں کے نزدیک محدثین کی جرح مفسر بن جاتی ہے اور ترک رفع الیدین میں غیر مفسر۔ جب محمد بن اسحاق بن یسار، مومل بن اسماعیل یا عیسیٰ بن جاریہ کا معاملہ ہو تو ان لوگوں کے نزدیک بعض محدثین کی جرح مفسر بن جاتی ہے لیکن ابن فرقد شیبانی اور قاضی ابو یوسف وغیرہما پر جمہور محدثین کی برح غیر مفسر ہوتی ہے۔ (سبحان اللہ)

جواب الجواب:۔

غرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد ادھر ادھر کی چھوڑیں اور صرف اور صرف ابن حبان کا حوالہ ان کی اصل کتاب سے دکھائیں اگر بالفرض اصل کتاب نہ بھی ہو تو حافظ ابن حجرؒ اور ابن ملقنؒ دونوں اپنی کتابوں میں بالترتیب التلخیص الحبیر اور البدر المنیر میں محدثین کرام کے اقوال نقل کرنے میں احناف کے خلاف بڑی شد اور تسامح برتتے ہیں جس کی کئی مثالیں

موجود ہیں اور یہ دونوں محدثین کرام احناف کے خلاف سختی برتتے ہیں لہذا جب تک اصل کتاب موجود نہ ہو اس کا حوالہ دینا اس شبہ پر مناسب نہ ہوگا۔

مزید یہ کہ حافظ ابن حبان کی جرح کو مبہم کہنا بالکل صحیح ہے اگر ہمت ہے تو ابن حبان سے جرح مفسر ثابت کر کے دکھائیں خواہ مخواہ جمہور کے آڑے کر اپنا کام پورا نہ کریں جہاں جواب نہیں ملتا تو جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ جمہور کے موافقت ہے جناب غالی صاحب میں آپ کے گوشہ گذار کر دوں کہ اس مقام پر حافظ ابن حبان کی جرح کا مفسر ہونا ضروری ہے کیونکہ حافظ ابن حبان احناف کے سخت خلاف تھے انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خلاف ۳ کتابیں مستقلا لکھیں لہذا اول تو آپ کے اصول کے مطابق فریق مخالف کی گواہی معتبر نہیں ہوتی لہذا ابن حبان کی جرح فریق مخالف کی وجہ سے قبول نہیں ہوگی مزید یہ کہ اپ جو سوقیانہ طعنہ زنی کرتے ہیں کہ اپنی بار جرح مفسر بن جاتی اور قاضی ابو یوسف پر جرح غیر مفسر ہوتی ہے جناب یہ طعنہ دینا اب بند کر دیں اور اصول کے تحت خاص طور پر اصول اسماء الرجال کے تحت جرح مفسر کے صیغہ یا الفاظ لکھیں اور جرح مبہم کے الفاظ بھی بیان کریں تاکہ عوام الناس خود سمجھ لیں کہ جرح مفسر کیا بنتی ہے۔امام محمد بن الحسن شیبانیؒ اور قاضی ابو یوسفؒ کے بارے میں جو آپ نے گستاخی اور بیہودہ کلامات نقل کئے ہیں اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ابن عبدالبر اور دیگر محدثین کرام نے یہ واضح کیا ہے کہ محدثین کرام نے احناف بمع امام اعظم اور ان کے صاحبین پر بڑا ظلم اور زیادتی کی ہے لہذا اس شواہد اور قرینے کے تحت ہم جرح مفسر کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ یہ بات تو آپ کو مسلم ہے کہ جب دشمنی حسد اور حرص ثابت ہو جائے تو جرح مفسر کا ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ جرح مبہم مردود ہو جاتی ہے امام محمد بن الحسن شیبانی کے بارے میں کوئی بھی مفسر جرح موجود نہیں ہے اور رہا امام یحییٰ بن معین کا انہیں کذاب کہنا تو امام یحییٰ بن معین کا انہیں اپنی کتاب میں کذاب کہنا ثابت نہیں ہے امام عقیلی کا ضعفاء میں امام محمد بن الحسن شیبانی کو بحوالہ امام یحییٰ بن معین کذاب لکھا ہے جو کہ امام عقیلی کا تسامح یا غلطی ہے اور بعد کے جتنے لوگوں نے امام یحییٰ بن معین نے انہیں کذاب لکھنا مروی ہے وہ سب ناقل ہیں لہذا جب اصل ہی غلط ہے تو ناقل پر بھروسہ صحیح نہیں ہے ایسی بہت سی غلطیاں محدثین کرام سے ثابت ہیں مزید یہ کہ قاضی ابو یوسف پر بھی کوئی جرح مفسر ثابت نہیں ہے اختلافی یا فقہی مسائل میں اختلاف سے راوی ضعیف یا مجروح ثابت نہیں ہوتا اور مزید یہ کہ آپ کے پیش کردہ حوالوں کے بخیے ادھیڑ دیئے ہیں لہذا میری کتاب "الرفع التعسف عن القاضی ابی یوسف یا توثیق صاحبین" ملاحظہ کیجئے تاکہ قاضی ابو یوسف کی توثیق واضح ہو جائے لہذا طعنے دینا چھوڑ دیں اور اصول وضوابط کے تحت عالمانہ گفتگو کریں مومل بن اسماعیل پر جرح اور اس کی تعدیل کی حقیقت راقم کی کتاب نماز میں ہاتھ باندھیں" الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ" کا مطالعہ کریں جو 672 صفحات پر مبنی ہے تاکہ آپ کو جرح مفسر بھی نظر آ سکے۔

امام یحییٰ بن آدمؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیرعلیزئی صاحب نے نورالعینین صہ ۱۳۳ پر (نمبر ۸) کے تحت صرف امام یحییٰ بن آدم کا نام ذکر کیا ہے۔(جزءرفع یدین ۳۲ :،تلخیص الجیر ۱/۲۲۲)

جواب:

زبیرعلیزئی صاحب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ اگراُن میں علمی اورتحقیقی ذوق ہےتو امام یحییٰ بن آدمؒ کے جرح کے الفاظ نقل کریں۔اگرامام یحییٰ بن آدمؒ سے جرح کے الفاظ منقول ہوتے تو زبیرعلیزئی صاحب ضرور درج کرتے مگر کیونکہ اِن سے کوئی جرح ہی ثابت نہیں لہٰذا امام یحییٰ بن آدمؒ کے نام پر ہی اکتفا کیا۔اُمید ہے کہ زبیرعلیزئی صاحب فہرست میں سے امام یحییٰ بن آدم کے نام خارج کر کے اِس سے رجوع کرینگے۔

امام ابوبکر بزارؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیرعلیزئی صاحب نے نورالعینین ۱۳۳ پر امام ابزارؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔

''ابوبکر بن عمر(و) بزارؒ نے اس حدیث پر جرح کی۔'' (الجرالزخار ۵/۴۷،التمہید ۹/۲۲۰)

جواب:

زبیرعلیزئی صاحب نے امام بزارؒ کے اعتراض نقل کرتے ہوئے صرف یہ لکھا ہے کہ امام بزارؒ نے اس حدیث پر جرح کی ہے۔زبیرعلیزئی صاحب کو امام بزارؒ کی پوری عبارت نقل کرنی چاہیے تھی تاکہ یہ وضاحت ہوسکے کہ اعتراض کی حقیقت کیا ہے۔امام بزارؒ نے اس حدیث پر جو اعتراض کیا ہے''۔

وھذا الحدیث رواۃ عاصم بن کلیب و عاصم فی حدیثه اضطراب وہ یسمافی حدیث الرفع ذکرہ عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه عن عبدالله انه رفع یدیه فی اول تکبیرۃ۔(البحرالزخار ۵/۴۷)

اس عبارت سے یہ واضح ہوگیا کہ امام بزار کا اعتراض اس کی سند پر نہیں بلکہ اس حدیث کے مرفوع اور موقف ہونے کا اشکال ہے۔لہٰذا زبیرعلیزئی صاحب کا امام بزارؒ کا نام ذکر کرنا صحیح نہیں بلکہ باطل اور مردود ہے۔

راقم نے اپنی کتاب مسئلہ ترک رفع الیدین۔۔۔اعتراضاتی مضامین کا جواب ص ۱۴۲ پر لکھا تھا''وگرنہ امام بزاز کا نام جارحین میں شمار نہ کریں''۔اس پر غالی غیر مقلد زبیرعلیزئی لکھتا ہے۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیرعلیزئی مقالات ۴/۲۸۱ فقرہ ۱۹۰ کے تحت لکھتا ہے۔

یہ اعتراض حافظ ابن عبدالبر پر ہے دوسرے یہ کہ مسند البزاز میں سفیان ثوری کی روایت نہیں ملی لہذا جب تک اصل کتاب کا مخطوطہ دستیاب نہ ہو حتمی فیصلہ ناممکن ہے تیسرے یہ کہ البحر الزخار ۴۶۱۵ رقم ۱۶۰۸ میں بزار نے عبداللہ بن ادریس والی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ترک رفع الیدین نہیں بلکہ انہ رفع یدیہ فی اول التکبیرۃ کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں پہلی تکبیر میں رفع یدین تو اہل حدیث بھی کرتے ہیں لہذا اضطراب کا دعوی محل نظر ہے اور صحیح یہ ہے کہ ثوری والی روایت ضعیف ہے اور ابن ادریس والی روایت ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے۔

جواب الجواب:

عرض یہ ہے کہ جہاں کوئی غلطی نظر آتی ہے تو فورا محدثین کرام کی گرفت آپ اپنا فرض سمجھتے ہیں مگر اب جب ترک رفع الیدین کے بارے میں کوئی غلطی آئی تو سارا ملبہ حافظ ابن عبدالبر پر ڈال کر خود بری الذمہ ہو گئے۔ جناب مصرعہ تو یاد ہوگا: ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

جب اصل کتاب اور مخطوطہ سامنے نہیں ہے تو پھر اس وقت تک بزاز کا حوالہ محل نظر ہی ہوگا لہذا امام بزاز کو جارحین میں شمار کرنا فی الوقت غلط ہے غالی کا یہ لکھنا کہ اضطراب کا دعوی محل نظر ہے جناب اضطراب کا دعوی تو امام بزاز نے خود کیا ہے جسے آپ محل نظر کہہ رہے ہیں۔ کیا خوب کمال ہے جرح کرتے وقت ان کا نام جارحین میں ڈال دیا اور اضطراب کے دعوی کو محل نظر کہہ دیا جناب ویسے عرض یہ ہے کہ آپ اب امام بزار کو حسن الحدیث تو کہتے ہیں مگر متکلم فیہ بھی آپ نے مانا ہے لہذا اصل کتاب کے نہ ہونے کی وجہ سے امام بزار کا حوالہ ماننا مناسب نہیں ہے اور اسی لیے امام بزار کو جارحین میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام محمد بن وضاحؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین ص ۱۳۳ پر امام محمد بن وضاح کا اعتراض نقل کیا ہے۔

"محمد بن وضاح نے ترک رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا۔" (التمہید ۹/۲۲۱)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب نے امام محمد بن وضاحؒ کی جرح کی مکمل عبارت نقل نہیں کی۔ امام محمد بن وضاح کی عبارت کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

"محمد بن وضاح یقول الاحادیث التی تروی عن النبی ﷺ فی رفع یدین ثم لا یعود ضعیفة کلها"۔ (التمہید ۹/۲۲۱)

کہ محمد بن وضاح نے کہا کہ وہ احادیث رسول اللہ a سے ثم لا یعود سے روایت کیا ہے۔ضعیف ہیں۔

امام محمد بن وضاح کی اصل عبارت سے یہ واضح ہوگیا کہ ان کا اعتراض صرف ثم لا یعود کے الفاظ پر ہے۔جبکہ یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ احناف کا دعویٰ بغیر "ثم لا یعود" کے بھی ثابت ہیں۔لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا امام محمد بن وضاح کے قول سے استدلال باطل اور مردود ہے۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴ / ۲۸۲ فقرہ ۱۹۱ پر جواب لکھتا ہے۔

ثم لایعود کا مطلب یہ کہ پھر دوبارہ نہیں کیا معلوم ہوا کہ جس روایت میں دوبارہ رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر ہے وہ ابن وضاح کے نزدیک ضعیف ہے چاہے ثم لایعود کے الفاظ ہوں یا اس مفہوم کے کوئی الفاظ مثلا الا فی اول مرۃ ہوں۔

جواب الجواب:

عرض یہ ہے کہ پہلے امام ابن وضاح کی جرح نقل کر دی جاتی ہے تا کہ زبیر علیزئی کا جھوٹ عوام الناس پر وضع ہو سکے امام محمد بن وضاح فرماتے ہیں:

"محمد بن وضاح یقول الاحادیث الهی تروی عن النبی ﷺ فی رفع یدین ثم لا یعود ضعیفة کلها"۔ (التمہید ۹ /۲۲۱)

کہ محمد بن وضاح نے کہا کہ وہ احادیث رسول اللہ ﷺ (مرفوعہ) ثم لا یعود کے الفاظ روایت کئے ہیں ضعیف ہیں۔

محمد بن وضاح کے قول سے معلوم ہوا کہ انہوں نے جرح صرف مرفوع روایت پر کی ہے۔مزید یہ کہ انہوں نے احادیث پر جرح کی جس میں ثم لایعود کے الفاظ ہیں۔محمد بن وضاح نے ثم لایعود کے الفاظ کی طرف اشارہ دیا ہے جو کہ حدیث کا حصہ لہٰذا جس قدر اعتراض ہے اتنا ہی قبول ہوگا جب مزید اعتراض نہیں تو خواہ مخواہ اسے بھی ضعیف قرار دینا غلط ہے گذشتہ صفحات پر بڑی تفصیل سے اس موقف کا اعادہ کیا گیا۔ثم لایعود اور اول مرۃ کے الفاظ مختلف ہیں۔لہٰذا ابا بار رٹا لگانا باطل اور مردود ہے۔

امام بخاریؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ:

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۳ پر صرف امام بخاری کا نام ہی ذکر کیا ہے۔جزء رفع یدین : ۳۲،تلخیص الحبیر ۱ / ۲۲۲،المجموع شرح المہذیب ۳ / ۴۰۳۔

جواب:

زبیرعلیزئی صاحب نے صرف امام بخاریؒ کا نام جارحین میں ذکر کیا ہے اور امام بخاریؒ سے جرح کی کوئی عبارت نقل نہیں کی۔لہٰذا امام بخاری کا نام نقل کرنا غلط اور باطل ہے امام بخاریؒ نے اس حدیث پرخود اپنی کوئی جرح نقل نہیں کی اور اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔لہٰذا امید ہے کہ زبیرعلیزئی صاحب اس قول سے رجوع کرینگے۔

امام ابن القطانؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ:

زبیرعلیزئی صاحب نورالعینین ص ۱۳۳ پر لکھتے ہیں۔

ابن القطان الفاسیؒ سے زیلعی حنفی نے نقل کیا کہ انہوں نے اس زیادت (دوبارہ نہ کرنے) کو خطا قرار دیا۔
(نصب الرایہ ۱/۳۹۵)

جواب:

زبیرعلیزئی صاحب کا ابن قطان الفاسیؒ کا نام جارحین میں ذکر کرنا باطل ہے۔خود لکھتے ہیں" مجھے یہ کلام بیان الوھم ولا یہام میں نہیں ملا (۳/۳۶۵) تاہم اشارہ ضرور ملتا ہے"۔(۳/۳۶۶) امام ابن قطان الفاسی بیان الوھم ولا یہام ۳/۳۶۷ میں اس حدیث کی تصحیح کے قائل ہیں۔

امام ابن قطان الفاسیؒ لکھتے ہیں۔

"والحديث عندي-لعدالة-رواته-أقرب الى صحة-"

امام ابن قطان الفاسیؒ صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ سے مطمئن نہیں۔جب کہ یہ عرض ہو چکی ہے کہ احناف کا دعویٰ ثم لا یعود" کے بغیر اول مرۃ واحدۃ اول تکبیرۃ، اول مرۃ کے ساتھ بھی ثابت ہے۔

اعتراض :

زبیرعلیزئی غیرمقلد نے مقالات ج ۴ ص ۲۸۹ لکھا ہے۔

"ان میں سے دارقطنی، ابن القطان نے ترک رفع یدین والی روایت کو صحیح نہیں کہا لہٰذا باقی رہ گئے ۱۲"۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ میں نے انہی دونوں کتابوں "محققانہ تجزیہ" اور "زبیرعلیزئی کے اعتراضاتی مضامین کا جواب" میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا تھا کہ ان دونوں محدثین کرام کا اعتراض حدیث میں صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ کی زیادتی پر تھا۔ان دونوں محدثین کرام نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے ماسوائے لفظ "ثم لا یعود" کے مگر افسوس تعجب ایک

ایسی چیز ہے جو حقیقت کو ماننے سے مانع ہوتی ہے۔لہذا اسی لئے غیر مقلد زبیر علیزئی ان حوالوں کے انکار پر مصر ہیں جب میں نے اپنی کتابوں میں عرض کر دیا تھا کہ ”ثم لایعود“ کے بغیر بھی ہمارا ترک رفع الیدین والا عمل ثابت ہے جبکہ میری پیش کردہ روایت میں کسی بھی جگہ ”ثم لایعود“ کے الفاظ نہیں ہیں۔لہذا اگر ان دونوں نے صرف ”ثم لایعود“ پر اعتراض کیا ہو تو پھر بھی یہ محدثین باقی حدیث بمع سند و متن کو صحیح مانتے ہیں۔میں اپنے موقف کو واضح کرنے کے لئے امام دارقطنی اور امام ابن القطان کا حوالہ پیش کر چکا ہوں۔مزید اپنے دعویٰ کی حقانیت پر مختلف محدثین کرام کے حوالہ نقل کئے دیتا ہوں۔تاکہ واضح ہو جائے کہ امام دارقطنی اور ابن القطان دونوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔(ان کا اعتراض صرف اور صرف ”ثم لا یعود“ کی زیادت پر ہے)۔

۱۔حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

”وقال ابن القطان ھو عندی صحیح الاقولہ ثم لایعود۔۔۔۔وکذا قال الدار قطنی انہ صحیح الا ہذہ اللفظ“۔(الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ج ۱ص ۱۵۰)

ترجمہ:اور ابن القطان نے کہا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے لفظ ”ثم لایعود“۔۔۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے اس لفظ کے (ثم لایعود)۔

۲۔امام زیلعیؒ لکھتے ہیں:

”وقال ابن القطان فی کتابہ الوہم والایہام۔۔والذی عندی انہ صحیح وانما النکر فیہ علی وکیع زیادۃ ثم لایعود۔۔وکذالک قال دار قطنی انہ حدیث صحیح الا ہذا اللفظۃ وکذالک قال امام احمد بن حنبل وغیرہ“۔

ترجمہ:اور ابن القطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام میں کہا۔۔۔۔بے شک میرے نزدیک یہ حدیث (ترک رفع الیدین) صحیح ہے اور انہوں نے انکار صرف وکیع کے الفاظ ”ثم لایعود“ کی زیادتی کا انکار کیا۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث (ترک رفع الیدین) صحیح ہے سوائے اس لفظ کے (ثم لایعود) اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے کہا۔(نصب الرایۃ ۲/ ۳۹۴)

۳۔امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

”فقد صحح ابن حزم والدار قطنی وابن القطان وغیرہم“۔

ترجمہ:پس اس کو صحیح کہا (ترک رفع الیدین والی حدیث کو) ابن حزم،الدارقطنی اور ابن القطان وغیرہ محدثین کرام نے۔(اللالی المصنوعۃ ۲/ ۱۷)

قارئین کرام!ان مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ امام الدارقطنی اور ابن القطان وغیرہم نے حضرت عبد اللہ بن

مسعودؓ کی تصحیح کی ہے (سوائے ثم لایعود کے لفظ کے)۔لہذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا مجھ پر الزام لگانا ان کی چالاکی اور بے ایمانی ہے۔میں فیصلہ پڑھنے والے اور سمجھ دار لوگوں پر چھوڑتا ہوں کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں مگر اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے کسی بھی قسم کا دھوکہ اور جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔

امام عبدالحق الاشبیلیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ:

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۳ لکھتے ہیں۔

عبدالحق الاشبیلی نے کہا؛"لا یصح"(الاحکام الوسطی ۱/ ۳۶۷)

جواب:

امام عبدالحق الاشبیلیؒ کے جرح کے الفاظ لا یصح مبہم ہے۔اور عندالمحدثین مبہم جرح مردود ہوتی ہے۔امام ابن قطان الفاسیؒ نے عبداللہ الاشبیلیؒ کی کتاب الاحکام الوسطی کے رد میں بیان الوھم والا یہام والواقعین فی کتاب الاحکام لکھی ہے۔لہٰذا امام عبدال حق الاشبیلی کا حوالہ دینا غلط ہے۔اور امام ابن قطان الفاسیؒ اس حدیث کی تصیح کے قائل ہیں۔

امام ملقنؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ:

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں۔

ابن ملقنؒ شافعی (۸۰۴) نے اسے ضعیف کہا۔(البدر المنیر ۳/ ۴۹۳)

جواب:

امام ملقنؒ نے اسے ضعیف کہہ کر جرح مبہم کی ہے۔لہٰذا جرح مفسر قابل قبول ہوتی ہے اور جرح مبہم عندالمحدثین ناقابل قبول ہے۔لہذا امام ابن ملقنؒ کا قول پیش کرنا صحیح نہیں۔

امام النوویؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ:

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں۔

النووی نے کہا؛ اتفقوا علی تضیفة "(خلاصۃ الاحکام ۱/ ۳۵۴) یعنی امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

جواب:

امام نوویؒ کا یہ دعویٰ اجماع صحیح نہیں جب کہ جمہور محدثین کرام اس حدیث کے تصیح کے قائل ہیں۔اور جو محدثین

کرام سے اس حدیث پر جرح منقول ہے ان کا اعتراض صرف اور صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ پر ہے۔ جب کہ احناف کا دعویٰ "بغیر ثم لا یعود" کے بھی ثابت ہے۔

امام ابن نصر المروزیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ:

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۳ پر (۱۹) نمبر کے تحت امام محمد بن نصر المروزی کا نام نقل کیا ہے۔ بحوالہ نصب الرایۃ (۱/ ۳۹۵) والاحکام الوسطی ۱/ ۳۶۷)

جواب:

امام ابن قطان الفاسیؒ نے امام محمد نصر المروزی کا اعتراض صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ پر نقل کئے ہیں اور امام ابن قطان رحمۃ اللہ علیہ نے امام بن نصر المروزیؒ کی ثم لا یعود پر اعتراض نقل کرنے کے بعد اس حدیث کی تصیح نقل کی ہے۔ اور امام محمد بن نصر کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔ دیکھیے (بیان الوھم والا یھام الواقعین فی کتاب الاحکام ۳/ ۳۶۷) ویسے بھی ثم لا یعود کے الفاظ کے بغیر بھی احناف کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا امام محمد بن نصر المروزیؒ کا نام جارحین میں صحیح نہیں ہے۔

راقم نے اپنی کتاب مسئلہ ترک رفع الیدین۔۔۔اعتراضاتی مضامین کا جواب ص ۱۵۴ پر لکھا تھا۔

"لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مروزی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے"۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/ ۲۸۴ فقرہ ۲۰۱ کے تحت لکھتا ہے۔

"جھوٹ ہے۔ ورنہ جواب پیش کریں"۔ (یعنی کہ مروزی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے)

جواب الجواب:

عرض یہ ہے کہ ہمارا تو موقف تو یہی ہے کہ ائمہ حدیث ثم لا یعود کے بغیر بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں۔ جب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی سے کوئی جواب بن نہ پایا تو فورا رٹا لگانا شروع کر دیا کہ ثم لا یعود اور اول مرۃ کا مطلب ایک ہی ہے۔

پہلے بات تو یہ کہ سنن نسائی کی حدیث میں یہ دونوں الفاظ ساتھ ہیں جس سے واضح ہو گیا کہ ان الفاظ کے مفہوم اور مطلب جدا جدا ہیں۔ اگر زبیر علیزئی صاحب میں علمی جرات ہے تو کسی ایسے معتبر محدث کا حوالہ پیش کریں جسمیں وہ صرف اول مرۃ پر زیادتی کا اعتراض کرے۔

دوم یہ کہ حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن ۱/۳۶۸ یہ ثم لا یعود کے علاوہ باقی الفاظ اول مرۃ، الا مرۃ، مرۃ واحدہ کے

الفاظ کو صحیح اور ثابت مانا ہے لہذا جناب غالی کے اعتراض کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

سوم یہ کہ امام زیلعیؒ امام مروزیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کلام ابن مسعود و کذلک قال الدار قطنی :انه حدیث صحیح الا هذه اللفظة و کذلک قال احمد بن حنبل وغیره وقد اعتنی الامام محمد بن نصر مروذی للتضیعف هذه اللفظة فی کتاب رفع الیدین انتهی کلامه۔

ترجمہ: اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے سوائے اس لفظ کی (ثم لا یعود) اپنی کتاب رفع الیدین میں۔ (نصب الرایۃ ۱/۳۹۴)

امام زیلعی کے حوالے سے معلوم ہوگیا کہ امام محمد بن نصر المروزی بھی اس حدیث میں ثم لا یعود کے الفاظ پر اعتراض کیا اور اس الفاظ کے علاوہ باقی حدیث صحیح ہے لہذا حوالہ بھی مل گیا۔ معلوم ہوا کہ غالی غیر مقلد عوام الناس کو دھوکہ دے کر اپنی محدثی کا بھرم رکھ رہا ہے۔

امام دارمیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۳ پر (۱۰) نمبر کے تحت امام دارمیؒ کا نام جارحین میں نقل کیا ہے۔ بحوالہ تہذیب السنن ۲/۴۴۹۔

جواب:

زبیر علیزئی صاحب کا یہ حوالہ مردود ہے کیونکہ ابن قیم الجوزیؒ اور امام دارمیؒ کے درمیان سند نامعلوم ہے۔ لہٰذا بے سند قول کو پیش کرنا مردود ہے۔

امام بیقھیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۳۳ پر (۱۸) نمبر کے تحت امام بیقھیؒ کا نام نقل کیا ہے۔ بحوالہ تہذیب السنن الحافظ ابن قیم الجوابیۃ (۲/۴۴۹) وشرح المہذب نووی (۳/۴۰۳)۔

جواب:

امام ابن قیم وامام نوویؒ اور امام بیقھیؒ کے درمیان سند نامعلوم ہے۔ لہذا زبیر علیزئی صاحب کا اس بے سند حوالہ کو پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔

امام حاکم کے اعتراض کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نورالعینین ص ۱۳۳ پر (۱۵) نمبر کے تحت امام حاکم کا نام ذکر جارحین میں ذکر کیا ہے۔(البدرالمنیر ۳/ ۴۹۳)

جواب:

حافظ ابن قیم نے دیگر علمائے کرام اور امام حاکم کے تمام اعتراضات نقل کر کے اسکا تفصیلی رد لکھا ہے۔

"و قال حاکم خبر ابن مسعود مختصر و عاصم بن کلیب لم یخرج حدیثه فی الصحیح و لیس کما قال فقد احتج به مسلم الا انه لیس فی الحفظ کا ابن شهاب و امثاله و اما انکار سماع عبدالرحمن عن علقمة فلیس بشیئی فقد سمع منه ثقه و هذا الحدیث اوی باربعة الفاظ احدها قوله فرفع یدیه فی اول مرة ثم لم یعد و الثانیه فلم یرفع یدیه الا مرة الثانیه فرفع یدیه فی اول مره لم یذکر سواها و الرابعة فرفع یدیه مرة واحدة و الادرج ممکن فی قوله ثم لم یعد و اما باقیها فاما ان یکون قدروی بالمعنی و اما ان یکون صحیحاً۔(تهذیب السنن مع مختصر السنن ۱/ ۳۶۸)

ترجمہ :امام حاکم نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لمبی حدیث سے مختصر کی گئی ہے اور اس کے راوی عاصم بن کلب کی حدیث صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں نہیں ہے۔امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں جیسا کہ امام حاکم نے کہا ہے۔پس اس کی حدیث امام مسلمؒ نے بطور حجت صحیح مسلم میں روایت کی ہے۔مگر حافظ زہریؒ جیسے راویوں کے مثل نہیں اور باعلقمۃ سے عبدالرحمن کے سماع کا انکار تو یہ بھی کوئی چیز نہیں ہے۔پس عبدالرحمن نے علقمۃ سے سنا ہے اور وہ ثقہ ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی یہ حدیث چار قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔(۱) پہلی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے دوسری مرتبہ نہیں اٹھائے۔(۲) پہلی مرتبہ کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھائے۔(۳) پہلی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے اور (۴) ایک ہی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے۔اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد کا مدارج ہونا تو ممکن ہے لیکن باقی الفاظ حدیث یا روایت بالمعنی ہیں یا اسی طرح صحیح ہیں۔"

اس عبارت سے وضاحت ہوگئی کہ ابن قیم الجوزیۃ نے اس کی سند اور متن کو صحیح کہا ہے ابن قیم نے لفظ ثم لایعود کے ادراج کا صرف امکان اظہار کیا،قطعی طور پر ادراج کا اظہار نہیں کیا۔لہذا معلوم ہوا کہ ابن قیم نے امام حاکم اور دیگر محدثین کرام کا جواب اور رد لکھا.اور اس حدیث کی تصحیح کی طرف مائل ہیں۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور جمہور محدثین کرام

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو جمہور محدثین کرام نے تصحیح یا روایت لی ہے۔ تحقیق درج ذیل ہے۔

1	امام طحاویؒ ۳۲۱ھ	"مائل بہ تصحیح"	شرح معانی آلا ثار ۱/۱۵۴
	احادیث نقل کرکے لکھتے ہیں۔ "فکان من حجة مخالفهم" (شرح معانی آلا ثار ص ۲۲۵)		
2	امام ترمذیؒ ۲۷۹ھ	حسن صحیح	سنن ترمذی ۱/۶۴
3	امام ابو داؤدؒ ۲۷۵ھ	سکوت	سنن ابو داؤد ۱/۱۱۶
4	امام نسائیؒ ۳۰۳ھ	اجتج به/روی له	سنن نسائی ۱/۱۱۶
5	ابو بکر بن ابی شیبہؒ	اجتج به/روی له	مسند ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۹،۱/۲۳۶
6	امام احمد بن حنبلؒ ۲۴۱ھ	'اجتج به/روی له	مسند احمد ۱/۳۸۸
7	ابن حزم ظاہری ۴۵۶ھ	ہذا الخبر صحیح	محلی ابن حزم اظاہری ۴/۸۸
8	امام دار قطنیؒ ۳۸۵ھ	واسنادہ صحیح	العلل الوردة ۵/۱۷۲
9	امام ابن القطان الفاسی	'أقرب الى الصحة	بیان الوہم والایہام ۳/۳۶۷
10	امام ابو یعلیٰ موصلیؒ ۳۰۷ھ	اجتج به/روی له'	مسند ابو یعلیٰ موصلی ۵/۱۳۸
11	امام سحنون بن سعید المصری	'اجتج به/روی له	المدونہ الکبریٰ ۱/۶۱
12	امام ابن ترکمانی الماردینی	علی شرط مسلم	الجوہر النقی علیٰ بیہقی ۲/۷۸
13	امام مغلطائی ۷۶۲ھ	صحیح	شرح ابن ماجہ ۵/۱۴۶۷
14	امام بدر الدین عینیؒ ۸۵۵ھ	'صحیح	شرح سنن ابی داؤد ۳/۳۴۱
15	حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ ۸۷۹ھ	صحیح"	التعریف الاخبار قم ۱۶۷
16	علامہ زیلعیؒ ۷۶۲ھ	"مائل بہ تصحیح	نصب الرایۃ ۱/۳۹۵
17	حافظ ابن حجرؒ ۸۵۲ھ	'مائل بہ تحسین	القول المسدد ص ۸۹
18	امام بوصیری	'روی له	الاتحاف ۱/۲۰۰ قلمی
19	امام ابی محمد المنبجی ۶۸۶ھ	اجتج به	اللباب ۱/۲۳۱

20	امام جلال الدین سیوطیؒ ۹۱۱ھ	مائل بہ تصحیح	اللآلی المصنوعۃ ۳/۱۹
21	علامہ ابن دقیق العید	مائل بہ تصحیح	نصب الرایۃ ۱/۳۹۵
22	حافظ ابن قیم الجوزیۃ	مائل بہ تصحیح	تہذیب السنن ۱/۳۶۸

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں۔

"اما باقیها فاما ان یکون قد روی بالمعنی و اما ان یکون صحیحا"۔

ترجمہ: اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد کا مدارج ہونا تو ممکن ہے لیکن باقی الفاظ حدیث یا روایت بالمعنی ہیں یا اسی طرح صحیح ہیں۔" (تہذیب السنن مع مختصر السنن ۱/۳۶۸)

23	امام منذریؒ	سکوت	مختصر المنذری ۱/۳۶۷
24	علامہ عابد سندھیؒ ۱۲۵۷ھ	صحیح	مواہب الطیفہ قلمی صہ ۲۵۹
25	علامہ محدث شیخ ہاشم سندھیؒ	صحیح	کشف الرین صہ ۵۶
26	علامہ محدث عبد الطیف سندھیؒ ۱۱۸۹ھ	صحیح	ذب ذبابات الدراسات ۱/۶۰۸
27	علامہ محدث وصی احمد محدث سورتی	صحیح	التعلیق المجلیٰ صہ ۳۰۵
28	امام ابن ہمامؒ	مائل بہ تصحیح	فتح القدیر ۲/۹۸
29	مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد	مائل بہ تصحیح	فتاویٰ نذیریہ ۱۰/۴۴۱
30	علامہ احمد شاکر غیر مقلد	وھو حدیث صحیح	حاشیہ محلیٰ ۴/۸۸
31	حضرت ملا علی قاریؒ ۱۰۱۴ھ	مائل بہ تصحیح	مرقاۃ المفاتیح ۳/۱۳۲۸
32	علامہ ظہیر الدین نیموی	صحیح	آثار السنن ۱/۱۰۳
33	علامہ شعیب الاوناؤط غیر مقلد	صحیح	حاشیہ شرح السنۃ ۳/۲۴
34	علامہ زہیر الشاویش غیر مقلد	صحیح	حاشیہ شرح السنۃ ۳/۲۴
35	امام ابن الخراطؒ ۵۸۱ھ	نقل تحسین ترمذی	الاحکام الشرعیۃ ۲/۱۹۱
36	علامہ آسی عبد العلی	تصحیح	تنبیہ الوھابین ص ۳۹۹
37	ناصر الدین البانی	صحیح	صحیح نسائی ۱/۲۲۰
38	علامہ سندھی	صحیح	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲/۲۹۳
39	علامہ لکھنوی	صحیح	شرح موطا صہ ۸۹

40	ڈاکٹر الشریف منصور بن عون	صحیح	مرویات ابن مسعود ۱/ ۴۸۷
41	محدث زبیدیؒ ۱۲۰۵ھ	صحیح	عقود الجواهر المنیفة ۱/ ۱۰۲
42	محدث مورخ حافظ ابن کثیرؒ ۷۷۴ھ	روی له	جامع المسانید والسنن ۲۷/ ۲۷۶
43	محدث عبد المعطی آمین قلعجی	اسناده صحیح	حاشیہ جامع المسانید ۲۷/ ۲۷۶
44	سید ہاشم عبد اللہ یمانی	تصحیح	حاشیہ درایہ ۱/ ۱۵۰
45	علامہ عبد القادر الارناؤط	اسناده صحیح	حاشیہ جامع الاصول ۵/ ۳۰۲
46	دکتور طاہر محمد دریری	تحسین	تخریج احادیث المدونۃ ۱/ ۴۰۳
47	علامہ حسین سلیم اسد	اسناده صحیح	حاشیہ مسند ابی یعلی موصلی رقم ۵۳۰۲
48	امام ابوعلی طوسیؒ	مائل به تحسین	مختصر الاحکام ۲/ ۱۰۳،
49	شیخ محمد حسن السنبھلی ۱۳۰۵ھ	صحیح	تنسیق النظام ص ۵۱
50	حافظ الذہبیؒ الشافعی ۷۴۸ھ	سکوت	المہذب فی اختصار ۱/ ۵۲۵
51	حافظ ابن رشدؒ ۵۲۵ھ	روی له	بدایۃ المجتہد صہ ۳/ ۹۹
52	ابن عبد الهادی ۷۴۴ھ	مائل به تصحیح	تنقیح التحقیق ۲/ ۱۴۰

ابن عبد الہادی لکھتے ہیں۔

وحدیث ابن مسعود ﷺ: رواه أبو داؤد والنسائي والترمذی وقال حدیث حسن

53	مولانا محمد صدیق نجیب آباد	صحیح	انوار المحمود شرح ابی داؤد ۱/ ۲۰۰
54	محدث ہند احمد رضا خان بریلویؒ	تصحیح	فتاویٰ رضویہ ۶/ ۱۵۳

ان مذکورہ حوالہ جات کے علاوہ بے شمار حوالہ محدثین کرام کے حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تصحیح پر موجود ہیں۔قارئین کرام! راقم نے اپنی کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر تقریباً 54 محدثین اور علماء کرام کے حوالے دیئے تھے۔انصاف تو یہ تھا کہ جناب زبیر علیزئی ان حوالوں پر ٹھنڈے دماغ سے غور کرتے اور مسلکی تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کرتے تو کچھ سمجھ میں بھی آ جاتا۔مگر اب تو غیر مقلد زبیر علیزئی کو دن میں تارے نظر آنے لگ گئے ہیں۔راقم نے جو ۵۷ حوالے پیش کئے ان کا جواب کچھ زبیر علیزئی غیر مقلد نے اکاذیب الحلیق کے نام سے ایک مضمون میں کچھ دینے کی ناکام سے کوشش کی ہے۔اس مضمون کا جواب بھی عوام الناس کے لیے پیش خدمت ہے۔

شفاء الحمیق بجواب اکاذیب الحلیق

مندرجہ ذیل غالی غیر مقلد :- علیزئی کے چند بچگانہ اور مردود اعتراضات کی تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

اعتراض نمبر :۱

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات جلد ۴ ص ۲۸۷ پر لکھتا ہے۔

''ان (یعنی ۵۷ حوالوں میں) میں سے پچیس (۲۵) تیرھویں چودھویں صدی کے ہیں''۔

جواب :

یہ زبیر علیزئی غیر مقلد کی اپنی ذہنی اختراء ہے۔کیا تیرھویں چودھویں صدی کے محدثین کرام کے حوالے غیر معتبر ہوتے ہیں۔جناب آپ کا یہ کلیہ قاعدہ ایک فریب اور جھوٹ ہے کیونکہ ہر بات کو اصول مدنظر رکھ کر قبول یا رد کیا جاتا ہے۔ اس میں متقدم اور متاخر کی کوئی تخصیص کرنا علمی جہالت ہے۔میں نے جو حوالے نقل کئے تھے وہ تو صحیح ہیں چاہے وہ تیرھویں صدی کے ہوں یا چودھویں صدی کے۔میں نے ان حوالوں میں کوئی جھوٹ نہیں بولا یہ بات تو آپ کو بھی مسلم ہے۔جب میں نے ان حوالوں میں جھوٹ نہیں بولا تو پھر اس کو میرے ''اکاذیب'' کہنا خود ایک بہت بڑا بہتان اور ظلم عظیم ہے۔جناب کیا آپ کو تیرھویں چودھویں صدی کے علماء کرام کے حوالے اتنے چبھتے ہیں تو جناب آپ اس وقت کیوں چپ سادھ لیتے ہیں جب آپ کے مسلک کی حمایت میں کوئی بات ہوتی ہے۔آپ ہی کے ہم مسلک ہم مشرب جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے اپنی کتاب توضیح الکلام میں تیرھویں اور چودھویں صدی کے محدثین کے اقوال محمد بن اسحاق کی توثیق میں جو پیش کئے ہیں اور جس کے بارے میں آپ نے اپنی کتاب ''مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۶۰'' پر آپ نے لکھا ہے کہ مزید تفصیل کے لئے توضیح الکلام ۱/ ۲۲۵ تا ۲۹۴ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

اب آپ کو ذرا ارشاد الحق اثری صاحب کی کتاب توضیح الکلام کی ذرا سیر کراتے ہیں تا کہ آپ کی آنکھوں پر سے تعصب اور مسلکی حمایت کی پٹی اتر سکے اور ہم پر جھوٹ کا الزام لگانے سے باز رہ سکیں۔آپ ہی کے مسلک کے محدث ارشاد الحق اثری صاحب نے محمد بن اسحاق کی توثیق جن تیرھویں اور چودھویں صدی کے علماء کرام سے پیش کی ذرا دھیان سے ملاحظہ کریں۔

۱۔علامہ شوکانی ۲۔نواب صدیق الحسن خان بھوپالی ۳۔استاد شاکر ۴۔مولانا عبد الرحمن مبارکپوری ۵۔محدث ڈیانوی ۶۔مولانا بشیر احمد محدث سہوانی۔(حوالاجات توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۸۲۔۲۸۳ پر موجود ہیں)

۷۔علامہ لکھنوی ۸۔ علامہ سلام اللہ ۹۔ علامہ نیموی
۱۰۔علامہ کشمیری ۱۱۔ علامہ بنوری ۱۲۔ مولانا کاندھلوی
۱۳۔مولانا ظفر احمد عثمانی ۱۴۔ مولانا سہارن پوری ۱۵۔ علامہ کوثری
۱۶۔شیخ ابوغدہ حنفی ۱۷۔ مولانا صفدر ۱۸۔ مولانا محمد حسن
۱۹۔مولانا احمد رضا خان ۲۰۔ مولانا ملتانی ۲۱۔مولانا مہدی حسن
۲۲۔مفتی عبدالواحد ۲۳۔ مولانا تقی عثمانی۔ ۲۴۔ مولانا امیر علی

(مندرجہ بالا حوالاجات توضیح الکلام ج ۴ ص ۲۸۵ تا ۲۹۲ پر موجود ہیں)

۲۵۔الدکتور مروان شاہین ۲۶۔ الدکتور احمد معبد عبدالکریم ۲۷۔ناصر الدین البانی

(مندرجہ بالا حوالاجات توضیح الکلام ج ا ص ۲۹۳ پر موجود ہیں)

جناب زبیر علیزئی صاحب یہ ۲۷ حوالے کیا ہیں؟ ذرا غور شریف بھی کریں۔اہل سنت و جماعت میں سے کوئی اگر تحقیقی کام کرے تو آپ پنجہ جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتے ہیں وگرنہ تو ہونا یہ چاہئے کہ آپ تحقیقی کام کو مسلکی حمایت اور عصبیت سے بالاتر ہو کر تحقیقی کام کا مطالعہ کریں اور عوام الناس میں جو نفرت کی آگ آپ جیسے علماء کرام نے لگائی ہے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے ہر وقت احناف کو طعن اور تنقید کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا اور نہ یہ کہنے سے کہ احناف کی نمازیں خلاف سنت ہیں۔میرے خیال میں ایسے خیالات کی بیخ کنی کرنی چاہئے۔

مگر بات تو یہ ہے کہ اگر احناف پر اعتراضات نہیں کرینگے تو اپنے حوارین اور بھولے بھولے عوام الناس کو کیا جواب دینگے کیونکہ غیر مقلدین لوگوں کی اکثریت احناف سے غیر مقلد ہوئے ہیں اگر احناف پر طعن و تشنیع نہیں ہوگی تو ایسے عوام الناس جو کہ کسی بھی وجہ سے حنفیت چھوڑ کر غیر مقلد ہوئے ہیں ان کو کیا جواب دینگے میں اس مقام پر یہ بھی عرض کر دوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو مسلک غیر مقلد کی سچائی اور حقانیت کا ثبوت ہے کہ لوگ حنفیت چھوڑ کر غیر مقلد ہوئے ہیں تو یہ بات سطحی قسم اور لغو اور فضول ہے کیونکہ جس طرح یہ بھولے بھالے لوگ غیر مقلد بنتے ہیں ان کی بنیاد تحقیق نہیں ہے کیونکہ ایک عام بندہ خود تو تحقیق نہیں کر سکتا صرف صحیح حدیث کی آڑ میں سادہ دل لوگ غیر مقلد ہو جاتے ہیں۔دوسری اہم وجہ پیر خانوں پر ہونے والی بدعات اور غلط قسم کی رسومات کی وجہ سے بھی لوگ متنفر ہو کر غیر مقلد ہوئے ہیں۔اہل سنت و جماعت بریلوی کے بہت سارے لوگ صرف مزارات پر ہونے والی خرافات اور بدعات (جیسا کہ دور دور تک مسلک اہل سنت و جماعت کی تعلیمات کے ساتھ واسطہ نہیں ہے) سے متنفر ہو کر غیر مقلد ہوئے ہیں۔لہذا علماء کرام کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ اس معاملہ پر غور وفکر سے کام لیں اور سادھے اور بھولے عوام الناس کو حقیقت اور سچائی سے آگاہ کریں۔

تو جناب جب محمد بن اسحاق کی توثیق کا معاملہ ہو تو آپ کو اپنے محدث ارشاد الحق اثری کے تیرھویں اور

چودھویں صدی کے ۲۵ علماء کرام کے پیش کردہ حوالے صحیح معلوم ہوں اور جب ترک رفع الیدین پر میں تیرھویں اور چودھویں صدی کے ۲۵ علماء کرام کے حوالے پیش کروں تو آپ کو اعتراض ہو اور ساتھ اتنا بڑا بہتان کہ اس کو میرے اکاذیب میں شمار کریں۔ جب یہ حوالے صحیح ہیں تو پھر جھوٹ کہاں ہے۔ کچھ تو شرم اور خدا کا خوف کریں، میرے صحیح حوالوں کو آپ اکاذیب میں لکھیں۔ جناب جھوٹ کیا ہوتا ہے یہ ہم آپ کو بتاتے ہیں جناب جب آپ نے امام بخاری کی جزء رفع الیدین شائع کی تو ٹائٹل پر اسے مکتبہ ظاہریہ کا نسخہ لکھا۔ میں نے تقریباً ۲ سال پہلے اس پر مضمون بھی لکھا کہ جناب یہ مکتبہ ظاہریہ کا نسخہ نہیں بلکہ دار الکتب المصریہ کا نسخہ ہے۔ میں نے مخطوطات کا عکس بھی پیش کیا مگر پھر بھی ڈھٹائی کے ساتھ آج تک آپ اس جھوٹ اور کذب پر اڑے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کا واضح اور صریح جھوٹ ہے کہ آپ نے جو نسخہ جزء رفع الیدین کا شائع کیا وہ مکتبہ ظاہریہ دمشق کا ہے۔ جناب اپنے اس جھوٹ پر عوام سے شرمسار اور معافی مانگیں اور دوسروں پر الزام لگانے سے باز رہیں۔

اعتراض نمبر: ۲

مقالات جلد ۴ صفحہ ۲۸۸ پر مزید لکھتے ہیں:

''ستاون میں سے پچیس (۲۵) باہر نکلے تو رہ گئے ۳۲۔ ان بتیس (۳۲) میں سے اٹھارہ حوالے غلط اور جھوٹ ہیں کیونکہ محولہ کتابوں میں تصحیح موجود نہیں''۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ یہ اٹھارہ (۱۸) حوالے تو بالکل صحیح ہیں۔ لہٰذا غلط اور جھوٹ کہنا تو باطل اور مردود ہیں۔ رہی یہ بات کہ محولہ کتابوں میں تصحیح موجود نہیں ہے تو جناب میرے حوالوں میں جہاں تصحیح موجود تھی وہاں میں تصحیح کے الفاظ لکھے اور جہاں کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے احتجاج کیا وہاں میں نے واضح طور پر احتجاج کرنے کا بھی لکھ دیا اور جن حوالوں میں تصحیح نہیں تھی میں نے اس کے سامنے کچھ بھی نہیں لکھا۔ لہٰذا جھوٹ بولنے کا تو سوال ہی نہیں ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جناب زبیر علیزئی صاحب ان حوالوں پر شور وغل کیوں مچا رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ان حوالوں سے ان کے موقف پر شدید ضرب کاری لگی ہے جس کی وجہ سے بیچارے آج کل پریشان ہیں۔ میں تو سمجھا تھا کہ جناب زبیر علیزئی صاحب عقلمند انسان ہونگے لہٰذا حوالوں کو سمجھنے کی کوشش ضرور کرینگے۔ جس جس محدث کا جو نظریہ تھا وہ میں نے حوالے کے سامنے نقل کر دیا۔ جناب کو اشتباہ میری کتاب محققانہ تجزیہ ص ۱۲۲ کی عبارت سے ہو رہا ہے۔ میں نے اپنی کتاب محققانہ تجزیہ ص ۱۲۲ پر لکھا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو جمہور محدثین کرام نے تصحیح اور روایت کی ہے۔ میں نے حوالے نقل کرنے کے بعد ہر محدث کا مختصر تجزیہ لکھ دیا تھا لہٰذا مجھے امید تھی کہ عقلمند

اور سمجھدار شخص اسے ضرور سمجھ جائے گا، اگر کسی محدث کی تصحیح ملی تو لکھ دی اور اگر تصحیح ملی تو تصحیح نہیں لکھی اور کسی نے ترک رفع الیدین کی حدیث سے استدلال یا احتجاج کیا تو اس کو بھی لکھ دیا۔ مگر جناب زبیر علیزئی صاحب نے میری تحریر سے یہ مطلب نکالنا چاہا کہ میں جس بھی محدث کا حوالہ لکھ رہا ہوں اس نے اس کی تصحیح بھی کی ہوگی اور اسے روایت بھی کیا ہوگا۔ یعنی مجھے ہر حوالہ میں تصحیح اور روایت لینا دونوں ہی ثابت کرنے ہونگے۔ مگر جناب جیسا کہ پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے حوالوں میں جس بھی محدث کا جو بھی تجزیہ تھا میں نے ہر حوالے کے ساتھ وہ لکھ بھی دیا ہے۔ اگر جناب کو سمجھ نہیں آتی تو یہ آپ کی عقل کا قصور ہے۔ مگر پھر بھی جناب نے رائی کا پہاڑ بنانا ہے، تو جناب میں اپنی عبارت کو کچھ آسان الفاظ میں یوں کہہ دیتا ہوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفیع الیدین والی حدیث کو" جمہور محدثین کرام نے تصحیح یا روایت کیا ہے" بلکہ اس ایڈیشن میں اس عبارت کو واضح بھی کر دیا جا گیا ہے تا کہ کم عقل اور کم علم لوگ بھی باآسانی سے سمجھ سکیں۔

اعتراض نمبر ۳:

زبیر علیزئی غیر مقلد نے مقالات ج ۴ ص ۲۸۹ لکھا ہے۔

"ان میں سے دار قطنی، ابن القطان نے ترک رفع یدین والی روایت کو صحیح نہیں کہا لہٰذا باقی رہ گئے ۱۲"۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ میں نے انہی دونوں کتابوں "محققانہ تجزیہ" اور "زبیر علیزئی کے اعتراضاتی مضامین کا جواب" میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا تھا کہ ان دونوں محدثین کرام کا اعتراض حدیث میں صرف "ثم لایعود" کے الفاظ کی زیادتی پر تھا۔ ان دونوں محدثین کرام نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے ماسوائے لفظ "ثم لایعود" کے مگر افسوس تعجب ایک ایسی چیز ہے جو حقیقت کو ماننے سے مانع ہوتی ہے۔ لہٰذا اسی لئے غیر مقلد زبیر علیزئی ان حوالوں کے انکار پر مصر ہیں جب میں نے اپنی کتابوں میں عرض کر دیا تھا کہ "ثم لایعود" کے بغیر بھی ہمارا ترک رفع الیدین والا عمل ثابت ہے جبکہ میری پیش کردہ روایت میں کسی بھی جگہ "ثم لایعود" کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہٰذا اگر ان دونوں نے صرف "ثم لایعود" پر اعتراض کیا ہو تو پھر بھی یہ محدثین باقی حدیث بمع سند ومتن کو صحیح مانتے ہیں۔ میں اپنے موقف کو واضح کرنے کے لئے امام دارقطنی اور امام ابن القطان کا حوالہ پیش کر چکا ہوں۔ مزید اپنے دعویٰ کی حقانیت پر مختلف محدثین کرام کے حوالہ نقل کئے دیتا ہوں۔ تا کہ واضح ہو جائے کہ امام دارقطنی اور ابن القطان دونوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (ان کا اعتراض صرف اور صرف "ثم لایعوذ" کی زیادت پر ہے)۔

۱۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"وقال ابن القطان هو عندی صحیح الا قوله ثم لا یعود ----- و کذا قال الدار قطنی

انہ صحیح الا بہذہ اللفظ "۔ (الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ ج ۱ ص ۱۵۰)

ترجمہ : اور ابن القطان نے کہا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے لفظ "ثم لایعود"۔۔۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے اس لفظ کے (ثم لایعود)۔

۲۔ امام زیلعیؒ لکھتے ہیں:

"وقال ابن القطان فی کتابہ الوہم والایہام۔۔۔ والذی عندی انہ صحیح وانما النکر فیہ علی وکیع زیادۃ ثم لا یعود۔۔۔ وکذالک قال دارقطنی انہ حدیث صحیح الا ہذا اللفظۃ وکذالک قال امام احمد بن حنبل وغیرہ"۔ (نصب الرایۃ ج ۲ ص ۳۹۴)

ترجمہ: اور ابن القطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام میں کہا۔۔۔۔ بے شک میرے نزدیک یہ حدیث (ترک رفع الیدین) صحیح ہے اور انہوں نے انکار صرف وکیع کے الفاظ "ثم لایعود" کی زیادتی کا انکار کیا۔ اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث (ترک رفع الیدین) صحیح ہے سوائے اس لفظ کے (ثم لایعود) اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے کہا۔

۳۔ امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"فقد صحح ابن حزم والدار قطنی وابن القطان وغیرہم"۔ (اللالئ المصنوعۃ ۲/۱۷)

ترجمہ: پس اس کو صحیح کہا (ترک رفع الیدین والی حدیث کو) ابن حزم، الدارقطنی اور ابن القطان وغیرہ محدثین کرام نے۔

قارئین کرام! ان مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ امام الدارقطنی اور ابن القطان وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تصحیح کی ہے (سوائے ثم لایعود کے لفظ کے)۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا مجھ پر الزام لگانا ان کی چالاکی اور بے ایمانی ہے میں فیصلہ پڑھنے والے اور سمجھ دار لوگوں پر چھوڑتا ہوں کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں مگر اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے کسی بھی قسم کا دھوکہ اور جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو جناب کا شیوہ ہے کہ جھوٹ بول کر اس پر اڑ جانا۔

اعتراض نمبر: ۴۔

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ج ۴ ص ۲۹۰ پر گل افشاں ہیں:

"ابن ترکمانی، مغلطائی : ضعیف غیر ثقہ۔ عینی، قاسم بن قطوبغا : مجروح۔ ابن ہمام، ملا علی قاری اور مرتضی زبیدی حنفی یعنی فریق مخالف تھے لہٰذا اگر ان سے تصحیح ثابت بھی ہو تو امام عبداللہ بن المبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری وغیرہ کے مقابلے میں مردود ہے"۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ مناظرانہ اور الزامی بلکہ بلکل فضول جواب ہے۔

اول تو یہ کہ اس الزام میں زبیر علیزئی نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ اس مضمون کا عنوان انہوں نے اکاذیب الحلیق لکھا ہے۔ مگر مندرجہ بالا حوالہ جات تو بالکل صحیح ہیں۔ لہذا اس میں کونسا جھوٹ ظاہر ہوا۔ جب حوالے صحیح تو پھر جھوٹ کیسے ثابت ہوا۔ اکاذیب الحلیق کے عنوان کے تحت میرے صحیح حوالوں کو جھوٹ لکھنا بہت بڑا فریب، دجل اور بے ایمانی ہے۔ جناب زبیر علیزئی صاحب کچھ خدا کا خوف کریں۔ کچھ تو شرم وحیا کا پاس رکھیں۔ میرے پیش کردہ صحیح حوالوں کو اکاذیب میں داخل کرنا یہ آپ کا اپنا بہت بڑا جھوٹ ہے، اگر حوالے غلط ہیں تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹ بولا ہے مگر صحیح حوالوں کو جھوٹ کہنا بڑی زیادتی ہے۔

دوم یہ کہ ائمہ احناف کی تصحیح کو فریق مخالف کہہ کر رد کرنا اتنا آسان نہیں جتنا آپ نے سمجھا ہوا ہے مزید یہ کہ اگر فریق مخالف ہونے کی وجہ سے اگر تصحیح ائمہ احناف کو آپ رد کر رہیں تو ہمیں بھی پھر حق حاصل ہے کہ حضرت عبداللہ بن المبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ وغیرہم کی جرح کو ترک رفع الیدین اور ائمہ احناف کے مخالف ہونے کی وجہ سے رد کر دیں۔ اگر فریق مخالف کی تصحیح قابل قبول نہیں تو ترک رفع الیدین کے مخالفین کی جرح کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟۔

سوم یہ ہے کہ میں نے اپنی دونوں کتابوں میں اس بات کا تفصیلی جائزہ پیش کر دیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری وغیرہم محدثین کرام کا اعتراض صرف اور صرف ''ثم لا یعود'' کے لفظ پر ہے اور میں نے یہ عرض کر دیا تھا کہ ''ثم لا یعود'' کے بغیر بھی احناف کا موقف واضح طور پر ثابت ہوتا تھا۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نے شیخی بکھیرتے ہوئے پہلے یہ لکھا کہ اگر ''ثم لا یعود'' کا انکار کر دیا جائے تو احناف و بریلویت وغیرہ کی عمارت دھڑام سے گر جائے گی۔ جس پر میں نے عرض کیا تھا کہ جناب آپ ''ثم لا یعود'' کے بغیر حدیث ہی مان لیں باقی رہی عمارت کا معاملہ تو وہ احناف کا مسئلہ ہے آپ کو زیادہ سوچنے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے پھر پلٹا کھایا اور کہا کہ اول مرۃ، مرۃ واحدۃ اور ''ثم لا یعود'' ایک ہی جیسے الفاظ ہیں۔ جناب محدثین کرام نے اگر ''ثم لا یعود'' پر اعتراض کیا ہے تو آپ صرف اسی اعتراض کے قائل رہیں۔ شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار بننے کی کوشش نہ کریں۔ جبکہ سنن نسائی میں تو اول مرۃ اور ثم لا یعود دونوں الفاظ اکھٹے حدیث میں موجود ہیں۔ اگر مطلب ایک ہے تو پھر دونوں الفاظ اکھٹے کیوں موجود ہیں۔ لہذا زبیر علیزئی کی یہ شعبدہ بازی بھی ان کے کسی فائدہ کی نہیں ہے۔

چہارم یہ کہ مغلطائی بلکہ ثقہ محدث ہیں ان کی توثیق میں نے اپنی کتاب مضامین کا جائزہ ص ۱۳۵ پیش کر دی تھی جس پر زبیر علیزئی نے فضول اور مردود اعتراضات کیئے ہیں۔ اس مضمون میں زبیر علیزئی کی محدثی کا پول کھل جائے گا اور امام مغلطائیؒ کی توثیق بھی اظہر من الشمس ہو جائے گی۔

محدث علاء الدین مغلطائیؒ اور محدثین کرام کی توثیق

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے محدث مغلطائی کی توثیق یا تعریف بیان کی ہے۔

۱۔حافظ ابن حجرؒ :

و قدانتفعت فی هذاالکتاب المختصر بالکتاب الذی جمعه الامام العلامة۔(تہذیب ۱/۷)

--------- انتهت إلیه رئاسة الحدیث فی زمانة (لسان المیزان ۶/۷۳)

--------- العلامة شیخ الشیوخ (تعجیل المنفعة ۱/۲۴۲)

۲۔حافظ ابن فہد المکی : ؒالعلامة الحافظ المحدث المشهور (لحظ الالحاظ ص ۱۳۳)

۳۔حافظ عراقیؒ :کان عارفا بالانساب معرفة جیدة (طبقات الحفاظ سیوطی ۱/۱۱۳)

۴۔حافظ ابوزرعہ بن العراقیؒ شیخ المحدثین (ذیل العبر ۱/۷۰)

۵۔حافظ سیوطیؒ کان عارفاً بفنون الحدیث (حسن المحاضرة ۱/۳۵۹)

۶۔امام زرکلی مؤرخ من حفاظ الحدیث (الاعلام ۷/۲۷۵)

۷۔علامہ سبکیؒ محدث العصر (طبقات الشافعیہ ۱۰/۲۰۴)

۸۔حافظ ابن تغریؒ کان له اطلاع کبیر ، واسع فی الحدیث و علومه۔(حسن المحاضرة ۱/۳۵۹)

-------- کان عالما فقیها محدثا مصنفا (الدلیل الشافی ۲/۷۳۸)

۹۔امام صفدیؒ الشیخ الامام الحافظ القدوة۔ (اعیان العصر ۴/۲۰۷۵)

۱۰۔امام ناصر الدین دمشقیؒ و کان معدوداًفی الحافظ امصنفین.(التبیان ۱۵۳ ۳ب قلمی)

۱۱۔امام ابن قاضی شہبۃؒ الحافظ المطلع النسابة المورخ الفقیه۔(تاریخ ابن شہبۃ ۲/۱۹۸)

۱۲۔امام بدرالدین عینیؒ وسعة اطلاح (عمدۃ القاری ۵/۱۵۹)

۱۳۔ابن الغزیؒ الامام المفنن الحافظ (دیوان الاسلام ۱/۷۸)

۱۴۔امام ابن الرافعؒ الشیخ الفاضل المحدث (الوافیات لاابن الرافع ۱/۸۰)

۱۵۔حافظ ابن کثیرؒ الشیخ الحافظ (البدایة والنهایة ۴/۳۲۳)

۱۶۔سبط ابن العجمیؒ شیخ شیوخی الحافظ (التنقیح لفهم الصحیح ۱/۱۹۷ قلمی)

۱۷۔حافظ سخاویؒ "والحق انه کثیر الاطلاع،واسع الدائرة فی الجمع"۔(ذیل تاریخ الاسلام ۱/۱۱۹)

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیرعلیزئی مقالات ۲۷۹/۴ پرلکھتا ہے۔
فیصل خان نے جتنے بھی حوالے لکھے ہیں مثلا انتهت اليه رئاسة الحديث فی زمانه۔۔۔العلامة الحافظ المحدث المشهور وغیرہ توکسی ایک میں بھی صریح توثیق نہیں ہے۔۔۔

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ جناب زبیرعلیزئی کو یہ تک معلوم نہیں کہ حدیث کے راویوں کی توثیق کے جملے اور صیغے الگ ہوتے ہیں اور متاخرین کے لئے دیگر اصطلاحات بھی استعمال ہوسکتے ہیں۔حافظ مغلطائی کے بارے میں یہ کہنا کہ واضح توثیق نہیں،یہ زبیرعلیزئی کی جہالت ہے۔کیونکہ امام ابن ناصرالدین نے مغلطائی کے بارے میں" وكان معدودافي الحفاظ المصنفين "لکھاہے۔(التبیان ۳۵۳ب قلمی)۔

حافظ ابن حجرؒ نے "و قد انتفعت في هذا الكتاب المختصر بالكتاب الذى جمعه الامام العلامة۔"(تہذیب ۷/۱)لکھ کرواضح طور پرتوثیق کی ہے۔

علامہ سبکی نے "محدث العصر "لکھ کر واضح طور پرتوثیق کی ہے۔(طبقات الشافعیہ ۲۰۴/۱۰)

حافظ مغلطائی پراعتراض کرکے جناب زبیرعلیزئی نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے تو واضح طور پر حافظ مغلطائی کی کتابوں سے استفادہ کرنے کی تصریح موجود ہے۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیرعلیزئی مقالات ۲۷۹/۴ پرلکھتا ہے۔
تعجیل المنفعۃ میں تو مغلطائی کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ "وفيه له اوهام كثيرة "اور اس کتاب (اکمال علی تہذیب الکمال)میں اسے کثرت سے اوھام ہوتے ہیں۔(ص ۱۲)اورلسان المیزان میں اس کے"اوھام شنیعہ"کی صراحت ہے۔

جواب:۔

مزید یہ کہ جناب زبیرعلیزئی کا حافظ ابن حجرکی تعجیل المنفعۃ ص ۱۲ سے مغلطائی کے بارے میں لکھنا کہ "وفيه له اوهام كثيرة "اور اس کتاب(اکمال علی تہذیب الکمال)میں اسے کثرت سے اوھام ہوتے ہیں۔اورلسان المیزان میں اس کے"اوھام شنیعہ"کی صراحت کرنا،جناب زبیرعلیزئی کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔کیونکہ حافظ ابن حجرؒ نے

حافظ مغلطائی کی ایک کتاب اکمال علی تہذیب الکمال میں اوھام اور غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔جناب ایک خاص کتاب میں اوھام سے محدث کیسے ضعیف ہوگیا۔حافظ ابن حجرؒ نے خود ان کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے دیکھیں تہذیب ۱/ ۷۔حافظ ابن حجرؒ نے اپنی زیادہ تر کتابوں میں حافظ مغلطائی ہی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔چاہے وہ فتح الباری ہو، یا تہذیب التہذیب ہو یا النکت علی ابن صلاح ہو، یا الاصابہ ہو الغرض میری تحقیق کے مطابق حافظ ابن حجرؒ نے اکثر کتابوں میں حافظ مغلطائی سے ضرور استفادہ کیا ہے۔اور جسکا اقرار خود حافظ ابن حجرؒ نے خود بھی کیا ہے۔مزید عرض یہ ہے کا حدیث میں غلطیاں یا وہم ہو جانا اور بات ہے اور رجال کی کتابوں میں اوہام ہونا الگ امر ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے خود حافظ ذہبیؒ کی میزان الاعتدال کی غلطیاں نکالی ہیں تو کیا علامہ ذہبیؒ اس سے ضعیف ہو جاینگے، کچھ تو عقل کے ناخن لیں۔اسی طرح ابن قطان الفاسی نے محدث عبدالحق الاشبیلیؒ کی اور علامہ ذہبیؒ نے ابن قطان الفاسیؒ کی اور حافظ سیوطی نے حافظ جوزیؒ کی کئی غلطیاں واضح کی ہیں۔مگر جناب اس طرح محدث ضعیف نہیں ہو جاتا ہے۔زبیر علیزئی جیسا ایسی بے علمی باتیں لکھ کر اپنی جہالت پر خود مہر ثبت کر ردی ہے۔مزید حافظ عراقی اکمال علی تہذیب الکمال کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔"بان فیہ فوائد" اور اس میں کئی فوائد ہیں۔(مقدمہ نھایۃ السول ۱/ ۱۳۱)۔

امام ابن فھد لکھتے ہیں۔

"لہ عدۃ تالیف مفیدۃ فی الحدیث و اللغۃ و غیر ذلک"

انکی متعدد تالیفات بڑی مفید ہیں علم حدیث اور لغۃ میں۔(لحظ الالحظ ص ۱۳۸۔۱۳۹)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

"و کتبہ کثیرۃ الفائدہ فی النقل علی أو ھام لہ فیھا"۔(لسان المیزان ۶/ ۴۷)

جناب اب اس کتاب کی افادیت معلوم ہوئی۔لہذا ایسے اعتراضات کی آڑ میں ائمہ اہلسنت پر اعتراضات کرنا غلط ہے۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/ ۲۸۰ پر لکھتا ہے۔

ابن فھد مکی نے لکھا ہے۔۔۔۔سوائے اس کے کہ اس نے قدیم لوگوں کی اس جماعت سے سماع کا دعویٰ کیا جو اس سے پہلے فوت ہو چکے تھے، مثلاً دمیاطی، ابن دقیق العید، ابن الصواف اور وزیرہ بنت المنجا اور ماہر حفاظ حدیث نے اس وجہ سے واضح دلائل کے ساتھ اس پر کلام کیا ہے۔(لحظ الالحاظ ص ۱۳۶) اس جرح سے تو مغلطائی کی عدالت ہی ساقط ہوگئی کیونکہ ایسے لوگوں سے سماع کا دعویٰ کرنا، جن سے سماع نہیں ہے، کذاب لوگوں کا کام ہے۔۔۔امام ابن ناصر الدین نے اگرچہ مغلطائی کے بارے میں" و کان

معدودا فی الحفاظ المصنفین" لکھا مگر اس سے چند سطریں پہلے درج ذیل عبارت بھی لکھی ہے جسے فیصل خان نے چھپالیا ہے۔۔۔۔اور اس نے ابوالفتح بن دقیق العید، ابو محمد الدمیاطی اور وزیرہ وغیرہ وغیرہم سے روایت کی، اُن میں سے جن سے سماع کا دعویٰ کیا، پس اس کی ان سے روایت صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ اُس نے ان سے نہیں سنا۔(التبیان لبدیۃ البیان ۳/۱۴۹۷)

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کو وہم اور جھوٹ میں فرق ہی نہیں معلوم ہے۔حافظ مغلطائی کو وہم ہونے کا مطلب اگر جھوٹ ہوتا تو محدثین کرام ضرور بالضرور انھیں جھوٹا قرار دیتے مگر کسی ایک محدث نے انھیں جھوٹا نہیں کہا۔ حافظ ابن مغلطائیؒ کے دمیاطیؒ، ابن دقیق العیدؒ، ابن الصوافؒ اور وزیرہ بنت المنجاؒ سے سماع میں اصول کی روشنی میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

۱۔حافظ دمیاطی کی وفات ۷۰۵ھ میں ہوئی جبکہ حافظ مغلطائی کی تاریخ ولادت ۶۸۹ھ کی ہے۔لہٰذا حافظ مغلطائی نے تقریبا ۱۶سال حافظ دمیاطی کے پائے۔اور ۱۶سال کی عمر سماع کے لیے کافی ہوتی ہے۔محدثین نے تو ۵ سال کی عمر کے سماع کو بھی قبول کیا ہے۔مزید یہ کہ حافظ مغلطائی اپنی کتاب الکمال علی تہذیب الکمال ۵/۲۴۷ رقم ۱۸۹۳ میں واضح طور پر حافظ الدمیاطی کا نام لکھا ہے۔"و قال شیخنا أبو محمد الحافظ فی کتاب الخزرج"۔حافظ مغلطائی نے الکمال علی تہذیب الکمال میں متعدد مقامات پر حافظ الدمیاطی کی کتابوں کا نام لیا ہے۔ ملاحظہ کریں الکمال علی تہذیب الکمال ۲/۲۸۲ ۔۳/۹۹ ۔۴/۲۸۹ ۔۵/۲۴۷ ۔۷/۱۹۲۔ ۷/۱۹۹۔ ۷/۴۱۶۔ ۸/۳۵۔۱۱/۴۴ ۔جس سے واضح ہے کہ حافظ مغلطائی کو حافظ الدمیاطی کی کتابوں کی اجازت بھی تھی۔لہٰذا کسی بھی صورت حافظ مغلطائی پر اعتراض نہیں ہوسکتا ہے۔

۲۔ابن دقیق العید کا وصال ۷۰۲ھ میں ہوا جبکہ حافظ مغلطائی کی تاریخ ولادت ۶۸۹ھ کی ہے۔لہٰذا حافظ مغلطائی نے تقریبا ۱۳سال ابن دقیق العید کے پائے۔اور ۱۳سال کی عمر سماع کے لیے کافی ہوتی ہے۔حافظ مغلطائیؒ کی سماعت پر حافظ ابن رجب نے یہ اعتراض کیا ہے کہا کہ حافظ مغلطائی نے ابن دقیق العیدؒ سے سماع کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اُنھوں نے ابن دقیق العید سے ۷۰۲ھ میں سماع مدرسہ کاملیہ میں کیا ہے۔مگر حافظ ابن رجبؒ نے اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ ابن دقیق العید تو ۷۰۱ھ کے آخر میں ہی مدرسہ کاملیہ میں جانا چھوڑ دیا تھا۔(مشیخۃ ابن رجب ص ۱۴۲)۔

جبکہ حافظ مغلطائی نے اپنی سماعت کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کانت الرحلة الیه فی زمانه، لعلمه و دینه، رأته و أنا شاب غیر مرة، و حضرت مع والدی عنده۔۔۔و حضرت میعاده فی الکاملیه مرارا مع والدی و کان یجلس قریباً منه کلامه أشیا حفظت منها" لا یجمع الله أمتی علی ضلالة، و اذا رأیتم الاختلاف فعلیکم بالسواد الأعظم"۔ (الایصال ص ۲۹۸)

یعنی کہ اُن (ابن دقیق العیدؒ) کے زمانے میں علم اور دین کے سفر اُن کی طرف تھے۔ میں (حافظ مغلطائیؒ) نے اُنھیں کئی مرتبہ دیکھا جبکہ میں جوان تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ اُنکی (ابن دقیق العیدؒ) خدمت میں حاضر ہوا۔۔۔۔اور میں اپنے والد کے ساتھ انکے مدرسہ کاملیہ میں انکی (ابن دقیق العیدؒ) حیات میں حاضر ہوا اور میرے والد صاحب اُنکے قریب بیٹھتے تھے۔ میں نے اُن سے بہت ساری باتیں سنیں اور یاد رکھیں جن میں" لا یجمع الله أمتی علی ضلالة، و اذا رأیتم الاختلاف فعلیکم بالسواد الأعظم" شامل ہیں۔

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوگیا حافظ مغلطائیؒ پر اعتراض کرنا صحیح نہیں کیونکہ انھوں نے اپنی سماعت کا واضح ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ اول تو انھوں نے سماع کی تاریخ کا تعین نہیں کیا۔ اور اگر بالفرض ۷۰۲ ھ کی تاریخ کا دعویٰ بھی کیا ہوتا تو پھر بھی حافظ مغلطائی ضعیف نہیں ہو سکتے کیونکہ اکثر تاریخ بتانے میں وھم بھی ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے محدثین سے ایسے وہم سرزد ہوے ہیں۔ اور وہم سے تو کوئی بھی نہیں محفوظ ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسا اعتراض تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔ چند محدثین کرام نے ان پر اعتراض کیا تو وجہ صرف اور صرف حسد تھی۔ کیونکہ ابن سید الناسؒ کے بعد حافظ مغلطائیؒ کو مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کے درس کے لئے متعین کیا گیا، بہت سے لوگوں کو یہ تعین ناگوار گزرا۔ (شذرات الذھب ۶/ ۱۹۷) جس کی وجہ سے اُنھوں نے حافظ مغلطائی پر کلام اور اعتراض کیا۔

۳۔ ابن الصواف کا وصال ۷۱۲ ھ میں ہوا جبکہ حافظ مغلطائی کی تاریخ ولادت ۶۸۹ ھ کی ہے۔ لہٰذا حافظ مغلطائی نے تقریباً ۲۳ سال ابن الصواف کے پائے۔ اور ۲۳ سال کی عمر میں سماع ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ہے۔ حافظ مغلطائی لکھتے ہیں۔

" و زاد ابو عبدالرحمن النسائی فی سننه التی اخبرنا بها اجازة ملحق الاصاغر بالاکابر ابو الحسن علی بن نصر الله الشافعی المعروف بابن الصواف"۔

(الواضح المبین ص ۱۴۲)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حافظ مغلطائی نے بالاجازۃ روایت کی ہے اور بالاجازۃ پر بعض محدثین اعتراض کرتے ہیں مگر جمہور کے نزدیک ایسا عمل جائز اور صحیح ہے۔ اور اس اصول کو زبیر علیزئی خود بھی مانتے ہیں۔ مزید یہ کہ

۲۳ سال کا عرصہ سماع کے لیئے کافی ہوتا ہے لہذٰا سماع میں کوئی شک نہیں ہوسکتا ہے۔مزید یہ کہ اگر بالفرض ابن الصواف سے سننے کا دعوی ثابت نہ بھی ہوتا تو پھر بھی حافظ مغلطائی کا بھی ضعف ثابت نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ حافظ مغلطائی ؒ نے ابن الصوف سے سنن نسائی کی ۴۰ احادیث کی سماع کا دعویٰ کیا تھا۔اگر حافظ مغلطائی نے غلط دعویٰ کرنا تھا تو وہ پھر پوری سنن نسائی کی سماع کا دعویٰ کرتے،مگر اُنھوں نے صرف ۴۰ احادیث کی سماع کا اقرار کیا۔لہذٰا راویوں کے بارے میں ایسی سختی صرف روایت کے زمانے میں ہوتی تھی۔معلوم ہوا کی ایسے اعتراض کرنا فضول ہے۔

جبکہ حافظ مغلطائی نے بڑی چھوٹی عمر سے علم حاصل کرنا شروع کیا تھا ایسا اعتراض تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔اگر چند محدثین کرام نے ان پر اعتراض کیا تو وجہ صرف اور صرف حسد تھی۔کیونکہ ابن سید الناس ؒ کے بعد حافظ مغلطائی کو مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کے درس کے لئے متعین کیا گیا،بہت سے لوگوں کو یہ تعین ناگوار گزری جس کی وجہ سے اُنھوں نے حافظ مغلطائی پر کلام اور اعتراض کیا۔(شذرات الذھب ۶/۱۹۷)اور حسد کی وجہ سے جرح قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

۴۔وزیرہ بنت المنجا کا وصال ۷۱۶ھ میں ہوا جبکہ حافظ مغلطائی کی تاریخ ولادت ۶۸۹ھ کی ہے۔لہذٰا حافظ مغلطائی نے تقریباً ۲۷ سال ابن الصواف کے پائے۔اور ۲۷ سال کی عمر میں سماع ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا ہے۔لہذٰا ایسا اعتراض تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔اگر چند محدثین کرام نے ان پر اعتراض کیا تو وجہ صرف اور صرف حسد تھی۔کیونکہ ابن سید الناس ؒ کے بعد حافظ مغلطائی کو مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کے درس کے لئے متعین کیا گیا،بہت سے لوگوں کو یہ تعین ناگوار گزری جس کی وجہ سے اُنھوں نے حافظ مغلطائی پر کلام اور اعتراض کیا۔

(شذرات الذھب ۶/۱۹۷)

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/۲۸۱ پر لکھتا ہے۔

ابن ناصر الدین نے مغلطائی کی ایک کتاب کے بارے میں فرمایا۔۔۔اور اُس کے آخر میں۔جیسا کہ ابن رجب مقری نے بیان کیا: عشق بازی کا اثبات ہے جو(اس کے)دین کی کمزوری اور بیہودگی پر دلالت کرتا ہے۔(التبیان لبدیۃ البیان ۳/۱۴۹۸)

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ حافظ مغلطائی ؒ نے ایسے اشعار خود نہیں کہے وہ تو صرف اور صرف ناقل ہیں،اور ناقل پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔اور ایسے اشعار نقل کرنا ضعف ایمان پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔حافظ مغلطائی خود ایسے

اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔مفہوم:۔" اللہ تعالیٰ تجھے اس سے محفوظ رکھے(یعنی عیب جوئی سے)،اگر چہ یہ ایسی لغو چیز(یعنی اشعار نقل کرنا) جس سے کسی شخص کی گرفت کی جائے۔یہ ایسے کام نہیں جس سے عذاب کا آنا متوقع ہو۔اللہ تعالیٰ انشاءاللہ معاف کرنے والا ہے۔

حافظ مغلطائیؒ مزید لکھتے ہیں۔

مفہوم: میں اُنھیں ضرور جانتا ہوں جنھوں نے میری تصانیف سے ھدایت اور رشد ملنے کے باوجود اس پر اعتراض کیا۔(الواضح المبین ص ۲۲۔۲۳)

اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ حافظ مغلطائی پر ایسے اعتراضات کرنا فضول ہے۔

محدث مغلطائیؒ پر جرح کے اسباب:

حافظ مغلطائیؒ پر جرح کرنے کی مندرجہ ذیل اسباب بھی تھے۔

۱۔حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں۔

"مغلطائی کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوا حالانکہ وہ بہت بڑے آدمی تھے۔۔۔۔۔۔حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی لوگ دشمنوں کے تعصب کا شکار ہوئے اور ان کے بچھائے ہوئے حسد کے جال میں پھنس گئے"۔

(الاعلان بالتوبیخ ص ۱۷،نسخہ ثانیہ ۱۲۰)

۲۔چند محدثین کرام نے ان پر اعتراض صرف حسد کی وجہ سے کیا تھا۔کیونکہ ابن سید الناسؒ کے بعد حافظ مغلطائیؒ کو مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کے درس کے لئے متعین کیا گیا،بہت سے لوگوں کو یہ تعین ناگوار گزری جس کی وجہ سے اُنھوں نے حافظ مغلطائی پر کلام اور اعتراض کیا۔

(شذرات الذھب ۶/۱۹۷۔الدرر الکامنہ للحافظ ابن حجر ۴/۳۵۲)

۳۔امام الصفدیؒ لکھتے ہیں۔

"ولى الظاهرية شيخا للحديث بعد شيخنا العلامة فتح الدين ابن سيد الناس،وعبث المصريون به لاجل ذلک،ونظموا الاشعار والازجال"۔

(اعیان العصر ۴/۲۰۷۵)

مفھوم:۔محدث ابن سید الناس کا حافظ مغلطائی کو مدرسہ ظاہریہ کا شیخ الحدیث بنانے کے بعد مصریوں نے ان پر اعتراض کرنا شروع کر دیے۔اور حافظ مغلطائیؒ کے بارے میں اشعار لکھے اور انکے متعلق آوازیں بلند کیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ مغلطائی ؒ پر مختلف قسم کے اعتراض صرف اور صرف انکو مدرسہ ظاہریہ کا شیخ الحدیث بنانے کی وجہ سے ہوئے اوران پر اعتراضات صرف حسد پر مبنی تھے۔لہذا اُصول ہے کہ حسد کی بنا پر جرح نا قابل قبول ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حافظ مغلطائی ؒ کی جلالت اور ثقاہت مسلم ہے۔اور جناب اصول اسماء الرجال کا قائدہ ہے کہ جارح کا جرح اگر مفسر بھی ہو تو بھی قابل قبول نہیں اگر یہ پتہ چل جائے کہ یہ عصبیت یا دنیاوی چپقلش کی بنیاد پر کی گئی ہے۔(طبقات الشافعیہ ۱/۱۸۸)

رہی بات قاسم بن قطلو بغا ؒ کے مجروح ہونے کی تو زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ علم ہے کہ آج سے تقریبا ۳ سال پہلے ماہانہ سوئے حجاز میں قاسم بن قطلو بغا ؒ کی توثیق جمہور محدثین کرام سے پیش کر دی تھی اور زبیر علیزئی کے پیش کردہ امام بقاعی کے حوالہ کا وہ بخیہ ادھیڑا تھا کہ انہیں خاموشی میں عافیت نظر آئی مگر مسلکی تعصب کی وجہ سے پھر ان کو مجروح لکھ دیا۔قاسم بن قطلو بغا ؒ کی توثیق کے لیے راقم کی کتاب نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علیزئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کا علمی محاسبہ‘‘میں ملاحظہ کریں۔

گذارش ہے کہ جناب لوگوں کے سامنے یہ جو آپ دن رات راگ الاپتے ہیں کہ ہم محقق ہیں بریلویوں کی طرح متعصب نہیں ہیں اگر صحیح بات ملی تو ضرور رجوع کرتے ہیں مگر جناب قاسم بن قطلوبغا ؒ کی توثیق کا جواب آپ پر اب بھی موجود ہے یا تو ۳ سال کے عرصے کی سکوت کو توڑ کر اس کا جواب دیں یا پھر علی الاعلان قاسم بن قطلوبغا ؒ کی توثیق کا اقرار کریں۔راقمنے مزید وضاحت اپنی کتاب ’’نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں‘‘میں کر دی ہے۔اس تحقیق سے واضح ہوا کہ زبیر علیزئی کی مثال چور مچائے شور والاہی معاملہ ہے۔زبیر علیزئی کو میرے جھوٹ ثابت کرنے تھے جبکہ الٹاان کے اپنے جھوٹ ثابت ہو گئے ہیں۔

راقم نے الحمدللہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی ترک رفع یدین پر حدیث کا تحقیقانہ تجزیہ کیا۔میری اس تحقیق سے اتفاق یا اختلاف پڑھنے والے کا بنیادی حق ہے مگر میری یہ درخواست ہے کہ میری تحقیق کا غیر جانبدارانہ ماحول میں مطالعہ کیا جائے اگر کسی بات یا تحقیق سے اختلاف ہو تو دلائل کی روشنی میں آگاہ کریں اور اگر اتفاق ہو تو اس پر عمل کیا جائے۔ہر مثبت تنقید کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ترک رفع الیدین پر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاق، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي زِيَادٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ حَتَّى رَأَيْتُ إِبْهَامَيْهِ قَرِيبًا مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا۔

ترجمہ : محدث ابویعلیٰ نے اسحاق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن (عبدالرحمٰن) ابن ابی لیلیٰ عن براء بن عازب ؓ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ قبلہ رخ ہوتے (یعنی نماز شروع کرتے) تھے رفع یدین کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے قریب ہوتے، پھر آپ دونوں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔ (مسند ابویعلی ۳/۲۴۹، رقم ۱۶۹۲)

اس حدیث کی سند اور متن الحمدللہ صحیح اور محفوظ ہیں۔ متعدد علماء کرام اور محدثین نے اس حدیث کو معلول کرنے کے لئے اپنے اپنے اعتراضات وارد کئے مگر جب اصول الحدیث واسماء الرجال کی روشنی میں ان اعتراضات کا جائزہ لیا تو ان اعتراضات کی کوئی ٹھوس حیثیت ثابت نہ ہوسکی اور ساتھ ہی ساتھ اس بات پر بھی حیرانگی ہوئی کہ یہ اعتراضات ان محدثین کرام کے اپنے بنائے ہوئے اصول اور ضوابط پر بھی پورے نہیں اترتے ہیں۔ میں یہاں پر ایک اہم بات ضرور کروں گا کہ ترک رفع یدین کی احادیث پر جن علماء کرام نے اعتراضات کئے جو رفع یدین کے قائل تھے اور شافعی و حنبلی مسلک سے ان محدثین کرام کا تعلق ضرور تھا۔ مجھے ان عظیم الشان محدثین کرام کی نیت پر کوئی اعتراض نہیں مگر مسلکی تفاوت ہمیشہ اصول کی خلاف ورزی کا سبب ضرور بنی ہے اور اس کی کوئی ایک مثال نہیں ہزاروں مثالیں نقد والرجال اور تاریخ کی کتب میں بھری پڑی ہیں۔

اسی طرح دور حاضر کے غیر مقلد عالم زبیر علیزئی صاحب نے بھی ترک رفع یدین کی احادیث پر متعدد اعتراضات اٹھائے اور نور العینین کتاب لکھ ڈالی۔ میری کوشش ہمیشہ یہی رہی ہے کہ ان اعتراضات کے جوابات اصول علم حدیث و اسماء الرجال کی روشنی میں مسلک سے بالاتر ہو کر تحقیق کی روشنی میں دیئے جائیں اور حق کو واضح اور تسلیم کیا جاسکے۔ زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب نور العینین ''ص ۱۰۸ تا ص ۱۱۵ (پہلا ایڈیشن) ''ص ۱۳۴ تا ص ۱۴۱

(دوسرا ایڈیشن) اور" ص ۱۴۴ تا ص ۱۵۰ (جدید ایڈیشن) میں حضرت براء بن عازبؓ سے ترک رفع یدین کی احادیث پر تقریباً 16 اعتراضات وارد کئے ہیں۔میری کوشش ہوگی کہ میں عوام الناس کے سامنے ان اعتراضات کی حقیقت واضح کرسکوں۔میری اپنے قارئین کرام سے یہ بھی التماس ہے کہ اعتراض کرنے والے کی شخصیت مدنظر نہ رکھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ کیاان اعتراضات کی علمی منہج پر کوئی حقیقت بھی ہے کہ نہیں اور وہ اعتراضات اصول وضوابط کے عین مطابق ہیں کہ نہیں؟

زبیرعلیزئی نے نورالعینین ص ۱۴۴ جدید ایڈیشن میں تقریباً 13 محدثین کرام سے تخریجی جدول پیش کیا ہے جس میں وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد سے اس کے کون کون سے شاگرد ثم لا یعود یا اس کے ہم معنی الفاظ نقل کرتے ہیں اور کون سے شاگرد یہ الفاظ نقل نہیں کرتے ہیں۔ہم اس کی تحقیق اعتراض نمبر 2 کے تحت جواب میں واضح کردیں گے۔مگر فی الحال ہم زبیرعلیزئی صاحب کے اعتراضات پر تفصیلی اور ترتیب وار تحقیق پیش کرتے ہیں۔

زبیرعلیزئی کے پہلے اعتراض کا تحقیقی جائزہ:

زبیرعلیزئی صاحب نے نورالعینین ص 145 پر اس حدیث کو رد کرنے کے لئے پہلا جواب یہ لکھا۔

"اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی پر ہے جو کہ ضعیف اور شیعہ تھا"۔

اور زبیرعلیزئی صاحب نے 30 محدثین سے اس کی تضعیف ثابت کرنے کی سعی لاحاصل فرمائی۔

جواب:

شاید زبیرعلیزئی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں یزید بن ابی زیاد منفرد نہیں بلکہ عیسیٰ بن ابی لیلیؒ اور حکم بن عتیبہؒ نے ان کی متابعت کررکھی ہے اور اس کی تفصیل بھی جواب نمبر 2 کے تحقیقی جائزے میں پیش کی جائے گی۔ثانیاً یزید بن ابی زیاد القرشی ضعیف نہیں بلکہ ثقہ اور صدوق راوی ہے۔

یزید بن ابی زیاد پر جرح کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

یزید بن ابی زیاد پر جروحات کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

❁ امام شعبہ فرماتے ہیں: کان یزید بن ابی زیاد رفاعاً۔ الجرح والتعدیل 265/9

جواب:

اس حوالہ میں کونسا ایسا لفظ ہے جس میں زبیر علیزئی کو جرح معلوم ہوئی۔ دوسرا یہ حوالہ اس لئے بھی قابل قبول نہیں کہ امام شعبہ خود یزید بن ابی زیاد سے حدیث روایت نقل کرتے ہیں۔ دیکھئے سنن الکبریٰ رقم 326 :، مسند ابو داؤد الطیالسی رقم 386 :، 448-1348، 2823، 1765 اور زبیر علیزئی صاحب بھی اس بات کے قائل ہیں کہ امام شعبہ ثقہ راویوں سے روایت لیتے ہیں۔

مزید یہ کہ شعبہ نے تو یزید بن ابی زیاد کی توثیق نقل کی ہے ان کا نام جارحین میں نقل کرنا غلط ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین۔ لا یحتج بحدیثه، ضعیف الحدیث۔ (الکامل ابن عدی 2729/7)

امام یحیٰ بن معین نے یزید بن ابی زیاد سے مسند یحیٰ بن معین رقم 68 : میں احتجاج کیا ہے۔ اور یزید بن ابی زیاد سے روایت بیان کی ہے۔ لہٰذا تفاد ثابت ہونے کی وجہ سے ان کی جرح قابل قبول نہیں ہے۔ دوسرا غیر مقلد حافظ شاہد محمود دفاع صحیح بخاری ص 503 کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام یحیٰ بن معین کا شمار جرح میں آئمہ متشددین میں ہوتا ہے۔ خود زبیر علیزئی صاحب نے "فتاوی علمیہ" جلد 1، صفحہ 377 اور 578 پر یحیٰ بن معین کو متشدد آئمہ میں شمار کیا ہے۔

❁ ابن المبارک۔ ارم بہ۔ (الضعفاء الکبیر العقیلی 380)

جواب:

امام ابن المبارک نے یزید ابن ابی زیاد کو ثقہ لکھا یا اس پر جرح کی؟ مناسب ہے کہ کسی محدث کے حوالہ سے اس کا حل نکالا جائے۔

امام ہیثمی اپنی کتاب مجمع الزوائد رقم 5346 : پر لکھتے ہیں۔

"یزید بن ابی زیاد وثقہ ابن مبارک وغیرہ"

لہٰذا امام مبارک کی اس تعدیل کے بعد ان کو جارحین میں شمار کرنا غلط ہے۔

❁ وکیع (حدیث الرایات) لیس بشیء۔ (الضعفاء الکبیر العقیلی 380)

جواب:

امام وکیع نے متعلقاً یزید بن ابی زیاد پر کوئی جرح نہیں کی صرف وہ ان کی حدیث الرایات کے بارے میں اعتراض کر رہے ہیں جس سے یزید بن ابی زیاد پر جرح ثابت نہیں ہوتی۔ اور مزید یہ کہ یہ جرح امام وکیع سے بسند صحیح مطلوب ہے۔ مجہول راویوں کی سند سے استشہاد آپ کو ہی مبارک ہو۔

ابو اسامہ۔ لو حلف عندی خمسین۔ (ضعفاء الکبیر للعقیلی 380/4)

جواب:

اس حوالہ میں بھی یزید بن ابی زیاد پر کوئی جرح مفسر نہیں ہے۔ دوسرا اس سند کے راویوں کی توثیق نقل کریں۔ بغیر توثیق کے حوالے مردود ہیں۔

العقیلی۔ ذکرہ فی الضعفاء۔ (ضعفاء الکبیر للعقیلی 380/4)

جواب:

اس حوالہ سے بھی جرح ثابت نہیں ہوئی کیونکہ امام عقیلی نے صراحتاً کوئی لفظ جرح کا نہیں لکھا وگرنہ محض الضعفاء میں نقل کر دینے سے بھی یزید بن ابی زیاد ضعیف ثابت نہیں ہو سکتا۔ (الزامی جواب) حافظ ابن حجر ھدی الساری ص 394 پر لکھتے ہیں۔

"وقال العقیلی: لا یتابع فی حدیثه، و تعقب ذالک ابو الحسن القطان بان ذالک لا یضره"۔

یعنی عقیلی نے جو کہا ہے کہ ثابت کی حدیث قابل متابعت نہیں ہے اس پر ابو الحسن القطان نے ان کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے ثابت کا کچھ نقصان نہیں" جیسے ثابت پر امام عقیلی کی جرح نقصان دہ نہیں اسی طرح امام عقیلی کا نام ذکر کر دینا بھی یزید بن ابی زیاد کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتی۔

النسائی۔ لیس بالقوی۔ (الضعفاء والمتروکین رقم 651)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب کا اس حوالے کو نقل کرنا ان کے لئے مفید نہیں ہے کیونکہ اس حوالے سے یزید بن ابی زیاد کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ اول تو امام نسائی کی جرح لیس بالقوی کو غیر مقلدین حضرات خود بھی جرح تسلیم نہیں کرتے۔ ثانیاً امام نسائی نے اپنی کتاب سنن میں یزید بن ابی زیاد سے روایات لی ہیں اور ان پر کوئی کلام نقل نہیں کیا۔ معروف غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب اپنی کتاب توضیح الکلام ص 218 جدید ایڈیشن پر امام نسائی کی جرح لیس بالقوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مزید گزارش ہے کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ''قال النسائی فی الکنی لیس بالقوی قلت ھذا تلیین ھین۔
(ھدی الساری 397/2 ترجمہ حسن بن الصباح)

امام نسائی نے الکنی میں ''لیس بالقوی'' کہا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ جرح بہت ہلکی ہے۔۔۔اور یہی بات ہم کہتے ہیں کہ اول یہ جرح اس قدر شدید نہیں کہ راوی کی روایت قابل قبول نہ ہو۔ثانیاً امام نسائی خود مولف احسن الکلام کے قول کے مطابق متعنت ہیں۔۔۔۔لہذا امام نسائی کی جرح کا اعتبار نہیں۔علاوہ ازیں امام نسائی نے اپنی السنن میں ابن اسحاق سے روایت لی ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔(توضیح الکلام ص 218 طبع جدید)

جس طرح غیر مقلد حضرات محمد بن اسحاق کا دفاع کرتے ہوئے ان اصولوں کو مانتے ہیں تو پھر یزید بن ابی زیاد الکوفی پر امام نسائی کی جرح کو ماننا صرف مسلکی حمایت ہے حالانکہ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں امام نسائی نے ''لیس بالقوی'' کے الفاظ لکھے ہیں۔لہذا غیر مقلدین کی نظر میں بالخصوص ارشاد الحق اثری صاحب کے اصولوں کے مطابق یزید بن ابی زیاد ثقہ راوی ہے۔اس کے علاوہ دیگر غیر مقلدین حضرات ''لیس بالقوی'' کے بارے میں کیا لکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

1۔مولانا امیر علی غیر مقلد نے لکھا ہے۔

یطلق لیس بالقوی علی الصدوق۔(التذنیب ص 24)

کہ لیس کا لفظ صدوق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

2۔مولانا عبدالرحمن معلمی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وکلمۃ لیس بالقوی انما تنفی الدرجۃ الکاملۃ من القوۃ۔(التنکیل 232/1)

یعنی کہ لیس بالقوی کے کلمہ سے راوی کی توثیق میں درجہ کاملہ کی نفی مراد ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔لیس بالقوی لیس بجرح مفسد۔کہ لیس بالقوی جرح مفسد نہیں۔

(الموقظۃ ص 82)

3۔مولانا ابوالقاسم البنارسی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

''ممکن ہے کہ نسائی کا یہ قول (لیس بالقوی) بھی اسی قبیل سے ہو تاہم یہ جرح خفی اور مبہم ہونے کی بدولت مقبول نہیں ہوسکتی''۔(الکلام المبرم ص 52)

امید ہے کہ ان مندرجہ بالا تفاصیل سے قارئین کرام کو یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ امام نسائی کی جرح ''لیس بالقوی'' غیر مقلدین حضرات کے نزدیک قابل قبول نہیں اور یہ لفظ صدوق راوی پر بولے جاتے ہیں۔لہذا امام نسائی کا نام جارحین میں شمار کرنا غلط ہے کیونکہ غیر مقلدین حضرات کے اپنے مانے ہوئے اصولوں کے تحت امام نسائی کو یزید بن ابی زیاد

کے معدلین میں شمار کرنا چاہئے۔

❁ الجوزجانی۔ سمعتهم يضعفون حديثه۔(احوال الرجال رقم 135)

جواب:

امام جوزجانی کا یہ حوالہ پیش کرنا محل نظر ہے کیونکہ اول صیغہ سمعتهم کا معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے کس سے سنا ہے لہٰذا قائلین کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ جرح مردود ہے۔

دوم اگر اس جرح کے قائل امام جوزجانی خود بھی ہوتے تو ان کی جرح پھر بھی مردود ہوتی کیونکہ آئمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ جوزجانی کی جرح اہل کوفہ کے حق میں مردود اور باطل ہے۔

حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ لا عبرة بحطه على الكوفيين۔

(میزان الاعتدال 4/ 1 وتہذیب التہذیب 93/1)

یعنی اہل کوفہ کے حق میں جوزجانی کی جرح لائق اعتناء نہیں ہے۔۔

کیونکہ یزید بن ابی زیاد خود بھی کوفی تھا لہٰذا اس کے حق میں جوزجانی کی جرح قبول کرنا اور پھر پیش کرنا غلط اور اصول کے خلاف ہے۔مزید برآں خود زبیر علیزئی نے جوزجانی کو متشدد آئمہ میں شمار کیا ہیں۔

(فتاویٰ علمیہ۔جلد 1،صفحہ 377)

❁ امام احمد بن حنبل۔ حديث ليس بذالک۔(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال 33/2)

جواب:

امام احمد بن حنبل کی یہ جرح بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ امام احمد بن حنبل نے اس جرح کی کوئی وجہ نہیں بتائی لہٰذا جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔دوسرا میری تحقیق کے مطابق امام احمد بن حنبل نے خود یزید بن ابی زیاد سے تقریباً 187احادیث نقل کی ہیں۔

❁ ابن عدی۔ ويزيد من شيعة اهل الكوفة مع ضعفه يكتب حديثه۔

(الکامل ابن عدی 2730/7)

جواب:

ابن عدی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الکوفی بھی متعلقاً ضعیف نہیں ہیں بلکہ وہ یزید بن ابی زیاد کی حدیث لکھنے کے قائل ہیں۔اور امام ہیثمی کے نزدیک یکتب الحدیث مع ضعفه تقریباً حسن درجہ کا راوی ہوتا ہے۔ابن عدی کا حوالہ پیش کرنا بھی کچھ فائدہ مند نہیں ہے۔مزید یہ کہ جرح کے سبب کا تعین نہیں ہے۔دیگر محدثین کرام کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا مگر مطلقاً ضعیف کہنا جرح مبہم ہے لہٰذا قابل قبول نہ ہوگی۔ یہ

بات اہم کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کا مذہب تشیع تھا اس لیے اس کے مذہب کو تقویت یا دعوت والی روایت قابل قبول نہیں ہونگیں۔

❁ابن حزم۔ ضعیف۔(المحلیٰ جلد 7،صفحہ 484)

جواب:

اول تو ابن حزم کا حوالہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے ۔ دوم ابن حزم کا جرح میں مقام واضح کریں۔ سوم محدث امام دقیق العید نے ابن حزم کی جرح نقل کر کے اس کا رد کیا ہے۔(دیکھئے نصب الرایۃ)۔ چہارم جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

❁البیہقی۔ غیر قوی۔(الکبریٰ 26/2)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب کا امام بیہقی کا حوالہ پیش کرنا بھی انہیں کوئی خاطرخواہ فائدہ نہ دے گا کیونکہ اول تو امام بیہقی نے تعصب احناف میں یزید بن ابی زیاد کو ضعیف کہا۔ جبکہ اپنی دیگر کتب مثلاً معرفۃ السنن الآثار، سنن صغریٰ، شعب الایمان بلکہ سنن الکبریٰ میں متعدد مقامات پر یزید بن زیاد کی احادیث سے احتجاج کیا ہے۔

سنن صغریٰ حدیث رقم۔ 1587-1558

سنن الکبریٰ حدیث رقم:۔..... 918-9812-9813-9828-9829-10335

معرفۃ السنن والآثار۔حدیث رقم۔ 2457-3480-3977-5580-8852

شعب الایمان۔ -3249-3766-4662-4770-5204-5669-5670

امام بیقھی نے یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لیس بالقوی کہا ہے۔(دیکھئے معرفۃ السنن والآثار رقم 8862)اور ہم پہلے اس بات کی بحوالہ تصریح کر چکے ہیں کہ لیس بالقوی غیر مقلدین حضرات کے نزدیک مبہم اور خفیف جرح ہے۔ جو راوی کو کم از کم حسن ثابت کرتی ہے۔لہذا امام بیقھی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد کم از کم حسن درجہ کا راوی ضرور ہے۔

❁حافظ ابن کثیر۔ وھو ضعیف۔(تفسیر ابن کثیر 98/2-112/4)

جواب:

زبیر علیزئی کا حافظ ابن کثیر کا حوالہ نقل کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن کثیر نے یزید بن ابی زیاد کو متعدد مقامات پر حسن اور حسن صحیح لکھا ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں۔

1۔ابو بکر بن عیاش ثنا یزید بن ابی زیاد عن ابراھیم۔۔۔۔و ھذا اسنادہ حسن۔
(تفسیر ابن کثیر 476/6)

2۔رواہ ترمذی من حدیث سفیان ثوری و غیرہ عن یزید بن ابی زیاد قال حسن صحیح۔
(تفسیر ابن کثیر 224/ 8)

3۔اسنادہ جید۔(تفسیر ابن کثیر رقم۔ 490/3)

لہذا معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ثقہ اور حسن درجہ کے داوی ہیں اور جب یزید بن ابی زیاد کی متابعت بھی ثابت ہو جائے تو درجہ صحیح کی حدیث ہو جاتی ہے۔لہذا ابن کثیر کا حوالہ نقل کرنا زبیر علیزئی کی خطاء ہے۔برسبیل تنزل ان کی جرح صرف اختلاط پر مبنی ہوگی۔

❁ ابن الترکمانی۔مضعف۔(الجواھر النقی 208/2)

<u>جواب:</u>

زبیر علیزئی صاحب کا ابن ترکمانی کو یزید بن ابی زیاد کے جارحین میں نقل کرنا دھوکا اور غلط ہے۔کیونکہ ابن ترکمانی نے تو امام بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ پر تعلیقات لکھتے ہوئے جوابی الزام لکھا ہے۔آپ حافظ ترکمانی کے الفاظ خود ملاحظہ کریں تاکہ قارئین کرام پر اس کی حقیقت واضح ہو سکے۔

(عن یزید بن ابی زیاد اشیاخنا یحدثون ان علیا کان یقنت فی صلاۃ الصبح بعد الرکوع) قلت۔(ابن ترکمانی) یزید مضعف حکی البیقھی تضعیفہ عن ابن معین فیما مر فی باب رفع الیدین عند الافتتاح خاصۃ ثم انہ روی عن الاشیاخ و ھم مجھولون۔(الجواھر النقی 208/2)

امام بیہقی نے یزید بن ابی زیاد کی حدیث کو نقل کیا اور اس سے احتجاج کیا جس کے جواب میں ابن ترکمانی نے قلت کے صیغے سے جواب دیا کہ یزید بن ابی زیاد کی تضعیف بیہقی نے ابن معین سے خاص باب رفع یدین عند الافتتاح میں نقل کی۔(یعنی وہاں تضعیف نقل کی اور یہاں پر احتجاج کر رہے ہیں)اور وہ بھی مجھولین شیوخ سے۔مزید یہ کہ ابن ترکمانی نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کا دفاع الجواھر النقی 77/2 پر کیا ہے۔لہذا ابن ترکمانی کو جارحین میں شمار کرنا علمی زیادتی ہے۔اور یہ کہ امام بیہقی کا اسلوب بھی واضح ہو گیا۔(ثانیاً یہ جرح مبہم ہے۔وجہ جرح نہیں نقل فرمائی گئی)

❁ امام ابوداؤد۔لا اعلم احداً ترک حدیثہ و غیرہ احب الی منہ۔(تہذیب الکمال 1534/3)

جواب:

زبیرعلیزئی صاحب اپنے مقبول اصولوں کے تحت اس قول کو ثابت کریں۔ دوسرا امام ابوداؤد یزید کی توثیق کے قائل ہیں۔لہذا امام ابوداؤد کو جارحین میں رکھنا باطل اور مردود ہے۔مزید یہ کہ امام ابوداؤد نے اپنی کتاب السنن میں متعدد مقامات پر اس کی حدیث پر سکوت کیا ہے اور یزید بن ابی زیاد پر جرح نقل نہیں کی۔مزید تفصیل معدلین کے اقوال میں ملاحظہ فرمائیے گا مگر یاد رہے کہ امام ابوداؤد نے یزید بن ابی زیاد پر کوئی جرح نہیں کی۔لہذا کم از کم امام ابوداؤد کے نزدیک یزید بن ابی زیاد حسن درجہ کا راوی ہے اور اگر متابعت مل جائے تو صحیح درجے کا راوی ہے۔

❁ ابن قانع۔ضعیف۔(تہذیب التہذیب 288/11)

جواب:

حیرانگی کا مقام ہے کہ زبیرعلیزئی صاحب ابن قانع کو مختلط مانتے ہیں اور پھر بھی ان کے اقوال کو پیش کر دیتے ہیں۔زبیرعلیزئی صاحب کا ماہانہ الحدیث رسالہ اس پر شاہد ہے کہ متعدد مقامات پر زبیرعلیزئی نے ابن قانع کا قول رد کیا ہے مگر تعصب احناف میں وہ اپنی باتوں کو بھول جاتے ہیں۔دوسرا اس کی سند ثابت کرنا زبیرعلیزئی صاحب پر فرض ہے ورنہ اس قول کو اگلے ایڈیشن میں نکال دیجئے گا۔(ثالثاً کس امام نے ضعیف کو جرح مفسر کہا ہے؟)

❁ الحاکم ابواحمد۔لیس بالقوی عندھم۔(تہذیب التہذیب 288/4)

جواب:

اس حوالہ کی سند زبیرعلیزئی کے ذمہ ہے۔لہذا بلاسند اقوال ان کے اصولوں کے مطابق مردود ہیں۔اس لئے امام الحاکم ابواحمد کا حوالہ دینا مردود ہے۔مزید یہ کہ لیس بالقوی غیر مقلدین حضرات کے نزدیک جرح مفسر نہیں ہے۔اور یہ جرح راوی کو حسن درجے سے نیچے نہیں گراتی ہے۔اس لئے امام الحاکم ابواحمد کا حوالہ دینا غلط ہے۔اور ان کو جارحین میں شمار کرنا باطل ہے۔

❁ امام البردیجی۔لیس ھو بالقوی۔(تہذیب التہذیب 289/4)

جواب:

اس حوالہ کی سند بھی محل نظر ہے۔لہذا بے سند اقوال سے استدلال کرنا وہ بھی احناف کے تعصب میں صرف اور صرف غیر مقلدین حضرات کا کام ہے۔دوسرا ہم پہلے بھی وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ محدثین اور علماء غیر مقلدین کے نزدیک لیس بالقوی کی جرح راوی کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتی۔لہذا امام البردیجی کا قول بھی پیش کرنا مردود اور غلط ہے۔

ابن خزیمہ۔ فی القلب منہ۔(تہذیب التہذیب 289/11،صحیح ابن خزیمہ 2691۔ 203/4)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب کا ابن خزیمہ کا حوالہ درج کرنا بھی ان کو مفید نہیں کیونکہ ابن خزیمہ کا یزید بن ابی زیاد کے بارے میں فی القلب منہ کے الفاظ نقل کرنا راوی کو مجروح یا ضعیف ثابت نہیں کرسکتا بلکہ اس راوی سے ابن خزیمہ نے احتجاج کیا ہے۔ دوسرا حافظ ابن خزیمہ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں باب التزام البیت عند الخروج من الکعبۃ 334/4 صحیح ابن خزیمہ، لکھتے ہیں"ان کان یزید بن ابی زیاد من الشرط الذی اشترطنا فی اول اول الکتاب" یعنی یزید بن ابی زیاد وہ راوی ہے اور ان شرطوں پر ہے جو کتاب کے شروع میں بیان کی ہیں۔لہذا یزید بن ابی زیاد حافظ ابن خزیمہ کے نزدیک ثقہ یا کم ازکم حسن راوی ضرور ہے۔لہذا اس حوالے کو پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

امام دارقطنی۔ لا یخرج عنہ فی الصحیح۔ضعیف یخطیٔ کثیراً ویلقن اذا لقن۔
(تہذیب التہذیب 289/11،سوالات البرقانی 561)

جواب:

امام دارقطنی کا حوالہ بھی محل نظر ہے کیونکہ اول تو امام دارقطنی نے یزید بن ابی زیاد کی متعدد روایات کو اپنی کتاب العلل میں تصحیح اور محفوظ لکھا ہے۔

1۔ وروی عن یزید بن ابی زیاد عن عُبد اللہ بن الحارث عن علی مو قوفاً ایضاً و ھو الصواب۔(العلل 391 :)

2۔ و رواہ یزید بن ابی زیاد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ و کذالک قال عمارۃ بن القینقاع عن ابراھیم عن علقمۃ و ھو اصحھا واللہ اعلم۔ (العلل 808)

لہذا جرح وتوثیق کے اقوال منقول ہونے کی وجہ سے دونوں اقوال ساقط قرار پائے گئے۔

دوم غیر مقلد محمد ابو القاسم البنارسی نے امام دارقطنی کو متعنت لکھا ہے۔(الکلام المبرم 66)

لہذا متعنت کی جرح بھی قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔اس لئے امام دارقطنی کا حوالہ بھی یزید بن ابی زیاد کو ضعیف ثابت نہیں کرسکتا ہے۔

ابن فضیل۔ کان من آئمۃ الشیعۃ الکبار۔

(تہذیب التہذیب 289/11،الکامل 275/7)

جواب:

عرض ہے کہ اس حوالے میں کون سا ایسا لفظ ہے جو یزید بن ابی زیاد کو ضعیف ثابت کرتا ہے۔اگر اس حوالے کو زبیر

علیزئی جرح مانتے ہیں تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مختلف محدثین کرام نے یزید بن ابی زیاد کو شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مگر دونوں صورتوں میں امام ابن فضیل کا یہ حوالہ یزید بن ابی زیاد کو مجروح نہیں کر سکتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ زبیر علیزئی صاحب کو اصول ان کی اپنی کتاب سے پیش کیا جائے۔ تاکہ عوام الناس کے ساتھ ساتھ خود زبیر علیزئی کو بھی تسلی ہو جائے۔

زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں۔ "مسلکی تفاوت صحت حدیث کے خلاف نہیں۔"

مثلاً جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے اس کا قدری، خارجی، شیعی، معتزلی، جہمی اور مرجئی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ (نور العینین 63)

معلوم ہوا کہ مسلکی تفاوت کی وجہ سے جرح کرنا غلط ہے لہذا اس حوالے کو پیش کرنا غلط ہے۔ مزید یہ کہ جمہور محدثین کرام یزید بن زبی زیاد کو ثقہ اور صدوق مانتے ہیں۔

مگر یہ بات ضرور اہم ہے کہ اگر شیعہ راوی کی رویات اس کے مذہب کو تقویت پہنچا رہی ہے تو وہ قابل قبول نہ ہوگی۔

❁ حافظ ابن حجر۔ ضعیف کبر فتغیر صار یتلقن و کان شیعا۔ (تقریب التہذیب ۷۷۱۷)

جواب:

حافظ ابن حجر کا صرف ضعیف کہہ دینا یزید بن ابی زیاد کو مطلقاً ضعیف ثابت نہیں کرتا کیونکہ محض ضعیف کہہ دینا جرح مبہم ہے لہذا جرح مبہم کو اصولوں کے تحت ماننا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ حافظ ابن حجر سے ہی اس کی مفسر وجہ معلوم ہو سکے۔

1۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قلت یزید بن ابی زیاد احتج به الاربعة و روی له مسلم مقروناً۔۔۔و ان ضعفاء بعضهم من قبل حفظه۔ (القول المسدد ص ۶۰)

یعنی بعض محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا اس کی حافظہ کی وجہ سے۔ (مطلب یہ کہ حافظہ خراب ہونے سے پہلے اس کی حدیث صحیح ہوگئی۔)

2۔ تفرد به یزید بن ابی زیاد و قد تغیر و هذا من ضعیف حدیثه۔ (التلخیص الحبیر 254/2)

یعنی اس میں یزید بن ابی زیاد کا تفرد ہے اور اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ اس کی ضعیف حدیث میں سے ہے۔

حافظ ابن حجر کے قول سے معلوم ہوا کہ وہ اس کو تفرد اور حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف مانتے تھے لہذا یزید بن ابی زیاد حافظہ خراب ہونے سے پہلے حافظ ابن حجر کے نزدیک ثقہ اور صحیح راوی تھے۔

آئمہ حدیث کے اصولوں کے مطابق کسی راوی کی احادیث حافظہ خراب ہونے سے پہلے بلکہ حجت اور صحیح ہوتی ہیں۔اس لئے یزید بن ابی زیاد کی وہ تمام حدیثیں جو حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی ہیں وہ صحیح اور قابل احتجاج ہیں۔

❁امام ذھبی۔مشھور سیئ الحفظ۔(المغنی فی ضعفاء 7101 :)

جواب:

امام ذھبی کو یزید بن ابی زیاد کے جارحین میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔اول تو امام ذھبی کی یہ جرح حافظہ پر ہے۔ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایسا راوی ثقہ ہوتا ہے اور اس کی روایت صحیح ہوتی ہے اگر وہ حافظہ خراب ہونے سے پہلے روایت کرے اور یزید بن ابی زیاد بھی اسی قسم کا راوی ہے۔

دوم امام ذھبی نے یزید بن ابی زیاد کی عدالت میں کوئی جرح نہیں کی ہے۔علامہ ذھبی اپنی دوسری کتاب الکاشف میں لکھتے ہیں۔

"عالم فھم صدوق راوی الحفظ لم یترک 137ھ مقرونا"۔(الکاشف 6305)

یعنی (یزید بن ابی زیاد) عالم سمجھ دار صدوق خراب حافظہ والا ہے مگر اس کو ہرگز ہرگز ترک نہیں کرنا چاہئے (یعنی اس کی روایت کو لازمی پکڑنا چاہئے)۔

حافظ ذھبی کا المغنی والا قول "مشھور سیئ الحفظ" ان کے دوسرے قول "صدوق ردئ الحفظ لم یترک" میں کوئی تضاد نہیں ہے لہذا دونوں اقوال سے تعدیل ثابت ہوتی ہے اور اعتراض صرف حافظہ کے خراب ہونے پر ہے۔

❁علی بن المدینی۔ضعف امرہ۔(الضعفاء للعقیلی 380/4)

جواب:

امام علی بن المدینی کا حوالہ بھی جارحین میں پیش کرنا صحیح نہیں کیونکہ امام علی بن المدینی کا قول جرح مبہم ہے اور جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔دوم دیگر محدثین کرام کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا لہذا حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس کو ضعیف لکھا ہے مگر یہ تصریح ہو چکی ہے کہ ایسا راوی ضعیف نہیں ہوتا اور اس کے حافظہ کی خرابی سے پہلے کی روایت۔صحیح اور قابل حجت ہوتی ہیں۔

❁ابن حبان۔ذکرہ فی ضعفاء۔(المجروحین 99/3)

جواب:

زبیر علیزئی نے حافظ ابن حبان کا حوالہ تو نقل کیا مگر حافظ ابن حبان نے جو یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لکھا اس کو ظاہر نہیں کیا۔مناسب ہوگا کہ حافظ ابن حبان کا موقف مکمل واضح کر دیا جائے۔حافظ ابن حبان لکھتے ہیں۔

"و کان یزید صدوق الا انه لما کبر ساء حفظه و تغیر، فکان یتلقن ما لقن، فوقع المناکیر فی حدیثه من تلقین غیره ایاه و جابته فیما لیس من حدیثه لسوء حفظه، فسماع من سمع منه قبل دخوله الکوفة فی اول عمره سماع صحیح، و سماع من سمع منه فی آخر قدومة الکوفة بعد تغیر حفظه و تلقنه ما یلقن سماع لیس بشیء۔ (المجروحین 100/3)

یعنی یزید بن ابی زیاد صدوق تھا مگر جب عمر رسیدہ ہوگیا تو اس کا حافظہ خراب ہوگیا اور جو تلقین کی جاتی وہ اس کو مان لیتا تھا اور اسی طرح تلقین قبول کرنے کی وجہ سے کس کی حدیث میں منکر روایتیں بھی آگئیں اس کے خراب حافظہ کی وجہ سے۔ اور جس نے کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے اول عمر میں سماع کیا وہ صحیح ہے اور جس نے بعد میں کوفہ میں داخل ہونے کے بعد سماع کیا اس کے حافظہ خراب ہونے کے بعد اور جب وہ تلقین قبول کرتا تھا وہ روایات لیس بشی یعنی کچھ بھی نہیں ہیں۔

امام ابن حبان کے حوالہ سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یزید بن ابی زیاد کے حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی روایت صحیح اور قابل قبول ہیں اور یزید بن ابی زیاد ثقہ وصدوق راوی ہے۔ لہٰذا یہ حوالہ پیش کرنا دو وجوہات کی وجہ سے غلط ہے۔ اول یہ کہ حافظ ابن حبان نے یزید بن ابی زیاد کو صدوق راوی قرار دیا ہے۔ دوم یہ کہ ابن حبان نے یزید کی اول عمر اور حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی روایات کو صحیح لکھا ہے۔ اور ہمارا بھی یہی موقف ہے۔ اور ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ جن محدثین نے یزید بن ابی زیاد پر جرح یا ضعیف لکھا ہے وہ صرف اور صرف اس کے حافظہ کی وجہ سے ہے اور اصول حدیث و اسماء الرجال میں ایسے راوی کی روایت حافظہ ٹھیک ہونے کی وجہ سے صحیح اور قابل احتجاج ہوتی ہیں۔

۞ سفیان بن عینیہ۔ لم یکن سفیان یصف یزید بالحفظ۔ (الام للشافعی 104/1)

جواب:

زبیر علیزئی کا سفیان بن عینیہ کو یزید بن زیاد کے جارحین میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ سفیان بن عینیہ تو بقول امام شافعی اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد کے ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی پر اعتراض کرتے ہیں اور سفیان بن عینیہ اس بات کی طرف مائل نظر آتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد نے اس حدیث میں ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی میں تلقین قبول کی ہے۔ اگر یزید بن ابی زیاد ضعیف ہوتے تو وہ مکہ میں ان سے روایت ہی کیوں لیتے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ سفیان بن عینیہ کا اعتراض صرف ثم لا یعود کی زیادتی پر ہے۔

۞ الحاکم ابوعبداللہ۔ کان یذکر بالحفظ فلما کبر ساء حفظه فکان یقلب الاسانید۔ ویزید فی الملتون و لا یمیز۔ (نصب الرایۃ 402/1)

جواب:

زبیر علیزئی کااس حوالے کو پیش کرنا بھی یزید کوضعیف ثابت نہیں کرسکتا کیونکہ الحاکم ابوعبداللہ نے یزید بن ابی زیاد کو حافظ کہا ہے۔اور پھر مزید ان کے حافظہ خراب ہونے کی بات کی ہے۔لہذا ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم یزید بن ابی زیاد کے حافظہ خراب ہونے سے پہلے احادیث کو حجت تسلیم کیا جاسکتا ہے۔اور امام الحاکم ابوعبداللہ نے بھی یہی بات کی ہے۔ اس لئے یزید بن ابی زیاد کو مطلقاً ضعیف قرار دینا زیادتی اور علم اسماء الرجال سے روگردانی ہے۔امام الحاکم ابوعبداللہ نے جو یزید بن ابی زیاد کے بارے میں کہا ملاحظہ کریں۔

"قال بیہقی و سمعت الحاکم ابا عبد اللہ یقول۔ یزید بن ابی زیاد کان یذکر بالحفظ فی شبابہ۔ فلما کبر ساء حفظہ"۔(البدر المنیر۔ 488/3)

یعنی امام بیہقی کہتے ہیں کہ میں نے امام الحاکم اباعبداللہ سے سنا کہ یزید بن ابی زیاد جوانی میں حافظ تھا مگر جب بوڑھا ہوا تو حافظہ خراب ہوگیا۔لہذا امام حاکم ابوعبداللہ کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد الکوفی جوانی میں ثقہ تھا۔

ان تمام اقوال جرح کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد پر کچھ محدثین نے جرح صرف اور صرف اس کے حافظے کی خرابی کی وجہ سے کی تھی۔لہذا اختلاط سے پہلے کی احادیث ثابت اور صحیح ہوں گی۔لہذا ان محدثین کرام کی جرح اختلاط کے بعد پر ہی مبنی تصور کی جائے گی۔اور یزید بن ابی زیاد کی توثیق جمہور محدثین کرام نے کی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان 30 حوالوں میں سے صرف 4 محدثین کرام کی جرح ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور جمہور محدثین کرام بلکہ زبیر علیزئی صاحب کے اپنے دئے گئے حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد پر جرح اختلاط کے بعد پر ہی مبنی ہے۔لہذا زبیر علیزئی کا نور العینین ص 146 پر یہ لکھنا کہ "معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے" بالکل غلط اور مردود ہے۔

نوٹ:

مناسب ہوگا کہ ہم مختلط راوی کے بارے میں بھی قارئین کرام کے علم میں اضافے کے لئے کچھ لکھ دیں۔غیر مقلد مولانا ابو معاذ عبدالجلیل اثری صاحب مختلط کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مختلط۔سوء حفظ کسی عارض کے سبب طاری ہو جیسے کبر سنی، بینائی کے جاتے رہنے یا کتابوں کے ضائع ہو جانے کے سبب حافظہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اسے مختلط کہتے ہیں۔(تحفہ اہل نظر۔ 115)

اب ہم اس کی تحقیق بھی کریں کہ مختلط راوی کی حدیث ضعیف ہوتی ہے یا صحیح؟

غیر مقلد عبدالجلیل اثری صاحب لکھتے ہیں۔

1۔مختلط کی قبل الاختلاط والی روایت مقبول ہوگی۔
2۔مختلط کی بعد الاختلاط والی روایت مردود ہوگی۔
مزید لکھتے ہیں کہ

"اگر مختلط راوی کی مشتبہ روایات (یعنی فرق معلوم نہ ہو کہ اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی) کے لئے متابعات وشواہد ہوں تو وہ بجائے مردود ہونے کے قبولیت ورجحان کا درجہ پائیں گی اور یہی حکم مستور، مدلس، مرسل کی روایت کا ہے"۔(تحفہ اہل نظر 116)

غیر مقلد عبد الجلیل اثری فاضل مدینہ یونیورسٹی کے حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ مختلط راوی کی قبل الاختلاط والی روایت مقبول ہوگی اور اگر مشتبہ روایت کا کوئی متابعت یا شاہد مل جائے تو وہ روایت بھی صحیح اور قابل حجت ہوگی۔

اگر ہم یزید بن ابی زیاد الکوفی کی ثقاہت کے حوالے نہ بھی دیں تو پھر بھی زبیر علیزئی صاحب کے دیئے گئے حوالوں سے خود ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی پر محدثین کرام کی جرح از قبیل حافظہ تھی۔اور خراب حافظہ والے راوی کی روایات کا حکم ہم غیر مقلد مولانا عبد الجلیل اثری صاحب کی کتاب تحفہ اہل نظر ص 115 سے ثابت کر چکے ہیں۔

مزید یہ کہ زبیر علیزئی نے یزید بن ابی زیاد کو اور اس کی روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے دو دعوے (یعنی کہ اعتراضات) کئے ہیں۔

اعتراض نمبر 1۔

"معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے۔ اس کے ضعف کی وجہ اس کا سوء حفظ اور کثرت خطا ہے۔جن آئمہ نے اسے ثقہ یا صدوق کہا ہے وہ محدثین کی اکثریت کے مقابلے میں مردود ہے"۔(نور العینین 146)

جواب:

زبیر علیزئی کا یہ دعویٰ کرنا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے بالکل غلط اور مردود ہے۔کیونکہ زبیر علیزئی نے جن 30 محدثین کرام کے حوالہ جات دیئے ہیں ان میں سے اکثر محدثین سے یزید بن ابی زیاد کی توثیق ثابت ہے۔لہذا ان کے توثیق اور ضعیف حوالے متضاد ہونے کی وجہ سے ساقط ہیں۔اور دوسرا راجح پہلو یہ ہے کہ اکثر محدثین کرام نے مسئلہ رفع یدین کی احادیث کے ضمن میں یزید بن ابی زیاد کو ضعیف لکھا مگر دوسرے مقامات پر اس سے احتجاج کیا۔

میرے مطالعہ میں کوئی ایک یا دو نہیں بلکہ درجنوں ایسے حوالے موجود ہیں جن میں محدثین کرام نے ایک جگہ پر

راوی کوضعیف لکھا مگر دوسرے مقام پر ایسے راویوں سے احتجاج بھی کیا۔جس کا اظہار محدث ابن ترکمانی نے الجواھر النقی 208/2،علامہ بیہقی کی جرح پر بھی کیا ہے اور محدث ابن ترکمانی نے امام بیہقی پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پہلے دوسرے مقام پر یزید بن ابی زیاد سے امام بیہقی نے احتجاج کیا مگر ترک رفع یدین کے مسئلہ پر اس راوی کو ضعیف لکھ دیا۔لہذا یزید بن ابی زیاد کے مسئلہ پر ایسے مقامات زیادہ نظر میں آئے ۔جس کی تفصیل آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔لہذا زبیر علیزئی کے پیش کردہ 30 حوالوں میں صرف 4 یا 5 حوالے ہی جرح کے ثابت ہیں۔باقی یا تو جرح ہی نہیں یا یزید بن ابی زیاد کی توثیق بھی ثابت ہے۔لہذا 4 یا 5 حوالوں پر جمہور کا اطلاق اور رٹ لگانا بالکل غلط ہے۔ قارئین کرام آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے کہ جمہور محدثین کرام تو یزید بن ابی زیاد کی توثیق کے قائل ہیں۔

مزید برآں یہ کہ زبیر علیزئی صاحب اگر یزید بن ابی زیاد کو سوء حفظ اور کثرت خطا کی وجہ سے ضعیف مان رہے ہیں تو پھر زبیر علیزئی اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور حکم میں مومل بن اسماعیل کو کس طرح ثقہ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کو محدثین نے ثقہ اور صدوق لکھا ہے۔

اعتراض نمبر : 2

زبیر علیزئی صاحب نور العینین ص 146 پر لکھتے ہیں۔

1۔بوصیری نے یزید بن ابی زیاد کے بارے میں کہا۔

"وضعفه الجمهور۔اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔(زوائد ابن ماجہ 2116)

2۔حافظ ابن حجر نے کہا۔"والجمهور علىٰ تضعيف حديثه۔"

اور جمہور اسکی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔(ہدی الساری ص 259)

جواب:

زبیر علیزئی کے اس دعوی کے شق وار بالترتیب جواب ملاحظہ کریں۔

1۔امام بوصیری کا زوائد ابن ماجہ رقم 2116: کا حوالہ دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ امام بوصیری دوسرے مقام پر یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"فی اسناده یزید بن ابی زیاد مختلف فيه، فيكون الاسناد حسناً۔

(زوائد ابن ماجہ 1159)

یعنی اس کی اسناد میں یزید بن ابی زیاد مختلف فیہ ہے اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔

امام بوصیری سے یزید بن ابی زیاد کی واضح توثیق موجود ہے جس سے امام بوصیری کا جمہور سے ضعف لکھنا غلط

ثابت ہوتا ہے۔دوسرا امام بوصیری کا مختلف فیہ لکھنا ہی اس کا ثبوت ہے کہ یزید بن ابی زیاد محدثین کرام کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔یعنی محدثین کرام کا اختلاف ہے۔اگر جمہور اسے ضعیف کہتے تھے تو پھر امام بوصیری اسے مختلف فیہ نہ لکھتے۔مگر مزید امام بوصیری کا "الاسناد حسناً" لکھنا صراحتاً یزید بن ابی زیاد کی توثیق اور تحسین ہے۔لہذا امام بوصیری سے جمہور محدثین کرام کا ضعیف کا دعویٰ لکھنا خود ان کے توثیق اور تحسین کرنے سے غلط اور مردود ثابت ہوتا ہے اور متعارض ہونے کی وجہ سے امام بوصیری کے دونوں اقوال ساقط قرار پائیں گے۔

2۔حافظ ابن حجر کا حوالہ نقل کرنا بھی غلط ہے کیونکہ حافظ ابن حجر کا جمہور کا یزید بن ابی زیاد کی تضعیف لکھنا غلط ہے۔خود حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

"قلت یزید بن ابی زیاد احتج به الاربعة و روی له مسلم مقروناً و ان ضعفاء بعضهم من قبل حفظه"۔(القول المسدد ص 60)

یعنی یزید بن ابی زیاد سے اربعہ (ترمذی،نسائی،ابوداؤد،ابن ماجہ) نے اور امام مسلم نے مقروناً روایت لی ہے اور بعض نے اسے ضعیف لکھا ہے مگر حفظ کی خرابی کی وجہ سے۔

حافظ ابن حجر کی اپنی تصریح سے ثابت ہوگیا کہ حافظ ابن حجر یزید بن ابی زیاد کا دفاع کر رہے ہیں۔اور حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کہ "و ان ضعفاء بعضهم من قبل حفظه" بھی ثابت کر رہا ہے کہ بعض نے اس کی تضعیف کی (نہ کہ جمہور محدثین کرام نے) اور مزید یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کے تضعیف کی وجہ حافظہ کی خرابی تھی۔اور اصول کے تحت حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی تمام روایات صحیح ہوتی ہیں۔لہذا زبیر علیزئی صاحب کے دونوں دعوے غلط ثابت ہوتے ہیں۔

زبیر علیزئی کا اعتراف:

زبیر علیزئی نے نور العینین ص 136 قدیم ایڈیشن پر لکھا تھا۔

"جن آئمہ نے اسے ثقہ یا صدوق کہا وہ محدثین کی اکثریت کے مقابلے میں مردود ہے یا پھر تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ پہلے اس کی حالت اچھی تھی بعد میں اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔لہذا جنہوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اختلاط سے پہلے پر محمول اور جنہوں نے اس کی تضعیف کی ہے وہ اختلاط کے بعد پر مبنی ہے۔

(تاہم راجح یہی ہے کہ یزید مذکور اختلاط سے پہلے اور بعد ہر حالت میں ضعیف ہی ہے۔)"

مگر یہ بات زبیر علیزئی نے جدید ایڈیشن نور العینین ص 146 پر پر کاٹ دی ہے۔جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زبیر علیزئی صاحب نے جو 30 حوالے تضعیف کے لکھے وہ ان حوالوں کی بنیاد پر یزید بن ابی زیاد کو ضعیف مانتے ہیں۔اور اختلاط والی بات صحیح نہیں مانتے ہیں۔

ہم یہ عرض کر دیں کہ زبیر علیزئی صاحب کے پیش کردہ حوالوں میں صرف 4یا 5حوالہ جات ہی ثابت ہو سکے ہیں۔لہٰذا5محدثین کرام کو جمہور یا اکثریت ماننا غلط اور مردود ہے۔ہم آگے چل کر اپنے مقام پر جمہور محدثین کرام سے یہ ثابت کریں گے کہ یزید بن ابی زیاد ثقہ اور صحیح راوی ہے۔مگر زبیر علیزئی اور غیر مقلدین حضرات کا یزید بن ابی زیاد کو مختلط ماننے کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔کیونکہ محدثین کرام نے خود وضاحت کی ہے کہ مکہ میں یا قدیم روایت یزید بن ابی زیاد کی صحیح ہیں۔لہٰذا زبیر علیزئی صاحب نے پلٹا کھایا اور پھر لکھا۔

آئمہ حدیث نے بالاتفاق یہ تصریح کر دی ہے کہ یزید نے یہ متنازعہ روایت حالت اختلاط واقع ہونے کے بعد بیان کی ہے۔(نور العینین ص 146)

اعتراض زبیر علیزئی پر یہ ہے کہ اگر یزید بن ابی زیاد الکوفی اگر راوی ہی ضعیف ہے تو پھر حالت اختلاط کی بحث کیوں؟ کیونکہ ضعیف راوی کی روایت تو حالت اختلاط سے پہلے اور حالت اختلاط کے بعد یکساں ہی ضعیف ہوتی ہے۔ لہٰذا اختلاط واقع ہونے کا ذکر کیوں؟ دراصل زبیر علیزئی صاحب کو یہ معلوم ہے کہ محدثین کرام کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کی حالت اختلاط سے پہلے کی حدیث صحیح ہے۔ان محدثین کرام میں امام بخاری،امام سفیان بن عیینہ،امام دارقطنی،ابن عبد البر الاندلسی،حافظ ابن حبان وغیرہ شامل ہیں۔اب یہ فیصلہ تو قارئین کریں گے کہ کس کی بات صحیح ہے۔محدثین کرام نے تو صراحتاً ذکر کیا ہے کہ حافظہ سے پہلے یزید بن ابی زیاد الکوفی کی روایت صحیح ہے۔ ہم ان محدثین کرام کے اقوال کا جائزہ آگے تفصیل سے پیش کریں گے۔مگر اس مقام پر یہ بات یاد رکھیں کہ یزید بن ابی زیاد پر جرح صرف اور صرف اس کے مختلط ہونے پر ہے اور حالت اختلاط سے پہلے اس کی تمام روایات صحیح ہیں۔اگر زبیر علیزئی صاحب اپنے 4یا 5ثابت شدہ اقوال سے یزید بن ابی زیاد کی تضعیف ثابت کر کے اختلاط والی بات کو مرجوح قرار دیں گے تو پھر ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر ہم نے محدثین کرام کے اقوال سے یزید بن ابی زیاد کی توثیق اور تحسین ثابت کر دی تو پھر ہم بھی یزید بن ابی زیاد کی تمام روایات قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط کو صحیح قرار دے کر اس قول کو راجح قرار دیں اور محدثین کی جرح اور وہ تمام اقوال جو انہوں نے بعد الاختلاط والے لکھے ہیں ہم اس کا جواب دینے سے بری الذمہ ہو جائیں اور زبیر علیزئی کے اصولوں کے تحت وہ اقوال غلط قرار پائیں گے۔

یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ وہ اقوال قابل قبول نہ ہوں گے جن میں یزید بن ابی زیاد الکوفی کو مطلقاً ضعیف یعنی جرح مبہم اور حافظہ خراب ہونے کی تصریح کی ہے۔

یزید بن ابی زیاد الکوفی کی توثیق

یزید بن ابی زیاد الکوفی کو مندرجہ ذیل محدثین نے توثیق، تحسین یا تعریف کی ہے۔

1۔ امام ترمذی نے متعدد مقامات پر یزید بن ابی زیاد الکوفی کی تصحیح اور تحسین کی ہے۔

(i)۔ اسماعیل بن ابراہیم عن یزیدبن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن براء بن عازب۔۔۔۔۔۔قال ابو عیسیٰ براء حدیث حسن۔(سنن ترمذی رقم 486)

(ii)۔ عبد اللہ بن ادریس عن یزیدبن ابی زیاد عن مقسم عن ابن عباس۔۔۔۔۔۔قال ابو عیسی حدیث حسن صحیح۔(ترمذی 708)

(iii)۔ ھیثم اخبرنا یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی نعیم۔۔۔۔ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن۔(سنن ترمذی 767)

(iv)۔ سفیان عن یزید بن ابی زیاد عن محمد بن علی۔۔۔۔ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن۔(سنن ترمذی 762)

(v)۔ زیاد بن عبداللہ عن یزید بن ابی زیاد عن مجاھد۔۔۔۔ قال ابو عیسی ھذا حدیث ابن عباس حسن۔(سنن ترمذی 854)

(vi)۔ ھذا حدیث حسن۔(سنن ترمذی 1638)

(vii)۔ قال ابو عیسی ھذا حدیث صحیح۔(سنن ترمذی 3436)

(viii)۔ ھذا حدیث حسن۔(سنن ترمذی 3540)

(ix)۔ ھذا حدیث حسن۔(سنن ترمذی 3541)

(x)۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔(سنن ترمذی 3691)

(xi)۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔(سنن ترمذی 3701)

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ امام ترمذی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الکوفی ثقہ راوی ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے عبداللہ بن ادریس، ھیثم، سفیان اور زیاد بن عبداللہ کی روایت کی تحسین اور تصحیح کی گئی ہے۔ جبکہ یہی راوی ترک رفع یدین والی حدیث بھی یزید بن ابی زیاد سے روایت کرتے ہیں۔

2۔ امام احمد بن صالح المصری لکھتے ہیں۔

"یزید ثقه، و لا یعجبنی قول من تکلم فیه" (تاریخ اسماء الثقات 1561)

یعنی یزید بن ابی زیاد ثقہ ہے اور جو یزید بن ابی زیاد الکوفی کے بارے میں کلام کرتا ہے مجھے خوش نہیں کرتا۔ (یعنی امام احمد بن صالح کے نزدیک وہ تمام اقوال جرح فضول اور غلط ہیں۔)

3۔ امام ابن شاہین نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کو اپنی کتاب تاریخ اسماء الثقات رقم 1561 میں ذکر کیا ہے یعنی ابن شاہین کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد الکوفی ثقہ راوی ہے۔

4۔ امام شعبہ کی تحقیق :

امام بخاری لکھتے ہیں کہ امام شعبہ حدیث یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرتے تھے۔

"روی عنه حدیث"۔ (تاریخ الکبیر 246/4 رقم 2681)

غیر مقلدین کے نزدیک امام شعبہ اپنے نزدیک صرف ثقہ راوی سے روایت لیتے تھے۔ لہذا یزید بن ابی زیاد امام شعبہ کے نزدیک ثقہ راوی تھے۔ ہوسکتا ہے کہ اس طریقہ کار پر کسی کو اعتراض ہو مناسب ہوگا کہ ہم غیر مقلد شیخ ابی الحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام مبارک پوری کے حوالے سے اس مقام کی وضاحت کر دیں۔

شیخ ابوالحسن مبارکپوری لکھتے ہیں۔

"و قال شعبة۔ مالی أبالی اذا کتبت عن یزید بن ابی زیاد"۔ (مرعاۃ المفاتیح۔ رقم 312)

یعنی جب میں یزید بن ابی زیاد سے لکھ لوں تو مجھے پھر کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

اس سے واضح ہوگیا کہ امام شعبہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الکوفی ثقہ راوی ہے۔

5۔ امام عجلی لکھتے ہیں۔

"ثقه جائز الحدیث و کان باخرة یلقن" (معرفۃ الثقات رقم 2019)

یعنی ثقہ جائز الحدیث ہے اور آخر میں تلقین قبول کرتا تھا۔ ہم اس بات کی تصریح کر کے آئے ہیں کہ حافظہ خراب یا تلقین ہونے کی وجہ سے راوی ضعیف ثابت نہیں ہوتا۔

اور اس کا ثبوت امام عجلی نے خود ثقہ جائز الحدیث لکھ کر فراہم کر دیا ہے۔ اور مزید یہ کہ حافظہ کے خراب ہونے سے پہلے کی تمام روایات صحیح ہیں اور ان روایات کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

6۔ امام یعقوب بن سفیان فسوی لکھتے ہیں۔

"یزید و ان کان قد تکلم فیه لتغیره فهو علی العدالة و الثقة و ان لم یکن مثل الحکم و مفصور و الاعمش۔ فهو مقبول القول عدل ثقة۔ (المعرفۃ والتاریخ جلد ۳ ص ۱۷۳)

مفہوم: یعنی یزید بن ابی زیاد پر کلام کیا گیا اسکے حافظہ کی تغییر کی وجہ سے مگر وہ عادل اور ثقہ ہیں۔۔۔۔۔اور یزید بن ابی زیاد قابل قبول اور عادل اور ثقہ راوی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام یعقوب فسوی کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد ثقہ ہیں۔

7۔امام ابو داوؒد کی تحقیق :

امام ابو داوؒد نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متعدد روایات پر سکوت کیا ہے جو عند المحدثین کم از کم حسن درجہ کی روایت ہے۔امام ابو داود، مندرجہ ذیل احادیث جو یزید بن ابی زیاد سے مروی ہیں، سکوت کیا ہے۔

سنن ابو داود، رقم۔ 85-1260-1471-1478-1527-15 62-1574-1605-1622-1677-1678-1731

یہ بھی ممکن ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کو سکوت امام ابو داود کا اصول غلط نظر آئے مگر ہم اس کی تائید میں امام ابو داود سے قول نقل کر دیتے ہیں۔امام ابو داود لکھتے ہیں۔

"ثبت لا اعلم ترک حدیثه" (سوالات ابی عبید 139)۔

ترجمہ: یعنی ثبت ہے (ثقہ ہے) اور میں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث ترک کی گئی ہو۔

اس روایت میں الاجری راوی مجہول ہے مگر یہ روایت بطور تائید پیش کی گئی ہے۔لہٰذا ان دونوں اسلوب سے امام ابو داود کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الکوفی کا ثقہ ہونا ثابت ہے۔

8۔امام جریر بن عبد الحمیدؒ کی تحقیق :

امام بخاریؒ لکھتے ہیں۔

حدثنا عثمان عن جریر قال کان یزید احسن حفظاً من عطا بن سائب۔

(تاریخ الکبیر 3220، تاریخ الاوسط 39/2)

یعنی حضرت جریر بن عبد الحمید نے کہا کہ یزید کا حافظہ عطا بن سائب سے بہتر ہے۔

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں۔

"عبدالرحمن اخبرنا عبد الله بن احمد بن محمد بن حنبل فیما کتبت الی قال حدثنی عثمان بن ابی شیبة قال سالت جریر اعن لیث و عطاء بن سائب و یزید بن ابی زیاد فقال یزید احسنهم استقامة فی الحدیث ثم عطا و کان لیث اکثرهم تخلیطا۔

(الجرح وتعدیل 179/7 رقم۔ 1114)

یعنی عثمان بن ابی شیبہ نے امام جریر بن عبد الحمید سے لیث، عطا بن سائب اور یزید کے بارے میں پوچھا

تو انہوں نے کہا (امام جریر) یزید بہتر اور مستقیم الحدیث یعنی ثقہ ہے پھر عطا بن سائب ہیں اور پھر لیث ہے اور وہ لیث اکثر غلطیاں کرتا ہے۔

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہوا کہ محدث جریر بن عبدالحمید کے نزدیک یزید بن ابی زیاد عطا بن سائب سے بھی بہتر ہیں۔ اور یزید بن ابی زیاد احسن اور مستقیم فی الحدیث ہیں اور یہ بات واضح طور پر ثقاہت کی دلیل ہے۔ مزید یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کو عطا بن سائب سے بھی اچھا مانا ہے جبکہ زبیر علیزئی اور غیر مقلدین حضرات تو حضرت عطا بن سائب کو بھی ثقہ مانتے ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک عطا بن سائب ثقہ ہیں تو پھر یزید بن ابی زیاد کی روایت پر اعتراض کیسا؟

9۔ : امام ابن سعد لکھتے ہیں۔

"کان ثقہ فی نفسہ الا انہ اختلط فی آخر عمرہ" (الکواکب النیرات 509/1)

یعنی وہ فی النفسہ ثقہ ہے سوائے اس کے آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے۔

امام ابن سعد کی گواہی اہم ہے کیونکہ وہ اہل کوفہ کے بارے میں بڑے سخت ہیں اور کوفی راویوں پر سختی سے جرح کر دیتے ہیں مگر ان کا یزید کو ثقہ کہنا ایک بڑی ثقاہت کی دلیل ہے۔ مزید یہ کہ ہم اس بات کا اعادہ کر چکے ہیں کہ یزید کا آخری عمر میں اختلاط میں ہونا ہمیں مفر نہیں ہے۔ اور نہ ہی یزید کو ضعیف ثابت کر سکتا ہے۔ اگر مختلط ہونے سے راوی ضعیف ہو تو پھر عطا بن سائب بھی ضعیف ثابت ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ بہت سارے ثقہ راوی بشمول سفیان بن عینیہ، اسحاق بن راھویہ اور محدث عبدالرزاق وغیرہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ تو کیا مختلط ہونے سے یہ راوی ضعیف قرار پائیں گے۔ جس طرح یہ راوق بھی ثقہ ہیں اسی طرح یزید بن ابی زیاد الکوفی بھی ثقہ اور ثابت ہیں۔

10۔ امام ابن العماد الحنبلیؒ لکھتے ہیں۔

"وھو حسن الحدیث"۔ (شذرات الذھب 206/1) یعنی یزید حسن الحدیث ہے۔

11۔ امام ساجی نے کہا۔ "صدوق"۔ (البنایۃ 295/2)

12۔ امام ضیاء المقدسیؒ کی تحقیق :

امام ضیاء المقدسیؒ نے یزید بن ابی زیاد کی متعدد روایات کی تحسین اور تصریح کی ہے۔ اور زبیر علیزئی صاحب اس اصول کو متعدد بار پیش بھی کر چکے ہیں کہ ضیاء المختارہ کا کوئی راوی بھی درجہ حسن سے نہیں گرتا۔ لہٰذا اس مقام پر بھی اس اصول کو تسلیم کریں۔

امام الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (المختارہ۔ 363/3 المختارہ۔ 239/3)

13۔امام ابن الجارود کی تحقیق :

امام ابن الجارود نے المنتقیٰ من السنن المسندۃ میں اس کی حدیث روایت کی ہے۔(المنتقیٰ 263/1)

14۔امام ابن خزیمہؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(صحیح ابن خزیمہ 117)

15۔محدث اعظمی کی تحقیق :

ابن خزیمہ کی حدیث پر اس کے محشی محدث اعظمی نے لکھا ہے۔"اسنادہ صحیح"۔

(ابن خزیمہ 117)

16۔امام حمیدیؒ نے اس کی حدیث اپنی کتاب میں لی ہے۔(صحیح حمیدی رقم 46-332-358)

17۔امام ابن المبارکؒ کی تحقیق :

امام ہیثمی لکھتے ہیں۔"یزید بن ابی زیاد وثقہ ابن مبارک وغیرہ۔(مجمع الزوائد 5346)

18۔امام ابن ملقنؒ نے لکھا ہے"وھو صدوق ساء حفظه"۔(البدر المنیر 595/1)

19۔امام بوصیریؒ نے متعدد مقامات پر اس کی حدیث کی تحسین کی ہے۔

"فی اسنادہ یزید بن ابی زیاد، مختلف فیه، فیکون الاسناد حسناً۔(زوائد ابن ماجہ 1159)

امام بوصیری نے لکھا۔ ھذا اسنادہ حسن۔یزید بن ابی زیاد مختلف فیه۔(زوائد ابن ماجہ 418)

20۔امام ہیثمی نے متعدد مقامات پر ان کی حدیث کی تحسین کی ہے۔

ا۔وفیه یزید بن ابی زیاد و حدیث حسن۔(مجمع الزوائد 13014)

۲۔یزید بن ابی زیاد و ھو حسن الحدیث۔(مجمع الزوائد 13946)

21۔امام بخاریؒ نے کہا۔

"یزید بن ابی زیاد صدوق الا انه تغیر باخرۃ۔ (ترتیب علل ترمذی 155/1)

22۔امام تمام الرازیؒ نے اس کی حدیث اپنی کتاب فوائد تمام رقم 778 میں لی ہے۔

23۔امام یحییٰ بن معین نے اس کی روایت اپنی مسند یحییٰ بن معین رقم 68 پر لی ہے۔

24۔امام ابوعوانہؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(صحیح ابوعوانہ 1970-8485)

25۔امام اسحاق بن راھویہؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(مسند اسحاق بن راھویہ رقم-20.21.32)

اور اس حدیث کے حاشیہ میں محشی عبدالغفور البلوشی لکھتا ہے۔"رجاله بین ثقة و صدوق"۔

26۔امام البغویؒ نے اس کی حدیث کی تصحیح وتحسین کی ہے۔(شرح السنۃ 334-1758-3936)
27۔امام ابن حبانؒ نے کہا۔
"کان صدوق الا انہ لما کبر تغیر فسماع من سمع عنہ قبل التغیر صیحح"(المجروحین 100/ 3)
28۔امام مغلطائیؒ نے اس کی تعریف وتوثیق کی ہے۔(شرح ابن ماجہ 1470/1)
29۔امام مسلمؒ نے اس کی حدیث اصول میں لی ہے۔(شرح ابن ماجہ 1470/1)
30۔امام ابن منجویہؒ نے یزید بن ابی زیاد کو صحیح مسلم کے رجال شمار کیا ہے۔(رجال مسلم 1873)
31۔امام بوصیریؒ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔
ا۔ ھذا اسنادہ صحیح۔(مصباح الزجاجۃ 546)
۲۔ ھذا اسنادہ صحیح۔(مصباح الزجاجۃ 1263)
32۔امام ذہبیؒ نے لکھا۔"عالم فھم صدوق ردی الحفظ لم یترک۔(الکاشف 6305)
33۔علامہ ابن عبدالبر نے اس کی حدیث کو محفوظ لکھا ہے۔(التمہید 220/9)
34۔امام سعید بن منصورؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(سنن-2386-2445-2362)
35۔امام دارقطنیؒ نے کتاب العلل میں متعدد مقامات پر اس کی حدیث کو اصح اور صواب لکھا ہے۔
(کتاب العلل 391-808)

36۔امام ابن دقیق العیدؒ نے اسے سچا راوی لکھا ہے۔(نصب الرایۃ 402/1)
37۔امام ابونعیمؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(مستخرج ابوعوانہ 1556-6846)
38۔مبارکپوری غیر مقلد لکھتا ہے۔
"اخرجہ الطبرانی بالاسانید و رجالہ بعضھا رجال الصحیح غیر یزید بن ابی زیاد وھو حسن الحدیث کذافی مجمع الزوائد۔(تحفۃ الاحوذی 3436)
39۔ناصر الدین البانی نے متعدد مقامات پر اس کی حدیث کی تصحیح وتحسین کی ہے۔
صحیح سنن ابی داؤد۔رقم۔ 93-1733-1794-1968-1969-1970-2028-
صحیح ابن ماجہ۔رقم۔ 504-1379-1513-2670-3028-3031-3081
40۔غیر مقلد ابی الحسن مبارکپوری نے اس کی توثیق نقل کی ہے۔(مرعاۃ المفاتیح 312)
41۔علامہ عینی لکھتے ہیں۔فی نفسہ فھو ثقہ۔(البنایۃ شرح ھدایۃ 295/2)
42۔قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔انہ صدوق۔(نیل الاوطار 7/5)

43۔نولب صدیق نے مجمع الزوائد کے حوالے اس کی حدیث کی تحسین نقل کی ہے۔(نزل الابرار 248)
44۔احمد شاکر لکھتے ہیں۔" والحق انه ثقة "حق ہے کہ یزید بن ابی زیاد ثقہ ہے۔(شرح ترمذی 195)
45۔محمد الامین لکھتے ہیں۔یزید بن ابی زیاد من رجال صحیح۔(اضواء البیان 191/6)
مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ثقہ اور حسن الحدیث ہے۔اور جن محدثین کرام نے اس پر اعتراض کیا ہے وہ صرف اس کے حافظہ خراب ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔لہذا یزید بن ابی زیاد کی حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی تمام روایات صحیح اور معتبر ہیں۔

تنبیہ :

آئندہ صفحات پر اس موضوع پر تفصیلی بحث آرہی ہے کہ یہ حدیث یزید بن ابی زیاد نے حافظہ خراب ہونے سے پہلے روایت کی ہے۔

زبیر علیزئی کے دوسرے اعتراض کا تحقیقی جائزہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی حضرت براء بن عازب کی ترک رفع الیدین پر دوسرا اعتراض کرتے ہوئے نور العینین 146-148 پر کہتا ہے۔

"یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید بن ابی زیاد نے مکہ میں حدیث سنائی"

عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن براء بن عازب قال: رأیت النبی علیه الصلوٰة والسلام اذا افتتح للصلوٰة رفع یدیه"۔(کتاب المجروحین لابن حبان 100/3،مسند حمیدی 724)
یعنی اس قدیم روایت میں رفع یدین کے نہ کرنے (لا یعود وغیرہ) کا ذکر نہیں ہے۔سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں۔

"ثم قدمت الکوفة فلقیت یزید بها فسمعته یحدث بهذا و زاد فیه، ثم لم یعد اذا هم لقنوه"۔
یعنی پھر میں کوفہ آیا اور یزید سے ملاقات کی۔میں نے اسے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا اور اس نے اس حدیث میں "لم یعد" کے الفاظ بڑھا دیئے تھے۔میرا خیال ہے کہ کوفیوں نے اسے تلقین کی تھی یعنی یہ الفاظ اس کی زبان میں ڈال دیئے تھے۔(کتاب الام للشافعی 104/ 1)
امام دارقطنی نے بھی یہی کہا ہے کہ یزید نے آخری عمر میں تلقین قبول کر کے یہ الفاظ بڑھا دیئے تھے۔
(سنن الدارقطنی 194/1ح 1118)

حافظ ابن حبان نے کہا :

اس روایت کو عراقیوں نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کی نفی کے لیئے (اعتماداً) پیش کیا ہے اوراس روایت میں ثم لم یعد (پھر نہ کرتے تھے) کی زیادتی نہیں تھی اور کوفیوں نے یزید بن ابی زیاد کی آخری عمر میں (جب کہ ان کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا) یہ اضافہ بطور تلقین رٹا دیا تھا۔ پس یزید نے اس تلقین کو قبول کرلیا۔ جیسا کہ سفیان بن عیینہ نے بیان فرمایا کہ انہوں نے مکہ میں پہلے اسے یہ حدیث ان الفاظ کے بغیر بیان کرتے ہوئے سنا تھا اور جس شخص کا مشغلہ علم ہو (اس عبارت میں لم زائد ہے، واللہ اعلم۔ وہ اس طرح کمزور ترین احادیث کو احتجاج کے طور پر کبھی ذکر نہیں کرتا۔ (المجروحین 100/3)

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین 146-148 پر مزید لکھتا ہے۔

''محدثین کرام کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں اس روایت کو'' ولا یعود'' کی زیادتی کے بغیر بیان کرتا تھا۔ بعد میں جب اس کا حافظہ بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہو گیا تو اس نے'' یارلوگوں'' کی تلقین قبول کرتے ہوئے اس حدیث میں'' نہ کرنے'' کے (ثم لا یعود والے) الفاظ بڑھا دیئے لہذا اس روایت سے استدلال کرنا حلال نہیں ہے۔

الجواب:

عرض یہ ہے کہ محدثین کرام کے اعتراضات کے دو پہلو سامنے آتے ہیں۔ اول یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور دوم یہ کہ اس نے حافظہ خراب ہونے سے پہلے جب یہ روایت بیان کی تو ثم لا یعود کے الفاظ بیان نہیں کئے۔ اب ہم ان اعتراضات کا جائزہ محدثین کرام کے اپنے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں لیتے ہیں۔ مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ فوقیت ہمیشہ اصول ہی کی ہوتی ہے لہذا اصول کی روشنی میں جو بات سامنے آئے اسے مان لینا چاہئے۔

1۔ پہلے تو یہ کہ امام سفیان بن عیینہ کا ایک بنیادی قول جو مسند حمیدی 724 پر ہے۔ اس قول سے یزید بن ابی زیاد الکوفی کا مختلط ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ امام سفیان بن عیینہ نے یہ لکھا ہے کہ مکہ میں ثم لا یعود کے الفاظ بیان نہیں کئے جبکہ کوفہ میں آ کر اس زیادت کا اضافہ ہوا۔ امام سفیان بن عیینہ کا اپنا دعویٰ کوئی کلیہ نہیں کیونکہ سفیان بن عیینہ نے مسند حمیدی رقم 724 میں ''فظننت'' کے الفاظ بیان کئے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ابن عیینہ کا ظن تھا۔ یہاں پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بعد میں آنے والے تمام محدثین کرام نے سفیان بن عیینہ کے قول کو ہی بنیاد بنایا ہے اور اسی قول کی وجہ سے یزید بن ابی زیاد پر مختلط ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب یہاں پر مقام تحقیق یہ ہے کہ آیا امام سفیان بن عیینہ کا یہ ظن قائم رہا یا تبدیل ہو گیا۔

دراصل محدث سفیان بن عینیہ کا یہ ظن تھا کہ یزید بن ابی زیاد کو ثم لا یعود کے الفاظ کسی نے تلقین کئے ہیں اگر یزید بن ابی زیاد الکوفی تلقین قبول کرنے والے ہوتے تو پھر سفیان بن عینیہ کی بھی تلقین قبول کرتے ہوئے ان الفاظ (یعنی ثم لا یعود) کو بھی حذف کر دیتے مگر ایسا نہ ہوا۔اس کے برعکس امام سفیان بن عینیہ پر ان الفاظ کی حقانیت واضح ہو گئی تو انہوں نے خود یہ الفاظ روایت کئے۔

امام سفیان بن عینیہ سے یہ روایت محدث کبیر امام عبدالرزاق نے روایت لی ہے۔

عبد الرزاق عن ابن عینیه عن یزید عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن ابراء بن عازب مثله وزاد قال مرة واحدة ثم لا تعدلر فعهما فی تلک الصلوة۔

(مصنف عبدالرزاق رقم 2531)

محدث عبدالرزاق کی اس روایت سے تو یہ واضح ہوا کہ یہ روایت ثم لا یعود کے بغیر بھی اور ثم لا یعود کی اضافت کے ساتھ بھی موجود ہے (یعنی دونوں طریق صحیح ہیں) اور مزید یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام سفیان بن عینیہ کے نزدیک یہ روایت جب ثم لا یعود کی اضافت کے ساتھ بھی صحیح ثابت ہوگئی تو انہوں نے ثم لا یعود یا اس کے ہم معنی الفاظ بھی روایت کئے۔

اس مندرجہ بالا نکتہ کا ایک دوسرا بڑا قرینہ یہ ہے کہ جب امام سفیان بن عینیہ کے نزدیک یہ روایت یعنی ترک رفع الیدین والی حدیث ثابت ہوگئی تو انہوں نے ترک رفع یدین بھی کیا۔

امام احمد بن حنبل اپنی کتاب العلل رقم 5131 پر امام سفیان بن عینیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وکان ابن عینیه ربما رفع یدیه وربما لم یرفع"

یعنی سفیان بن عینیہ کبھی رفع یدین کرتے اور کبھی رفع یدین نہ کرتے۔ (کتاب العلل۔رقم 5131)

امام احمد بن حنبلؒ کی گواہی اور امام سفیان بن عینیہ کا عمل یہ ثابت کر رہا ہے کہ اگر ان کے نزدیک ترک رفع یدین کی حدیث ثابت نہ ہوتی تو پھر ترک رفع یدین کسی دلیل کی بنا پر کیا؟ اور یہ ظاہر ہے کہ امام سفیان بن عینیہ ایک جلیل القدر محدث ہیں اور محدثین کرام اکثر حدیث کی صحت ثابت ہونے پر ہی اپنے عمل کی بنیاد بناتے ہیں۔

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ امام سفیان بن عینیہ کے قول سے یزید بن ابی زیاد کا مختلط ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے ظن اور شک کی بناء پر یہ کہا کہ مکہ میں یزید بن ابی زیاد نے ثم لا یعود کے الفاظ بیان نہیں کئے جبکہ کوفہ میں ثم لا یعود کے الفاظ بڑھا دیئے۔انہوں نے کہا کہ شاید انہیں ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادت کی کسی نے تلقین کی ہو مگر جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ یہ ثم لا یعود کے الفاظ صحیح ہیں تو امام سفیان بن عینیہ نے ان الفاظ یعنی ثم لا یعود یا اس کے ہم معنی الفاظ کو بیان بھی کیا اور خود امام سفیان بن عینیہ نے ترک رفع یدین بھی کیا۔اور یہ ثابت کر دیا

کہ ترک رفع یدین والی حدیث ثابت اور صحیح ہے۔اور سفیان بن عیینہ کے اپنے عمل نے تمام کے تمام اشکالات کو دور بھی کر دیا ہے۔کیونکہ دیگر محدثین کرام بشمول امام شافعیؒ، امام دارمیؒ، امام بیہقیؒ وغیرہم کے اعتراض کی وجہ امام سفیان بن عیینہ کا قول تھا۔لہذا امام سفیان بن عیینہ کے قول کی مفصل تحقیق کے بعد ان آئمہ کرام کا اعتراض بھی صحیح نہیں رہتا ہے۔

2۔ اگر بر سبیل تنزل آئمہ کرام کے اقوال کو مان لیا جائے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی مختلط تھا اور آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور اس نے ثم لا یعود کی اضافت حافظہ خراب ہونے کے بعد کی ہے تو پھر ہم آئمہ کرام کے اقوال اور محدثین کرام کے اصولوں کے تحت یزید بن ابی زیاد پر اعتراضات کی حیثیت معلوم کرتے ہیں۔اگر اصول کے تحت اعتراضات صحیح ثابت ہو تو ہمیں قبول ہے اور اگر اصول کے خلاف اعتراضات ثابت ہو جائیں تو پھر ترجیح اصول کی ہی تصور کی جاتی ہے۔

قارئین کرام! اس مقام پر محدثین کرام کے اعتراضات کے دو پہلو ہیں۔

ا۔ پہلا اعتراض (بر سبیل تنزل مان لیا جائے تو) یہ کہ یزید بن ابی زیاد کا حافظہ خراب تھا۔

۲۔ دوسرا اعتراض یہ کہ یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے حافظہ خراب ہونے کے بعد روایت کی ہے۔

ا۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ پہلے ہم اصول کی روشنی میں یہ ثابت کریں کہ خراب حافظہ والے راوی کی روایت کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔محدثین کرام کا متفقہ اصول ہے کہ

> ''اگر قبل از اختلاط بھی روایتیں سنائی ہیں اور بعد از اختلاط بھی تو اس صورت میں اگر تلامذہ وغیرہ کے اعتبار سے تمیز ممکن ہو کہ کون سی روایتیں اختلاط سے پہلے کی ہیں اور کون سی بعد کی تو اس صورت میں قبل از اختلاط کی روایتیں مقبول ہوں گی''۔(شرح نخبۃ الفکر 91،مقدمہ ابن صلاح 195،الباعث الحثیث 244)

ب۔ اس مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں ہم اس بات کی تحقیق کرتے ہیں کہ محدثین کرام کے نزدیک کن کن راویوں نے اختلاط سے پہلے سنا اور یہ بھی یاد رہے کہ اختلاط سے پہلے کی روایات بالکل صحیح اور ثابت ہوتی ہیں۔

1۔امام ابوداؤدؒ کی تحقیق :

امام ابوداؤد کے نزدیک مندرجہ ذیل شاگردوں نے اختلاط سے پہلے یزید بن ابی زیاد سے سنا۔ھیثم ،عبداللہ بن ادریس.خالد۔(سنن ابی داؤد 273/1،نصب الرایۃ 403/1)

2۔امام بخاریؒ کی تحقیق :

امام بخاری کے نزدیک مندرجہ ذیل شاگردوں نے اختلاط سے قبل سماع کیا۔سفیان ثوری ،شعبہ بن حجاج ،زھیر

بن معاویہ۔(جزء رفع یدین 15)

3۔ابن عبدالبرؒ کی تحقیق :

امام ابن عبدالبر کے نزدیک مندرجہ ذیل شاگردوں نے اختلاط سے قبل سماع کیا۔
شعبہ بن حجاج،سفیان ثوری،سفیان بن عیینہ،ھیثم،خالد بن عبداللہ الواسطی۔(التمھید 220/9)
اور موسیٰ بن محمد الانصاری(التمھید 215/9)

4۔خطیب بغدادیؒ کی تحقیق :

خطیب بغدادی کے نزدیک مندرجہ ذیل شاگردوں نے قبل از اختلاط سماع کیا۔سفیان ثوری،شعبہ بن الحجاج، ھیثم بن بشیر واسباط بن محمد،خالد بن عبداللہ الطحان وغیرھم۔(الفصل للوصل 367/3)

5۔امام بیقھیؒ کی تحقیق :

امام بیقھی کے نزدیک مندرجہ ذیل شاگردوں نے قبل از اختلاط سماع کیا۔سفیان ثوری،زھیر بن معاویہ،ھیثم۔ (بیقھی 76/2)

مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ مندرجہ ذیل شاگرد آئمہ کرام کے نزدیک یزید بن ابی زیاد سے قدیم السماع راوی ہیں۔

۱۔ھیثم بن بشیر 183ھ۔
۲۔عبداللہ بن ادریس 192ھ۔
۳۔خالد بن عبداللہ الواسطی 179ھ۔
۴۔سفیان ثوری 161ھ۔
۵۔شعبہ بن الحجاج 160ھ۔
۶۔زھیر بن معاویہ 173ھ۔
۷۔سفیان بن عیینہ 198ھ۔

یہاں ایک نکتہ اور عرض کردوں کہ اس مندرجہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ یہ محدثین کرام قدیم السماع راوی ہیں۔ مگر عرض یہ ہے کہ ان راویوں کے علاوہ دیگر راوی بھی ایسے موجود ہیں جو یزید بن ابی زیاد سے قدیم السماع ہیں کیونکہ مندرجہ بالا راویوں کے علاوہ دیگر ایسے راوی ہیں جو ان مندرجہ بالا راویوں سے بھی متقدم اور کبیر ہیں اور انہوں نے

ان سے پہلے سنا ہے۔ان راویوں میں شامل ہیں۔ ۱۔محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ 148ھ۔ ۲۔اسرائیل بن یونس 162ھ۔ ۳۔اسماعیل بن زکریا الخلقانی 173ھ۔ ۴۔شریک بن عبداللہ 177ھ۔ ۵۔ابوعمر ابزار دینار بن عمر۔

مندرجہ بالا پانچ راوی بھی قدیم السماع اور اختلاط سے پہلے کے راوی اور شاگرد ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگر عبداللہ بن ادریس،سفیان بن عیینہ،ھیثم بن بشیر متاخرین راویوں نے اگر یزید بن ابی زیاد سے اختلاط سے پہلے سنا تو پھر ابن لیلیٰ،اسرائیل بن یونس،شریک بن عبداللہ وغیرہ کبائر راوی تو بطریق اولیٰ اختلاط سے پہلے اور قدیم السماع راوی ثابت ہوتے ہیں۔

لہٰذا یزید بن ابی زیاد سے تقریباً 12 راوی قدیم السماع اور قبل از اختلاط ہیں۔مزید راوی بھی تحقیق کے بعد قدیم السماع ثابت ہو سکتے ہیں۔لہٰذا ان تمام راویوں کی احادیث قدیم السماع اور صحیح ثابت ہیں۔

جب مفصل تحقیق سے ان راویوں کے نام کی نشاندہی ہو چکی ہے جو کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرنے میں قدیم السماع اور اختلاط سے پہلے روایت کرنے والے ہیں تو اب اس امر کا بھی ہم تفصیلی جائزہ لیتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے کس قدیم السماع اور قبل از اختلاط والے شاگرد نے ثم لا یعود یا اس کے ہم معنی الفاظ روایت کئے ہیں۔

1۔ھیثم بن بشیر 183ھ کی روایت :

ھیثم بن بشیر قدیم السماع راوی ہیں لہٰذا ان کی روایت یزید بن ابی زیاد سے ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ»: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَادَتَا تُحَاذِيَانِ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَمْ يَعُدْ۔ (مسند ابی یعلیٰ 48/3، 1691)

ترجمہ : حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ تقریباً کانوں کے برابر ہو گئے۔پھر آپ ﷺ نے (ہاتھوں کو اٹھانے کا عمل) دوبارہ نہیں کیا۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔اسحاق بن اسماعیل 225ھ۔	ثقہ	الکاشف 285
۲۔ھیثم بن بشیر۔ 183ھ۔	ثقہ	الکاشف 5979

۳۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	لم یترک (ثقہ)	تاریخ اسماء الثقات 1561
۴۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ	ثقہ	التقریب 3993
۵۔حضرت براء بن عازبؓ	صحابی ہیں۔	التقریب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے بارے میں تفصیل سے وضاحت ہو چکی ہے کہ وہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک ثقہ اور حسن الحدیث ہیں۔اس روایت ھیثم بن بشیر یک تدلیس کا اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ ھیثم بن بشیر کے بہت سے متابعات موجود ہیں۔لہذا تدلیس والا اعتراض اس مقام پر مردود اور باطل ہے۔

۲۔ حدثنا هيثم عن يزيد بن ابی زياد عن عبدالرحمن بن ابی ليلى عن الراء بن عازب قال: رأيت رسول الله ﷺ رفع يديه حين افتتح الصلوة ثم لم يرفعهما حتى انصرف۔

(جامع المسانید،ابن کثیر 56/ 2)

ترجمہ : حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز کو شروع کرنے کے وقت آپ ﷺ نے ہاتھوں کو اٹھایا پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

2۔ عبداللہ بن ادریس کی روایت :

عبداللہ بن ادریس بھی قبل از اختلاط کے شاگرد ہیں لہذا ان کی روایت ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي زِيَادٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ حَتَّى رَأَيْتُ إِبْهَامَيْهِ قَرِيبًا مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا۔ (مسند ابی یعلیٰ 1692،248/3)

ترجمہ : حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جس وقت آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب ہو گئے۔اس کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔اسحاق بن اسماعیل 225ھ۔	ثقہ	الکاشف 286
۲۔عبداللہ بن ادریس 192ھ۔	ثقہ فقیہ	تقریب 3207

۳۔یزید بن ابی زیاد 137ھ۔ ثقہ تاریخ اسماء الثقات 1561

۴۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ ثقہ تابعی تقریب 3993

۵۔حضرت براء بن عازب صحابی تقریب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں اور اس سند میں عبداللہ بن ادریس ثقہ محدث متابعت بھی ھیثم بن بشیر مدلس کی کر رہے ہیں۔مدلس راوی کی روایت کی اگر متابعت مل جائے تو وہ روایت قابل قبول ہوتی ہے۔

3۔ سفیان ثوری 161ھ کی روایت :

سفیان ثوری بھی عندالمحدثین قبل از اختلاط کے شاگرد ہیں۔لہٰذا ان کی روایت یوں ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ قَالَ: ثنا مُؤَمَّلٌ ,قَالَ: ثنا سُفْيَانُ قَالَ: ثنا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ,رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ إِبْهَامَاهُ قَرِيبًا مِنْ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ ,ثُمَّ لَا يَعُودُ.

(شرح معانی الآثار 226/ 1رقم الحدیث ۱۳۴۶)

ترجمہ : حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب ہوتے پھر آپ ﷺ (ہاتھ اٹھانے کو) نہیں لوٹاتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔	ابو بکرۃ بکار بن قتیبۃ 270ھ	ثقہ	الثقات 12703
۲۔	مؤمل بن اسماعیل 206ھ	کثیر الخطاء	الکاشف 5747
۳۔	سفیان بن ثوری 161ھ	ثقہ حافظ	التقریب 2445
۴۔	یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات 1561
۵۔	عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب 3993
۶۔	حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب 648

اس روایت میں مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطاء ہے مگر یاد رہے کہ اس حدیث میں مومل بن اسماعیل کا کثیر

الخطاءؔ ہونا مضر نہیں کیونکہ مومل بن اسماعیل کی بہت سے راویوں نے متابعت کر رکھی ہے۔ کچھ متابعات پہلے سپرد قلم کئے جا چکے ہیں اور کچھ متابعات مزید ملاحظہ فرمائیں۔ ثانیاً مومل بن اسماعیل کو زبیر علیزئی صاحب ثقہ تسلیم کرتے ہیں۔

4۔ سفیان بن عینیہ 198ھ کی روایت :

سفیان بن عینیہ بھی محدثین کرام کے مطابق قدیم السماع راوی ہیں۔ ان کی روایت ملاحظہ کریں۔

عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحمنِ بْنِ أَبِي لَيْلى، عَنِ الْبراءِ بْنِ عَازِبٍ مِثْلَهُ، وَزَادَ قَالَ :مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ لَا تَعِدْلِرَ فْعِهَا فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ۔ (مصنف عبدالرزاق رقم 2531)

ترجمہ : حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے کانوں کے قریب دیکھے جاتے۔۔۔۔ پھر اس نماز میں دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔عبدالرزاق بن ھمام 211ھ	ثقہ حافظ	تقریب 4064
۲۔سفیان بن عینیہ 198ھ	ثقہ ثبت	الکاشف 2002
۳۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات 1561
۴۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب 3993
۵۔حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب 648

اس روایت میں محدث عبدالرزاق اور سفیان بن عینیہ دونوں مدلس راوی ہیں مگر یہاں پر تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے کیونکہ ایک تو یہ روایت خود سفیان بن عینیہ نے یزید بن ابی زیاد سے سنی ہے جیسا کہ مسند حمیدی 724 اور کتاب الام 104/1 سے ثابت ہے۔ ثانیاً محدث عبدالرزاق نے اس حدیث کے ساتھ لکھا ہے کہ "وزاد قال مرة واحدة" جس سے مصنف عبدالرزاق کی تدلیس کا اعتراض بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث کے متعدد متابعات اور شواھدات موجود ہیں۔ لہذا ایسا کم علمی کا اعتراض صرف مسلکی تعصب کا شاخسانہ تو ہوسکتا ہے مگر علمی اور تحقیقی میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

5۔ موسیٰ بن محمد الانصاری کی روایت :

موسیٰ بن محمد الانصاری بھی ابن عبد البر کے نزدیک قدیم السماع راوی ہیں ۔لہذا ان کی روایت ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرحمان بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم فكبر فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَى أُذُنَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ لَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا۔ (التمهيد 215/9)

ترجمہ : حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پس اللہ اکبر کہا پس رفع الیدین کیا حتی کہ ہاتھوں کو کانوں کے برابر کیا پہلی مرتبہ۔ (پھر اس پر زیادہ نہ کیا)

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ وتوثیق درج ذیل ہے۔

راوی	توثیق	حوالہ
۱۔عبدالوارث بن سفیان 333ھ	اوثق الناس	الصلۃ ابن بشکوال 122/1
۲۔قاسم بن اصبغ	امام الحافظ محدث (ثقه)	سیر اعلام النبلاء 266
۳۔احمد بن زهیر بن حرب	ثقه عالماً متقناً حافظاً	لسان المیزان 556
۴۔الفضل بن دکین ابو نعیم	ثقه ثبت	تقریب التہذیب 5401
۵۔موسیٰ بن محمد الانصاری الکوفی	ثقه	الجرح وتعدیل 711
۶۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقه	تاریخ اسماء الثقات 1561
۷۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقه تابعی	تقریب 3993
۸۔حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

6۔امام شعبہ کی روایت :

امام شعبہ بھی محدثین کرام کے مطابق قدیم السماع راوی ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْعَلَاءِ ,ثنا أَبُو الْأَشْعَثِ ,ثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ,ثنا شُعْبَةُ ,عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ ,قَالَ :سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى ,يَقُولُ :سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ,فِي هَذَا الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُ

قَوْمًا مِنْهُمْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ ,قَالَ :رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ۔

(سنن الدارقطنی ۔ 293/1 رقم الحدیث ۱۱۲۷، الفصل للوصل رقم 302 بغدادی)

ترجمہ : عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عاذب ؓ سے خاص اسی مجلس (یعنی جامعہ کوفہ) میں حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ اہل مجلس میں سے ایک حضرت کعب بن عجرۃ ؓ بھی تھے۔ حضرت براء بن عاذب ؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرماتے تو صرف اول تکبیر (تحریمہ) میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	حکم	حوالہ
۱۔احمد بن علی بن العلاء الجوزجانی	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ، رقم 102
۲۔ابوالاشعث احمد بن المقدام 253ھ	ثقہ	الکاشف 89
۳۔محمد بن بکر البرسانی 203ھ	ثقہ	الکاشف 4746
۴۔شعبہ بن الحجاج	ثقہ	الکاشف 2778
۵۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات 1561
۶۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب 3993
۶۔حضرت براء بن عازب	صحابی جلیل	تقریب 648

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ، ثبت اور صدوق ہیں۔

اس روایت سے یزید بن ابی زیاد الکوفی پر تدلیس کا اعتراض بھی غلط ثابت ہوتا ہے اور مزید یہ کہ اس روایت میں ثم لا یعود کے الفاظ نہیں مگر یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ کا مطلب دیگر روایتوں سے روشن اور واضح ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر اولیٰ میں کرتے تھے مگر اس کے بعد رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ یہاں پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہوسکتا کہ اس روایت میں صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہی رفع یدین کا ذکر ہے مگر اس کے بعد نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی نور العینین پر یہ بات مان چکے ہیں کہ ایک حدیث کی تشریح دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی بھی تشریح اور توضیح سفیان ثوری، عبداللہ بن ادریس، ابن ابی لیلیٰ، شریک، موسیٰ بن محمد، سفیان بن عیینہ اور ھیثم بن بشیر وغیرھم کی روایت سے ثابت ہے۔ لہٰذا ایسے مردود اور غلط اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

7۔ ابن ابی لیلیٰ 148ھ کی روایت :

ابن ابی لیلیٰ بھی یزید بن ابی زیاد کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔لہٰذا ان کی روایت میں قدیم السماع روایت ہے۔

نامحمدٌ، نابكرٌ، ناعيسى، عَنْ محمَدٍ، عَنْ يَزِيدَبْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحمنِ، عَنِ الْبراءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ رَسولِ اللهِ صَلىَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنَّهُ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ قَرِيبًا مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا حَتَّى يَنْصرِفَ۔ (معجم ابن الاعرابی رقم:۔ 599)

ترجمہ : حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ کانوں کے برابر ہو جاتے اور پھر ہاتھوں کو نہ اٹھاتے یہاں تک کہ (نماز سے) فارغ ہو جاتے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ وتوثیق درج ذیل ہے۔

ا۔محمد بن عبید بن اسباط	مجہول	اسکی ثقاہت معلوم نہ ہو سکی۔

مگر اس کی دیگر متابعات موجود ہیں، جس کی وجہ سے جہالت وجہ ضعف نہیں بنتی۔

۲۔بکر بن عبدالرحمن	ثقہ	تقریب التہذیب 744
۳۔عیسیٰ بن المختار	ثقہ	تقریب التہذیب 5322
۴۔ابن ابی لیلیٰ	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات عجلی 1618
۵۔۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات 1561
۵۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب 3993
۶۔حضرت براء بن عازبؓ	صحابی	تقریب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے محمد بن عبید بن اسباط کے اس کا تعین نہ ہو سکا کہ یہ راوی کون ہے۔مگر پھر بھی اس سند پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ اگر ابن ابی لیلیٰ سے نیچے کوئی راوی ضعیف بھی ہو تو اس سند پر کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ ابن ابی لیلیٰ نے یہ روایت اپنی کتاب میں لکھی تھی۔لہٰذا اگر کتاب سے یہ روایت ثابت ہو تو پھر نیچے سند کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعی ابن ابی لیلیٰ نے اسے اپنی کتاب میں لکھا؟ تو عرض یہ ہے کہ اس کا اعتراف خود امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے کیا ہے۔امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں۔

"حدثنا ابی عن محمد بن عبداللہ بن عمیر (ثقہ) قال نظرت فی کتاب ابن ابی لیلی فاذا هو یرویہ عن یزید بن ابی زیاد۔"

یعنی ابن عمیر (ثقہ) سے امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ ابن عمیر نے کہا کہ میں نے ابن ابی لیلی کی کتاب دیکھی تو وہ (ابن ابی لیلی نے اسے) یزید بن ابی زیاد (الکوفی) سے روایت کیا۔

(کتاب العلل 708)

امام بخاری لکھتے ہیں۔

"من حدث عن ابن ابی لیلی من کتابہ فانما حدث عن ابن ابی لیلی عن یزید"

(جزء رفع الیدین 341)

یعنی جس نے ابن ابی لیلی کی کتاب سے روایت کیا تو وہ ابن ابی لیلی عن یزید سے روایت کرتا ہے۔

اس مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ ابن ابی لیلی اس روایت کو جب کتاب سے روایت کرتا تو یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت نقل کرتے تھے۔

اہم نکتہ:

قارئین کرام! یہاں ایک علمی اور اہم نکتہ ملاحظہ فرمائیں کہ اس روایت میں ابن ابی لیلی پر جو جرح ہے وہ سیء الحفظ ہونے کی ہے۔ ایسے راوی کی اگر متابعات مل جائیں تو حدیث صحیح ہوگی۔ اور اگر کوئی ایسا راوی کتاب سے روایت کررہا ہوتو پھر بھی روایت صحیح ہوتی ہے۔ اب آپ اس کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کریں۔

۱۔امام بخاری لکھتے ہیں۔

"لان الکتاب احفظ عند اھل العلم" یعنی اہل علم کے نزدیک کتاب معتبر ہوتی ہے۔

امام بخاری کے اس اصول سے معلوم ہوا کہ جب راوی کوئی روایت کتاب سے روایت کرے تو اہل علم کے نزدیک معتبر ہوتی ہے۔ اگر چہ کتاب پر اعتراض نہ ہو۔

۲۔اب مقام تحقیق یہ ہے کہ کیا ابن ابی لیلی نے یہ روایت اپنی کتاب میں لکھی یا روایت لی تو خود امام بخاری لکھتے ہیں۔

فاما من حدث عن ابن ابی لیلی من کتابہ فانما حدث عن ابن ابی لیلی عن یزید۔

(جزء رفع الیدین 34)

یعنی جب کوئی ابن ابی لیلی کی کتاب سے روایت کرتا تو وہ ابن ابی لیلی عن یزید کی سند سے روایت کرتا۔

لہذا معلوم ہوا کہ ہ روایت ابن ابی لیلی نے اپنی کتاب میں لکھی تھی
اور یہی بات امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن عمیر (ثقہ) سے بھی نقل کی ہے۔
(کتاب العلل 708)

لہذا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ ابن ابی لیلی کی یہ روایت بالکل صحیح اور ثابت ہے کیونکہ ابن ابی لیلی عدالت کے لحاظ سے ثقہ اور حسن الحدیث ہیں اور انہوں نے یہ روایت اپنی کتاب میں لکھی اور کسی راوی کی کتاب اہل علم کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔ لہذا اس سند میں ابن ابی لیلی پر جرح ہی نہیں ہوسکتی۔ لہذا یہ روایت بالکل صحیح ہے اور اس پر اعتراض کرنا کم علمی اور غلط ہے۔

اصول حدیث کی روشنی میں اس حدیث کو ضعیف کہنا کم علمی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ یاد رہے کہ محدثین کرام نے جو اصول و قواعد مقرر کئے ہیں۔ انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تحقیق پیش کی ہے۔ اگر کسی کو اعتراض ہے تو محدثین کرام کے اصول وضوابط کے تحت اعتراض وارد کرے۔ مناظرانہ جواب دینے سے حقیقت کو چھپایا نہیں جاسکتا۔

مزید یہ کہ تحقیق کی روشنی میں ابن ابی لیلی سب سے قدیم اور اختلاط سے پہلے کے راوی ہیں۔ اور ان کے لئے کسی محدث کی تصریح کا حوالہ بھی ضروری نہیں کیونکہ ایک علمی شخص ابن ابی لیلی کی تاریخ وفات اور دوسرے راویوں کی تاریخ متوفی سے بخوبی نتیجہ اخذ کرسکتا ہے لہذا کسی محدث کا حوالہ مانگنا بھی غلط اور مردود ہے۔ میرے خیال میں اس حدیث کی اگر کوئی متابعت نہ بھی ہو تو یہ روایت اصول الحدیث کی روشنی میں بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ کیونکہ محدثین کرام نے جو علتیں بیان کی ہیں اگر ان کو مدنظر رکھا جائے تو یہ روایت ان علتوں سے بالکل مبرا ہے لہذا تحقیق پیش خدمت ہے:

اول تو محدثین کرام نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کے اختلاط کا الزام وارد کیا مگر یہ بات ثابت ہے کہ ابن ابی لیلی 148ھ قدیم الروایت شاگرد ہیں۔ لہذا اختلاط سے پہلے راویوں کی احادیث اصول حدیث کے تحت صحیح ہوں گی۔

ثانیاً یزید بن ابی زیاد پر تدلیس کا الزام بھی اس روایت میں غلط ہے۔ یہ بات تو صحیح ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی مدلس راوی ہے مگر اس روایت میں تدلیس کا الزام صحیح نہیں اگر تدلیس کا الزام صحیح ہے تو پھر ابن عیینہ کا اعتراض (جس پر دیگر تمام محدثین کا انحصار ہے) صحیح نہیں رہتا۔ کہ اس حدیث میں ثم لا یعود کے الفاظ زیادہ ہیں۔ کیونکہ اگر یہ حدیث سنی تو ثم لا یعود کی زیادتی کے الزام کا ظن ہوسکتا ہے اور اگر یزید بن ابی زیاد نے یہ حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلی سے تدلیس کی یعنی نہیں سنی تو پھر ثم لا یعود کی زیادتی کا الزام کیسا؟

مزید یہ کہ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی یہ جواب دینے کی کوشش کریں کہ اگر حدیث سنی ہے تو پھر تصریح بالسماع کیوں نہیں تو غرض یہ ہے کہ ان کا یہ جواب اصول حدیث کی روشنی میں مردود ہے کیونکہ اگر قرائن سے یہ ثابت ہوجائے کہ تدلیس ثابت نہیں ہوسکی تو پھر حدثنا، اخبرنا وغیرہ صیغوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اور مزید یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے

متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ دونوں موجود ہیں۔لہٰذا یزید پر ضعف،اختلاط اور تدلیس کے الزام مردود ہیں۔

ثالثاً ابن ابی لیلی نے یہ روایت اپنی کتاب میں روایت کی ہے۔لہٰذا ابن ابی لیلی پر بھی ضعیف،سیء الحفظ وغیرہ کے اعتراضات مردود ہیں۔اور خاص طور پر اس کے بہت سارے معتبر متابعات موجود ہیں۔

اس روایت میں محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی پر جرح قابل قبول نہیں ہے۔اول یہ کہ ابن ابی لیلی محدثین کرام کے نزدیک حسن الحدیث راوی ہیں۔دوم اگر راوی اپنی کتاب سے روایت کرے تو وہ روایت اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن نمیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کی کتاب میں دیکھا تو وہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کر رہا تھا۔(کتاب العلل للاحمد بن حنبل 143/1 ۔رقم 693)

یہاں میں عرض کر دوں کہ یہ روایت ابن ابی لیلیٰ نے یزید بن ابی زیاد سے بھی اور حکم اور عیسیٰ سے بھی لی ہے۔لہٰذا اس پر اعتراض باطل ہے اور اس کی تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے۔لہٰذا اس قسم کے اعتراضات سے عوام الناس کو گمراہ کرنا مردود ہے اور مزید یہ کہ ایسا اعتراض اصول الحدیث کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔

8۔ اسرائیل بن یونس 162ھ کی روایت :

اسرائیل بن یونس بھی یزید بن ابی زیاد الکوفی کے قدیم شاگرد ہیں لہٰذا روایت ملاحظہ کریں۔

رواہ البیہقی فی الخلافیات من طریق النصر بن شمیل عن اسرائیل عن یزید بلفظ " رفع یدیہ حذاء اذنیہ و لم یعد۔

(شرح ابن ماجہ للمغلطائی ص1469 ،الجواھر النقیٰ 76/2)

اس روایت میں سند کا اعتراض غلط ہے کیونکہ امام بیہقی کی کتاب خلافیات تا حال مکمل طبع نہیں ہوئی لہٰذا ان دو جلیل القدر روایت کی نشاندہی خلافیات بیہقی سے ہی کی ہے۔لہٰذا سند کا مطالبہ غلط ہے۔کم از کم اس روایت کی خلافیات کی غیر موجودگی کا دعویٰ تو غلط ثابت ہوتا ہے۔

الخلافیات للبیہقی کیونکہ اب مکمل مطبوع ہے اس کتاب میں اس کی سند ملاحظہ کریں۔

اخبرنا استاذ ابو طاہر محمد بن محمد بن محمش الزیادی،انا ابو بکر محمد بن حسین القطان،ثنا ابراھیم بن ابی صالح ثنا النضر بن شمیل عن اسرائیل عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی،عن البراء بن عازب قال رایت رسول اللہ ﷺ حین دخل فی الصلاۃ رفع یدیہ حذاء اذنیہ و لم یعد۔

(الخلافیات للبیہقی ج ۲ ص ۳۶۵ رقم الحدیث ۱۷۱۲)

9۔ اسماعیل بن زکریا الخلقانی 173ھ کی روایت:

اسماعیل بن زکریا بھی یزید بن ابی زیاد کے قدیم السماع شاگردوں میں سے ہیں ۔

حدثنی یحیٰ بن محمد بن صاعد نا محمد بن سلیمان لوین ثنا اسماعیل بن زکریا ثنا یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء انه :رأی رسول الله ﷺ حین افتتح الصلاة رفع یدیه حتی حاذی بهما أذنیه ثم لم یعد الی شیء من ذالک حتی فرغ من صلاته۔(سنن دارقطنی 293/1،الفصل للوصل 373/1)

ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں کے مقابل ہو گئے اور پھر دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا حتی کہ نماز سے فارغ ہو گئے ۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	حکم	حوالہ
۱۔یحیٰ بن محمد بن صاعد 318ھ	ثقہ۔امام الحافظ المجود	سیر اعلام النبلاء 283
۲۔محمد بن سلیمان لوین 246ھ	ثقہ	الکاشف 4882
۳۔اسماعیل بن زکریا 173ھ	صدوق یخطیء قلیلاً	تقریب التہذیب 445
۴۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات 1561
۵۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ	تقریب التہذیب 3993
۶۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	صحابی (کلھم عدول)	تقریب التہذیب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں ۔اور اسماعیل بن زکریا کے بارے میں یخطیء کے الفاظ ج ح اس راوی کو ضعیف نہیں بناتے کیونکہ اصول حدیث کی روشنی میں کم غلطیاں کرنے والا راوی ثقہ ہوتا ہے ۔

10۔ شریک بن عبداللہ 177ھ کی روایت :

شریک بن عبداللہ بھی یزید بن ابی زیاد الکوفی کے قدیم السماع شاگردوں میں سے ہیں ۔ان کی روایت ملاحظہ ہو ۔

ا)نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، أنا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، نا شَرِيكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ

رَفَعَ يَدَيْهِ قَرِيبًا مِنْ أُذُنَيْهِ، أَوْ نَحْوًا مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ لَمْ يَعُدْ۔ (مسند الرویانی رقم 344)

ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے کانوں کے برابر پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

۲) أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرحمان بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تُحَاذِيَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ۔

(التمهید ابن عبدالبر 215/ 9)

ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کانوں کے برابر کرتے اور پھر ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔محمد بن حارون الرویانی 307ھ	حافظ ثقه	سیر اعلام النبلاء 284-507/14
۲۔محمد بن اسحاق الصغانی 274ھ	ثقه ثبت	تقریب التہذیب 5721
۳۔معلی بن منصور الرازی 211ھ	ثقه نبیل	الکاشف 5564
۴۔شریک بن عبداللہ 177ھ	لیس به بأس	الکاشف 2276
۵۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقه	تاریخ اسماء الثقات 1561
۶۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقه تابعی	تقریب التہذیب 3993
۷۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	صحابی	تقریب التہذیب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔

گذارش ہے کہ شریک بن عبداللہ النخعی کی یہ روایت بڑی اہم ہے کیونکہ اول تو شریک بن عبداللہ قدیم السماع راوی ہیں۔ دوسرا یہ کہ شریک من عبداللہ کوفیوں کی حدیثوں کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔لہذا جب کوئی راوی ہوگی تو ترجیح شریک بن عبداللہ کو ہی ہوگی۔علامہ ذہبی اپنی کتاب الکاشف رقم 2276 پر شریک بن عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”هو اعلم بحديث الكوفين من الثوري“

یعنی کوفیوں کی روایات کو شریک بن عبداللہ سفیان ثوری سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔
لہٰذا شریک کی روایت سفیان بن عینیہ، شعبہ اور سفیان ثوری سے مضبوط ہوگی اگر راوی کوفی ہو۔اور یہاں پر شریک روایت ہی یزید بن ابی زیاد سے کررہے ہیں جو کہ کوفی راوی ہیں۔لہٰذا اس روایت پر کسی بھی طرح اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔مزید یہ کہ شریک بن عبداللہ کی تدلیس کا اعتراض بھی مردود ہوگا کیونکہ ان کے تقریباً 13 متابعات موجود ہیں۔

11۔ ابوعمر البزار کی روایت :

امام دینار بن عمر ابوعمر البزار کی روایت درج ذیل ہے۔

أَخْبَرَكُمْ أَبُو الْفَضْلِ الزُّهْرِيُّ، نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، نا صَالِحُ بْنُ مَالِكٍ، نا أَبُو عُمَرَ الْبَزَّازُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ» :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَعُودُ.

(حدیث ابی الفضل الزھری رقم۔ 123)

ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ کانوں کے برابر ہوجاتے اور پھر ہاتھوں کو نہ اٹھاتے یہاں تک کہ (نماز سے) فارغ ہوجاتے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
ا۔عبیداللہ بن عبدالرحمن ابوالفضل الزھری	ثقه	تاریخ بغداد 5531
۲۔ابراھیم بن عبداللہ بن ایوب المخرمی	مختلف فيه	تاریخ بغداد ۳۱۵۲
۳۔صالح بن مالک الخوارزمی	مستقيم الحديث صدوق	تاریخ بغداد4852
۴۔دینار بن عمر ابوعمر البزار	ثقه	الکاشف 1484
۵۔۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقه	تاریخ اسماء الثقات 1561
۶۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ	ثقه تابعی	تقریب 3993
۷۔حضرت براء بن عازب	صحابي	تقریب 648

اس سند میں ابراہیم بن عبداللہ المخرمی مختلف فیہ راوی ہے مگر اس روایت میں اس کا مختلف فیہ ہونا مضر نہیں

کیونکہ اس روایت کے متعدد شواہد اور متابعات موجود ہیں۔لہذا اس کے مختلف فیہ سے اس روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

تحقیق:

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یزید بن ابی زیاد کے قدیم السماع اور اختلاط سے قبل سننے والے 13 شاگردوں میں سے 11 شاگردوں نے ثم لا یعود یا اس کے مترادف الفاظ نقل فرمائے۔لہذا اصول کی روشنی میں ثم لا یعود اور دیگر الفاظ جو ترک رفع الیدین پر دلالت کرتے ہیں بالکل صحیح ثابت ہوتے ہیں۔اور جن محدثین کرام پر ان الفاظ کی زیادت واضح نہیں ہوسکی تو اس کے بارے میں اصول ہے کہ جاننے والے کی بات معتبر ہوتی ہے اور مزید یہ کہ دلائل نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ ترک رفع الیدین کے الفاظ محفوظ اور ثابت ہیں۔

اس مقام پر تصریح کر دوں کہ اگر بر سبیل تنزل ثم لا یعود پر اعتراض صحیح بھی ہو تو میں دیگر کتب سے اس بات کو واضح کر چکا ہوں کہ اگر ثم لا یعود کے الفاظ پر اعتراض وارد کیا جائے تو دوسرا متن جو کہ باقی راویان سے منقول ہے قبول کیا جانا چاہئے۔جس کا اقرار علامہ ابن عبدالبر نے کیا۔

قَالَ أَبو عمَرَ المحفوظ في حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبراءِ كَانَ رَسول اللهِ صَلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ وَقَالَ بَعْضهُمْ فِيهِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَأَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ فِيهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ فَخَطَأٌ عِنْدَ أَهْلِ الحدِيثِ۔

(التمهيد لابن عبدالبر 220/ 9)

یعنی یزید بن ابی زیاد کی وہ حدیث محفوظ ہے جس میں اول مرۃ یا مرۃ واحدۃ کے الفاظ ہیں اور جنہوں نے ثم لا یعود کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ محدثین کرام کے نزدیک خطاء ہے۔

قارئین کرام!

محدث ابن عبدالبر کے قول سے تو یہ واضح ہوگیا کہ رفع الیدین فی اول مرۃ اور رفع یدیہ مرۃ واحدۃ کے الفاظ ثابت اور محفوظ ہیں۔محدثین کرام کا اعتراض صرف ثم لا یعود پر ہے۔ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ چند محدثین کرام کا ثم لا یعود پر اعتراض اصول وتحقیق کی روشنی میں صحیح نہیں ہے کیونکہ یزید بن ابی زیاد کے تقریباً 11 قدیم السماع شاگرد اس لفظ یا اس سے مترادف الفاظ کو روایت کرتے ہیں۔مزید یہ کہ احناف کا موقف ان الفاظ کے بغیر بھی اول مرۃ یا مرۃ واحدۃ کے ساتھ بھی ثابت ہوجاتا ہے۔لہذا الفاظ اور متن میں باوجود اختلاف بھی الحمد للہ ہمارا موقف روز روشن کی طرح واضح ہے جس کی تصریح حافظ ابن عبدالبر نے التمھید 220/9 پر بھی کی ہے۔

یہاں مزید یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ غیر مقلد زبیر علیزئی اپنے مضمون" انوار الطریق ص 86 " (جو کہ انٹرنیٹ پر موجود ہے) پر اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اول مرۃ اور مرۃ واحدۃ اور دیگر الفاظ کا مطلب ایک ہی ہے۔ جب کہ غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب پہلے یہ کہتے تھے کہ ثم لا یعود کے الفاظ کے بغیر احناف کا موقف ہی ثابت نہیں ہوتا۔ مگر میرے جواب کے بعد غیر مقلد زبیر علیزئی یہ تو مان گیا ہے کہ اول مرۃ، مرۃ واحدۃ اور ثم لا یعود کا ایک ہی مطلب ہے۔ لہٰذا ہمارا تو دعوی ہے کہ آپ اس حدیث کو اصول کی روشنی میں ثم لا یعود کے الفاظ کے ساتھ مانیں یا مرۃ واحدۃ کے ساتھ مانیں یا اول مرۃ کے ساتھ مانیں۔ بہر صورت ترک رفع یدین کا ہی موقف ثابت ہوتا ہے۔

راقم نے اصول الحدیث اور محدثین کرام کی آراء میں اس حدیث کی تحقیق پیش کر دی ہے۔ اب یہ قارئین کرام پر منحصر ہے کہ اصول وضوابط کی روشنی میں زیر بحث حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں یا پھر شخصیت پرستی میں صحیح حدیث کو ماننے میں حیل وحجت سے کام لیتے ہیں۔ اس کا فیصلہ قارئین کرام خود ہی فرمائیں گے۔

زبیر علیزئی کے تیسرے اعتراض کا تحقیقی جائزہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی ترک رفع یدین کی حضرت براء بن عازب کی حدیث کا تیسرا جواب لکھتے ہوئے کچھ یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

> ''یزید بن ابی زیاد مدلس تھا۔۔۔۔۔ اسے امام دارقطنی اور حاکم وغیرھما نے مدلس قرار دیا ہے۔ یزید بن ابی زیاد سے رفع الیدین نہ کرنے کی یعنی'' ثم لا یعود'' وغیرہ کے مختلف الفاظ کے ساتھ جتنی روایات بھی ملتی ہیں کسی میں بھی سماع کی تصریح نہیں ہے۔ شعبہ کی روایت میں سماع کی تصریح ہے مگر اس میں رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ روایت یزید مدلس عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یاد رہے کہ مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے''۔ (نور العینین ص ۱۴۸)

الجواب:

عرض یہ ہے کہ اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد الکوفی پر تدلیس کا الزام صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسند حمیدی اور کتاب الام میں امام سفیان بن عینیہ کا اعتراض ظن پر مبنی تھا کہ اس میں ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی ہے۔ یہاں پر یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اگر اس حدیث میں ثم لا یعود کی زیادتی پر اعتراض چند محدثین کرام نے کئے ہیں مگر اہم بات یہ ہے کہ اگر یزید بن ابی زیاد نے اس حدیث میں تدلیس کی ہوتی تو پھر محدثین کرام کو یہ اعتراض کرنا چاہئے تھا کہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے نہیں سنا اور یزید بن ابی زیاد نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے مگر اس کے برعکس محدثین نے صرف ثم لا یعود کے الفاظ کی تلقین کا اعتراض ہی وارد کیا ہے۔ جس سے یہ بات

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد نے کوئی تدلیس نہیں کی۔غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ علمی مغالطہ ہے کہ جہاں مدلس راوی نظر آیا اور اس نے عنعنہ سے روایت کی تو بس پھر زبیر علیزئی غیر مقلد اس روایت پر اعتراض کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔مگر شاید انہیں یاد نہیں کہ وہ خود مدلس کے عن والی روایت میں استثناء اور تخصیص کے قائل ہیں۔لہذا عنعنہ والی روایت میں یہاں پر استثناء خود محدثین کرام کے اقوال سے ثابت ہے۔لہذا اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد الکوفی پر تدلیس کا اعتراض نقل کرنا اصول حدیث کے خلاف ہے۔مزید یہ کہ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی کو تدلیس کا الزام اتنا ہی پسند ہے تو عرض ہے کہ اس حدیث کے متعدد متابعات موجود ہیں۔جس کی وجہ سے تدلیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے۔یہاں یہ بیان کرتا چلوں کہ متابعات مل جانے سے راوی پر مثلاً سوء الحفظ ،تدلیس وغیرہ مردود اور غلط ثابت ہوتے ہیں۔

اهم نکته:

تدلیس اسے کہتے ہیں جس میں ایک راوی (شاگرد) نے اپنے استاد سے دیگر روایات تو سنی ہوں مگر خاص یا معین روایت نہ سنی ہو۔اب قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے سنی یا نہیں سنی۔؟

غیر مقلد زبیر علیزئی نے خود اپنی کتاب نور العینین ص 146 پر سفیان بن عیینہ سے بحوالہ مسند حمیدی 741 اور کتاب الام 104/1 سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ روایت جب سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے مکہ میں سنی تو ثم لا یعود کے بغیر سنی مگر جب یزید بن ابی زیاد سے کوفہ میں روایت سنی تو ثم لایعود کے الفاظ بڑھا دیئے۔(یہاں یہ یاد رہے کہ اول تو سفیان بن عیینہ کا اعتراض ظن پر مبنی تھا) اگر سفیان بن عیینہ کے اعتراض کو بالفرض مان لیا جائے تو یہ بات تو صاف ہوگئی کہ یہ روایت یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے سنی۔کیونکہ محدثین کرام (جن کا دارومدار صرف سفیان بن عیینہ کے قول پر ہے) خصوصاً سفیان بن عیینہ نے اعتراض صرف ثم لا یعود کے الفاظ کی اضافت پر ہے نہ یہ کہ یزید بن ابی زیاد نے یہ حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلی سے نہیں سنی۔اگر کوئی حوالہ موجود ہے تو غیر مقلد زبیر علیزئی پیش کرنے کی زحمت اٹھائیں۔مگر ایسا کوئی قول کتب حدیث میں نظر نہیں آتا۔

اور یہ کہ "ثم لا یعود" کی اضافت اور تدلیس یہ دونوں اعتراض ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔اگر ایک اعتراض صحیح ہے تو دوسرا اعتراض غلط ہے اور اگر پہلا اعتراض غلط ہے تو دوسرا صحیح ثابت ہوتا ہے۔ان دونوں اقوال میں نہ تو کوئی تطبیق ہے اور نہ ہی کوئی جواب۔

اگر سفیان بن عیینہ کا اعتراض مانا جائے تو پھر تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے اور اگر تدلیس کا الزام مان لیا جائے تو پھر سفیان بن عیینہ کا اعتراض قائم نہیں رہتا ہے۔اگر بالفرض غیر مقلد زبیر علیزئی یہ اعتراض کریں کہ اگر تدلیس

نہیں کی تو عن کے بجائے اخبرنا یا حدثنا کے الفاظ کیوں نقل نہیں کئے تو عرض یہ ہے کہ ایسا اعتراض ایک کم علم آدمی تو کر سکتا ہے مگر غیر مقلد زبیر علیزئی بزعم خویش پڑھا لکھا شخص ہر گز نہیں کر سکتا کیونکہ جب قرائن سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ ایک مدلس راوی نے اپنے استاد سے سنی ہے تو پھر صیغہ عن یا عنہ روایت کے لئے مضر نہیں ہوتا ہے۔ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی اپنے دعوی میں سچے ہیں تو زیادہ نہیں صرف اور صرف ایک مسلمہ محدث کا قول پیش کریں جس میں انہوں نے اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد الکوفی کی تدلیس کی صراحت کی ہو۔ اور اس مقام پر یہ کہہ دینا کہ محدثین کرام نے اصول وضع کر دئے ہیں کہ مدلس راوی کی عنعنہ والی روایت ضعیف ہتی ہے تو عرض یہ ہے کہ جس طرح محدثین کرام نے اصول وضع کئے ہیں کہ عنعنہ والی روایت قابل قبول نہیں ہے تو ٹھیک اسی طرح دیگر قرائن سے ثابت ہو جائے کہ تدلیس نہیں ثابت ہوئی تو حدیث صحیح ہوتی ہے جس کو غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب انوار الطریق میں مان چکے ہیں۔ لہذا اس حدیث میں قرائن کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی نے تدلیس نہیں کی ہے۔ لہذا تدلیس والا الزام باطل اور مردود ہے۔

یزید بن ابی زیاد الکوفی کے متابعات

یزید بن ابی زیاد الکوفی کی حدیث اصول کی روشنی میں صحیح اور ثابتہے مگر ہم مزید اس کے متابعات بھی پیش کرتے ہیں تاکہ کوئی شک اور شبہ کی گنجائش نہ رہے اور کسی قسم کا اعتراض نہ اٹھے۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس حدیث کو صحیح ماننا پڑے گا اور اگر صرف تعصب پیش نظر رہے تو پھر کوئی دلیل بھی کارگر نہ ہوگی اور پھر یہ باور کرانا کہ ہم تو صحیح حدیث کو تسلیم کرتے ہیں بالکل عبث ہے۔ لہذا قارئین کرام یزید بن ابی زیاد کے متابعات ملاحظہ فرمائیں۔

۱) متابع نمبر ا کی پہلی سند :

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ، قَالَ ثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أنا خَالِدٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحمنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ (كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ إِبْهَامَاهُ قَرِيبًا مِنْ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ ،ثُمَّ لَا يَعُودُ)۔

(شرح معانی الآثار 224/1 رقم 1347)

ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب تکبیر افتتاح (تکبیر تحریمہ) فرماتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی

دوں تک پہنچ جاتے۔ پھر رفع الیدین کی طرف نہ لوٹتے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے۔

راوی	توثیق	حوالہ
۱۔ابراھیم بن ابی داؤد الکوفی	حافظ المجودین الثقات الاثبات	سیر اعلام النبلاء 237
۲۔عمرو بن عون الواسطی 225ھ	ثقہ ثبت	تقریب 5088
۳۔خالد بن عبداللہ الواسطی 179ھ	ثقہ عابد	الکاشف 1323
۴۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی 148ھ	صدوق ثقہ	تاریخ اسماء الثقات 1561
۵۔عیسی بن عبدالرحمن بن ابی لیلی	ثقہ	تقریب التہذیب 5307
۶۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب التہذیب 3993
۷۔حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب التہذیب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔اور متابعات اور شواہد میں ابن ابی لیلی کی حدیث رد نہیں کی جاسکتی۔مزید یہ کہ ابن ابی لیلی پر جرح کی وجہ اور تعدیل کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔

ب)متابع نمبر ا کی دوسری سند:

نا أبو الأشعث، نا زياد البكائي، نا محمد بن عبد الرحمن، عن عيسى، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أوجب الصلاة فرفع يديه حتى حاذتا بأذنيه مرة واحدة، لا يزيد على ذلك۔(مسند الرویانی 348)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو رفع الیدین کرتے یہاں تک کہ کانوں تک پہنچتے۔رفع الیدین ایک مرتبہ کرتے پھر اس پر زیادہ نہ کرتے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے۔

راوی	توثیق	حوالہ
۱۔احمد بن مقدام ابوالاشعث 253ھ	ثقہ	الکاشف 89
۲۔زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی	مختلف فیہ	تقریب التہذیب 2085

۳۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی148ھ	صدوق ثقه	تاریخ اسماء الثقات 1561
۴۔عیسی بن عبدالرحمن بن ابی لیلی	ثقه	تقریب التہذیب 5307
۵۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ	ثقه تابعی	تقریب التہذیب 3993
۶۔حضرت براء بن عازب ؓ	صحابی	تقریب التہذیب 648

اس سند میں زیاد بن عبداللہ البکائی مختلف فیہ ہے مگر حدیث پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ دیگر متابعات اور شواہد موجود ہیں۔

متابع نمبر ۲ کی پہلی سند :

ا)حَدَّثنا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الحَكَمِ وَعِيسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحمنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبراءِ بْنِ عَازِبٍ؛ أَنَّ النَّبِيَّ صَلى الله عَلَيهِ وسَلمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ لاَ يَرْفَعُهمَا حَتَّى يَفْرُغَ۔(مصنف ابن ابی شیبہ 2455)

ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

ا۔وکیع بن الجرح 128-197ھ	ثقه عابد	تقریب التہذیب 7414
۲۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی 148ھ	صدوق ثقه	تاریخ اسماء الثقات 1561
۳۔الحکم بن عتیبہ الکندی 115ھ	ثقه	الکاشف 1185
۴۔عیسی بن عبدالرحمن بن ابی لیلی	ثقه	تقریب التہذیب 5307
۵ ۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ	ثقه تابعی	تقریب التہذیب 3993
۶۔حضرت براء بن عازب ؓ	صحابی	تقریب التہذیب648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صحیح ہیں۔اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں عرض کیا جاچکا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ حسن الحدیث اور صدوق ہے۔لہذا ابن ابی لیلیٰ پر اعتراض کرنا مردود اور باطل ہے۔

متابع نمبر ۲ کی دوسری سند:

۲) حَدَّثَنَا إِسحَاقُ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي لَيلَى، عَنِ الحَكَمِ، وَعِيسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحمنِ بْنِ أَبِي لَيلَى، عَنِ البَراءِ، »أَنَّ النَّبِيَّ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيهِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُ حَتَّى يَنْصَرِفَ۔ (مسند ابی یعلی 248/3)

ترجمه : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔اسحاق بن اسماعیل 225ھ	ثقه	الکاشف 286
۲۔وکیع بن الجراح 197ھ	ثقه عابد	تقریب التہذیب 7414
۳۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 148ھ	صدوق ثقه	تاریخ اسماء الثقات 1561
۴۔الحکم بن عتیبہ الکندی 115ھ	ثقه	الکاشف 1185
۵۔عیسی بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ	ثقه	تقریب التہذیب 5307
۶۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقه تابعی	تقریب 3993
۷۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	صحابی	تقریب 648

متابع نمبر ۲ کی تیسری سند:

۳)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ النُّعمانِ، قَالَ :ثنا يَحيَى بْنُ يَحيَى، قَالَ :ثنا وَكِيعٌ، عَنِ ابنِ أَبِي لَيلَى، عَنْ أَخِيهِ، وَعَنِ الحَكَمِ، عَنِ ابنِ أَبِي لَيلَى، عَنِ البَراءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ (كَانَ النَّبِيُّ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ,رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ إِبْهَامَاهُ قَرِيبًا مِنْ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ ,ثُمَّ لَا يَعُودُ)۔ (شرح معانی الآثار 224/1)

ترجمه : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر افتتاح (تکبیر تحریمہ) فرماتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے حتی کہ آپ کے ہاتھوں کے انگوٹھے آپ کے کانوں کی لووں تک پہنچ جاتے۔ پھر رفع الیدین کی طرف نہ لوٹتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

ا۔محمد بن نعمان بن بشیر	ثقہ	تقریب التہذیب 6357
۲۔یحیٰ بن یحیٰ بن بکر 226ھ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب 7668

بقیہ رجال کی تفصیلات گزر چکی ہیں ان کی توثیق ثابت کر دی گئی ہے۔اس مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان متابعات کے تمام اسناد بھی صحیح اور ثابت ہیں۔لہذا یہ تمام متابعات بھی اپنی جگہ ایک مستقل حدیث کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ اب ان تمام سندوں کا رد سوائے ضدی اور مسلکی حمایت کے علاوہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ ان مندرجہ بالا احادیث میں عیسی بن عبدالرحمن (ثقہ) اور ابن الحکم بن عتیبہ (ثقہ) راویوں نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متابعت کی ہوئی ہے۔لہذا یزید بن ابی زیاد الکوفی کی روایت بالکل صحیح اور ثابت ہے۔اور اس پر تدلیس کا الزام بھی غلط ہے۔لہذا اس حدیث پر غیر مقلد زبیر علیزئی کا تیسرا اعتراض (جو انہوں نے نور العینین ص 148 پر کیا) بھی غلط اور مردود ہے۔کیونکہ اول تو اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد نے تدلیس نہیں کی اور دوم یہ کہ اس کے معتبر متابعت بھی موجود ہیں۔

متابعت (قاصرہ) نمبر ۳ کی دو سندیں:

قارئین کرام! اس حدیث کی متابعت قاصرہ بھی موجود ہے جس سے اس حدیث پر کئے گئے تمام اعتراضات رفع ہوجاتے ہیں۔

أَخْبرنَا عَلِيُّ بنُ أَحمدَ بنِ عُمَرَ المقرئُ، قَالَ:حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بنُ أَحمدَ الْقِرْمِسِينِيّ، قَالَ:حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ مُوسَى الأَسَدِيُّ، وَأَخْبرنَا عَبْدُ الْبَاقِي بنُ محمَّدِ بنِ أَحمدَ الطَّحَانُ، قَالَ:أَخْبرنَا محمَّدُ بنُ أَحمدَ بنِ الحسَنِ الصَّوَاف، قَالَ:حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ مُوسَى، قَالَ:حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ دَاوُدَ، قَالَ:حَدَّثَنَا عَافِيَةُ بنُ يَزِيدَ، عَنِ ابنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الحكَمِ، عَنِ الْبراءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيثٍ قَبْلَهُ :"إِنَّهُ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ لاَ يَعُودُ"۔(تاریخ بغداد 254/14،رقم 6705)

ترجمہ :حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے۔پھر نہ لوٹتے (یعنی رفع الیدین نہ کرتے تھے)۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	حکم	حوالہ
ا۔علی بن احمد باعمر بن حفص المقری (شیخ)	ثقه	الاکمال لابن ماکولا 289/3
۲۔ابراهیم بن احمد بن الحسن القرمسینی	(روی عنه)ثقه	تاریخ بغداد 3044
۳۔بشر بن موسیٰ الاسدی (و)	ثقه أفیاعاقلاً	تاریخ بغداد 3523

دوسرا طرق:۔

راوی	حکم	حوالہ
۴۔عبدالباقی بن محمد بن احمد الطحان	(شیخ) ثقه	تاریخ بغداد 5778
۵۔محمد بن احمد بن الحسن الصواف	المحدث ثقه الحجة	سیر اعلام النبلاء 130
۶۔بشر بن موسیٰ الاسدی	ثقه	تاریخ بغداد 3523
۷۔موسیٰ بن داؤد الضبی 217ھ	ثقه زاهد	الکاشف 5692
۸۔عافیہ بن یزید	ثقه	تہذیب التہذیب 53/5
۹۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ	صدوق ثقه	تاریخ اسماء الثقات 1561
۱۰۔ابوالحکم زید بن ابی الشعثاء	ثقه	الکاشف 1741
۱۱۔حضرت براء بن عازب ؓ	جلیل القدر صحابی	تقریب التہذیب 648

اس روایت کی سند صحیح اور ثابت ہے۔تاریخ بغداد رقم 6752 میں اس حدیث میں الحکم لکھا گیا جو کہ میرے خیال میں دراصل ابوالحکم ہے۔لہٰذا دیگر کتابوں سے اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔اس مندرجہ بالا روایت سے یزید بن ابی زیاد الکوفی کی روایت سے حضرت براء بن عازب کی ترک رفع الیدین کی حدیث کو ایک منفرد مقام کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔اس متابعت قاصرہ سے اس سند پر تمام اعتراضات غلط اور باطل ثابت ہو جاتے ہیں۔اس سند میں محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ پر اپنے اعتراضات کی مشین چلانا بھی صحیح نہیں کیونکہ اول تو خود ابن ابی لیلیٰ ثقہ اور حسن الحدیث راوی ہے اور مزید یہ کہ ابن ابی لیلیٰ کے متعدد متابعات پیش کئے جا چکے ہیں۔لہٰذا متابعات کی روشنی میں ایسے اعتراضات اصول کی روشنی میں غلط ہیں۔لہٰذا عوام الناس کو کسی بھی طرح کا مغالطہ دینا ایک برا عمل ہے۔ہم نے اس حدیث کے تمام متابعات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دئے ہیں۔اگر انصاف پسندی سے دیکھا جائے تو ضرور اس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اگر مسلکی تعصب پیش نظر رہا تو یکطرفہ جانبداری کی روشنی میں کئے گئے اعتراضات کی کوئی حیثیت نہ رہے گی۔

اگر یہ اعتراض وارد کیا جائے کہ ایسے اعتراضات تو محدثین عظام سے بھی ثابت ہیں تو عرض یہ ہے کہ محدثین کرام کے سامنے جو باتیں تھیں انہوں نے پیش فرما دیں۔ یہ لازمی نہیں کہ ان کے سامنے تمام حقائق اور شواہد بھی ہوں۔ اگر تحقیق کی روشنی اور محدثین کرام کے وضع کردہ اصولوں کے تحت کوئی چیز ثابت ہو تو پھر حق بات تو یہ ہے کہ اصولوں کو مانا جائے اور یہ بھی یاد رہے کہ نہ جاننے والے پر جاننے والے کی فوقیت ہوتی ہے۔

اس مقام پر یہ واضح کر دوں کہ اگر غیر مقلد زبیر عیزئی صاحب نے ابن ابی لیلیٰ پر اعتراض کیا تو عرض کر دی گئی ہے کہ اس کے بہت سے متابعات نقل کر دیئے گئے ہیں اور ایک مضبوط متابعت (جو دراصل میں ایک مستقل صحیح حدیث ہے) آگے اعتراض نمبر 6 کے تحقیقی جائزہ میں آرہی ہے۔ جس سے غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراض کا جواز ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ترک رفع یدین کی حضرت براء بن عازب سے مروی روایت صحیح اور ثابت ہے۔

زبیر علیزئی کے چوتھے اعتراض کا تحقیقی جائزہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی حضرت براء بن عازب کی حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

"محدثین کرام کا اجماع ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے"۔"اور نہ کرنے" کے الفاظ اس میں یزید بن ابی زیاد نے اضافہ کر دیے ہیں۔۔۔۔کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا"۔

(نورالعینین ص 148-149)

جواب :

عرض یہ ہے کہ محدثین کرام کے اقوال کا تحقیقی جائزہ اور ان کے جوابات پیش کئے جا چکے ہیں۔ مزید یہ کہ محدثین کرام کا اعتراض صرف "نہ کرنے ثم لا یعود" کے الفاظ پر تھا۔ ثم لا یعود پر اعتراض اس وقت ہو سکتا تھا کہ جب یزید بن ابی زیاد الکوفی اس روایت میں تنہا ہوتے۔ اس روایت کو تو دو ثقہ راوی حکم بن عتیبہ اور عیسیٰ بن عبدالرحمن بن لیلیٰ بھی بیان کرتے ہیں اور یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متابعت بھی کر رہے ہیں۔ لہذا متابعت کے ہونے سے اس روایت پر اعتراض محدثین کرام کے وضع کردہ اصولوں کے خلاف ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی نے عوام الناس پر رعب ڈالنے کے لئے 11 محدثین کرام کے حوالے دیے ہیں مگر یہاں پر تصریح کر دوں کہ ان محدثین کرام نے صرف اور صرف ثم لا یعود کے الفاظ پر ہی اعتراض کیا ہے۔ مگر احناف کا دعویٰ الحمدللہ ثم لا یعود کے بغیر بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور مزید یہ کہ ثم لا یعود کے الفاظ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے تقریباً 11 شاگرد روایت کرتے ہیں۔ لہذا ثم لا یعود پر اعتراض صحیح نہیں ہے اور جبکہ 2 ثقہ محدث یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متابعت بھی کر رہے ہیں۔

غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب نورالعینین ص 149 پر لکھتے ہیں۔

''کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا''۔

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ دعویٰ غلط اور مردود ہے۔کیونکہ اس حدیث کی تصحیح اور تحسین بہت سارے محدثین کرام نے کی ہے۔ان پیش کردہ حوالوں میں ایک نام حافظ ابن عبدالبر کا بھی ہے۔جنہوں نے اپنی کتاب التمھید 220/9 پر خود یزید بن ابی زیاد الکوفی کی حدیث کو المحفوظ کہا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

"المحفوظُ في حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلى عَنِ الْبراءِ كَانَ رَسولُ اللهِ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ"

یعنی یزید بن ابی زیاد الکوفی کو وہ حدیث محفوظ ہے جس میں اول مرۃ یا مرۃ واحدۃ کے الفاظ ہیں۔

اب اگر محفوظ حدیث کے بارے میں غیر مقلد زبیر علیزئی یہ دعویٰ کریں کہ اس کی کسی محدث نے صحیح یا تحسین نہیں کی تو اس کی حیثیت قارئین کرام کے سامنے ہے۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی نورالعینین ص 149 پر لکھتے ہیں۔

"قال یحیٰ بن معین فی روایۃ الدوری 64/3 حدیث البراء ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ لیس ھو الصحیح الاسناد۔

یعنی یحیٰ بن معین نے حضرت براء بن عازب والی حدیث کو لیس ھو الصحیح الاسناد لکھا یعنی اس کی اسناد صحیح نہیں ہے"۔

جواب:۔

یحییٰ بن معینؒ کا جواب دیتے ہوئے محدث یعقوب بن سفیان الفسوی 347ھ لکھتے ہیں۔

"وَظَنَنْتُ أَنَّ الَّذِي حَكَى لم يَضْبِطْ كَلَامَ يحيى» لِأَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي زِيَادٍ وَإِنْ كَانَ قَدْ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِيهِ لِتَغَيُّرِهِ فِي آخِرِ عُمْرِهِ، فَهُوَ عَلَى الْعَدَالَةِ وَالثِّقَةِ وَإِنْ لم يكن مثل منصور والحكم «والأعمش فَهُوَ مَقْبُولُ الْقَوْلِ ثِقَةٌ. (المعرفۃ والتاریخ 81/3)

ترجمہ: یعنی یحییٰ بن معین کا کلام (جرح) مضبوط نہیں ہے۔یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لوگوں نے آخری عمر میں تغیر حفظ کی وجہ سے کلام کلام کیا مگر وہ عادل اور ثقہ ہے۔وہ منصور، الحکم اور اعمش کی مثل نہیں ہے مگر یزید

بن ابی زیاد کا قول مقبول اور ثقہ ہے۔

یہاں قارئین کرام کی توجہ ایک اہم نکتہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کسی بھی محدث کا اسنادہ صحیح یا اسنادہ حسن کہنا ہی اس کی تصحیح نہیں ہوتا۔ یہاں یہ یاد رکھیں کہ محدث الفسوی امام یحیٰ بن معین کی جرح کا جواب دیتے ہوئے رد کر رہے ہیں۔ اور امام یحیٰ بن معین نے اس کی سند کے بارے میں لکھا کہ لیس ھو اصح الاسناد یعنی اس کی اسناد صحیح نہیں ہے تو اب آپ خود سوچیں کہ یعقوب الفسوی نے کس چیز کارد اور جواب دیا ہے۔ظاہر ہے کہ لیس ھو الصحیح الاسناد کا جواب ہی دیا ہے ۔اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ لیس ھو الصحیح الاسناد کا جواب صرف ھو الصحیح الاسناد ہی ہو سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ محدث یعقوب بن سفیان الفسوی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور اس تصحیح کے ساتھ ہی غیر مقلد زبیر علیزئی کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہوا۔

ان محدثین کرام کے علاوہ امام طحاوی، حافظ مغلطائی، علامہ عینی، علامہ ترکمانی حنفی، ابن الھمام اور قاسم بن قطلو بغا (ثقہ) نے اس حدیث کی تصحیح اور تحسین پر کام کیا ہے۔

زبیر علیزئی کے پانچویں اعتراض کا تحقیقی جائزہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی حضرت براء بن عازب کی حدیث پر پانچواں اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اس بات پر بھی آئمہ حدیث کا اجماع ہے کہ یزید الکوفی کی حدیث میں ''لم یعد'' کے الفاظ مدرج ہیں۔حافظ ابن حجر نے کہا۔حفاظ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں لم یعد کا قول کا مدرج ہے اس سے شعبہ، ثوری، خالد اور زھیر وغیرھم نے اس قول کے بغیر اس روایت کو بیان کیا ہے''۔(نور العینین ص 149)

جواب :

عرض یہ ہے کہ اس حدیث پر مدرج کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے التلخیص الکبیر 221/1 پر یہ لکھا ہے کہ یزید بن ابی زیاد سے ثم لا یعود کے بغیر شعبہ، ثوری، خالد اور زھیر نے روایت کیا ہے۔جب انہوں بغیر ثم لا یعود کے الفاظ کے یہ حدیث نقل کی ہے تو مدرج کیسے؟ ۔دراصل محدثین کرام کا مدرج کا اعتراض صرف اور صرف اس لئے ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے اس کے متقدم شاگردنے ثم لا یعود کے الفاظ نقل نہیں کئے مگر پچھلے صفحات پر اس کی مفصل تحقیق ہو چکی ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے متقدمین شاگردوں نے ثم لا یعود کے الفاظ کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

یہاں پر مدرج کا اعتراض دووجہ سے صحیح نہیں ہے۔

❁ اول تو یزید بن ابی زیاد الکوفی کی درج ذیل محدثین نے متابعت تامہ اور قاصرہ کی ہے۔

۱۔عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (ثقہ)۔اس کی روایت شرح معانی الآثار 1347 اور مسند الرویانی 346 پر موجود ہے۔

۲۔الحکم بن عتیبۃ (ثقہ)۔ان کی روایت مصنف ابن ابی شیبہ 2455،شرح معانی الآثار 224/1 اور مسند ابی یعلیٰ 248/3 پر موجود ہے۔

۳۔ابوالحکم (ثقہ)۔ان کی روایت تاریخ بغداد 6752 پر موجود ہے۔

❁ دوم یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے مندرجہ ذیل متقدمین شاگردوں نے ثم لا یعود کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

۱۔ھیثم بن بشیر (ثقہ)۔ان کی روایت مسند ابی لیلیٰ رقم 1691 پر موجود ہے۔

۲۔عبداللہ بن ادریس (ثقہ)۔ان کی روایت مسند ابی لیلیٰ رقم 1692 پر موجود ہے۔

۳۔سفیان ثوری (ثقہ)۔انکی روایت شرح معانی الآثار رقم 224/1 پر موجود ہے۔

۴۔سفیان بن عینیہ (ثقہ)۔ان کی روایت مصنف عبدالرزاق رقم 2531 پر موجود ہے۔

۵۔موسیٰ بن محمد الانصاری (ثقہ)۔کی روایت التمھید 215/9 پر موجود ہے۔

۶۔شعبہ بن الحجاج (ثقہ)۔کی روایت سنن الدارقطنی 293/1 پر ہے۔

۷۔ابن ابی لیلیٰ (حسن الحدیث)۔کی روایت معجم الاعرابی رقم 585 پر ہے۔

۸۔اسرائیل بن یونس (ثقہ)۔کی روایت الجواھر النقی 76/2 پر ہے۔

۹۔اسماعیل بن زکریا (ثقہ)۔کی روایت سنن الدارقطنی 293/1 پر موجود ہے۔

۱۰۔شریک بن عبداللہ (ثقہ) کی روایت مسند الرویانی رقم 341 اور التمھید ابن عبدالبر ۹/ ۲۱۵ پر موجود ہے۔

۱۱۔ابوعمر البزار (ثقہ)۔کی روایت حدیث ابی الفضل الزھری رقم 105: پر موجود ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ اور انکے قدیم شاگردوں کی ثم لا یعود کی روایتوں سے اس روایت پر مدرج کا الزام غلط ہے۔اور اصول الحدیث کی روشنی میں یہ حدیث صحیح ثابت ہوتی ہے۔

زبیر علیزئی کے چھٹے جواب کا تحقیقی جائزہ:

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص 150 پر لکھتے ہیں کہ

"خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اپنے مفہوم پر غیر صریح ہے۔۔۔۔محمد بن ابی لیلیٰ نے اس

روایت کوعن أخیہ عیسیٰ عن الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب کی سند سے بیان کیا ہے ۔(سنن ابی داؤد رقم 752)۔امام ابوداؤد نے کہا :"هذاالحديث ليس بصحيح"۔یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔اس میں علت قادحہ یہ ہے کہ محمد بن ابی لیلیٰ نے یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے سنی تھی،امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن نمیر (ثقہ) سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کی کتاب میں دیکھا تو وہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کر رہا تھا"۔کتاب العلل 143/1)

(اس پر طرہ یہ ہے کہ محمد بن ابی لیلیٰ خود بھی ضعیف ہے۔حتی کہ طحاوی حنفی نے بھی اسے مضطرب الحفظ جدا قرار دیا ہے۔(مشکل الآثار 226/3)۔زیلعی نے کہا :ضعیف۔(نصب الرایہ 318/1)لہذا یہ متابعت مردود ہے۔اصل دارومدار محمد بن ابی لیلیٰ کے استاد یزید بن ابی زیاد ضعیف کوفی شیعہ مدلس پر ہے۔

جواب :

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض بھی اصول الحدیث کی روشنی میں مردود ہے۔

✿ کیونکہ اول تو یہ حدیث اپنے مفہوم پر صریح ہے۔اس میں ثم لا یعود، مرۃ واحدۃ اور اول مرۃ کے الفاظ ترک رفع الیدین پر صریح اور واضح ہیں۔مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے اپنی کتاب انوار الطریق (جو انٹرنیٹ پر موجود ہے) پر ان الفاظ کو ترک رفع الیدین پر صراحت کا اقرار بھی کیا ہے۔

✿ ثانیاً الزامی جواب یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ زبیر علیزئی صاحب نے اپنے مضمون" انوار الطریق" میں سنن ابی داؤد کے ابن داسہ کے نسخہ کا حوالہ دیا ہے اور میرے خلاف حوالہ پیش کیا ہے۔لہذا وہ نسخہ زبیر علیزئی کے نزدیک معتبر ہے۔نسخہ ابن داسہ میں امام ابوداؤد کی یہ جرح ہی موجود نہیں ہے۔اگر اس نسخہ کو حجت تسلیم کرتے ہیں تو پھر اس میں جرح کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔لہذا اس جرح کو پیش کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

✿ حیققی جواب عرض یہ ہے کہ امام ابوداؤد کی جرح اس حدیث پر مضر نہیں ہے کیونکہ خود زبیر علیزئی صاحب نور العینین ص 150 پر اس جرح کی علت یہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث ابن ابی لیلیٰ نے یزید بن ابی زیاد الکوفی سے سنی تھی غیر مقلد زبیر علیزئی کا مطلب یہ ہے کہ ابن ابی لیلیٰ عن أخیہ عیسیٰ عن الحکم کی سند صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح سند ابن ابی لیلیٰ عن یزید بن ابی زیاد ہے۔قارئین کرام آپ اس بات کو ذہن نشین فرما لیں کہ ہمارا استدلال تو ہے ہی ابن ابی لیلیٰ عن یزید بن ابی زیاد الکوفی کی سند سے ہے۔ہم نے تو ابن ابی لیلی عن اخیہ عیسی عن الحکم یا ابن ابی لیلی عن الحکم و عیسی کی سند تو متابعت میں نقل کی ہے مگر یہ سند بھی بالکل ٹھیک ہے۔لہذا یہ اعتراض درست نہیں ہے۔مزید یہ کہ اس حدیث کے متابعت تامہ کے علاوہ متابعت قاصرہ تاریخ بغداد رقم :6752 سے صحیح سند کے ساتھ ثابت کر

دی ہے۔

ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ خود زبیر علیزئی نے نور العینین ص 150 پر اس بات کا دبے لہجے میں اقرار کیا ہے کہ ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد الکوفی کی سند سے روایت صحیح ہے۔

❁ جب غیر مقلد زبیر علیزئی نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد الکوفی کی سند ٹھیک ہے تو پھر اس کو رد کرنے کے لئے بڑے ہی اطمینان سے لکھتے ہیں۔"اس پر طرہ یہ ہے کہ محمد بن ابی لیلیٰ خود بھی ضعیف ہے۔(نور العینین ص 150)

مگر عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض اور جواب صرف اور صرف مغالطہ ہے۔

❁ کیا زبیر علیزئی کو معلوم نہیں کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرنے میں ابن ابی لیلی منفرد ہیں؟ مگر جواب یہ ہے کہ اگر ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد کی سند ہی صحیح ہے یعنی اس طریق سے صحیح ہے تو پھر ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد کی سند میں ابن ابی لیلی کے علاوہ روایت کرنے والے دیگر 10 راوی بھی موجود ہیں۔ان روایات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا چکا ہے۔یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرنے میں صرف ابن ابی لیلی تنہا نہیں کہ آپ ابن ابی لیلی پر جرح کر کے اس روایت کو ضعیف کہنا شروع کر دیں۔

اول: یہ کہ ابن ابی لیلی حسن الحدیث اور ثقہ ہیں۔

دوم: یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرنے میں ابن ابی لیلی کے علاوہ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن ادریس، ہشیم بن بشیر، موسی بن محمد الانصاری، اسرائیل بن یونس، اسماعیل بن زکریا، شریک بن عبداللہ اور ابوعمر البزار جیسے ثقہ اور جلیل القدر محدثین کرام ہیں۔لہذا مغالطہ دے کر فوراً اس حدیث میں ابن ابی لیلی پر جرح کرنا مردود ہے۔

❁ مزید تحقیق یہ ہے کہ جس طرح ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد کی سند درست ہے اسی طرح ابن ابی لیلی عن الحکم کی سند بھی صحیح اور درست ہے۔کیونکہ اس حدیث کو عن الحکم سے روایت کرنے میں ابن ابی لیلی منفرد نہیں بلکہ قاضی ابو یوسف (ثقہ) امام بھی ان کے متابع موجود ہیں۔لہذا درج ذیل روایت ملاحظہ کریں۔

حدثنا القاضي أبو أحمد محمد بن أحمد بن إبراهيم، حدثني محمد بن جعفر بن محمد، ثنا رجاء بن صهيب، سمعت الحسين بن حفص، عن أبي يوسف، وعن ابن أبي ليلى، عن الحكم، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء، قال» :رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة كبر حتى رأيت إبهاميه حذاء أذنيه، ثم لم يرفعهما حتى سلم۔(اخبار اصبہان للامام ابونعیم اصبہانی رقم ۱۱۹۶)

ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جس وقت نماز شروع کی تو اللہ اکبر کہا حتی کہ میں نے دیکھا کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا۔ پھر دونوں ہاتھ نہ اٹھائے حتی کہ سلام پھیرا۔

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ وتوثیق درج ذیل ہے۔

راوی	توثیق	حوالہ
ا۔ابونعیم الاصبہانی	واحد فی عصرہ فی فضلہ	منتخب من کتاب السیاق نیشاپور 198
۲۔ابواحمد محمد بن احمد بن ابراھیم العسال۔	ثقہ صالح۔	تاریخ بغداد رقم 106 سیر اعلام النبلاء 6/ 16
۳۔محمد بن جعفر بن محمد بن سعید	شیخ کثیر الحدیث ثقہ	تاریخ اصبہان 1535
۴۔رجاء بن صہیب	انہ لم یکن باصبھان افضل منہ	طبقات اصبہان 191/2
۵۔الحسین بن حفص قاضی	محلہ صدق	الکاشف 1086
۶۔ابی یوسف قاضی یعقوب بن ابراھیم۔	امام مجتہد علامہ المحدث	سیر اعلام النبلاء رقم 141
۷۔ابن ابی لیلیٰ	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات عجلی رقم 1618
۸۔الحکم بن عتیبہ	ثقہ	الکاشف 1185
۹۔عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ	ثقہ	تقریب التہذیب 5307
۱۰۔حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب التہذیب 648

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح اور ثابت ہے۔ابن ابی لیلی اور قاضی ابو یوسفؒ پر اعتراضات فضول اور مردود ہیں۔اس سند میں امام ابو یوسفؒ نے ابن ابی لیلی کی متابعت کی ہوئی ہے۔

لہذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ الحکم بن عتیبہ سے روایت کرنے میں ابن ابی لیلی منفرد نہیں بلکہ امام ابو یوسف ان کے (ثقہ) متابع بھی ہیں۔لہذا یہ سند بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

مزید یہ کہ جس طرح ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد کی سند صحیح ہے۔بالکل اسی طرح ابن ابی لیلی عن الحکم کی سند بھی صحیح اور ثابت ہے۔اس لئے ابن ابی لیلی کی عن الحکم اور ابن ابی لیلی عن عیسی اور ابن ابی لیلی عن الحکم اور ابن ابی لیلی عن الحکم وعیسی کے تینوں طریق محفوظ اور ثابت ہیں۔لہذا یہ متابعات بھی درست اور اصول الحدیث کی روشنی میں صحیح ہیں۔اس متابعت پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔اس حدیث کا دارومدار صرف یزید بن ابی زیاد پر بھی نہیں بلکہ متابعت قاصرہ اور متابعت تامہ کے ساتھ یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے۔بر سبیل تنزل یزید بن ابی زیاد الکوفی پر دارومدار ماننے کی صورت میں

بھی یہ حدیث صحیح ثابت ہے اور پہلے یہ عرض کی جا چکی ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی حافظہ خراب ہونے سے پہلے ثقہ اور ثابت ہیں اور اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد الکوفی پر قرائن اور شواہد کی روشنی میں اعتراض باطل اور مردود ہے۔

قارئین کرام!

اس مندرجہ بالا تحقیق سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا اس حدیث پر اعتراضات کرنا باطل ،مردود اور غلط ہیں۔اس تحقیق میں اصول الحدیث کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ ترک رفع الیدین پر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث بالکل صحیح اور ثابت ہے۔لہٰذا امید ہے کہ قارئین کرام اس حدیث پر ضرور عمل کریں گے کیونکہ یہ قارئین کرام کا فیصلہ ہوگا کہ آیا وہ مسلکی حمایت میں اس حدیث کا انکار کرتے ہیں یا اصول حدیث کی روشنی میں زیر بحث حدیث کو مانتے ہوئے اس حدیث پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں حق بات کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی مسند ابی عوانہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ

قارئین کرام! ہم متعدد آثار اور احادیث ترک رفع الیدین بیان کر چکے ہیں ترک رفع الیدین کے قائلین میں حضرت عبداللہ بن عمر بھی شامل ہیں ۔ زمانہ قریب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین کی حدیث جو مسند ابی عوانہ میں موجود ہے اس پر فریقین میں تنازعہ بدستور قائم ہے ۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں احناف پر تحریف کا الزام بڑی ہی ڈھٹائی سے وارد کر دیا جاتا ہے ۔ اس سے پہلے کہ اس حدیث پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا جائے ۔ آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین والی حدیث ملاحظہ کریں ۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَيُّوبَ المخَرِمِيُّ، وَسَعْدَانُ بْنُ نَصرٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ عَمْرٍو فِي آخَرِينَ قَالُوا ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَا يَرْفَعُهُمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَالمَعْنَى وَاحِدٌ۔

(المسند لابی عوانہ ۳۴۳/۱، رقم الحدیث ۱۵۷۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور جب آپ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع الیدین نہ کرتے اور بعض راویوں نے کہا کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے سب راویوں کی روایت کا ایک ہی مطلب ہے ۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور نہ ہی آج تک کسی راوی پر طعن منظر عام پر آسکا ہے ۔ لہٰذا اس سند کے راویوں کا تذکرہ کرنے کے بجائے اعتراضات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے ۔

اعتراض :

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۸۰ پر لکھتا ہے ۔

"بعض ناسمجھ لوگوں نے "لا یرفعہا" کو پچھلی عبارت لگا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسند ابی عوانہ کے مطبوعہ نسخہ سے عملاً یا سہواً"

واؤ'' گرائی گئی ہے یا گرگئی ہے۔یہ''واؤ''مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخوں اور صحیح مسلم وغیرھما میں موجود ہے۔(علامہ سید احسان اللہ شاہ الراشدی پیر آف جھنڈا کے نسخہ میں یہ''واؤ''موجود ہے بلکہ مدینہ طیبہ کے نسخے میں بھی''واؤ''موجود ہے۔والحمد للہ)

جواب:

عرض یہ ہے کہ مسند ابی عوانہ جب ہندوستان سے شائع ہوئی تو اس میں لا یر فعھا سے قبل''واؤ''نہ تھی۔جس پر یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ حنفی ناشرین نے تحریف کی ہے یا عمداً یا سہواً گرادی ہے۔مگر جناب ایسا ہرگز نہیں ہے۔حنفی ناشرین نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔مسند ابی عوانہ دارالمعرفۃ بیروت بنان سے محقق ایمن بن عارف الدمشقی کی تحقیق سے بھی شائع ہوئی۔اس میں بھی لا یرفعھا سے پہلے''واؤ''موجود نہیں ہے۔پھر مسند ابی عوانہ دارالکتب العلمیۃ بیروت سے ابوعلی النظیف کی تحقیق سے شائع ہوئی مگر اس میں بھی لا یر فعھما سے پہلے''واؤ''موجود نہیں ہے۔لہٰذا یہ تو ثابت ہوگیا کہ تمام طبع شدہ ایڈیشن میں''واؤ''موجود نہیں ہے جبکہ یہ تینوں ایڈیشن مختلف محققین کی علیحدہ علیحدہ تحقیق ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ لا یر فعھما کا تعلق پچھلی عبارت ...... و اذا ارادان یر کع و بعد ما یر فع رأسه من الرکوع سے ہے یا اگلی عبارت و قال بعضهم و لا یر فع بین السجدتین ...... کے ساتھ ہے یعنی سادہ الفاظ میں مطلب یہ کہ لا یر فعھما کا تعلق پچھلی عبارت رکوع میں جاتے یا آتے ہوئے رفع الیدین کی نفی کے ساتھ ہے یا اگلی عبارت سجدوں کے درمیان کے رفع الیدین کے ساتھ ہے۔غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض یہ ہے کہ لا یر فعھما کا تعلق اگلی عبارت یعنی سجدوں میں رفع الیدین کے ساتھ ہے۔مگر غیر مقلد زبیر علیزئی کی بات غلط ہے۔کیونکہ ان کے دعویٰ کا ساتھ نہ تو طبع شدہ مسند ابی عوانہ کے مختلف ایڈیشن دے رہے ہیں اور نہ ہی قلمی مخطوطات۔اس کا تفصیلی تحقیق مندرجہ ذیل ہے۔

1۔مسند ابی عوانہ بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی طبع دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۲۳ پر صرف لا یر فعھما ہے اور لا یر فعھما کے بعد(۔) ہے اور یہ(۔) ڈیش کا نشان وقف کی علامت ہے اور اس وقف کی علامت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لا یر فعھما کا تعلق پچھلی عبارت رکوع کو جاتے اور رکوع سے آتے ہوئے کے ساتھ ہے۔اس نسخہ کا عکس ملاحظہ کیجئے۔

مسند ابی عوانہ بتحقیق ایمن الدمشقی کا عکس

[١٥٧١] حدثنا يونس بن حبيب قال : ثنا أبو داود قال : ثنا حماد بن سلمة عن ثابت ، عن أنس قال : ما صليت خلف أحد أخف صلاة من رسول الله ﷺ في تمام ، وكانت صلاة أبي بكر متقاربة . فلما كان عمر مَدَّ في الفجر(٢) .

٣٧- بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة قبل التكبير بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه من الركوع ، وأنه لا يرفع بين السجدتين

[١٥٧٢] حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا : ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري ، عن سالم ، عن أبيه قال : رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم : حذو منكبيه ، وإذا أراد أن يركع ، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ، لا يرفعهما – وقال بعضهم : ولا يرفع بين السجدتين(٣) . والمعنى واحد .

[١٥٧٣] حدثنا الربيع بن سليمان عن الشافعي ، عن ابن عيينة بنحوه : ولا يفعل

مسند ابی عوانہ بتحقیق ابوعلی نظیف کا عکس

2 مسند ابی عوانہ بتحقیق ابوعلی نظیف طبع دارالکتب العلمیۃ ۲/۳۳۴ پر بھی صرف لا یرفعہما ہے اور یہ واضح کر رہا ہے کہ اس کا تعلق پچھلی عبارت سے ہے اس نسخہ کا عکس ملاحظہ کیجئے۔

٣٣٤ ——— مسند أبي عوانة / الجزء الأول

١٢٥٠ – حدثنا يونس بن حبيب، قال: ثنا أبو داود، قال: ثنا حماد بن سلمة، عن ثابت، عن أنس، قال: " ما صليت خلف أحد أخف صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام"، وكانت صلاة أبي بكر متقاربة، فلما كان عمر مد في الفجر.

بَيَانُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي افْتِتَاحِ الصَّلاةِ قَبْلَ التَّكْبِيرِ بِحِذَاءِ مَنْكِبَيْهِ وللركوع ولرفع راسه من الركوع، وانه يرفع بين السجدتين

١٢٥١ – حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي، وسعدان بن نصر، وشعيب بن عمرو في آخرين، قالوا: ثنا سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن سالم، عن أبيه، قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم " إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما"، وقال بعضهم: حذو منكبيه، وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع، لا يرفعهما، وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدتين، والمعنى واحد، حدثنا الربيع بن سليمان، عن الشافعي، عن ابن عيينة، بنحوه: ولا يفعل ذلك بين السجدتين. حدثني أبو داود، قال: ثنا علي، قال: ثنا سفيان، ثنا الزهري، أخبرني سالم، عن أبيه، قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله، حدثنا الصائغ بمكة، قال: ثنا الحميدي، قال: ثنا سفيان، عن

3۔رہا مخطوطات میں ''واؤ'' ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ۔تو عرض یہ ہے کہ اگر لا یر فعھما کے ساتھ ''واؤ'' مخطوطات میں موجود ہو بھی تو پھر بھی غیر مقلد زبیر علیزئی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔کیونکہ زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۹۷ پر مسند ابی عوانہ سندھی مخطوطے کا عکس لگایا ہے۔اگر آپ اس نسخہ کو ملاحظہ کریں تو آپ کے مشاہدے میں بات آئے گی کہ لا یر فعھما کے بعد گول دائرہ (o) موجود ہے اور مخطوطات اور علم حدیث کے ماہرین یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ گول دائرہ (o) وقف کی علامت ہوتا ہے۔اور جب لا یر فعھما کے بعد گول دائرہ (o) علامت وقف موجود ہے تو پھر اس کا تعلق تو پہلے عبارت کے ساتھ ہوا نہ کہ بعد والی عبارت کے ساتھ۔لہٰذا ''واؤ'' موجود ہو یا نہ ہو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔
زبیر علیزئی کا نور العینین ص ۹۷ پر پیش کردہ مسند ابی عوانہ سندھی مخطوطے کا عکس ملاحظہ کریں۔

مسند ابی عوانہ۔سندھی مخطوطے کا عکس

بیان رفع الیدین فی افتتاح الصلاۃ

زبیر علیزئی نے نورالعینین ص ۸۷ پر مسند ابی عوانہ کا جو مدینہ المنورہ کے نسخہ کا عکس دیا ہے تو یہ میری تحقیق کے مطابق غالباً مسند ابی عوانہ کا نہیں بلکہ مختصر ابی عوانہ کا نسخہ ہے۔لہٰذا یہ مناسب نہیں ہے کہ مختصر اابی عوانہ کو مسند ابی عوانہ کے طور پر پیش کیا جائے۔

مسند ابی عوانہ۔نسخہ ضیاء الدین المقدسی:

راقم کے پاس مسند ابی عوانہ کا ایک قدیم قلمی نسخہ موجود ہے جو کہ قدیم نسخہ ضیاء المقدسی کے قلمی نسخے سے تقابل شدہ ہے اور یہ نسخہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ علیہ کے استعمال میں بھی رہا۔ یہ نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں نمبر ۲۹۵۳ کے تحت موجود ہے۔اس نسخہ کی تاریخ نسخ 615ھ ہے۔

اس نسخہ کے بارے میں غیر مقلد عبیداللہ مبارکپور لکھتا ہے۔

صحیح بخاری کا ایک عتیق نسخہ بخط عربی علامہ ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔جس پر بڑے بڑے حفاظ نے خاص اپنے ہاتھوں سے قرات وسماع وبلاغ لکھا ہے جیسے حافظ ذہبی اور ان کے معاصرین۔(سیرت البخای ص 308 حاشیہ۔)

اس نسخہ کی ص ۲۴۵ قلمی پر بھی لا یر فعھما کے بعد گول دائرہ (o) موجود ہے۔اور یہ بات واضح ہے کہ گول دائرہ (o) جو وقف کی علامت ہے اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ لا یرفعھما کے تعلق صرف اور صرف پچھلی عبارت رکوع کو جاتے اور رکوع سے آتے ہوئے کے ساتھ ہے۔اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث ترک رفع الیدین کی دلیل ہے۔اور اس کے علاوہ کسی بھی قسم کا اعتراض فضول اور غلط ہے۔اور معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کی حدیث بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

☆☆☆

مسند ابی عوانہ۔ نسخہ ضیاء الدین المقدسی کا عکس
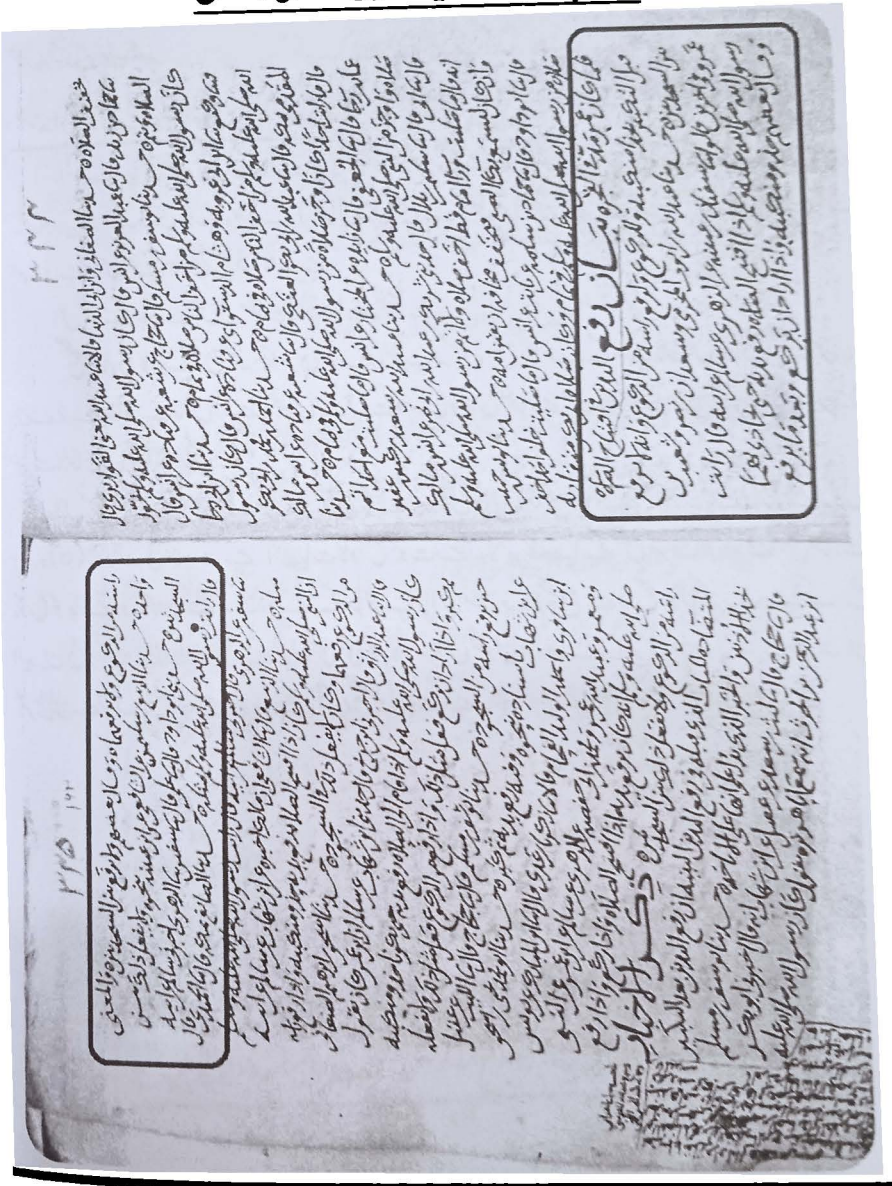
المدونۃ الکبریٰ میں ترک رفع الیدین والی حدیث کا تحقیقی جائزہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین والی حدیث المدونۃ الکبریٰ میں موجود ہے۔

قَالَ ابْنُ وَهْبٍ وَابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنْ أَبِيهِ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إذَا افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ لِلصَّلَاةِ۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱/۶۹)

ترجمہ: سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے شانوں تک جب نماز کیلئے شروع کی تکبیر کہتے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں اور غیر مقلد زبیر علیزئی نے بھی اس سند کے راوی پر کسی قسم کا کلام نہیں کیا سوائے صاحب مصنف کے اور صاحب مصنف سحنون بن سعید کا ترجمہ ان شاء اللہ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔ جس کی زبردست ثقاہت جمہور محدثین کرام نے کی ہے۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۸۱ پر لکھتا ہے۔ اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ ہی کوئی عقل مند اسے پیش کر سکتا ہے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ اس روایت کو زبردست ثقہ فقیہ محدث سحنون بن سعیدؒ نے اپنی کتاب المدونۃ الکبریٰ ۱/۶۷ میں ترک رفع الیدین پر استدلال کیا ہے۔ اور مشہور مؤرخ حاجی خلیفہ چلپی لکھتے ہیں۔

"ھی من أجل الکتب من مذھب مالک

یعنی یہ امام مالک کے مذہب کی بڑی جلالت وعزت والی کتاب ہے۔ (کشف الظنون ۲/۱۶۵۵)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے ثقہ اور عقلمند فقیہ سحنون بن سعید المالکی نے ترک رفع الیدین پر دلیل لی ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اس روایت کو مختصر کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس روایت میں صرف شروع والی رفع الیدین کا حصر ہے اور حصر نفی کو مستلزم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ رکوع جاتے اور رکوع سے آتے وقت رفع الیدین کی نفی نہیں ہے ایک کم علمی سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ رکوع جاتے اور رکوع سے آتے وقت رفع الیدین کی نفی نہیں ہے ایک کم علمی سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔

المدونہ الکبریٰ پر زبیر علیزئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

اختلافی مسائل پر مسلکی دلائل پیش کرنا طرفین کا حق ہوتا ہے۔ مگر ان مسائل میں حق کا دامن چھوڑنا مناسب نہیں ہوتا خصوصاً علماء کرام کو یہ طریقہ زیب نہیں دیتا۔ زبیر علیزئی صاحب کی یہ فطرت اور عادت ہے کہ جس ثقہ محدث اور عالم کی تحقیق سے وہ اتفاق نہ کریں اسے ضعیف اور مجروح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اصول جرح وتعدیل کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔

مسئلہ آمین بالجہر اور رفع الیدین کے موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے انہوں نے ثقہ محدث امام حافظ سحنون بن سعیدؒ پر جرح اور ان کی کتاب المدونہ الکبریٰ کو غیر ثابت اور غیر مستند ثابت کرنے کی کوشش کی۔

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین ص ۸۲ اور القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۷۳ پر امام سحنون بن سعید اور کتاب المدونہ الکبریٰ پر مندرجہ ذیل اعتراضات درج کئے ہیں۔

اعتراض: 1

بذات خود کتاب مدونہ الکبریٰ کی سند اور توثیق محل نظر ہے۔

اعتراض: 2

ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحمد اد المغربی نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی۔
(سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۰۵) و (العبر فی خبر من غبر ۲/۱۲۲)

اعتراض: 3

سحنون کے بارے میں امام خلیلیؒ فرماتے ہیں۔

لم یرض اہل الحدیث حفظہ۔ (الارشاد ۱/۲۶۹)

المدونہ الکبریٰ کی سند کی تحقیق

مدونہ الکبریٰ اتنی اہم کتاب ہے کہ متاخرین اور متقدمین محدثین کرام نے صاحب کتاب سحنون بن سعیدؒ تک اپنی متصل نقل کی ہے۔

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے المدونہ الکبریٰ کی سند صاحب مصنف متصل بیان کی ہے۔

1-حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور المدونہ الکبریٰ کی سند:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صاحب کتاب مدونہ الکبریٰ جمع سحنون بن سعید عن عبدالرحمن بن القاسم عن مالک سحنون بن سعید تک اپنی سند متصل نقل کی ہے۔ (المعجم المفہرس رقم ۱۸۴۶،ص ۵۷۴)

أخبرنا العصر ابو الفضل ابن العراقی اذناً مشافهة، عن أبی عبدالرحیم بن عبدالله انصاری أنبانا ابو القاسم محمد بن سراقه العامری فی کتابه، عن أبی القاسم أحمد بن یزید بن بقی أنبانا محمد بن عبدالرحمن الخزرجی، أنبانا محمد بن فرج مولی ابن الطلاع، أنبأنا ابو عمر احمد بن محمد بن عیسی بن عبدالرحمن بن احمد التجیبی، عن اسحاق بن ابراهیم التجیبی، عن أبی عمر احمد بن خالد بن یزید عن محمد بن وضاح عن سحنون۔

2-ابن خیر الاشبیلیؒ اور مدونہ الکبریٰ کی سند:

محدث ابن خیر الاشبیلیؒ نے اپنی کتاب فہرست ابن خیر صفحہ ۱/۲۰۸ پر المدونہ الکبریٰ تک اپنی سند متصل بیان کی ہے۔

سند ۔ :۱

وحدثنی بها أیضاً الشیخان الفقیهان: أبو القاسم احمد بن محمد بن بقی، وابو الحسن یونس بن محمد بن مغیث رحمهما الله، اجازة، قالوا کلهم حدثنا بها الفقیه ابو عبدالله محمد بن فرج، قال: حدثنی بها الفقیه ابوعمر بن محمد بن عیسی، المعروف بابن القطان عن أبی بکر عبدالرحمن بن احمد التجیبی، عن ابی ابراهیم الفقیه، عن ابی عمر احمد بن خالد: وأخبرنی بها أبو اسحاق ابراهیم بن محمد بن باز، وأبو اسحاق

ابراہیم بن قاسم بن ہلال القیسی عن سحنون۔

سند:۲

ویرویها أیضاً الروایة ابو محمد الباجی، رحمه الله، عن أبی عبدالله محمد بن عمر بن لبابة عن محمد بن احمد العتبی، عن سحنون بن سعید التنونی، عن عبدالرحمن بن القاسم العتقی۔

3-محدث عابد سندھیؒ اور المدونہ الکبریٰ کی سند:

محدث علامہ عابد سندھیؒ صاحب المدونہ الکبریٰ سحنون تک اپنی سند متصل نقل کرتے ہیں۔

فاروبها بالسند المتقدم الی الحافظ ابن حجر (عن الشیخ صالح الفلانی عن محمد بن سنه، عن مولای الشریف عن الشهاب الخفاجی، عن البرهان العلقمی عن السیوطی عن حافظ ابن حجر) عن ابی اسحاق التنوخی عن محمد بن جابر الوادی آشی عن أبی محمد بن عبدالله القرطبی، أنا محمد بن فرج مولی بن الطلاع القرطبی، أنا أحمد بن محمد بن عیسی، عن عبدالرحمن بن احمد التجیبی عن اسحاق بن ابراهیم التجیبی عن احمد بن خالد بن یزید عن محمد بن وضاح عن مولفها المجمح علی جلالته و امامته ابی سعید عبدالسلام سحنون التنوخی القیروانی۔

(حصر الشارد ص ۴۳۵)

اس تفصیل سے امید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کو سند پر اعتراض سے رجوع کرنا پڑے گا۔ مدونہ الکبریٰ کی سند متواتر أمحدثین نے نقل کی ہے۔ جس نے زبیر علیزئی صاحب کا سند کو محل نظر قرار دینا غلط ہے۔

4-محدث ابن عطیہ اور المدونہ الکبریٰ کی سند:

محدث ابن عطیہ نے المدونہ الکبریٰ کی سند متصل بیان کی ہے۔

اخبرنی بها عن أبی عمر احمد بن محمد بن عیسی بن القطان عن ابی بکر عبدالرحمن بن احمد البتیجی عن ابراهیم اسحاق بن ابراهیم صاحب النائع عن احمد بن خالد عن ابی عبدالله محمد بن وضاح عن سحنون بن سعید۔

5-امام ابی سعید البراذعی القیروانی اور المدونہ الکبریٰ کی سند:

محدث امام براذعی الازدیؒ صاحب المدونہ الکبریٰ تک اپنی سند متصل نقل کرتے ہیں۔

عن أبی بکر بن ابی عقبة عن جبلة عن سحنون بن سعید۔ (التھذیب براذعی ۱/۱۶۸)
اس کتاب کا قلمی نسخہ راقم کے پاس موجود ہے۔لہٰذا کتاب پر کسی قسم کا اعتراض فضول اور مردود ہے۔المدونہ الکبریٰ کی متعدد نسخے جو اصل نسخے سے تقابل شدہ ہیں وہ مکتبہ قزوین کے اندر رقم نمبر ۵۷۴/۱۲۴۵ کے تحت موجود ہیں۔لہٰذا سند یا نسخوں پر اعتراض کر کے عوام الناس کو تشکیک میں ڈالنا مردود ہے۔

6-محدث احمد بن علی آشیؒ ۹۳۸ھ اور المدونہ الکبریٰ کی سند:

باالاختصار :وقرأء بالاسکندریه وسمع علی الامام العالم الحافظ المحدث نور الدین ابی الحسن علی بن محمد بن محمد بن عبدالوهاب القرشی المالکی واجازة وبمكة المشرفة علی الامام الرحال الحافظ الروایة ابی الفتح شرف الدین محمد بن الامام زین الدین المدنی شافعی، وفی شیوخه کثرة وأجازة ببجایة الشیخ ابو عبدالله محمد بن المشد الی وبمكة أیضاً قاضیها عبدالقادر بن عبدالمعطی وأجازة اجازة عامة فی جمیع ما یرویه رحمه الله فقراء بها۔ وتفقه علی جلة شیوخها فمن شیوخه بها۔ الشیخ الامام العالم المفتی الحجة خطیب البرکة المتکلم الصالح ابو عبدالله محمد بن محمد بن محمد الانصاری السرقسطی ﷺ قرأء علیه بلفظه نحو النصف من تهذیب البراذعی ... وجملة عن المدونة الأم۔ (ثبت آشی ص ۱۸۷)

امام ابوعثمان الحدادؒ کے اعتراض پر تحقیقی جائزہ اعتراض:

زبیر علیزئی صاحب نے مدونہ الکبریٰ کو مشکوک اور غیر معتبر بنانے کے لئے علامہ ذھبیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے
''ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔
اور وہ مدونہ کو کیڑوں والی کتاب کہتے تھے''۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۲۰۵ والعبر فی خبر عن غبر ۲/ ۱۲۲)

الجواب:

(۱) عرض یہ ہے کہ ابوعثمانؒ کا المدونہ کا رد لکھنا اس کتاب اور صاحب کتاب کو مجروح نہیں کر سکتا۔بہت سے مغربی علماء اور محدثین نے امام شافعیؒ پر رد اور کتابیں لکھیں مگر اس طرح وہ امام شافعی سے اختلاف تو کر سکتے ہیں مگر امام شافعی کو قرار نہیں دے سکتے اسی طرح المدونہ اور صاحب کتاب سحنون کو مجروح کرنا مردود اور باطل ہے۔
(۲) اسی طرح ابوعثمان سعید بن محمد المغربی نے امام شافعی کے رد میں بھی کتاب لکھی۔جو انہوں نے امام شافعیؒ کے

شاگرد امام اسماعیل بن یحییٰ المزنی کو بھیجی۔ (قضاء قرطباء لحارث الخشنی ص ۲۰۴) تو کیا زبیر علیزئی صاحب کو یہ رد قابل قبول ہوگا۔ اور کیا وہ امام شافعیؒ کو مجروح مان لیں گے۔

(۳) امام محمد بن حارث الخشنی نے لکھا ہے۔ ابوعثمان کی کتابوں کے بارے میں محدثین کرام نے کلام کیا ہے۔ علماء افریقہ، الخشنی رقم ۲۱۔ لہٰذا ابوعثمان پر اعتماد کرنا درست نہ ہوگا۔ اس طرح تو خود ابوعثمان الحداد مجروح ثابت ہوتا ہے تو اس کے قول سے کس طرح سحنون کو مجروح ثابت کیا جاسکتا ہے؟

(۴) یحییٰ بن عمر الاندلسی نے ایک کتاب امام شافعی کے رد میں رد علی الشافعیؒ لکھی۔ قضاء القرطبہ الخشنی ص ۱۸۴۔ زبیر علیزئی صاحب کا جو جواب ہوگا، وہی ہمارا جواب الجواب ہوگا۔

(۵) امام محمد بن الکلاعی نے سعید بن الحداد کے رد میں کتاب بھی لکھی۔ (علماء افریقیہ ص ۱۳۶) لہٰذا زبیر علیزئی غیر مقلد کے اپنے بنائے ہوئے اصول کے مطابق سعید بن الحداد پر کیسے اعتماد ہوسکتا ہے کیونکہ محدثین کرام نے اس کے رد میں مستقلاً کتابیں لکھیں ہیں۔ لہٰذا یہ کیسا اصول ہے کہ اگر سحنون پر کسی نے معمولی سا اعتراض کیا ہو تو اس کو قبول کیا جائے مگر ابن الحداد پر مستقلاً کتاب لکھے جانے کے باوجود بھی اس سے صرف نظر کی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ مسلکی تعصب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

المدونہ الکبریٰ کے بارے میں محدثین کرام کے فیصلے

مندرجہ ذیل جمہور محدثین کرام سحنون بن سعید کی کتاب المدونہ الکبریٰ کی عظیم شان بیان کیا ہے۔

i-امام قاضی عیاضؒ ۵۴۴ھ کی تحقیق:

"یقول قال امام سحنون: علیکم بالمدونة، فهی کلام رجل صالح و روایته یقول: انما المدونه من العلم بمنزله أم القرآن من القرآن، تجزی فی صلوة عن غیرها و لا یجزی غیرها عنها، أفرغ الرجال فیها عقولهم، و شرحوها و بینوها، ما اعتکف احد علی المدونه و دراستها الا عرف ذلک فی ورعه وزهده، وما عداها أحد الی غیرها الا عرف ذلک فیه۔ (ترتیب المدارک ۴/۲۲۳)

ii-علامہ ابن رشدؒ کی تحقیق:

"فحصلت۔ أی المدونة۔ أصل علم المالکین، و هی مقدمة علی غیرها من الدواوین بعد موطآ مالک، رحمه الله، و یروی أنه ما بعد کتاب الله أصح من الموطأ، و لا بعد

موطأديوان فی الفقه أفيد من المدونه"۔(المقدمات ۱/۴۴)

iii-امام محمد بن میمون الانصاریؒ کی تحقیق:

"وكان محمد بن ميمون الانصاری الطيلطلی يحفظها وقد كتبها فی اللوح فحفظها كما يحفظ القرآن، ولم يخلط بها غيرها۔(ترتیب المدارک ۶/۱۷۷)

iv-شیخ المغرب ابومحمد صالحؒ ۶۳۱ھ کی تحقیق:

"يقول شيخ المغرب أبو محمد صالح انما يفتی بقول مالک فی الموطاء فان لم يجد فی النازلة فبقوله المدونة فان لم يجد فبقول ابن القاسم فيها والا فبقوله فی غيرها والا فأقاويل أهل المذهب"۔(المعیار ۱۲/۲۳)

v-علامہ شیرازی کی تحقیق:

"واقتصر الناس على التفقه فی كتب سحنون ونظر سحنون فيها نظراً فهذ بها ولوبها و دونها والحق فيها من خلاف كبار اصحاب مالک مااختار ذكره وذيل ابوابها بالحديث والآثار الا كتباً منها معزّفة بقيت على أصل اختلالها فی السماع فهذه هی كتب سحنون المدونة والمختلط"۔(طبقات الشیرازی ص ۱۲۷)

vi-امام عیسیٰ التادلی الفاسیؒ کی تحقیق:

مدونہ الکبریٰ کی اہمیت محدثین کے نزدیک اتنی زیادہ تھی کہ محدثین اور علماء کرام نے اسے زبانی حفظ کیا ان علماء کرام میں امام عیسیٰ التادلی الفاسیؒ، ابی الحسن علی بن عشرین اور محمد بن میمون الانصاری شامل ہیں۔
(نیل الابتھاج ص ۲۱۴)

vii-مدونہ الکبریٰ اور فقہ مالکی:

امام سحنون بن سعیدؒ کی المدونہ الکبریٰ فقہاء اور علماء، مالکیہ کے نزدیک سب سے معتبر اور قابل احتجاج ہے تفصیل کیلئے دیکھئے۔(الدیباج المذہب ۱/۴۲۳،شجرۃ النور، ۱/۷۳) فقہاء مالکیہ کے نزدیک متداول کتاب ہے۔ اور فقہاء کرام فتویٰ کے لئے اسی کتاب کی طرف التفات کرتے ہیں۔

مدونہ الکبریٰ کی محدثین کے نزدیک متواتر اً قبولیت

مدونہ الکبریٰ کی قبولیت اور شرف اس لحاظ سے بھی نمایاں اور اُجاگر ہے کہ متقدمین سے متاخرین محدثین اور علماء کرام نے اسے تواتر کے ساتھ روایت اور اس کتاب کا اختصار اور شروعات لکھی ہیں۔ہم کچھ اختصار کا ذکر کرتے ہیں۔جس سے یہ بات مزید واضح ہوگی کہ یہ کتاب تواتر کے ساتھ مقبول رہی ہے۔

1	لابی ابراھیم الکلاعی الزیاد الاندلسی ۲۹۵ھ	اختصار المدونہ
2	محمد بن ابراھیم الخمی ۲۹۹ھ	اختصار المدونہ
3	للفضل بن السلمۃ الجھنی ۳۱۹ھ	اختصار المدونہ
4	لابی عبداللہ محمد بن رباح الاموی ۳۵۸ھ	اختصار المدونہ
5	لابی عبداللہ محمد بن عبدالملک الخولانی ۳۶۴ھ	اختصار المدونہ
6	لابی عبداللہ بن ابی زید القیروانی ۳۸۶ھ	اختصار المدونہ
7	ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی زمین ۳۳۵ھ	اختصار المدونہ
8	لأبی عبداللہ محمد بن عبداللہ الطیطلی ۳۴۱ھ	اختصار المدونہ
9	لأبی سعید البرازعی رحمۃ اللہ علیہ	التھذیب فی اختصار المدونہ
10	لابی القاسم خلف المعروف بالبرالی ۴۳۳ھ	التقریب فی اختصار المدونہ
11	لأبی القاسم عبدالرحمن بن محمد القیروانی ۴۶۶ھ	الملخص فی اختصار المدونہ
12	لابی مروان عبداللہ بن مالک القرطبی ۴۶۰ھ	مختصر المدونہ
13	للقاضی ابی الولید الباجی ۴۰۳ھ	کتاب المھذب فی اختصار المدونہ
14	لعبداللہ بن عبدالرحمن بن عمر المعری ۶۶۹ھ	نظم الدرر فی اختصار المدونہ

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا مدونہ الکبریٰ سے استدلال:

مدونہ الکبریٰ کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں متعدد مقامات پر اس سے استدلال کیا ہے۔
ملاحظہ کیجئے۔فتح الباری ۱/۲۳۴_۲۰۹_۳۰۵، فتح الباری ۲/۲۹_۳۰۴_۴۴۹_۵۳۴، ۳/۸۴، ۴/۲۶۶،
۵،۲۱۱، ۷،۱۶، ۸/۳۶۸، ۱۰/۲۹۸، ۸۰/۱۴۳، ۱۲/۴۳۸

امام خلیلیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ:

i-امام خلیلیؒ نے الارشاد ۱/۲۶۹ پر سحنون بن سعید کے بارے میں لم یرض اھل الحدیث حفظه کی جرح نقل کئے مگر عرض یہ ہے کہ اھل الحدیث کے بارے میں کوئی معلوم نہیں کہ یہ کون کونسے محدثین ہیں۔اور کیاوہ معتبر اور ثقہ بھی تھے یا نہیں اور کیاان کی یہ جرح قابل قبول ہے یا نہیں؟

ii-امام خلیلیؒ کی عادت ہے کہ ثقہ راوی پر ایسی جرح کر دیتے ہیں۔محمد بن اسحاق بن راھویہ کے بارے میں امام خلیلیؒ لکھتے ہیں۔

"لم یرضوہ ولم یتفق علیہ اھل خراسان" (میزان الاعتدال ۱۳/۴۷۵)

جس طرح ابن راھویہؒ کے بارے میں یہ جرح قابل التفات نہیں۔اسی طرح سحنون بن سعید کے بارے میں جرح مبہم قابل قبول نہیں۔

iii-جمہور محدثین کرام کی توثیق کے مقابلے میں امام خلیلی ؒ کی جرح قابل التفات نہیں ہے۔اور یہ اصول تو خود زبیر علیزئی کا منظور نظر اصول ہے۔

جناب ایک حوالے کے مقابلے میں کم از کم ۲۰ حوالے توثیق ہیں۔جناب اب تو کم از کم سحنون کو ثقہ مان کر حق کا اقرار کرلیں جس طرح آپ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی توثیق ماننے سے چپ سادھ لی ہے۔اس طرح کم از کم سحنون کے ساتھ نہ کیجئے گا۔غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم حق کو ماننے والے ہیں تو جناب بسم اللہ کیجئے اور حنفی محدث قاسم بن قطلو بغا کو ثقہ مان کر حق کا ساتھ دیں۔

امام سحنون بن سعیدؒ اور محدثین کرام کی توثیق

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے سحنون بن سعید کی توثیق یا تعریف کی ہے۔

1-ابوالعرب التمیمیؒ کی تحقیق:

سحنون ثقة، حافظاً للعم، فقيه البدن، اجتمعت فيه خلال قلما اجتمعت فی غیره الفقه البارع والورع الصادق، والزهادة فی الدنيا۔ (طبقات علماء افریقیہ ص ۱۰۱)

2-امام مالکیؒ کی تحقیق:

شديداً على أهل البدع لايخاف فی الله لومة لائم، انشرت امامته فی المشرق والمغرب، وسلم له الامامة أهل عصره واجتمعوا كلهم على فضله وتقدمه۔
(ریاض النفوس ۱/۲۴۹)

3-امام عیسیٰ بن مسکین کی تحقیق:

"لم يكن بين مالک وسحنون أفقه من سحنون"۔ (ریاض النفوس ۱/۲۵۴)

4-امام دباغؒ کی تحقیق:

سحنون راهب هذه الأمة۔ (معالم الایمان ۲/۸۴)

5- محمد بن وضاحؒ کی تحقیق:

وكان سحنون يروی تسعة وعشرين سماعاً، وما رأيت فی الفقه مثل سحنون فی المشرق۔ (معالم ایمان ۲/۸۲)

6-امام سعید بن حارثؒ کی تحقیق:

جالست الناس بهذا منذ بلغت ما رأيت أجود غزيرة من سحنون۔
(ترتیب المدارک ۲/۵۹۱)

7-امام ابوالحسن القابسیؒ کی تحقیق:

أنی لأجد فی نفسی من خلاف سحنون لمالک مالا أجد من خلاف ابن القاسم

لمالک۔ (قضاء قرطبہ ص ۳۰۶)

8-الفقیہ محمود بن یزیدؒ کی تحقیق :

أول ما تعلمت مسائل صلاة من سحنون وان قلت ان سحنون أفقه من أصحاب مالک کلهم انی لصادق۔ (معالم الایمان ۲/۸۲)

9-امام ابو یزید بن ابی الغمرؒ کی تحقیق :

لم یقدم علینا أحد أفقه من سحنون الا أنه قدم علینا من هو أطول لساناً منه، یعنی ابن جیب۔ (ریاض النفوس ۱/۲۴۹)

10-امام یونس بن عبد الاعلیؒ کی تحقیق:

"هو سید أهل المغرب۔" (ترتیب المدارک ۲/۵۹۰)

11-اما محمد لیس القطان تحقیق:

اولم یکن سید اهل المشرق والمغرب قال قد کان رجلاً نبیلاً فاضلاً خیراً من شأنه، فأثنی علیه ورفع به۔ (ترتیب المدارک ۲/۵۹۰)

12-امام سلیمان بن عمرانؒ کی تحقیق:

اذا سألت أسداً عن مسألة أجابنی عن بحر عمیق و معنی جوابه زد فی سؤالک، وکان العلم فی صدر سحنون کسورة فی القرآن من حفظه، وکان سحنون رجلاً صالحاً۔ (معالم الایمان ۲/۸۲)

13-امام فقیہ سعید بن الحارثؒ کی تحقیق :

کان ابو سعید عاقلاً بمرة ورعاً بمرة، عالماً بمذاهب المدنیین بمرة، وقال جالست الناس بهذا البلد منذ بلغته ما رأیت أجود غزیرة من سحنون۔ (ترتیب المدارک ۲/۵۹۱)

14-امام محدث محمد بن حارث الخشنیؒ کی تحقیق :

سحنون امام الناس فی علم مالک، وکان فاضلاً عادلاً مبارکاً، اظهر السنة وأخمد البدعة وثقف رسوم القضاء بعقله وعلمه۔ (قضاء قرطبہ ص ۲۹۶)

15-امام حمدیس ؒ کی تحقیق:

رأيت أبا المصحب الزهري صاحب المالک بالمدينة ، ورأيت أصحاب ابن القاسم بمصر، واصحاب ابن وهب واشهب، ورأيت بمكة علماء من أهل بغداد، فواشه ما رأيت فيهم مثل سحنون ولا مثل ابنه محمد بعده۔ (ترتیب المدرک ۲/۵۹۲)

16-فقیہ سالم بن سلیمان کی تحقیق :

فی مجالسه عن سحنون :دخلت مصر ورأيت العلماء فيها متوافرين والمدينة و مكة بها ثلاثا عشر محرابا، فما رأيت فيهم مثل سحنون وابنه بعده۔

(معالم الایمان ۲/۸۳)

17-حافظ ابن حبان کی تحقیق:

حافظ ابن حبان نے سحنون بن سعید کو کتاب الثقات میں لکھا۔ (کتاب الثقات رقم ۱۳۵۵۰:)

18-ابوعلی بعیر کی تحقیق:

"سحنون فقیه اهل الزمانه و شیخ عصره و عالم وقته"۔ (الدیباج المذهب ۱/۹۶)

19-حافظ شیرازی کی تحقیق :

انتهت الرياسة اليه في العلم بالمغرب۔ (طبقات الفقهاء ۱/۱۵۶)

20-حافظ ذھبی ؒ کی تحقیق :

الامام العلامة فقيه المغرب۔ (سیر اعلام النبلاء ۲/۶۳)

ان محدثین کرام کے علاوہ محمد بن حارث الخشنی ؒ اور ابو العرب ؒ نے سحنون بن سعید کی توثیق پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مدونہ الکبریٰ کی سند متصل اور تواتر کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ مدونہ الکبریٰ کی قبولیت متقدمین اور متاخرین میں تواتر سے رہی ہے اور بالکل صحیح ہے اور اس سے استدلال المحدث سحنون بن سعید التنوخی ؒ ثقہ امام اور محدث ہیں اور ان پر اعتراضات باطل ومردود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین کی روایت

قارئین کرام! جہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اثبات رفع الیدین کی مروی روایات موجود ہیں۔ وہاں پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کی احادیث بھی وافر تعداد میں مروی ہیں۔ اور ساتھ ہی اس بات کا ثبوت بھی موجود ہے کہ آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع الیدین ترک کر دیا تھا۔ اس دعویٰ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ترک رفع الیدین کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا ترک رفع لایدین پر عمل اور دیگر ثبوت کے علاوہ اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۶ کی روایت بھی ہے۔

اخبار الفقہاء والمحدثین کی روایت کا تحقیقی جائزہ

حدثنی عثمان بن محمد قال قال لی عبیداللہ بن یحییٰ حدثنی بن سوادة بن عباد عن حفص بن میسرة عن زید بن السلم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال کنا مع رسول اللہ ﷺ بمکة نرفع ایدینا فی بدء الصلاة و فی داخل الصلاة عندالرکوع فلما ھاجر النبی ﷺ الی المدینة ترک رفع الیدین فی داخل الصلاة عندالرکوع وثبت رفع الیدین فی بدء الصلاة۔ (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو (ایام اخیرہ) میں درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع الیدین (کے عمل) پر ثابت رہے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

محمد بن حارث الخشنی ۳۶۱ھ	حافظ امام	سیر اعلام النبلاء رقم ۱۲۰
عثمان بن محمد القبری ۳۲۰ھ	حافظاًللمسائل	تاریخ العلماء والرواة ۸۹۳
عبیداللہ بن یحییٰ قرطبی ۲۹۸ھ	الفقیہالامام(ثقہ)	سیر اعلام النبلاء رقم ۲۶۴

عثمان بن سوادۃ ۲۳۵ھ	ثقہ مقبولاً	تاریخ العلماء والرواۃ ۸۹۰
حفص بن میسرۃ ۱۸۱ھ	ثقہ	الکاشف رقم ۱۱۶۷
زید بن اسلم ۱۳۶ھ	ثقہ	تقریب التہذیب ۲۱۱۷
حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ	جلیل القدر صحابی	الکاشف ۲۸۷۱

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور مضبوط ہیں۔

اس صحیح سند روایت کو مشکوک بنانے کے لئے غیر مقلد زبیر علیزئی نے چند اعتراضات کئے۔لہٰذا ان اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

اخبار الفقہاء والمحدثین پر اعتراضات کا جائزہ

پہلا اعتراض :

زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ اس کتاب کی سند مذکور نہیں ہے۔(نور العینین ص ۲۰۵)

جواب:

زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ اعتراض ان کی کم علمی کا نتیجہ ہے کیونکہ اس کی سند کے بارے میں مندرجہ ذیل محدثین کرام نے تصریح کی ہے۔

(i) محدث ابن خیر الاشبیلیؒ کی تحقیق :

ثقہ محدث ابن خیر الاشبیلی محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"سند تواليف ابی عبدالله محمد بن حارث الفقيه ـ ـ ـ حدثنی بها ابو محمد بن عتاب عن أبيه عن ابی بكر محمد بن عبدالرحمن بن احمد التبحيي عنه"۔

(فہرست ابن خیر ۳۹۳/۱رقم ۱۳۰۱)

(ii) محدث ابن بشکوال کی تحقیق:

ثقہ جلیل القدر محدث ابن بشکوال ابن التجیبی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

"و ابی عبدالله محمد بن حارث الخشنی و اجازة له جميعهم"

یعنی ابی التجیبی کو محمد بن حارث الخشنی نے اپنی تمام کتابوں کو روایت کرنے کی اجازت دی۔(الصلۃ ۱/۱۰۴)

اس مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ محمد بن حارث الخشنی کی تمام کتب ابو محمد بن عتاب عن ابیہ عن

ابی بکر محمد بن عبدالرحمن بن احمد التبیحی کی سند سے روایت شدہ ہیں۔لہٰذا محمد بن حارث الخشنی کی ہر کتاب کی سند مانگنا ان حوالہ جات کی روشنی میں باطل اور مردود ہے۔محمد بن حارث الخشنیؒ کی کتابوں کے راویوں کا تذکرہ و توثیق درج ذیل ہے۔

1-عبدالرحمن بن احمد التبیحی (۳۲۹ھ تا ۴۰۹ھ)۔

مشهور العدالته وشهر بالحفظ۔ (الصلۃ ابن بشکوال ۱/۱۰۰)

2-محمد بن عتاب ابوعبداللہ (۳۸۳ھ تا ۴۶۲ھ)۔

فقيها عالماً ورعاً عاقلاً۔ (الصلۃ ابن بشکوال ۱/۱۷۶)

3-عبدالرحمن بن محمد بن عتاب (۴۳۳ھ تا ۵۲۲ھ)۔

ثقہ۔ (الصلۃ ابن بشکوال ۱/۱۱۰)

اس تحقیق سے یہ واضح اور ثابت ہوگیا کہ محمد بن حارث الخشنی سے روایت کردہ تمام کتابوں کے راوی ثقہ اور مضبوط ہیں۔لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا سند کے مطالبہ کرنا ان کی کم علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دوسرا اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ اس کے پیچھے تم الکتاب . . . فی شعبان من عام ۴۸۳ھ یعنی اس کتاب کی تکمیل مذکور مصنف محمد بن حارث القیروانی ۳۶۱ھ یعنی اس کتاب کی تکمیل مذکور مصنف محمد بن حارث القیروانی ۳۶۱ھ کی وفات کے ایک سو بائیس ۱۲۲ سال بعد ہے۔اس کتاب اخبار الفقہاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون ہے۔یہ معلوم نہیں لہٰذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیروانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں۔ (نورالعینین ص ۲۰۶)

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کو معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب پر ذرا بھی اثر نہیں پڑتا۔کیونکہ اعتراض نمبر ا، کے جواب کے تحت یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ محمد بن حارث الخشنی کی ساری کتابیں ابو محمد بن عتاب عن ابیہ عن ابی بکر محمد بن عبدالرحمن بن احمد التبیحی کی سند سے ہیں۔

یعنی محمد بن حارث الخشنی سے عبدالرحمن بن احمد بن محمد التبیحی ۳۲۹ھ۔۴۰۹ھ اور ان سے محمد بن عتاب ابوعبداللہ ۳۸۳ھ۔۴۶۲ھ اور ان سے عبدالرحمن بن محمد بن عتاب ۴۳۳۔۵۲۲ھ روایت کرتے ہیں۔اگر غیر مقلد زبیر علیزئی مسلکی تعصب سے ہٹ کر مطالعہ کریں تو انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ محمد بن حارث کی کتاب اخبار الفقہاء والمحدثین کا نسخہ ۴۸۳ھ میں لکھا گیا اور یہ دور عبدالرحمن بن محمد بن عتاب ۴۳۳ھ ۵۲۲ھ کا ہے۔اور اس کتاب کے راویوں میں ان

کا نام صراحتاً موجود ہے۔تو پھر غیر مقلد زبیر علیزئی کا سند کے مطالبہ باطل اور مردود ہے۔

مزید یہ کہ اخبار الفقہاء والمحدثین کا نسخہ عبدالرحمن بن محمد بن عتاب ۴۳۳ھ ۵۲۲ھ کی زندگی میں ہی لکھا گیا۔لہٰذا اس نسخہ کو ابن عتاب ۴۳۳ھ ۵۲۲ھ کو لکھنے والے ہیں۔اور یہ یاد رہے کہ عبدالرحمن بن محمد عتاب اور ان کے والد محمد بن عتاب دونوں خود کتابیں لکھتے تھے یعنی کہ خود کاتب بھی تھے۔لہٰذا اس نسخہ کو لکھنے والے عبدالرحمن بن محمد عتاب ۴۳۳ھ تا ۵۲۲ھ ہی ہیں۔لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اس کتاب کی سند میں ۱۲۲ سال کا فاصلہ ثابت کرنا باطل اور مردود ہے مزید یہ کہ اس کتاب کی روایت کرنیوالی سند بالکل متصل اور صحیح ہے۔

تیسرا اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ

"اس (حدیث) کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں۔بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے۔اور ابن مدرک سے محمد بن حارث قیروانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں۔ (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب:

غرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض بھی باطل اور مردود ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی عثمان بن محمد کا تعین خود مصنف محمد بن حارث الخشنی نے کی ہے۔یہ امام عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک بن اھل قبرہ ۳۲۰ھ ہے۔اسکے ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

:1 قال لی عثمان بن محمد القبری قال محمد بن غالب... (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۱۰۳)

:2 قال لی عثمان بن محمد القبری قال لی محمد بن غالب (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۱۰۵)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام محمد بن حارث نے خود القبری کی تصریح کی ہے جو کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ کے متعین ہونے کی واضح دلیل ہے۔لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض غلط ہے۔

مزید غرض یہ ہے کہ امام محمد بن حارث الخشنی کی امام عثمان بن محمد القبری سے ملاقات بھی ثابت ہے۔لہٰذا ملاقات کے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

:1 قال عثمان بن محمد قال لی محمد بن غالب... (اخبار الفقہاء ص ۷۸)

:2 قال لی عثمان بن محمد... (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۷۸)

:3 قال لی عثمان بن محمد... (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۹۷)

:4 قال لی عثمان بن محمد... (اخبار الفقہاء ص ۱۲۲)

5: قال لی عثمان بن محمد... (خبار الفقہاء ص۱۳۹)

6: قال لی عثمان بن محمد ... (اخبار الفقہاء ص۱۲۶)

7: قال لی عثمان بن محمد ... (اخبار الفقہاء ص۱۲۶)

8: قال عثمان بن محمد ذکرہ ابن وضاح--- (اخبار الفقہاء ص۲۳۷)

9: قال لی عثمان بن محمد سمعت محمد بن غالب (قضاء القرطبۃ ص۱۶)

10: قال لی عثمان بن محمد اخبرنی ابی--- (قضاء القرطبۃ ص۱۰۳)

11: قال لی عثمان بن محمد... (قضاء القرطبۃ ص۱۵۳)

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ محمد بن حارث الخشنی کی عثمان بن محمد القبری سے ملاقات ثابت ہے مزید عرض یہ ہے کہ محمد بن حارث الخشنی کا امام عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اھل قبرۃ ۳۲۰ھ سے لقاء وسماع بھی ثابت ہے۔لہٰذا مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

1: اخبرنی عثمان بن محمد... (اخبار الفقہاء ص۹۰)

2: اخبرنی عثمان بن محمد قال اخبرنی محمد بن غالب۔(اخبار الفقہاء ص۱۲۲)

3: حدثنی عثمان بن محمد قال لی عبید اللہ بن یحیی--(اخبار الفقہاء ص۲۱۴)

4: حدثنی عثمان بن محمد قال---(قضاء القرطبۃ ص۱۵)

5: اخبرنی عثمان بن محمد قال اخبرنی عبید اللہ بن یحیٰ---(قضاء القرطبۃ ص۵۵)

6: اخبرنی عثمان بن محمد قال اخبرنی ابو مروان---(قضاء القرطبۃ ص۲۶)

7: حدثنی عثمان بن محمد قال حدثنی ابو مروان---(قضاء القرطبۃ ص۷۳)

اس مندرجہ بالا حوالہ جات میں صیغہ اخبرنی و حدثنی سے محمد بن حارث الخشنی کی عثمان بن محمد القبری سے سماع اور لقاء ثابت ہے۔لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔

چوتھا اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ"حافظ ذہبی" لکھتے ہیں عثمان بن محمد بن خشیش القیروانی عن ابن غانم قاضی افریقیہ اظنہ کان کذابا۔(المغنی فی الضعفاء ۲/۹۵۰ رقم ۴۰۰۵:)

عثمان بن محمد کذب قیروانی ہے اور محمد بن حارث بھی قیروانی ہے۔لہٰذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عثمان بن محمد سے یہاں مراد یہی کذاب ہے۔(نور العینین ص۲۰۶)

جواب :

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا خود ساختہ تعین غلط ہے کیونکہ امام محمد بن حارث الخشنی نے امام عثمان بن محمد القبری کا خود اپنی کتاب میں تعین کر دیا ہے ۔لہٰذا ایسا اعتراض غیر مقلد زبیر علیزئی کو زیب نہیں دیتا ہے ۔ یہاں یہ بیان کر دوں کہ میسر کتب رجال میں محمد بن حارث الخشنی کے استادوں میں عثمان بن محمد خشیش القبیر وانی کا ذکر موجود نہیں ہے ۔جبکہ اس کے برعکس محمد بن حارث الخشنی نے خود اپنی کتاب میں عثمان بن محمد القبری کا تعین کر دیا ہے ۔لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض باطل اور مردود ہے ۔

پانچواں اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ یاد رہے کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے ۔
(نور العینین ص ۲۰۶)

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض غلط ہے کیونکہ عثمان بن محمد کی توثیق ثابت ہے ۔کیونکہ محدث ابن الفرضی الاندلسی ۴۰۳ھ لکھتے ہیں ۔

عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اهل قبرة كان معتنيا بالعلم حافظاً للمسائل عاقداللشروط فقی أهل موضعه۔ (تاریخ العلماء والرواۃ رقم ۸۹۳)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ امام عثمان محمد بن احمد بن مدرک ثقہ راوی ہیں اور غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض مردود اور باطل ہے ۔

چھٹا اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ عثما بن سوادہ بن عباد کے حالات اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے ۔ چونکہ عثمان بن محمد مجروح یا مجہول ہے ۔لہٰذا عبداللہ بن یحییٰ سے توثیق ثابت نہیں ہے ۔نتیجہ عثمان بن سوادہ مجہول الحال ہے ۔اس کی پیدائش اور وفات بھی نامعلوم ہے ۔
(نور العینین ص ۲۰۷)

جواب:

امام عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات اگر صرف اخبار الفقہاء والمحدثین میں بھی جائزہ اور ثقاہت بیان کر چکے ہیں ۔مزید یہ کہ عثمان بن سوادہ کی توثیق اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ تاریخ العلماء والرواۃ للعلم رقم ۸۹۰: پر بھی ہے ۔

لہٰذا عثمان بن سوادہ بن عباد ثقہ راوی ہیں اور اس طرح کے اعتراضات اصول اسماء الرجال کی روشنی میں باطل اور مردود ہیں۔

ساتواں اعتراض:

زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ عثمان بن سواۃ کی حفص بن میسرۃ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں ہے۔ حفص کی وفات ص ۱۸۱ھ ہے۔(نورالعینین ص ۲۰۷)

جواب:

عرض ہے کہ امام عثمان بن سوادۃ ثقہ، امام عبیداللہ بن یحییٰ ص ۲۱۰ھ تا ص ۲۹۸ھ کے استاد اور امام حفص بن میسرۃ الصغانی" ۱۸۱ھ کے شاگرد ہیں۔ امام عثمان بن سوادۃ کی وفات ۲۳۵ھ کے لگ بھگ ہے اور یہ معاصرت امکان لقاء کے لئے کافی ہے کیونکہ معاصرت وامکان بتصریح امام مسلم اتصال کے لئے کافی ہے اور یہ جمہور کا مذہب ہے دیکھئے مقدمہ مسلم ص ۲۱ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض بھی باطل اور مردود ہے اور یہ حدیث متصل صحیح ہے۔

آٹھواں اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ محمد بن حارث کی کتابوں میں اخبار القضاۃ والمحدثین کا نام تو ملتا ہے مگر اخبار الفقھاء والمحدثین کا نام نہیں ملتا...... دیکھئے الاکمال لابن ماکو ۱۲۶۱/۳ اور الانساب۔ ہمارے اس دور کے معاصر میں عمر رضا کی لہ نے اخبار الفقھاء والمحدثین کا ذکر کیا ہے۔

(معجم المؤمنین ۲۰۴/۳)

اس طرح معاصر خیر الدین زرکلی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔(اعلام ۷۵/۶) جدید دور کے یہ حوالے اس کی قطعی دلیل نہیں ہے کہ یہ محمد بن حارث کی ہی ہے۔ قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

جواب:

غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض بھی بڑا ہی کم فہمی پر محیط ہے۔ ایسا اعتراض کرنا غیر مقلد زبیر علیزئی کی شایانِ شان نہیں کیونکہ اپنے ناقص مطالعہ کی وجہ سے اتنا بڑا دعویٰ کردیان ایک خطرناک عمل اور عوام الناس کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نے دو(۲) محدثین کرام کے نام لیئے ان میں محدث ابن ماکولا کی وفات ۴۸۷ھ کی ہے جبکہ امام سبعانی کی ۵۶۲ھ کی ہے۔ اوران دو(۲) حوالوں کی بنیاد پر اتنا بڑا دعویٰ کردیان مردود ہے۔

اوّل: یہ ان دو(۲) محدثین کرام کے حوالے سے غیر مقلد زبیر علیزئی نے اخبار القضاء والمحدثین کا تذکرہ کیا مگر شاید غیر مقلد زبیر علیزئی کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کتابوں کے ناموں میں اکثر اختلاف آتے ہیں۔ اس بات کو واضح کرنے

کے لئے فی الحال تین (۳) مثالیں پیش خدمت ہیں۔

1: امام حاکم کی معروف کتاب معرفۃ علوم الحدیث ہے۔اس کتاب کے مختلف نسخوں میں ذرا فرق کے ساتھ مختلف نام موجود ہیں۔

(i) ایک نسخے میں امام حاکم کی کتاب کا نام معرفة علوم الحديث ہے۔

(ii) ایک نسخہ میں صرف علوم الحديث کا نام ہے۔

(iii) ایک نسخہ میں اس کتاب کا نام معرفۃ علوم الحديث وانواعه ہے۔

(iv) ایک نسخہ میں معرفة علوم الحديث و كمية و أجناسه ہے۔

جس طرح سے کتابوں کے ناموں میں فرق سے امام حاکم کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث کا انکار جہالت ہے اس طرح محمد بن حارث الخشنی کی کتاب اخبار الفقهاء والمحدثين کا انکار کرنا مردود ہے۔

2: امام حاکم کی ایک کتاب "الكفايه فى علم الروايه" بہت مشہور ہے۔مگر اس کے ناموں میں بھی فرق موجود ہے۔

(i) کسی نسخہ میں اس کا نام صرف الکفایۃ ہے۔

(ii) ایک نسخہ میں اس کا نام الکفایہ فی علوم الروایۃ ہے۔

(iii) ایک نسخہ میں اس کا نام الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ ہے۔

جس طرح امام حاکم کی کتابوں میں الكفاية کا انکار ناممکن ہے اس طرح محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقهاء والمحدثين کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کسی نے اس کا نام اخبار القضاء والمحدثین ہی لیا ہو۔ بظاہراً تو یہ معمولی سے خطاء ہی لگتی ہے مگر چاہے نام اخبار الفقهاء کسی نسخہ میں ہو یا کسی نسخہ میں اخبار القضاء اس کتاب کا انکار تو صرف اور صرف تعصب پر مبنی ہے۔

3: اس طرح حافظ عقیلی کی کتاب کے بھی مختلف نسخوں میں مختلف نام ہیں۔

(i) ایک نسخہ میں کتاب ضعفاء من نسب الى الكذب ہے۔

(ii) ایک نسخہ میں اس کا نام ضعفاء الکبیر ہے۔

(iii) ایک نسخہ میں صرف ضعفاء لکھا ہے۔

(iv) ایک نسخہ میں اس کا نام الضعفاء والمتروکین لکھا ہے۔

لہٰذا کسی کتاب کے نام میں فرق کرنے سے اس کتاب کا انکار کرنا تو بڑی حماقت ہے۔لہٰذا ایسے اعتراضات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

مزید یہ کہ حافظ ابن ماکولا ۴۸۷ھ اور محدث ابن سمعانی ۵۶۲ھ سے متقدم محدثین نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں دیگر کتابوں کے علاوہ اخبار الفقھاء والمحدثین کا ذکر واضح طور پر کیا ہے۔ لہٰذا تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1-ابن حزم الاندلسی کی تحقیق :

ابن حزم الاندلسی ۴۵۶ھ نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقھاء کا ذکر کیا ہے۔(فضائل الاندلس ۱۷۱)

2-حافظ ابوعمر ابن عبدالبر الاندلسی ۴۶۳ھ کی تحقیق :

حافظ ابن عبدالبر نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقھاء کا ذکر کیا ہے۔(بغیۃ الملتمس ص ۱۶)

3-امام ابومحمد الحمیدی الاندلسی ۴۸۸ھ کی تحقیق:

حافظ ابومحمد الحمیدی الاندلسی ۴۸۸ھ لکھتے ہیں۔

"محمد بن حارث الخشنی من اهل العلم والفضل فقیه، محدث روی عن ابن وضاح ونحوه جمع کتابا فی اخبار القضاء بالاندلس وکتابا آخر فی اخبار الفقهاء والمحدثین... (جذوۃ المقتبس ص ۴۷)

4-حافظ احمد بن یحییٰ الضبی ۵۹۹ھ کی تحقیق :

حافظ الضبی ۵۹۹ھ لکھتے ہیں۔

محمد بن حارث ... جمع کتابا فی اخبار القضاة بالاندلس وکتابا آخر فی اخبار الفقهاء والمحدثین۔ (بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال اھل الاندلس ص ۶۱)

5-حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی کی تحقیق:

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

"وکتابه آخر فی اخبار الفقهاء والمحدثین"۔(توضیح المشتبہ فی ضبط اسماء رقم ۱۱۷)

6-حافظ احمد المقری المغربی کی تحقیق :

حافظ المقری لکھتے ہیں۔

"وکتاب محمد بن الحارث الخشنی فی اخبار القضاء لقرطبه وسائر الاندلس وکتاب فی اخبار الفقهاء بها"۔(نفح الطیب ۳/۱۷۴)

7-مؤرخ البابانی کی تحقیق :

مؤرخ البابانی لکھتے ہیں. "صنف اخبار الفقہاء و المحدثین"۔ (ھدایۃ العارفین ۱/۴۶۳)

8-یوسف الیان سرکیس کی تحقیق :

یوسف السرکیس نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقھاء والمحدثین کا نام درج کیا ہے۔
(معجم المطبوعات ۱/۸۲۳)

9-عمر رضا کحالہ کی تحقیق:

عمر رضا کحالہ نے اخبار الفقھاء والمحدثین کا ذکر محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں کیا ہے۔
(معجم المؤلفین ۳/۲۰۴)

10-خیر الدین زرکلی کی تحقیق :

خیر الدین زرکلی نے اخبار الفقھاء والمحدثین کا ذکر صراحتاً کیا ہے۔ (الاعلام ۶/۷۵)

11-علامہ محمد بن عبداللہ الکرخی کی تحقیق:

علامہ ابن عبداللہ الکرخی نے مغرب کے محدثین اور علماء کرام کی تصانیف پر بڑا علمی اور تحقیقی کام کیا ہے۔ علامہ الکرخی نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقھاء والمحدثین کا نام صراحت اور تحقیق کے ساتھ درج کیا ہے۔
(کتاب تراث المغاربۃ ص ۳۵)

کیونکہ ابن عبداللہ الکرخی نے بڑی تحقیق کے ساتھ مغرب کے علماء کرام پر یہ کتاب لکھی ہے اس لئے یہ حوالہ بڑا اہم ہے۔

قارئین کرام اس مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اخبار الفقھاء والمحدثین محمد بن حارث الخشنی کتاب ہی ہے غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ دو (۲) حوالوں میں ابن ماکولا کا حوالہ اصل ہے اور محدث سمعانی اپنی کتاب الانساب میں ابن ماکولا سے ہی استفادہ کرتے ہیں۔ اب ابن ماکولا کے حوالہ پر غور کریں تو انہوں نے اخبار القضاء و المحدثین کا نام لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابن ماکولا کو اس نام میں اشتباہ ہوا ہے کیونکہ محدثین نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقہاء اور اخبار القضاء دونوں کے نام لکھے ہیں۔ لہٰذا ابن ماکولا کے نام کو لکھنے میں اشتباہ ہوا۔ لہٰذا ابن ماکولا کے قول سے اس کتاب سے انکار ثابت کرنا غلط ہے کیونکہ ایک طرف ۱۱ محدثین جن میں متقدم اور متاخر علماء کرام بھی شامل ہیں، انہوں نے وضاحتاً اور صراحتاً اخبار الفقہاء و المحدثین کا

نام لکھا ہے۔
مندرجہ بالاتحقیق سے غیر مقلد زبیر علیزئی کااعتراض باطل اور مردود ثابت ہوتا ہے۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی نورالعینین ص ۲۰۸ پر لکھتا ہے۔

''مخالفین رفع یدین جس روایت سے دلیل پکڑ رہے ہیں اس کے شروع میں لکھا ہوا ہے۔اور وہ رفع یدین کے بارے میں ایک حدیث سند سے بیان کرتا تھا۔یہ غریب حدیثوں میں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شاذ روایتوں میں سے ہے۔(اخبارالفقہاء ص ۲۱۶)

جواب:

قارئین کرام! آپ ذراشاذ حدیث کی تعریف ملاحظہ کیجئے۔
حافظ ابن کثیر شاذ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''امام شافعی نے کہا : شاذ اسے کہتے ہیں جو ثقہ راوی ایسی حدیث بیان کرے جس میں لوگوں کی مخالفت کرے،ایسی وہ روایت جو ثقہ راوی بیان کرے اور دوسرے اسے بیان نہ کریں تو سے شاذ نہیں کہتے۔

(اختصار علوم الحدیث ص ۹۵ مترجم)

جناب زبیر علیزئی غیر مقلد بتائیں کہ اس حدیث میں کونسی بات شاذ کی تعریف پر پورا اُترتی ہے بلکہ امام شافعیؒ کے قول سے تو شاذ کی ۲ قسمیں معلوم ہوئیں۔ایک شاذ مقبول اور دوسرا شاذ مردود۔لہٰذا اصول حدیث کے مطابق یہ حدیث شاذ مقبول ہے اور یہ صحیح حدیث ہوتی ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ ترک رفع الیدین والی حدیث صحیح اور ثابت ہے۔

بلکہ یہ حدیث کسی طرح بھی شاذ نہیں، کیونکہ اس کے شواہداتِ صحیحہ موجود ہیں،اور عدم مخالفتِ ثقات بھی ہے۔یہ حدیث شذوذ سے پاک وصحیح ہے۔اعتراض باطل مردود ہے۔

دسواں اعتراض:۔

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ

اس روایت کے متن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا۔جبکہ صحیح ومستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ،وحدیث،وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بحوالہ بخاری ومسلم اور

حضرت وائل بن حجر کی آمد اول ۹ ھ پھر دوبارہ آمد ۱۰ھ ہے اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا مشاہدہ فرمایا تھا۔بحوالہ ابی داؤد ابن حبان۔(نور العینین ص ۲۰۶،ص ۲۰۷)

جوابِ اوّل:۔

امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین کرام نے اصول حدیث کا قاعدہ وضابطہ بیان فرمایا کہ :

الحدیث اذا لم تجمع طرقه لم تفهمه والحدیث یفسر بعضهٔ بعضا۔

(الجامع لاخلاق الراوی ج ۲ ص ۲۱۲)

اس قاعدہ و اصول کے لحاظ سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طریق جمع کئے جائیں تو پھر بات واضح ہو جاتی ہے مثلاً

(۱):۔عن ابن عمر مرفوعاً یرفع یدیه فی الرکوع والسجود (مصنف ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۶)

(۲):۔وعنه مرفوعاً کان یرفع یدیه فی کل خفض ورفع ورکوع وسجود وقیام وقعود (و) بین السجدتین

(مشکل الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۴۶،بیان الوہم والایہام لابن القطان ج ۵ ص ۶۱۳)

(۳):۔ وعنه مرفوعاً اذا رکع واذا سجد۔ (جزء رفع الدین للبخاری ص ۴۸)

(۴):۔ وعنهٔ مرفوعاً کان یرفع یدیه فی کل تکبیرة

(فتح المغیث للسخاوی ج ۲ ص ۳۲۳۔زیادات علی جزء البخاری للفیض الرحمن غیر مقلد ص ۶۸)

یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عمل رفع الیدین روایت و بیان فرمایا ہے اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ وحضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ رفع الیدین بھی سجدوں کی رفع الیدین والی ہے۔ان کی موافقت فرمائی ہے،مخالفت نہیں فرمائی۔گویا یہ معارضہ صحیح نہیں۔اس لئے اخبار الفقہاء کی حدیث ان حضرات کی رؤیت کے بعد کا عمل ہے۔

جواب دوم:۔

صحیح احادیث سے حضرت سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے اس مدنی زندگی میں آپ ﷺ سے سجدوں کی رفع یدین ثابت ہے مثلاً:۔

(۱):۔ عن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنهٔ مرفوعاً و اذا سجدو اذا رفع راسه من السجود حتی۔یحاذ بهما فروع اذنیه۔(نسائی ج ۱ ص ۱۶۵)

(۲):۔ واذارفع راسهٔ من السجود فعل مثل ذالک کلمۂ یعنی رفع یدیه۔
(المجتبیٰ نسائی ج ۱ ص ۱۷۱، السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲۴، المحلی لابن حزم ج ۴ ص ۱۲۷، ج ۴ ص ۱۲۸)
(۳):۔ کان یرفع یدیه حیال فروع اذنیه فی الرکوع والسجود
(مسند احمد ج ۵ ص ۲۲، صحیح ابوعوانۃ ج ۲ ص ۹۵)
سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ۹ ھ میں بنولیث کے وفد کے ساتھ آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ عشرین لیلۃ بیس رات رہے۔ دیکھئے بخاری (ج ۱ ص ۸۸) پھر اپنے واطن واپس چلے گئے۔ (دیکھئے التحقیق الراسخ ص ازگوندلوی) مگر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ کے بعد مدینہ میں ہی رہے۔ ان حضرات کے جانے کے بعد کی نمازوں کامشاہدہ کرتے رہے اور پھر سجدوں کی رفع یدین کے ترک کا عمل دیکھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے بیان وروایت فرمایا۔

جواب ثالث:۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مستند وصحیح احادیث سے سجدوں کی رفع الیدین ثابت ہے۔ مثلاً
(۱) عن وائل بن حجر رضی اللہ عنه مرفوعا واذا رفع راسه من السجود ایضاً رفع یدیه حتیٰ فرغ من صلوٰته۔
(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲، معجم الکبر للطبرانی ج ۲۲ ص ۲۸، التمہید لابن عبدالبر ج ۹ ص ۲۲۷)
(۲) کان یرفع یدیه اذا رکع واذا سجد۔ (جزء رفع الیدین ص ۴۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۴)
(۳) وحین یرفع راس من الرکوع وقال حین سجد۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۶)
حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ۹ ھ میں سجدوں کی رفع الیدین کامشاہدہ کیا۔ پھر وطن واپس چلے گئے۔ (کمافی التحقیق الراسخ ص) اور پھر ۱۰ ھ میں آپ رضی اللہ عنہ دوبارہ آئیت واس وقت چند نمازوں میں بھی آخری نمازی میں افتتاح الصلوٰۃ کی رفع الدین کامشاہدہ فرمایا۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲، معجم الکبر للطبرانی ج ۲۲ ص ۳۹)
پھر سیدنا وائل بن حجر رضی الہ عنہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ تقریباً ۸۰ دن یا ۹۰ دن زندہ رہے: (دیکھئے التحقیق الراسخ ازگوندلوی ص) اوران ایام اخیرہ کی نمازوں کامشاہدہ یقینا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ رکوع وسجود کی رفع الیدین چھوڑ گئے تھے اور صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کرتے۔ اور یہ بالیقین نسخ کی دلیل ہے۔

گیارہواں اعتراض:۔

غیر مقلد علی زئی لکھتا ہے کہ سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ، سے رفع الیدین کے ثبوت کی حدیث مروی ہے
۔صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۳۴۴ سندہ حسن ۔(نورالعینین ۲۰۹،۲۱۰)

جواب اوّل:۔

صحیح ابن خزیمہ کی سند میں ابن شہاب الزھری مدلس ہے ۔اور یہ حدیث صیغہ عن ابی بکر سے روایت کی ہے ۔علی زئی نے کئی مقامات پر تصریح کی ہے ۔

1-اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے ۔(نورالعینین ۱۱۸)
2-لیکن میرے نزدیک زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے ۔(نورالعینین ۲۷۱)
3-اس روایت کی سند امام زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے ۔(نورالعینین ۳۲۹)
4-امام زہری مدلس ہیں ۔لہٰذا ہماری تحقیق میں یہ سند ضعیف ہے ۔(نورالعینین ۳۳۲)

یہ روایت علی زئی کی تصریح کے مطابق ضعیف ہے،اس لیے اس سے استدلال باطل ومردود ہے ۔

جواب دوم:۔

اس ضعیف روایت میں واذا سجد فعل مثل ذالک کے الفاظ موجود ہیں ۔
(صحیح ابن خزیمہ ص ۳۴۴ ج ا ابوداؤد ج ا ص ۲۶۹ مع عون المعبود،التمہید ج ۲ ص ۱۶۰۳)
اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں رفع الیدین کرتے تھے اور موصوف کی پیش کردہ روایت ضعیف ہے ۔

بارہواں اعتراض:۔

غیر مقلد علی زئی لکھتا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے ۔(نورالعینین ص ۲۱۰،جزءرفع الیدین للبخاری ص ۲۲)

جوابِ اوّل:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی سلیمان بن حرب رحمہ اللہ ہے ۔گو یہ ثقہ ہے مگر یہ متن حدیث کو متغیر کردیتا تھا۔
(ا):۔امام ابوداود فرماتے ہیں ۔

کان سلیمان بن حرب یحدث بحدیث ثم یحدث به کانه لیس بذاک۔
(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۳۹، سیر اعلام النبلا ء ۷ ص ۵۰۰ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۹۶)
(۲): محدث خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔
کان سلیمان یروی الحدیث علی المعنیٰ فتیغر الفاظه فی روایة
(تاریخ بغداد ج ۷ ص ۱۳۹، سیر اعلام النبلا ء ج ۷ ص ۵۰۰ ،تہذیب ج ۲ ص ۳۹۶)
اور یہ حافظہ سے احادیث بیان کرتے تھے اور الفاظ حدیث کو روایت بالمعنیٰ کرنے کی وجہ سے متغیر کردیتے تھے۔
محدث سلیمان حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس میں برائی وکلام کرتا تھا۔
(العبر للذہبی ج ۱ ص ۱۹۴)
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صرف افتتاح الصلوٰۃ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الدین کرتے تھے اور باقی ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔

(۱):۔ عن نعیم بن عبداللہ بن المجمر و ابی جعفر القاری انہما اخبراہ ان ابا ھریرۃ رضی اللہ عنه کان یصلی بھم فیکبر کلما خفض و رفع قالا و کان یرفع یدیه حین یکبر و یفتتح الصلوٰۃ فھذا حدیثکم موافق لعلی و ابن مسعود رضی اللہ عنہما...الخ
(کتاب الحجۃ لامام محمد ج ۱ ص ۹۵)

ترجمہ:۔ امام محمد بن حسن الشیبانی سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں ان (اہل مدینہ) کے فقیہ مالک بن انس وہ نعیم بن عبداللہ ابن المجمر اور ابوجعفر القاری سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے، ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیر کہتے تھے (دونوں حضرات) فرماتے ہیں کہ جب شروع نماز کی تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ یہ تمہاری حدیث جناب علی رضی اللہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے موافق ہے۔
(۲):۔ حدثنا مالک عن نعیم بن المجمر و ابی جعفر القاری انہما اخبراہ ان ابا ھریرۃ رضی اللہ عنه کان یصلی بھم فیکبر کلما خفض و رفع و کان یرفع یدیه حین یکبر یفتتح الصلوٰۃ۔ (موطا امام مالک بروایۃ ابی مصعب الدنی ج ۱ ص ۸۱ رقم ص ۲۰۸)
امام محمد بن الحسن الشیبانی کے توثیق اور مخالفین کے تمام اعتراضات کے لیے راقم کی کتاب" توثیق صاحبین" کا مطالعہ کریں، جس میں موصوف اور تمام غیر مقلدین کے ایک ایک اعتراض کے تفصیلی وتحقیقی جوابات موجود ہیں۔

ضعیف روایت کو صحیح حدیث کے مقابل پیش کرنا غلط ہے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اقدس ﷺ کے بعد مدینہ منورہ میں ترک رفع یدین ثابت ہے۔

جواب دوم:۔

محدث ابن ابی شیبہ روایت بیان کرتے ہیں۔

(۱):۔ حدثنا ابن ادریس عن اسماعیل عن ابیه کان ابی یصلی خلف ابی ہریرۃ رضی اللہ عنه بالمدینة قال و کانت صلاته نحوا من صلاۃ قیس بن ابی حازم... الحدیث۔

(ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۶،/ ج ا ص ۵۰۶، مسند ابی یعلیٰ ج ۱۱ ص ۳۰۶ رقم ۶۴۲۲)

ترجمہ:۔ اسماعیل اپنے والد (ابو خالد) سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ جناب ابو ہریرہ کی نماز قیس بن ابی حازم کی نماز جیسی تھی۔

امام احمد بن حنبل روایت نقل کرتے ہیں۔

(۲):۔ حدثنی ابی ثنا ابن نمیر ثنا اسماعیل بن ابی خالد عن ابیه قال کان ابو ہریرہ رضی اللہ عنه یصلی بالمدینة نحوا من صلاۃ قیس بن ابی حازم... الحدیث۔

ترجمہ:۔ اسماعیل اپنے والد (ابو خالد) سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کی نماز قیس بن ابی حازم کی نماز جیسی تھی۔۔ (مسند الامام احمد ج ۲ ص ۴۹۶،/ص ۶۵۳ رقم ۴۰۴)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رسول اقدس ﷺ کے بعد حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کی نماز کی طرح نماز پڑھتے تھے۔ اور حضرت قیس بن ابی حازم البجلی رحمہ اللہ رفع الیدین نماز میں داخل ہوتے وقت کرتے، پھر پوری نماز میں دوبارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

قیس بن ابی حازم نماز کیسے پڑھتے تھے:

حدثنا یحییٰ بن سعید عن اسمٰعیل قال کان قیس بن ابی حازم یرفع یدیه اول ما یدخل فی الصلوٰۃ ثم لا یرفعهما۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۷ رقم ۲۴۴۴، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۴۱۷ رقم ۲۲۶۴)

ترجمہ:۔ اسماعیل کہتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم شروع نماز میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرتے تھے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں جس کی تفصیل کتاب میں ملاحظہ کیجے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سند اصحیح رسول اقدس ﷺ کے بعد مدینہ منورہ میں ترک رفع یدین ثابت ہے۔

تیرہواں اعتراض:۔

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے۔

مشہور تابعی نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (چار مقامات پر) رفع یدین کرتے تھے (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲ ح ص ۷۳۹) یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ رفع یدین کرتے رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ تو رسول ﷺ کی اتباع میں سب سے آگے تھے۔ (نور العینین ص ۲۱۰)

جواب نمبر 1

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری احادیث کو رسول اقدس ﷺ کے بعد تابعین کرام رحمہم اللہ کے سامنے بیان و روایت کرتے ہیں اور بعض اوقات عملی حدیث کو کر کے دکھاتے ہیں۔ حالانکہ وہ وقت نماز کا بھی نہیں ہوتا مثلاً

عن ابی قلابۃ قال کان مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ یرینا کیف کان صلوٰۃ النبی ﷺ و ذاک فی غیر وقت صلوٰۃ فقام... الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۰)

کیا احادیث میں تابعین کو صحابہ کرام نے نبوی ﷺ کے بعد متعہ و شراب کی اباحت والی احادیث، اسی طرح نماز میں تکلم کی احادیث بیان نہیں کی ہیں؟ کیا ان احادیث کو بیان کرنے سے ان مرویات کو قابل عمل قرار دیا جائے گا؟ یا دیگر دلائل کی وجہ سے منسوخ و مرجوع قرار دیا جاتا ہے۔

جواب نمبر 2

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کی مرفوع احادیث ثابت ہیں۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴، صحیح ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۳۴، خلافیات للبیہقی بحوالہ شرح سنن ابن ماجہ للحافظ المغلطائی ج ۵ ص ۱۴۷۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کی موقوف مرویات بھی ثابت ہیں۔

قال حدثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد قال ما رائیت ابن عمر رضی اللہ عنہما یر فع یدیہ الا فی الاول ما یفتتح۔

(مصنف ابنی ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۸، الاوسط فی السنن لابن المتدر ج ۳ ص ۱۴۸)

ترجمہ:۔ مجاہد سے ہے کہ میں نے ابن عمر کو صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین کرتے دیکھا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں۔

قال حدثنا ابن ابی دائود قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد قال صلیت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہما فلم یکن یرفع یدیہ الا فی الکتبیرۃ الاولیٰ من الصلوۃ فھذا ابن عمر رضی اللہ عنہما قد ترک ھو الرفع بعد النبی ﷺ فلا یوکن ذالک الا و قد ثبت عندہ نسخ ما قد رائیی النبی ﷺ فعلہ و قامت الحجۃ علیہ بذلک۔ (شرح معانی الاثار الطحاوی ج ۱ ص ۱۶۳)

ترجمہ:۔ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ رفع یدین کرتے تھے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے بعد اس رفع یدین کو ترک کر دیا اور یہ یقینا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جو نبی ﷺ سے دیکھا تھا اس کا منسوخ ہونا ان کے ہاں ثابت ہو چکا تھا۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں جس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔

چودھواں اعتراض:۔

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے۔

نافع فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے۔ (نور العینین ص ۲۱۰، جزء رفع الیدین ص ۱۵)

جواب نمبر 1

اس روایت کی سند میں ایک راوی ولید بن مسلم الدمشقی ثقہ ہے مگر مدلس ہے۔ جو کہ کذابین وضعفاء سے تدلیس کرتا ہے۔ بلکہ چوتھے طبقہ کا مدلس ہے۔

(طبقات المدلسین ص ۱۳۴، الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص ۷۳)

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے۔

غیر مقلد ثقة لکنه کثیر التدلیس والتسویه۔(الفتح المبین ص ۷۳)

اور یہ اختلاط کا شکار ہوگیا تھا اور منکر حدیثیں بیان کرتا تھا۔

قال ابو داؤد سالت احمد بن حنبل رحمه الله عن الولید فقال اختلطت علیه احادیث ما سمع و مالم یسمع و کانت له منکرات۔

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۹۹، سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۲۱)

جواب نمبر 2

حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر کے الفاظ جو جزء البخاری میں ہیں۔امام بخاری سے پہلے امام حمیدی نے یہ روایت ان الفاظ سے تخریج کی ہے۔

(۱) حدثنا الولید بن مسلم قال سمعت زید بن واقد عن نافع ان عبدالله بن عمر رضی الله عنهما کان اذا ابصر رجلاً یصلی لا یرفع یدیه کلما خفض و رفع حصبه حتیٰ یرفع۔ (مسند الحمیدی ج ۲ ص ۲۷۷ رقم نمبر ۶۱۵)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس وقت اس شخص کو دیکھتے جو ہر اونچ نیچ میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے یہاں تک کہ وہ رفع یدین کرتا۔

مذکورہ روایت میں کلما خفض ورفع (ہر اونچ نیچ) کی رفع الیدین ہے۔جو سجدوں کی رفع الدین ہے۔اور جناب علیزئی غیر مقلد صاحب کو بھی تسلیم ہے۔کہ بعض علماء ہر اونچ نیچ (سجدوں) میں رفع الدین کرتے ہیں۔(نور العینین ص ۵۱)

اور بخاری کے علاوہ ان الفاظ سے امام دارقطنی نے تخریج کی ہے۔

(۲) حدثنا ابو بکر النیابوری ثنا عیسیٰ بن عمران ثنا الولید بن مسلم ثنا زید بن واقد عن نافع قال کان ابن عمر رضی الله عنهما اذا رائی رجلاً یصلی لا یرفع یدیه کلام خفض و رفع و رفع حصبه حتی یرفع۔(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳، رقم نمبر ۱۱۰۵)

اس ضعیف روایت میں واضح ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو کنکریاں مارتے جو سجدوں میں رفع یدین نہ کرتا۔

جواب نمبر 3

موصوف کے نزدیک سجدوں کی رفع یدین صحیح سند سے ثابت ہی نہیں ہے۔ جبکہ بے شمار تابعین اور محدثین کرام سجدوں میں رفع الیدین کرتے تھے۔

نافع اور طاؤس کا سجدوں میں رفع الیدین:

(۱):۔ حَدَّثنا ابنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: رَأَيْتُ نَافِعًا وَطَاوُوسا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُما بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۰۴ باب فی رفع الیدین بین السجدتین)

ترجمہ:۔ ایوب فرماتے ہیں کہ میں نے نافع اور طاؤس کو دیکھا دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

امام حماد بن زید اور سجدوں میں رفع الیدین:

(۲):۔ حدثنا ابن أبي داود حدثنا سلیمان بن حرب حدثنا وهب بن جرير قال كان حماد بن زيد يرفع يديه بين السجدتين۔ (شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۳)

محدث وہب بن جریر فرماتے ہیں کہ حماد بن زید سجدوں میں رفع الیدین کرتے تھے۔

امام دارقطنی کی تحقیق:

کنکریاں مارنے کی روایت پر امام دارقطنی لکھتے ہیں۔

ورواه زيد بن واقد، عن نافع، عن ابن عمر لفظا أغرب به، وهو قوله :كان إذا أبصر رجلا يصلي لا يرفع يديه حصبه. (العلل الواردة في الأحاديث النبوية 13/16)

محدث دارقطنی نے اس روایت کے متن اور الفاظ پر اعتماد نہیں کیا۔

مزید یہ کہ کلما خفض ورفع سے ہر رکوع جاتے اور ہر رکوع سے اٹھتے مراد لینا مسلکی حمایت اور تاویل کے علاوہ کچھ نہیں۔ شافعی یا حنبلی محدثین کا احناف کے خلاف ایسی روایت کی تاویل کرنا کیسے مان لیا جائے۔ اگر تو اختلافی مسئلہ نہ ہوتا تو ان کی تشریحات وتوضیحات قبول کی جا سکتیں ہیں۔ مزید یہ کہ متعدد روایات میں رکوع جاتے، رکوع سے اٹھتے اور پھر سجدہ کرتے ہوئے رفع الیدین کا واضح ثبوت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ جس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔

پندرہواں اعتراض:۔

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں۔

(نورالعینین ص ۲۱۱، جزء رفع الدین ص ۴۰ ص ۷۶، المجموع للنووی ۳ ص ۴۰۵)

جواب نمبر 1

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات محل نظر ضرور ہے کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے (ابن ابی شیبہ، الطحاوی) ترک رفع یدین ثابت ہے۔

جواب نمبر 2

فقہاء و محدثین نے امام بخاری کے اس دعویٰ اور موقف سے متفق نہیں ہیں۔

(۱) ابراھیم نخعی فرماتے ہیں۔

قال ما حفظة وما سمعته من احد منهم انها كانوا يرفعون في بدء الصلوٰة حين يكبرون۔(کتاب الحجۃ لامام محمد ج ۱ ص ۹۷، موطا امام محمد ص ۹۳)

امام طحاوی لکھتے ہیں۔

(۲) ابراہیم النخعی رحمہ الله فقال کان وائل بن حجر رضی اللہ عنه راهٔ مرة يفعل ذالک فقد راهٔ عبدالله بن مسعود رضی الله عنه خمسين مرة لا يفعل ذالک۔ (شرح معانی الاثار الطحاوی ج ۱ ص ۱۲۶)

ترجمہ:۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ وائل بن حجر نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک مرتبہ رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پچاس مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

(۳) امام ترمذی لکھتے ہیں۔

وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعين و هو قول سفيان واہل الکوفۃ۔ (الصحیح والسنن للترمذی ج ۱ ص ۵۹)

ترجمہ:۔ بہت سارے اہل علم اصحاب نبی ﷺ اور تابعین میں ترک رفع الیدین کے قائل ہیں اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) محدث امام طوسی لکھتے ہیں۔

وہ بہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وھو قول سفیان الثوری واھل الکوفہ۔ (مختصر الاحکام للطوسی ص ۱۰۹)

(۵) محدث محمد بن نصر المروزی فرماتے ہیں۔

لانعلم مصرا من الامصار ینسب الی اھلہ العلم قدیما ترکوا باجماعھم رفع الیدین عند الخفض والرفع فی الصلوٰۃ الا اھل الکوفہ۔

ترجمہ:۔ محمد بن نصر المروزی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ سوائے اہل کوفہ کے ہم شہروں میں سے کسی شہر کو نہیں جانتے جس کی طرف اہل علم کی نسبت کی جاتی ہو۔انہوں نے ہر اونچ نیچ کے وقت کی رفع الدین کے چھوڑنے پر اتفاق کرلیا ہو۔(التمہید لابن عبدالبر ج ۹ ص ۲۱۳)

(۶) محدث ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

وھو قول الکوفیین الی ان قال وسائر فقہاء الکوفۃ قدیما و حدیثا وھو قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ واصحابہ والتابعین بھا۔

(الاستذکار لابن عبدالبر ج ۴ ص ۹۹)

ترجمہ:۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ترک رفع الدین کوفیوں کا قول ہے اور تمام قدیم اور جدید فقہاء کوفہ کا اور یہی قول ابن مسعود اور آپ کے اصحاب کا ہے،اور تابعین عظام کا ہے۔

(۷) امام طحاوی فرماتے ہیں۔

فھذا عمر رضی اللہ عنھم یکن یرفع یدیہ ایضا الا فی الکبیرۃ الاولیٰ فی ھذا الحدیث وھو حدیث صحیح۔(شرح معانی الاثار الطحاوی ج ۱ ص ۱۶۴)

ترجمہ:۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے اور ان کی یہ حدیث صحیح ہے۔

امام طحاوی ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(۸) فان علیا رضی اللہ عنہ لم یکن لیری النبی ﷺ یرفع ثم یترک ھو الرفع بعدہ الا وقد ثبتت عندہ نسخ الرفع۔ (شرح معانی الاثار الطحاوی ج ۱ ص ۱۶۳)

ترجمہ:۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم،آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے کہ آپ رفع الیدین کرتے تھے۔پھر آپ ﷺ نے رفع الیدین کو چھوڑ دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے

ہاں رفع الیدین کا منسوخ ہونا ثابت ہے۔

(۹) ان کان وائل رضی اللہ عنہ راہٗ مرۃ یفعل ذالک فقد راہٗ عبداللہ رضی اللہ عنہ خمسین مرۃ لا یفعل ذالک... الی ان قال... وھم ذالک فقد رویناہٗ متصلاً فی حدیث عبدالرحمن بن الاسود و کذالک کان عبداللہ یفعل فی سائر صلوٰتہ...... قدروی مثل ذلک ایضاً عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(شرح معانی الاثار الطحاوی ج ا ص ۱۶۲،ج ا ص ۱۶۴)

ترجمہ: حدیث عبدالرحمن بن الاسود میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام نمازوں میں ترک رفع الیدین کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے بھی ہی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۰) فھٰذا ابن عمر رضی اللہ عنھما قد رألی النبی ﷺ یرفع ثم قد ترک ھو الرفع بعد النبی ﷺ فلا یکون ذالک الا و قد ثبتت عندہٗ ما قد رألی النبی ﷺ فعلہ و قاوت الحجۃ علی بذالک۔ (شرح معانی الاثار الطحاوی ج ا ص ۱۶۳)

(۱۱) و فعل عمر ھذا و ترک اصحاب رسول اللہ ﷺ ایاہ۔ علی ذالک دلیل صحیح ان ذالک ھو الحق الذی لا ینبغی لاحد خلافہ۔ (شرح معانی الاثار الطحاوی ج ا ص ۱۶۴)

ترجمہ:۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ترک رفع الیدین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ رفع الیدین کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کیا، یہ صحیح دلیل ہے۔ حق یہ ہے کہ کسی ایک کیلئے بھی اس میں اختلاف کرنا مناسب نہیں۔

(۱۲) محدث اب بطال القرطبی لکھتے ہیں۔

اختلفاو العلماء فی رفع الیدین فی الصلوٰۃ فذہبت طائفتہ الی رفع الیدین عند تکبیرۃ الافتتاح خاصتہ روی ذالک عن عمر و علی وابن مسعود ابن عباس و ھو قول الثوری وابی حنفیہ ورواہٗ ابن القاسم عن مالک.

(شرح البخاری لابن بطال ج ص ۴۲۳)

ترجمہ:۔ نماز میں رفع الیدین کے بارے میں علماء کا اختلاف ہوا ہے ایک جماعت صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کے قائل ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، سے بھی یہی مروی ہے۔ سفیان ثوری، امام اعظم ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن القاسم نے امام مالک سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

(۱۳) محدث بدرالدین العینی فرماتے ہیں۔

وقال الترمذی وبه یقول غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وهو قول سفیان واہل الکوفته وفی البدائع روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه قال العشرة الذین شهد لهم رسول الله ﷺ بالجنته ماکانوا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰة وذکر غیرهٗ عن عبدالله بن مسعود ایضاً وجابر بن سمرة رضی الله عنه والبراء بن عازب رضی الله عنه وعبدالله بن عمر رضی الله عنه وابا سعید رضی الله عنه۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۹، ۳۸۰)

ترجمہ:۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے فرمایا بے شمار اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین، اہل کوفہ اور سفیان (ترک رفع الیدین عندالرکوع والسجود کے) قائل ہیں۔ اور بدائع میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا گیا ہے کہ عشرۃ مبشرۃ صرف افتتاح صلوٰۃ (شروع نماز) میں رفع الیدین کرتے تھے۔ اور ابن عباس کے علاوہ عبداللہ بن مسعود، جابر بن سمرۃ، براء بن عازب، عبداللہ بن عمر اور ابوسعید رضی اللہ عنھم سے بھی یہی منقول ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غالی غیر مقلد کے اعتراضات باطل ومردود ہیں جبکہ پیش کردہ حدیث صحیح ثابت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کی حدیث

الخلافیات بیہقی کی روایت کا تحقیقی جائزہ

أخبرنا أَبُو سَعْدٍ سَعِيدُ بنُ محمَّدِ بنِ أَحمدَ الشُّعَيْبِيُّ الْعَدْلُ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ محمَّدُ بنُ غَالِبٍ مِنْ حِفْظِهِ بِبَغْدَادَ، ثنا أَحمدُ بنُ محمَّدِ بنِ خَالِدٍ الْبراثِيُّ، ثنا عَبْدُ اللهِ بنُ عَوْنٍ الخَرَّازُ، ثنا مَالِكٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ - صلى الله عليه وسلم - كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُوذُ. الخلافيات.

(الخلافیات أبو بکر البیہقی 2/386 ح1758)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلا شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ان کا مختصر تذکرہ وتوثیق درج ذیل ہے۔

أَبُو سَعْدٍ الشُّعَيْبِيّ	مَعْرُوفٌ مِنْ أَهْلِ الحَدِيثِ	المنتخب رقم 727
محمَّدُ بنُ غَالِبٍ	حافظاً للفقه، عالماً بالشروط	تاریخ علماء الأندلس رقم 1448
أَحمدُ بنُ محمَّدِ بنِ خَالِدٍ	ثقة مأمون	السہمی، رقم 123
عَبْدُ اللهِ بنُ عَوْنٍ	ثقة	العلل 4/145
مَالِكٌ	راس المتقين	تقریب، رقم 3425
الزُّهْرِيّ	الفقيه حافظ	تقریب، رقم 6296
سَالِمٌ	ثقه	تاریخ الثقات، رقم 499
ابنِ عُمَرَ	صحابی	تقریب، رقم 3490

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

حافظ مغلطائی کی تحقیق:

محدث الناقد مغلطائی فرماتے ہیں۔

لا بأس بسنده۔ (شرح سنن ابن ماجہ 1/1472)

ترجمہ: یعنی اس حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں۔

محدث بدرالدین العینی کی تحقیق:

علامہ محدث عینی، امام حاکم کے قول موضوع اور باطل نقل کرنے پر لکھتے ہیں۔

البيهقي: قال الحاكم: هذا باطل موضوع، ولا يجوز أن يذكر إلا على سبيل القدح؛ فقد روينا بالأسانيد الصحيحة عن مالك بخلاف هذا ولم يذكر الدارقطني هذا في غرائب حديث مالك. قلت :هذا أيضًا مجرد دعوى من الحاكم؛ لأنه لم يبين وجه البطلان ما هو، ولا يلزم من عدم ذكر الدارقطني هذا في غرائب حديث مالك أن يكون هذا باطلًا، فافهم. (نخب الأفکار 4/163)

ترجمہ: محض حدیث کے موضوع اور باطل ہونے کا دعویٰ کر دینے سے حدیث موضوع اور باطل نہیں ہوسکتی تا آنکہ وجوہ طعن ثابت نہ ہوں۔

علامہ عابد سندھی کی تحقیق:

شیخ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم اور بیہقی کے اس حدیث کو باطل اور موضوع قرار دینے پر تعاقب کیا ہے اور فرمایا ہے۔

محض حدیث کے موضوع اور باطل ہونے کا دعویٰ کر دینے سے حدیث موضوع اور باطل نہیں ہوسکتی تا آنکہ وجوہ طعن ثابت نہ ہوں، اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث کے رجال رجال الصحیح ہیں لہٰذا اب ضعف نہیں رہا مگر یہ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لینے والے راوی مطعون ہوں لیکن اصل طعن نہ ہونا ہے چنانچہ یہ حدیث میرے نزدیک یقینی طور پر صحیح ہے، اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جس وقت رفع کو دیکھا تو رفع کو بیان کیا اور جس وقت عدم رفع کو دیکھا تو اس حالت کی خبر دی۔

(الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن معہ حاشیہ ص ۲۵۲)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح اور ثابت ہے جبکہ اس پر اعتراض کے جوابات محدثین کرام نے علمی طور پر پیش کیے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین کی حدیث

ترک رفع الیدین کے بارے دیگر صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کی مرفوع حدیث بھی کتب احادیث میں موجود ہے۔لہٰذا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ کریں۔

"حدثنا احمد بن شعیب ابو عبدالرحمن النسائی انبا عمرو بن یزید ابو برید الجرمی ثنا سیف بن عبید الله ثنا ورقاء عن عطاء بن سائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس أن النبی ﷺ قال السجود علی سعبة أعضاء الیدین و القدمین و الرکبتین و الجبهة و رفع الیدین اذا رأیت البیت و علی الصفاء و المروة و بعرفة و بجمع و عند رمی الجماء و اذا أقیمت الصلاة"۔(المعجم الکبیر للطبرانی رقم ۱۲۲۸۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کرو کہ جب تو بیت اللہ کو دیکھے اور صفا و مروہ پر وقوف عرفہ کے وقت رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے۔

تخریج:

1: المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۲۲۸۲
2: احادیث المختارہ للضیاء المقدسی حدیث نمبر ۳۱۰
3: التیسیر بشرح الجامع الصغیر ۲/ ۱۳۴
4: نصب الرایۃ ۱/۳۹۰
5: اتحاف الخیرۃ حدیث نمبر ۲۰۱۳
6: جامع الاحادیث رقم نمبر ۱۰۷۰۲
7: البیہقی ۲/۷۵ رقم ۸۹۹۲
8: مسند شافعی ۶/۱۲۵
9: المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۱۶۸۸
10: مجمع الزوائد رقم ۵۴۶۱

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی توثیق ملاحظہ کریں۔

1: احمد بن شعیب ابوعبدالرحمن نسائی:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: الحافظ حجة — الکاشف رقم نمبر ۳۹

2: عمرو بن یزید الجرمی:

i: امام ابوحاتم نے کہا: صدوق — الجرح وتعدیل رقم نمبر ۱۴۹۲

ii: حافظ ابن حبان نے اسے کتاب ثقات میں لکھا ہے۔ — الثقات رقم ۱۴۵۹۳

iii: حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق — تقریب التہذیب رقم ۵۱۴۱

vi: امام نسائی نے کہا: ثقه — تہذیب التہذیب رقم ۲۰۳

v: حافظ الخزرجی نے کہا: وثقه — خلاصہ تذھیب تہذیب الکمال ۱/۲۹۵

3: سیف بن عبیداللہ الجرمی:

i: حافظ ذہبی نے کہا: ثقه صالح — الکاشف رقم ۲۲۲۳

ii: حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق — تقریب التہذیب رقم ۲۷۲۳

iii: حافظ ابن حبان نے اسے ثقہ میں شمار کیا ہے۔ — الثقات لابن حبان رقم ۱۳۵۵۶

4: ورقاء بن عمر:

i: حافظ ذہبی نے کہا: امام ثقه الحافظ — سیر اعلام النبلاء رقم ۱۵۷

ii: حافظ ابن رجب نے کہا: ثقه مشهور — شرح علل ترمذی ۱/۳۶۸

iii: امام یحییٰ بن معین نے کہا: لیس به بأس — تاریخ یحییٰ بن معین ۱/۱۴۱

iv: حافظ ابن حبان نے اسے ثقات میں لکھا ہے۔ — الثقات رقم ۱۱۴۹۶

v: امام احمد بن حنبل نے کہا: ثقه — الجرح وتعدیل رقم ۲۱۶: بحرالدم ۱۱۲۳

vi: حافظ ابوحاتم نے کہا: صالح الحدیث — الجرح وتعدیل رقم ۲۱۶

vii: امام شعبہ نے اس روایت لی اور اس کی تعریف کی۔ — الجرح وتعدیل رقم ۲۱۶

viii: حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق — تقریب التہذیب رقم ۷۴۰۳

ix: حافظ الکلاباذی نے اسے صحیح بخاری کا راوی لکھا ہے۔		رجال صحیح بخاری ۱۲۸۵
x: حافظ ابن منجویہ نے اسے صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے۔		رجال صحیح مسلم رقم ۱۷۶۸
xi: حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اسے حفاظ میں شمار کیا ہے۔		طبقات الحفاظ ۱/۱۸
xii: امام وکیع نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۲۰۰

5: عطاء بن السائب ۱۳۶ھ

i: امام احمد بن حنبل نے کہا:	رجل صالح ثقہ	العلل ومعرفۃ الرجال ۵۳۷۴
ii: امام عجلی نے کہا:	جائز الحدیث ثقہ	معرفۃ الثقات ۱۲۳۷
iii: حافظ ذہبی نے کہا:	ثقہ ساء حفظہ بآخرہ	الکاشف رقم ۳۷۹۸
iv: حافظ ابن حجر نے کہا:	صدوق اختلاط	تقریب التہذیب ۴۵۹۲
v: امام نسائی نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۳۸۶
vi: حافظ الکلاباذی نے انہیں صحیح بخاری کا رجال لکھا ہے۔		رجال صحیح بخاری ۱۴۶۰

6: سعید بن جبیر اسدی ۹۵ھ

i: حافظ عجلی نے کہا:	تابعی ثقہ	معرفۃ ثقات للعجلی رقم ۵۷۸
ii: یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل ۴/۹ رقم ۲۹
iii: ابوزرعہ نے کہا:	کوفی ثقہ	الجرح وتعدیل ۴/۹
iv ابن ابی خیثمہ نے کہا:	جھبذ العلماء	تاریخ اسماء الثقات رقم ۴۴۱
v: حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ ثبت فقیہ	تقریب التہذیب رقم ۲۲۷۲
vi: حافظ الکلاباذی نے انہیں صحیح بخاری کے رجال میں لکھا ہے۔		رجال صحیح بخاری ۳۸۶
vii: حافظ ابن منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کے رجال میں لکھا ہے۔		رجال صحیح مسلم ۵۰۸
iii: حافظ ذہبی نے لکھا:	امام الحافظ المفسر	سیر اعلام النبلاء رقم ۱۱۶
ix: حافظ ابن حبان نے انہیں کتاب ثقات میں لکھا ہے۔		تہذیب التہذیب ۴/۱۱

7: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحابی

حافظ ابن حجر نے کہا:	من فقهاء الصحابة	تقریب التہذیب رقم ۳۴۰۹

مندرجہ بالاتحقیق سے یہ واضح ہوگیا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں البتہ اس روایت میں تشکیک کرنے کیلئے غیر مقلد زبیر علیزئی نے اعتراض کیا ہے۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب نور العینین ص ۲۸۷ پر لکھتے ہیں۔

''عطاء بن السائب'' آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔(الکوکب النیرات ص۶۱) میرے علم میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ورقاء نے عطاء سے قبل از اختلاط سماع کیا تھا۔''

جواب:

عرض یہ ہے کہ محدثین کرام نے یہ واضح تصریح کی ہے کہ عطاء بن سائب سے اختلاط سے پہلے سننے والوں میں امام شعبہ بن الحجاج، سفیان ثوری اور حماد بن سلمہ وغیرہ نے اختلاط سے پہلے سنا۔

1: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے عطا بن سائب سے شعبہ، سفیان اور حماد بن سلمۃ کی حدیث کو تقسیم کہا۔
(شرح علل ترمذی ۱/۲۸۲)

2: حافظ ابن الکیال رحمہ اللہ نے بھی عطاء بن سائب سے شعبہ اور سفیان کی روایت کو محفوظ اور صحیح کہا ہے۔
(الکوکب النیرات رقم ۳۹)

3: یحییٰ بن سعید القطان نے بھی عطا بن سائب سے اور شعبہ اور سفیان کی روایات کو صحیح کہا ہے۔
(التعدیل والتجریح رقم ۱۱۴۶)

4: امام احمد بن حنبل عطاء بن سائب سے شعبہ اور سفیان کی روایات کو صحیح کہا ہے۔(الجرح وتعدیل رقم ۱۸۴۸)

5: امام نسائی نے عطاء بن سائب سے شعبہ، سفیان اور حماد بن زید کی روایت کو صحیح کہا ہے۔
(الکواکب النیرات رقم ۳۹)

6: امام عقیلی نے عطا بن سائب سے شعبہ وسفیان، جریر وخالد بن عبداللہ، ابن علیۃ، علی بن عاصم اور حماد بن سلمہ کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ (الکوکب النیرات رقم ۳۹)

محدثین کرام نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق عطاء بن سائب سے قدیم راویوں کا ذکر کیا، مگر اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ ان راویوں کے علاوہ کسی اور نے اختلاط سے پہلے کی روایات نہیں لیں۔کسی راوی کے تذکرہ نہ کرنے سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اس راوی نے اختلاط سے پہلے نہیں سنا۔

قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ محدثین کرام نے یہ اصول وضع کر دیا ہے کہ ایسا راوی جس کا آخری عمر میں حافظ خراب ہو یا اختلاط کا شکار ہو جائے تو اختلاط سے پہلے کی روایت صحیح ہوتی ہے اور جمہور محدثین کرام نے تو عطاء بن سائب کے

بارے میں یہ واضح تصریح کر دی ہے کہ اختلاط سے پہلے کی روایات صحیح ہیں۔

1- امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں۔

"سألت يحيى عن عطاء بن السائب فقال كان اختلط فمن سمع منه قبل الاختلاط فجيد". (العلل ومعرفة الرجال رقم ۴۰۱۴)

ترجمه: میں نے یحیی سے عطا بن سائب کے بارے میں پوچھا تو انھوں کہا کہ وہ مختلط تھا اور جنھوں نے اختلاط سے پہلے سنا وہ جید (صحیح) ہے۔

2- امام بخاریؒ لکھتے ہیں۔

"ماحدث سفيان و شعبه أصح" (تاریخ الاوسط ۲/۴۳)

ترجمه: جوسفیان اور شعبہ نے وہ صحیح ہے۔

3- امام عجلیؒ لکھتے ہیں۔

"ومن سمع من عطاء قديم فهو صحيح الحديث"۔(معرفة الثقات للعجلیؒ رقم ۱۲۳۷)

ترجمه: جس نے عطاء سے قدیم زمانہ میں سنا وہ صحیح ہے۔

4- امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں۔

"عطاء بن سائب اختلط فمن سمع منه قديم فهو صحيح"۔(الجرح وتعدیل رقم ۱۸۴۸)

ترجمه: عطا بن سائب مختلط تھا اور جس نے قدیم زمانے سنا وہ صحیح ہے۔

5- امام نسائیؒ لکھتے ہیں۔

"ثقه في حديث القديم۔" (تہذیب التہذیب رقم ۳۸۶)

ترجمه: امام نسائیؒ نے کہا کہ عطاء بن سائب قدیم زمانے میں ثقہ ہے۔

ان مندرجہ بالا تصریحات سے واضح ہوگیا کہ عطاء بن سائب سے جنہوں نے قدیم روایت لی یا ان کے اختلاط سے پہلے کی روایت لی تو اس کی حدیث صحیح اور محفوظ ہوگی۔

محدثین کرام نے اپنی اپنی تحقیقات کے مطابق عطاء بن سائب سے قدیم الروایت شاگردوں کی تصریح کر دی ہے۔اگر کسی راوی کا تذکرہ کسی محدث نے نہ کیا ہو تو یہ اصول نہیں کہ اس نے اختلاط سے قبل نہ سنا ہو۔اگر شواھد اور قرائن سے یہ بات معلوم ہو کہ فلاں راوی قدیم السماع ہے تو اس کی روایت صحیح اور معتبر شمار ہوتی ہے کیونکہ ترجیح اصول اور ضابطہ

کو ہوتی ہے اگر شواھد سے ثابت ہوجائے کچھ راویوں کے نام کی تصریحات کے علاوہ محدثین کرام نے یہ اصول بھی وضع کر دیا ہے کہ جو راوی قدیم السماع ہوگا یا اختلاط سے پہلے سنا ہوگا اس کی روایت اصول کے مطابق صحیح ہوگی۔

نکتہ:

قارئین کرام گذشتہ صفحات پر یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ عطاء بن سائب سے اختلاط سے پہلے سننے والے راویوں میں امام شعبہ بن حجاج بھی ہیں۔ مطلب یہ کہ امام شعبہ نے جس زمانے میں عطاء بن سائب سے حدیث سنی یا روایت لی اس وقت عطاء بن سائب کا حافظہ بلکل صحیح تھا اور اس زمانہ اور دور کی تمام روایتیں صحیح اور محفوظ ہیں۔

أب ذرا ملاحظہ یہ کریں کہ اس روایت میں عطاء بن سائب سے روایت لینے والے راوی ورقاء بن عمر ہیں۔ اس راوی سے حدیث لینے والوں میں عبداللہ بن مبارکہ عبداللہ بن نمبر، عبداللہ بن یزید المقریٔ، علی بن جعد، ابونعیم، وکیع بن الجراح، یحییٰ بن آدم، یزید بن ھارون اور ابوداؤد الطیالسی، جیسے جلیل القدر محدثین کرام ہیں۔

مزید یہ کہ ورقاء بن عمر نے خود امام شعبہ سے روایات لی بھی ہیں اور خود امام شعبہ نے ورقاء بن عمر سے روایات لیں بھی ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ورقاء بن عمر اور امام شعبہ ہمعصر ہیں یعنی ایک ہی زمانہ کے ہیں ہمعصر ہونے پر دلائل بھی ملاحظہ کیجئے۔

:1 حافظ جمال الدین مزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"شعبہ بن الحجاج وھو من أقرانہ"۔ (تہذیب الکمال رقم ۶۶۸۴)

:2 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"روی عنہ شعبہ وھو من أقرانہ"۔ (تہذیب التہذیب ۱۱/۱۰۰)

لہذا یہ بات تو واضح ہوگئی کہ ورقاء بن عمر اور امام شعبہ ایک ہی زمانہ کے تھے اور یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امام شعبہ نے اس زمانہ میں عطاء بن سائب سے روایت لی کہ جس زمانہ میں عطاء بن سائب کا حافظہ ٹھیک تھا۔ جب شعبہ کی حدیث عطاء بن سائب سے صحیح ہے تو ورقاء بن عمر کی روایت تو بطریق اتم صحیح ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ امام شعبہ اور ورقاء بن عمر ہمعصر ہیں۔ لہذا اپنی کم علمی کے ذریعہ اس روایت پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث اصول علم حدیث ورجال کی روشنی میں بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ مزید یہ کہ اس حدیث پر مناظرانہ اعتراضات کرنا ایک مردود فعل ہے۔

• یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لئے وتر عیدین اور دعا وغیرہ کے موقع پر رفع الیدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ترفع الایدی والی روایت کا تحقیقی جائزہ

"حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا عبدالرحمن بن محمد المحاربی ثنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس و عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ :قال ترفع الایدی فی سبعة مواطن :افتتاح الصلاة ۔ واستقبال البیت والصفاء والمروة والموقفین وعندالحجر"۔(مسند بزار بحوالہ نصب الرایہ ۱/۳۹۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ رفع الیدین سات مقامات پہ کیا جائے نماز کے شروع میں بیت اللہ کی زیارت کے وقت صفاء و مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی توثیق و تعریف ملاحظہ کریں۔

1-ابو کریب محمد بن العلاء:

ابو حاتم نے کہا:	صدوق	الجرح و تعدیل رقم ۲۳۹
علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:	الحافظ ثقه	تذکرۃ الحفاظ ۲ ۶۲ ۲
امام نسائی نے کہا:	ثقه	تسمیۃ الشیوخ رقم ۲۸
حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقه حافظ	تقریب التہذیب رقم ۶۲۰۴
حافظ الخزرجی نے کہا:	أحد الأثبات	خلاصۃ تذہیب ۳۵۵ ۱
حافظ ابن العماء نے کہا:	ثقه	شذرات الذہب ۲ ۱۱۹

حافظ کلاباذی نے انہیں بخاری کا راوی لکھا ہے۔ رجال صحیح بخاری رقم ۱۰۸۶

حافظ ابن حبان نے انہیں کتاب ثقات میں لکھا ہے۔ الثقات رقم ۱۵۴۳۵

2- عبدالرحمن بن محمد المحاربی:

حافظ عجلی رحمہ اللہ نے کہا:	لا باس به	معرفۃ الثقات رقم: ۱۰۷۵
امام یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۱۳۴۲
حافظ ابوحاتم نے کہا:	صدوق	الجرح وتعدیل رقم ۱۳۴۲
حافظ ابن حجر نے کہا:	لا باس به	تقریب التہذیب رقم ۳۹۹۹
امام نسائی نے کہا:	ثقه	خلاصہ تذھیب ۱/۲۳۴
امام ابوزعہ نے کہا:	ثقه	تہذیب التہذیب رقم ۵۸۵۶
حافظ ذہبی نے کہا:	ثقه	الرواۃ الثقات رقم ۵۱

3- محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ

قارئین کرام ابن ابی لیلیٰ مختلف فیہ مگر حسن الحدیث راوی ہے۔ مگر غیر مقلد زبیر علیزئی نے مسلکی تفاوت میں ابن ابی لیلیٰ کو ضعیف بنانے کی ایک لاسعی کوشش کی ہے۔ اور ابن ابی لیلیٰ کو یکطرفہ ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۸۹ پر تقریباً ۳۲ محدثین کرام کے حوالے پیش کرنے کی کوشش کی۔

قارئین کرام ان حوالہ جات کا مختصراً جائزہ ملاحظہ کیجئے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ ۳۲ حوالوں میں ۶ حوالے (۱) امام ساجی (۲) ابن جریر طبری (۳) ابن خزیمہ (۴) ابو احمد الحاکم (۵) ابن المدینی (۶) ابن قطان کے حوالوں کی سند ہی نہیں ہے جس کا اقرار خود زبیر علیزئی کو ہے۔

باقی رہ گئے ۲۶ حوالے۔ ان ۲۶ حوالوں میں ۶ حوالے (۱) ابوحاتم (۲) ابوزرعہ (۳) الدارقطنی (۴) الذھبی (۵) ابن حجر (۶) ہیثمی (۷) المنذری کے حوالوں میں جرح کے ساتھ توثیق اور تعدیل بھی ہے۔ لہٰذا یہ حوالے زبردستی بھرتی کئے گئے ہیں۔

لہٰذا باقی رہ گئے ۱۹ حوالے۔ اور ان حوالوں میں (۱) زائدہ اور (۲) یحییٰ بن سعید کی جرح ہی نہیں بنتی کیونکہ کسی سے روایت نہ کرنا اس کی تضعیف نہیں ہوتی جو کہ علماء غیر مقلدین کو بھی منظور ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کے باقی رہ گئے ۱۷ حوالے۔

ابن ابی لیلیٰ پر جرح کی اصلیت:

غیر مقلد زبیر علیزئی کے باقی رہنے والے ۱۷ حوالوں میں محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے مطلقاً ضعف ثابت

نہیں ہوتا اور اس کا اصل مقام ڈاکٹر نورالدین عتر کچھ یوں بتاتے ہیں۔

"فاذاانفردواحدمن ھؤلاءبحدیث ولم یتابع علیہ لم یحتج بہ"۔(شرح علل ترمذی ۱/۱۴۴)
یعنی جب یہ روایت کرنے میں اکیلا ہو اور اسکا کوئی متابع بھی نہ ہو تو پھر قابل حجت نہیں ہے۔(یعنی جب ابن ابی لیلیٰ کا کوئی متابع مل جائے تو روایت صحیح ہوگی۔)

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی توثیق

قارئین کرام! ابن ابی لیلیٰ کی مندرجہ ذیل محدثین کرام نے توثیق یا تقویت فرمائی ہے۔

:1 امام ترمذیؒ نے اس کی ایک حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سنن ترمذی ۱/۱۷
:2 امام ترمذیؒ نے اس کی متعدد احادیث کو حسن کہا ہے۔ سنن ترمذی ۱/۱۱۱، ۱/۱۲۰، ۱/۱۶۹، ۲/۷۱
:3 حافظ ابن قیم نے اس کی ایک حدیث کو ھذا اسنادہ صحیح کہا ہے۔ بدائع الفوائد ۳/۱۲۳
:4 حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی ایک حدیث کو اسناد حسن کہا ہے۔ البدایہ النہایۃ ۳/۲۳۴
:5 علامہ ذھبیؒ نے اس صدوق جائز والحدیث کہا ہے۔ العبرفی خبر ۱/ ۱۶۲
:6 احمد بن یونسؒ نے کہا ہے کہ کان افقہ اھل الدنیا۔ الجرح وتعدیل ۷/۳۲۲
:7 امام عطاء نے کہا کہ ھو اعلم منی مرآۃ الجنان ۱/۳۰۶
:8 حافظ ابوزرعہ الرازیؒ نے کہا: رجل شریف اجوبۃ ابی زرعہ الرازی ۱/۲۷۷
:9 حافظ ابن رجب نے کہا: ھو صدوق لا یتھم یتعمد الکذب۔ شرح علل ترمذی ۱/۱۴۵
:10 حافظ ابن ملقنؒ نے کہا: صدوق سیئی الحفظ. البدرالمنیر ۱۶/۴۲۳.
:11 امام عجلیؒ نے کہا: کوفی صدوق ثقہ معرفۃ الثقات عجلی رقم ۱۶۱۸
:12 ابوحاتمؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔ البدرالمنیر ۱/۲۵۸ مجمع الزوائد رقم ۱۰۹۳
:13 ابن الغزیؒ نے کہا: امام المجتھد القاضی دیوان الاسلام ۱/۷۷
:14 حافظ بیہقیؒ نے اس کی ایک حدیث کو صحیح کہا ہے۔ السنن الکبریٰ رقم ۴۳۶۶
:15 امام حاکم نے کہا:

ینسب الی سوءالحفظ فانہ أحدفقھاءالاسلام وفضلتھم ومن أکابر۔(مستدرک حاکم رقم ۳۱)
امام حاکم نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (مستدرک حاکم ۴/۱۱۴)

:16 حافظ ابن حجرؒ نے کہا: صدوق سیئی الحفظ تقریب التہذیب رقم ۶۰۸۱
:17 علامہ سیوطیؒ نے نقل کیا: صدوق جائز الحدیث طبقات الحفاظ ۱/۱۳

:18 امام ساعاتی نے اس کی ایک حدیث کے بارے میں سندہ جید لکھا ہے۔ الفتح الربانی ۱/۱۸۷

:19 علامہ ذہبیؒ نے کہا: محلہ الصدق الکاشف رقم ۵۰۰۰

:20 حافظ ابن قیم نے کہا: ثقہ حافظ جلیل زاد المعاد ۵/۱۵۰

:21 امام المقدسیؒ نے اس سے اپنی کتاب میں متعدد روایات لیں ہیں۔ (ضیاء المختارہ رقم ۶۴۱: و ۶۵۶)
غیر مقلد زبیر علیزئی کے نزدیک امام ضیاء المقدسیؒ جس راوی سے روایت لیں وہ ثقہ ہوتا ہے۔

:22 حافظ ابوعوانہؒ نے ابن ابی لیلیٰ سے اپنی کتاب میں روایت لیں ہیں۔ (مستخرج ابی عوانہ رقم ۵۰۳۳)

:23 امام ابوحاتم الرازیؒ نے اس سے اپنی کتاب میں روایت لی ہے۔ (فوائد تمام رقم ۱۲۳۴)

:24 ابن خزیمہؒ نے اس سے اپنی کتاب صحیح میں روایت لی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۲۰۶۴)

:25 امام نسائیؒ نے اس سے اپنی سنن میں روایت لی ہے۔ (سنن نسائی رقم ۲۷۷۴)

:26 حافظ منذریؒ نے کہا: صدوق امام ثقہ روی الحفظ۔ (ترغیب والترھیب ۵/۵۳۵)

:27 عرب محقق بہلوشی نے اس کی ایک روایت کو اسنادہ حسن کہا ہے۔ (ضیاء المختارہ رقم ۶۴۱)

:28 قاضی شوکانی نے اس کی حدیث کو حسن الحدیث کہا ہے۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۱۹)

:29 عرب محقق ڈاکٹر طاہر محمد دردیری نے اس کو صدوق سیئ الحفظ لکھا ہے۔ (تخریج احادیث الوردہ ۱/۴۰۳)

:30 سلفی عالم ناصر الدین البانی نے اس کی متعدد احادیث کی تحسین اور تصحیح کی ہے۔ سنن ابن ماجہ رقم ۲۲۲۸: ۔۴۔۲۷۳۴۔۲۹۹۶۔ سنن نسائی رقم ۲۷۷۴: ، ۴۰۰۹، سنن ترمذی رقم: ۲۰۷۲، ۳۵۵۳۔

:31 علامہ ہیثمیؒ نے کہا: حدیث حسن انشاء اللہ مجمع الزوائد رقم ۵۴۶۱

:32 سلفی محقق احمد شاکر لکھتا ہے، محمد بن ابی لیلیٰ جیسے شخص کی حدیث حسن درجہ سے جو قابل احتجاج ہے کم نہیں ہے اور جب کوئی حدیث اس کی روایت کی مؤید مل جائے تو پھر اس کی حدیث صحیح ہو جائے گی۔ (شرح ترمذی، احمد شاکر)

عرب محقق احمد شاکر کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ابن ابی لیلیٰ کی حدیث حسن سے کم نہیں اور اگر کوئی دوسری روایت متابع اور مؤید مل جائے تو اس کی حدیث صحیح ہو جائے گی۔ لہٰذا ابن ابی لیلیٰ پر صرف جرح نقل کر کے غیر مقلد، زبیر علیزئی راہِ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے۔ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں معتدل رائے یہ ہی ہے کہ ابن ابی لیلیٰ حسن الحدیث ہے۔ کیونکہ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد ۵۴۶۱: میں کہا کہ حدیث حسن ان شاء اللہ اور علامہ ذہبیؒ نے حدیث فی وزن الحسن (طبقات الحفاظ ۱/۱۲۹) یعنی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کی حدیث وزن اور درجہ میں حسن ہے۔ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی نے کوئی شاطرانہ انداز اپناتے ہوئے، عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کی تو ہم ان شاء اللہ اس کی نقاب کشائی ضرور کریں گے اور ایسے مقامات کی نشاندہی غیر مقلد زبیر علیزئی کے ہی کتابوں سے کریں گے کہ انہوں نے کس کس مقام پر صرف اور صرف علامہ ذہبیؒ کے قول سے تنہا استدلال کیا ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ ابن ابی لیلیٰ پر اگر محدثین نے جرح کی ہے تو دوسری طرف جم غفیر علماء کرام نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ لہٰذا محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی حدیث خصوصاً علامہ ہیثمی ،علامہ ذہبی اور احمد شاکر کے حوالوں کی روشنی میں حسن درجہ سے کم نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ دوسری روایت مؤید مل جائے تو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور ابن ابی لیلیٰ کی مؤید حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت معجم الکبیر رقم ۱۲۲۸۲ کی ہے اور معجم الکبیر رقم ۱۲۲۸۲ کی حدیث کی تصحیح پیش کی جاچکی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی مؤید ہو کر ابن ابی لیلیٰ کی حدیث حسن درجہ سے بلند ہو کر صحیح حدیث بن گئی ہے۔ لہٰذا عوام الناس کو اصول اور علم الحدیث میں گمراہ کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا مردود اور باطل ہے۔

4- الحکم بن عتبہؒ:

امام عجلی نے کہا:	ثقہ ثبت	معرفۃ الثقات رقم ۳۳۷
علامہ ذہبی نے کہا:	ثقہ	الکاشف رقم ۱۱۸۵
امام ابن مھدی نے کہا:	ثقہ ثبت	تہذیب التہذیب رقم ۷۵۶
امام ابن معین نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۷۵۶
امام ابوحاتم نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۷۵۶
امام نسائی نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۷۵۶

حافظ کلاباذی نے اسے بخاری کے راویوں میں لکھا ہے۔ رجال صحیح بخاری رقم ۲۵۵

حافظ ابن منجویہ نے اسے صحیح مسلم کے راویوں میں لکھا ہے۔ رجال مسلم رقم ۲۷۱

5- مقسم بن بجرۃ

ابوحاتم نے کہا:	لا بأس به	الجرح وتعدیل رقم ۱۸۸۹
احمد بن صالح المصری نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۵۰۹
امام عجلی نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۵۰۹
امام یعقوب بن سفیان نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۵۰۹
امام دارقطنی نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۵۰۹

6-نافع ابوعبداللہؒ

حافظ ابن حجرؒ نے کہا:	ثقہ ثبت فقیہ مشہور	تقریب التہذیب رقم ۷۰۸۶

7-حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حافظ ذہبیؒ نے کہا:	ترجمان القرآن	الکاشف رقم ۲۸۰۰

8- حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حافظ ابن حجر نے کہا:	صحابی رسول ﷺ	تہذیب التہذیب رقم ۵۶۵

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۲۸۶ پر لکھتے ہیں کہ

''اس کا ایک راوی الحکم بن عتیبہ مدلس ہے۔''......مدلس راوی عن سے روایت کرے تو حجت نہیں۔''

جواب :

عرض یہ ہے کہ اس حدیث میں الحکم بن عتیبۃ پر مدلس کا اعتراض مردود ہے کیونکہ گذشتہ صفحات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ کی صحیح حدیث اس کی متابعت قاہرہ کر رہی ہے۔اور خود غیر مقلد زبیر علیزئی اس صفحہ ۲۸۷ پر اس بات کی تصریح کر کے مان رہے ہیں کہ متابعت مل جانے سے تدلیس کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔لہٰذا جناب آپ کے مسلمہ اصولوں کے مطابق بھی یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے۔مزید عوام الناس کے لئے یہ بھی عرض کر دوں کہ الحکم بن عتیبۃ کو حافظ العلائی نے جامع تحصیل ص ۱۱۳ اور حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر اس راوی الحکم بن عتیبۃ کو طبقہ ثانیہ یعنی اس کی عن والی روایت کو صحیح اور معتبر ہونے کی تصریح کی ہے۔جبکہ اسی حدیث میں ابن ابی لیلیٰ نے متابعت بھی کی ہوئی ہے۔لہٰذا اس حدیث پر ایسے اعتراض باطل اور مردود ہیں۔

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ یہ حدیث سنداً اور متناً صحیح اور ثابت ہے۔اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لئے وتر عیدین اور دعا وغیرہ کے موقع پر رفع الیدین کرنے کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔

دوسری سند

حدثنا عبداللہ بن سعید الأشج حدثنا المحاربی عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس و عن نافع عن ابن عمر قال :قال النبی ﷺ :ترفع الأیدی فی سبعة مواطن و فی الخبر :و عند استقبال البیت۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رفع الیدین سات مقامات پر کیا جائے اور ایک روایت میں بیت اللہ کی زیارت کے وقت بھی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ رقم ۲۷۰۳، شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۳۵۳۸)

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کا مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

	راوی	درجہ	حوالہ
1:	عبداللہ بن سعید الاشج	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۳۳۵۴
2:	عبدالرحمن بن محمد المحاربی	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۱۳۲۴
3:	ابن ابی لیلیٰ	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات عجلی رقم ۱۶۱۸
4:	الحکم بن عتیبۃ	ثقہ	الکاشف رقم ۱۱۸۵
5:	مقسم بن بجرۃ	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۵۰۹
6:	حضرت عبداللہ بن عباس	ترجمان القرآن	الکاشف رقم ۲۸۰۰
7:	نافع ابوعبداللہ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم ۷۰۸۶
8:	حضرت عبداللہ بن عمر	صحابی	تہذیب التہذیب رقم ۵۶۵

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں جبکہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے نورالعینین ص ۲۸۶ پر الحکم بن عتیبۃ پر جو مدلس ہونے کا اعتراض نقل کیا ہے وہ اس لئے غلط ہے کہ اسی حدیث میں ابن ابی لیلیٰ نے الحکم بن عتیبۃ کی متابعت قاصرہ بھی کر رکھی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس سے ترک رفع الیدین والی المعجم الکبیر حدیث نمبر ۱۲۲۸۲: (جس کی تحقیق گذشتہ صفحات پر پیش کی جا چکی ہے) میں عطا بن سائب نے بھی متابعت کر رکھی ہے۔ لہٰذا ایسے فضول اور مردود اعتراض پیش کر کے راہ فرار اختیار نہیں کی جا سکتی ہے۔ جناب اپنی مرضی کی احادیث میں متابعت اور شواھد پیش کر کے استدلال کرتے ہیں مگر اپنی مرضی کیخلاف احادیث میں متابعت اور شواھد کا اصول کیا آپ کو بھول جاتا ہے؟

قارئین کرام اس حدیث کی سند پر اعتراضات بالکل فضول اور مردود ہیں اور جمہور محدثین کرام سے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کر دی گئی ہے۔ حدیث صحیح ہے۔

☆☆☆

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لا ترفع الایدی والی مرفوع روایت کا تحقیقی جائزہ

حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبة ثنا محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ حدثنی ابی عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: "لا ترفع الأیدی الا فی سبعة مواطن: حین یفتتح الصلاة، وحین یدخل المسجد الحرام، فینظر الی بیت، وحین یقوم علی الصفاء وحین یقوم، علی المروة وحین یقف مع الناس عشیة العرفة، والقامین حین یرمی الجمرة۔

(مجمع الزوائد للھیثمی حدیث رقم ۳۸۵/۱۱، حدیث رقم ۱۲۰۷۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رفع الیدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات میں جب نماز شروع کی جائے اور جب مسجد الحرام میں داخل ہوتے ہوئے بیت اللہ پر نظر پڑے اور جب صفا و مروہ پر کھڑا ہو اور عرفات میں بعد از زوال جب لوگوں کے ساتھ وقوف کرے اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور جمرتین کی رمی کرتے وقت۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کا مختصراً تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

1: محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ:

اس راوی پر اہل سنت کے اعتراضات اپنی جگہ پر قائم ہیں مگر غیر مقلد زبیر علیزئی نے اس راوی کی توثیق پر پورا مضمون لکھا ہے لہٰذا یہ راوی غیر مقلد زبیر علیزئی کے نزدیک ثقہ ہے۔

راوی	حکم	حوالہ
2: محمد بن عمران بن محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی۔	صدوق۔	تقریب التہذیب رقم ۶۱۹۷
3: عمران بن محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی۔	وثق	الکاشف رقم ۴۲۷۳
4: محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۱۶۱۸
5: الحکم بن عتیبۃ	ثقہ	الکاشف رقم ۱۱۸۵
6: مقسم بن بجرۃ	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۵۰۹

:7 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ترجمان القرآن صحابی الکاشف رقم ۲۸۰۰
اس تحقیق سے واضح ہوا کہ یہ روایت متابعت اور شواھد کے روشنی میں صحیح اور معتبر ہے ۔غیر مقلد زبیر علیزئی کا نورالعینین ص ۹۱ پر ابن ابی لیلیٰ پر اعتراض مردود ہے کیونکہ ابن ابی لیلیٰ کی توثیق ۳۲ محدثین کرام سے پیش کی جا چکی ہے۔

دوسری سند

حدثنا ابن فضیل عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس، قال لا ترفع الایدی الا فی سبعة مواطن اذا قمت الی الصلوة، واذا جئت من بلد و اذا رأیت البیت واذا قمت علی الصفاء والمروة وبعرفات، بجمع و عند الجمار۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۲۴۹۹۶۱)

ترجمہ: مقسم سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے کہا : رفع الیدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات میں، جب نماز شروع کی جائے اور جب اس مقام اور علاقہ داخل ہو اور جب بیت اللہ پر نظر پڑے اور جب صفا اور مروہ پر اور عرفات میں اور جب جمارت کے پاس ہو۔

سند کی تحقیق

1	محمد بن فضیل بن غزوان	ثقه	الکاشف رقم ۵۱۱۵
:2	ابن ابی لیلی	صدوق ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۱۶۱۸
:3	الحکم بن عتیبۃ	ثقه	الکاشف رقم ۱۱۸۵
:4	مقسم بن بجرۃ	ثقه	تہذیب التہذیب رقم ۵۰۹
:5	حضرت عبداللہ بن عباس	ترجمان القرآن (صحابی)	الکاشف رقم ۲۸۰۰

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ/صدوق ہیں ۔غیر مقلد زبیر علیزئی کا نورالعینین ص ۹۰ اور ص ۹۱ پر ابن ابی لیلی پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے اور گذشتہ صفحات میں ابن ابی لیلی کی توثیق اور تحسین ۳۲ محدثین کرام سے ثابت کی جا چکی ہیں ۔مزید یہ کہ الحکم بن عتیبۃ ہر مدلس کا اعتراض بھی مردود ہے کیونکہ حافظ العلائی نے جامع تحصیل ۱۱۳ اور حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر الحکم بن عتیبۃ کو طبقہ ثانیہ میں رکھ کر اس کی عن والی روایت کو صحیح مانا ہے ۔لہٰذا تدلیس کی رَٹ لگانا فضول ہے کیونکہ اس حدیث کے متعدد شواھد اور متابعت پچھلے صفحات پر پیش کئے جا چکے ہیں جس سے تدلیس کا الزام بھی ختم ہو جاتا ہے ۔اصول کی روشنی میں غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات مردود ہیں ۔اور یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے ۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ قنوت، وتر اور نماز عیدین میں رفع الیدین اپنی مستقل احادیث کے بنا پر اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی نبی کریم ﷺ کا ترک رفع الیدین

قارئین کرام حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کو نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے سنا۔ لہٰذا اس روایت کی تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

پهلی سند

حدثنا معاذ بن المثنى مسدد ثنا خالد ثنا حصين عن عمرو بن مرة قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمة بن وائل يحدث عن أبيه :أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه قبل الركوع وبعد فذكرت ذلک لابراهيم فغضب وقال :رأه ولم يراه ابن مسعود وأصحابه ؟۔ (معجم الکبیر رقم ۹)

ترجمہ: عمرو بن مرۃ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں داخل ہوا تو علقمہ بن وائل اپنے والد سے بیان فرمارہے تھے کہ نبی کریم ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے تو عمرو بن مرۃ نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا تو ابراہیم نخعی غضب میں آگئے اور کہا انہوں نے دیکھا اور کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے صحابہ نے نہیں دیکھا (یعنی رفع الیدین پر عمل کرتے ہوئے)۔

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

1	معاذ بن المثنیٰ	ثقہ متقن	سیر اعلام النبلاء ۷ /۵۲۷
2	مسدد بن مسرھد	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۶۵۹۸
3	خالد بن عبداللہ الواسطی	ثقہ عابد	الکاشف رقم ۱۳۳۳
4	حصین بن عبدالرحمٰن	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۱۳۷
5	عمرو بن مرۃ	ثقہ عابد	تقریب التہذیب رقم ۵۱۱۲
6	ابراھیم نخعیؒ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰

ان مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

دوسری سند

حدثنا محمد بن النصر الازدی ثنا معاویة بن عمرو ثنا زائده عن حصین قال ذکر عمرو بن مرة عن علقمة بن وائل عن ابیه عن النبی ﷺ فی رفع یدیه للصلاة قال حصین فقال ابراهیم :ما أدری لعل وائلا لم یری النبی ﷺ غیر ذٰلک الیوم فکیف حفظه و لم یحفظه عبدالله و أصحابه ؟ هو أعلم رسول الله ﷺ ام عبدالله ؟ فانما کان یرفع یدیه افتتاح۔(المعجم الکبیر طبرانی رقم ۸)

ترجمہ: ثقہ راوی حصین نے فرمایا کہ عمرو بن مرۃ نے علقمہ بن وائل عن ابیہ عن النبی ﷺ کی سند سے نماز میں رفع الیدین کرنا بیان فرمایا۔ حصین نے کہا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس دن کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے نہیں بیان کیا اور انہوں نے اس کو محفوظ کرلیا اور کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نہ محفوظ نہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں اور یہ کہ رفع الیدین صرف نماز کی شروع میں ہے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راویوں کی مختصر تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

1	محمد بن احمد بن النضر	ثقہ لاباس بہ	تاریخ بغداد ۱/۳۶۴
2	معاویۃ بن عمرو	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۶۷۶۸
3	زائدہ بن قدامۃ الثقفی	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم ۱۹۸۲
4	حصین بن عبدالرحمن السلمی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۸۳۷
5	عمرو بن مرۃ	ثقہ عابد	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰
6	ابراہیم نخعی	ثقہ (تابعی)	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تیسری سند

حدثنا احمد بن عبدالله الوكيل ثنا الحسن بن عرفة ثنا هشيم عن حصين وحدثنا بن اسماعيل و عثمان بن محمد بن جعفر قالا نا يوسف بن موسى جرير عن حصين بن عبدالرحمن قال :دخلنا على ابراهيم فحدثه عمرو بن مرة قال صلينا فى مسجد الحضرميين فحدثنى علقمة بن وائل أبيه أنه راى رسول الله ﷺ يرفع يديه حين يفتتح الصلاة واذا ركع واذا سجد فقال ابراهيم ما أرى أباك رأى رسول ﷺ الا ذلك اليوم الواحد فحفظ ذلك وبعدالله لم يحفظ ذلك منه ثم قال ابراهيم انما رفع اليدين عند افتتاح الصلاة لفظ جرير۔ (سنن الدارقطنی ۱/۲۹۱ رقم ۱۳)

ترجمه: عمرو بن مرہ نے فرمایا ہم مسجد حضرمین میں نماز پڑھ رہے تھے کہ علقمہ بن وائل نے اپنے والد سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا رفع الیدین کرتے دیکھا جب نماز شروع کرتے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے تو ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ آپ کے والد نے کیا رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس ایک دن کے علاوہ اور انہوں نے اس کو یاد کرلیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے یاد نہ کیا اور پھر ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ رفع الیدین صرف نماز کے شروع میں ہے اور یہ لفظ محدث جریرؒ کے ہیں۔

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راویوں کی توثیق ملاحظہ کیجئے۔

1	احمد بن عبداللہ الوکیل	للحدث صدوق	سیر اعلام النبلاء ۱۵/۷۰ رقم ۳۷
2	الحسن بن عرفہ	ثقه	تہذیب التہذیب رقم ۵۲۳
3	ھیشم بن بشیر	ثقه	الکاشف رقم ۵۹۷۹
4	حصین بن عبدالرحمٰن	ثقه	تقریب التہذیب رقم ۱۳۷
5	الحسین بن اسماعیل المحاملی	المحدث ثقه	سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵۹ رقم ۱۱۰
6	عثمان بن محمد بن (جعفر) بشر	ثقه	سیر اعلام النبلاء ۱۶/۸۱ رقم ۶۴

سنن دارقطنی میں غلطی سے جعفر لکھا گیا ہے میرے علم کے مطابق صحیح لفظ بشر ہے۔ اگر جعفر بھی ہو تو اس کی متابعت اسی سند میں احمد بن عبداللہ الوکیل اور الحسین بن اسماعیل نے کی ہے۔ اصول حدیث سے ہٹ کر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔

7	یوسف بن موسی	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۷۳۱
8	جریر بن عبدالحمید	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۲۰۸۰
9	حصین بن عبدالرحمن	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۷ ۸۳
10	ابراہیم نخعیؒ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰

اس مندرجہ بالاتحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

چوتھی سند

حدثنا احمد بن داؤد قال ثنا مسدد قال ثنا خالد بن عبداللہ قال ثنا حصین عن عمرو بن مرۃ قال دخلت مسجد حضرت موت فاذا علقمۃ بن وائل یحدث عن ابیہ: آن رسول اللہ ﷺ کان یرفع قبل الرکوع وبعدہ فذکرت ذلک لابراھیم فخصب وقال رأہ ھو لم یرہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ولا أصحابہ۔

(شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۵۱، دوسرا نسخہ ۱۲۶۱)

ترجمہ: حضرت عمرو بن مرۃ فرماتے ہیں کہ میں حضرت موت کی کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد کی روایت بیان کر رہے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد ہاتھ اٹھاتے تھے میں نے یہ بات حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ذکر کی تو وہ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا کہ انہوں نے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب نے نہیں دیکھا۔

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

احمد بن داؤد السدوسی	ثقہ	تاریخ اسلام ۲۱/۵۷ المنتظم رقم ۲۸۵
مسدد بن مسرھد	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۶۵۹۸
خالد بن عبداللہ الواسطی	ثقہ عابد	الکاشف رقم ۱۳۳۳
حصین بن عبدالرحمن	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۷ ۸۳
عمرو بن مرۃ	ثقہ عابد	تقریب التہذیب رقم ۵۱۱۲
ابراھیم نخعی رحمہ اللہ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰

مندرجہ بالاتحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قارئین کرام! میں نے یہ بات پہلے بڑی شرح و بسط کے ساتھ واضح کر دی گئی ہے کہ ثقہ جلیل القدر تابعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا مذہب اور علم ان کے جلیل القدر ثقہ شاگردوں (علقمہ ،الاسود، مسروق، عبیداللہ عمرو بن شرجیل اور حارث) سے حاصل کیا اور امام بخاری کے استاد امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصحاب عبداللہ (علقمہ الاسود، مسروق، عبیداللہ ، عمرو بن شرجیل اور حارث) کا علم سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہیں ملاحظہ کیجئے العلل المدینی ۱/۴۳

حافظ ابن رجب نے بھی لکھا کہ "اصحاب عبداللہ بن مسعود جو کہ ان کا علم رکھتے اور ان کے قول پر فتویٰ دیتے اور ان کے مذہب پر چلے وہ اسود بن یزید، مسروق بن الاجدع، عبیدۃ السلمانی وعمرو بن شرجیل، حارث بن قیس اور یہ چھ ہیں۔

ابراہیم نخعی اور امام شعبی تمام اہل کوفہ سے سب سے زیادہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (یعنی شاگرد) کے مذہب اور طریقے (علم) کو جاننے والے تھے۔ مگر امام شعبی رحمہ اللہ نے صرف مسروق بن الاجدع کے علم و مذہب کی طرف چلے اور مسروق بن الاجدع نے علم زیادتر حضرت علیؓ اور اہل المدینہ سے حاصل کیا اور جبکہ ابراہیم نخعیؒ نے تمام تر علم و مذہب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں یا اصحاب سے حاصل کیا۔ (شرح علل ترمذی ۱/۶۰) لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام مذہب اور عمل کا علم حضرت ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے شاگردوں سے حاصل کی ہے۔ اور مزید یہ کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے خود بھی واضح کر دیا ہے کہ اگر وہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیں اور درمیان میں کسی راوی کا ذکر نہ کریں تو انہوں نے یہ بات ایک جماعت یا جم غفیر لوگوں سے سُنی ہے اور محدثین کرام نے اس بات کی خاص تصریح کر دی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علم اور مذہب سے زیادہ حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں کے علم اور عمل کو جانتے تھے۔ اور ان روایات میں حضرت ابراہیم نخعی صرف اور صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک فعل اور عمل کے بارے میں آگاہ کر رہے ہیں نہ کہ یہ کہ میں انہیں ترک رفع الیدین کرتے دیکھا کیونکہ انہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بذریعہ ان کے شاگردوں سے معلوم ہوا ہے۔ لہٰذا اس روایت پر کسی قسم کا بھی اعتراض باطل اور مردود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین

حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْحَنَّاطُ ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى بْنِ أَبِي حَيَّةَ قَالَا : نَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ ، عَنْ حَمَّادٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ". قَالَ إِسْحَاقُ : بِهِ نَأْخُذُ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا۔

ترجمہ: خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا۔

(سنن دار قطنی ص ۲/ ۵۲ حدیث نمبر ۱۱۳۳)

أخبرنا محمدُ بنُ عبدِ اللهِ الضَّبِّيُّ، ثنا محمدُ بنُ صالحِ بنِ هانئٍ، ثنا إبراهيمُ بنُ محمدِ بنِ مخلدٍ الضَّريرُ، ثنا إسحاقُ بنُ أبي إسرائيلَ. (ح)

قَالَ : وَحَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْمُذَكِّرُ، ثنا الْعَبَّاسُ بْنُ حَمْزَةَ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ : صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - وأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ - رضي الله عنهما -، فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. (الخلافیات للبیہقی ۲/ ۳۶۳)

اور اسی روایت کو خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ۱۳/ ۲/ ۷۲ پر بھی نقل کیا ہے۔

اس روایت کی سند کم از کم حسن ہے شواہد میں اور اس کو امام ابن ترکمانی نے جید قرار دیا ہے الجوہر النقی میں اور اس روایت کے راوی امام اسحاق بن ابی اسرائیل جنکی تعدیل کرتے ہوئے امام احمد کہتے ہیں یہ عقل مند اور بہت بڑے فقیہ تھے امام اسحاق خود اس روایت کو بیان کر کے کہتے ہیں کہ ہمارا عمل بھی اسی پر ہے (یعنی ترک رفع الیدین پر)۔

اعتراض:

اس حدیث کی روایت میں محمد بن جابر تنہا ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔

جواب:

محمد بن جابر صدوق ہیں۔ان کی یہ روایت ثقہ راویوں کے خلاف نہیں۔
ان کے بارے میں ابن عدی نے کہا:

"روی عنه الکبار ایوب وابن عون وسرد جماعة ثم قال: ولولا انه فی ذالک المحل لم یرو عنه هؤلاء وقد خالف فی احادیث ومع ماتکلم فیه من تکلم یکتب حدیثه"
(الکواکب النیرات لابن الکیال ج ۱ ص ۴۹۵)

ترجمہ: محمد بن جابر سے اکابر محدثین نے احادیث روایت کی ہیں۔اگر محمد بن جابر اس مرتبے میں نہ ہوتے تو وہ محدثین ان سے روایت نہ کرتے۔باوجود اس کے کہ بعض لوگوں نے ان کی بعض احادیث کی مخالفت کی ہے اور ان پر کلام کیا ہے،ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

ابن ابی حاتم نے کہا:

"سئل ابی عن محمد بن جابر وابن لهیعة فقال: محلهما الصدق ومحمد بن جابر احب الی من ابن لهیعة" (الجرح والتعدیل ۷: /۲۱۹)

ترجمہ: میرے والد ابو حاتم سے محمد بن جابر اور ابن لہیعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: محمد بن جابر میرے نزدیک ابن لہیعہ سے زیادہ محبوب ہیں۔

محمد جابر کی یہ روایت ثقہ راویوں کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے مقبول ہے۔اس کی تائید میں مرفوع وموقوف صحیح احادیث ہونے کی وجہ سے یہ حدیث حسن کے درجے میں ہے۔

امام ابن عدی الکامل میں محمد بن جابر کے بارے لکھتے ہیں:

وقدروی عن محمدبن جارب کماذکرت من الکبار ایوب، وابن عون، وبشام بن حسان، سفیان الثوری وشعبه وابن عینیه وغیرہم ممن زکرتهم ولولا ان محمدبن جابر فی زالك المحل لم یرو عنه هولا۔ (الکامل ابن عدی جلد ۷، ص ۴۳۰)

ترجمہ: م امام ابن عدی محمد بن جابر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان سے ابن عینیہ، امام سفیان الثوری، امام شعبہ، امام ہشام بن حسان، امام ایوب جیسے کبار محدثین رویات کرتے ہیں اگر یہ ابن جابر اس مقام کا نہ ہوتا تو یہ حضرات اس سے روایت نہ کرتے۔

کیا غیر مقلدین امام احمد کی بات مان کر امام سفیان ثوری، امام ایوب، ہشام بن حسان اور امام شعبہ جیسے کبار شیوخ کو شریر مانے گیں؟

امام ہیثمی مجمع الزوائد حدیث نمبر 3367 کے تحت لکھتے ہیں :

وفیہ محمد بن جابر الیمامی، وفیہ کلام کثیر وھو صدوق فی نفسہ صحیح الکتاب، ولکنہ ساء حفظہ وقبل التلقین

ترجمہ :امام ہیثمی لکھتے ہیں کہ محمد بن جابر پر بہت کلام ہے لیکن یہ فی نفسی صدوق یعنی سچے ہیں اور انکی احادیث کی کتب بھی بالکل صحیح تھیں اور انکا حافظہ بہت برا ہوگیا اور تلقین بھی قبول کرلیتے تھے

یعنی امام ہیثمی نے بھی صریح طور پر زکر کر دیا ہے کہ فی نفسی صدوق تھا اور اختلاط کے بعد سیَٔ الحفظ کی وجہ سے یہ تلقین بھی قبول کرلیتا تھا لیکن اسکی کتب صحیح تھیں جیسا کہ جمہور محدثین نے تصریح کی ہے کہ یمامہ اور مکہ کے مقام پر اسکی کتب صحیح تھیں اور ان سے جو لکھا گیا سچ ہے یعنی صحیح ہے

امام عبدالرحمن بن مھدی جو کہ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں وہ بھی محمد بن جابر کے شاگرد ہیں اور ان سے کتب سے سماع کیا ہے اور محمد بن جابر سے حماد کی روایات بھی لیتے تھے جو کہ اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ امام ابن مھدی کے نزدیک محمد بن جابر کی حماد بن ابی سلیمان سے روایت صحیح ہوتی ہے تبھی تو ابن مھدی ان سے روایت لیتے

چناچہ امام ابن عدی لکھتے ہیں :

حدثنا حماد، ثنا عبااللہ بن احمد حدثنی ابی قال ثنا عتاب بن زیاد قال قدم عبداللہ بن مبارک علی محمد بن جابر وھو یحدث بہ مکہ فی سنۃ ثمان وستین ومائۃ فقال :حدیا شیخ من کتب، قا من ہذا؟ قیل ؟ابن مبارک فارسل الیہ بکتبہ، وکان عبدالرحمن یسالہ من حدیث حماد، وعبداللہ ساکت۔

ترجمہ :عبداللہ بن مبارک محمد بن جابر کے پاس آئے اور محمد بن جابر مکہ مکرمہ میں حدیث بیان ک رہے تھے 168ھ میں تو عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اے شیخ !اپنی کتابوں سے حدیث بیان کریں محمد بن جابر نے کہا یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ یہ عبداللہ بن مبارک ہیں تو محمد بن جابر نے اپنی کتابیں عبداللہ بن مبارک کے ہاں بیج دیں اور محمد عبدالرحمن بن مھدی محمد بن جابر سے حضرت حماد کی حدیث پوچھتے تھے اور عبداللہ بن مبارک خاموش تھے۔(الکامل ابن عدی جلد 7 صفحہ 329)

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن جابر کی حدیث جو انکی کتابوں میں ہیں وہ صحیح ہیں تبھی تو انکی کتب احادیث حاصل کرنے کے لیے ابن مبارک جیسا محدث نے کہا اور حماد کی حدیث بھی صحیح ہے کیونکہ عبدالرحمن بن مھدی محمد بن جابر سے حماد کی حدیث کار بارے سوال کرتے تھے یاور عبداللہ بن منبارک خاموش تھے یہ خاموشی رضا کی دلی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا ابن مبارک اور ابن مھدی بھی مکہ اور یمامہ کے مکام پر محمد بن جابر سے روایات لیتے اور انکی کتب کو صحیح مانتے تھے۔

امام ابوزرعہ کے مطلق امام ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ اور اپنے والد سے پوچھا کہ محمد بن جابر کا مقام آپ کے نزدیک کیا ہے؟

تو دونوں نے کہا کہ محمد بن جابر میرے نزدیک صدوق ہے اور یہ مجھے ابن الھیعۃ سے زیادہ محبوب ہے۔

اور دوسری جگہ امام ابوحاتم وابوزرعہ کہتے ہیں کہ

مکہ اور یمامہ کے مقام پر ان سے جو بھی لکھا گیا وہ اس وقت صدوق تھے۔(الجرح وتعدیل برقم 1215)

اس کے بارے میں بہترین کلام ابن عدی کا ہے کہ اسحاق بن اسرائیل اپنے شیوخ پر محمد بن جابر کو فضیلت دیتے تھے اور جبکہ وہ ان سے اوثق اور فضیلت میں زیادہ تھے۔اسکا شاگرد اسحق بن ابی اسرائیل 20 سال کی عمر کا تھا جب یہ فوت ہوگیا یعنی اس نے یمامی سے اختلاط کے بعد روایت کی۔

ہم محدثین سے اس تصریح کا ذکر بیان کرتے ہیں کہ محمد بن جابر سے اسحاق بن اسرائیل کا سماع یمامہ کے مقام پر کا ہے اور انہوں نے محمد بن جابر کی تمام کتب کو لکھ لیا تھا یعنی محمد بن جابر سے اسحاق بن اسرائیل کا سماع انکی کتب سے ہے تو اس میں حفظ پر کوئی جرح مفسر اگر ثابت بھی ہوتی تو اس روایت کے مضر نہ ہوتی کیونکہ اسحاق بن اسرائیل کا سماع محمد بن جابر سے کتب کے ذریعے ہے نیز اس مقام پر محمد بن جابر کا مرتبہ بھی صدوق تھا۔

امام ابن عدی الکامل میں بیان کرتے ہیں:

اسحاق بن ابی اسرائیل عن محمد بن جابر کتاب احادیث صالحة و کان اسحاق یفضل محمدبن جابر علی جماعة شیوخ ہم افضل منه و اوثق۔

(الکامل ابن عدی جلد 7 ص 230)

ترجمہ :ابن عدی فرماتے ہیں :اسحاق بن ابی اسرائیل وہ محمد بن جابر سے روایت کرتے ہیں انکے پاس حدیث کی کتب تھیں جو بالکل صحیح سلامت تھیں اور امام اسحاق محمد بن جابر کو جماعت شیوخ پر فضیلت دیتے تھے اور وہ ان سے افضل اور اوثق تھے۔

۲۔امام ابن سعد الطبقات الکبریٰ میں بیان کرتے ہیں کہ :

محمد بن جابر با لیمامة فکتب کتبه وقدم البصرة من الیمامة بعد موت ابی عوانة بیومین او ثلاثة (ص 353)

ترجمہ :امام محمد بن سعد اسحاق بن ابراھیم کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ اسحاق بن اسرائیل محمد بن جابر کی طرف سفر کیا یمامہ کی طرف اور انکی سب کتابوں کو لکھ لیا پھر بسرہ آئے یمامہ سے ابوعوانہ کی موت کے دو دن بعد یا تین دن بعد۔

امام ابن ابی حاتم اپنے والد ابوحاتم اور ابوزرعہ سے بیان کرتے ہیں :

وقال ابن ابی حاتم ایضا :وسمعت ابی و اباز رعة یقولا :من کتب عنه بالیمامة وبمکة فهو صدوق الا ان فی احادیث تخالیط واما اصوله فهی صحاح۔

(الجرح وتعدیل، جلد 7ص219)

ترجمہ :امام ابن ابی حاتم الرازی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد اور ابوزرعہ سے سنا وہ دونوں فرماتے ہیں جو کچھ بھی اس سے (محمد بن جابر) سے لکھا گیا مکہ اور یمامہ کے مقام پر اس وقت وہ صدوق تھے۔

تین محدثین سے خاص تصریح کے امام اسحاق بن ابی اسرائیل کا سماع محمد بن جابر سے یمامہ کے مقام پر ہے اور انہوں نے اپنے شیخ محمد بن جابر کی کتب کو لکھ لیا تھا یعنی سماع بھی کتب سے ہے۔

زبیر زئی اپنی کتاب نصر الباری میں صفحہ 241 پر لکھتا ہے محمد بن جابر خود کہتا ہے کہ ابوحنیفہ نے مجھ سے حماد کی کتابیں چرائی ہیں۔(الجرح وتعدیل وسند صحیح)

جب امام ابی حنیفہ کو مجروح ثابت کرنا تھا محمد بن جابر کے قول کے قول کو سند سمیت صحیح قرار دے دیا اور جب یہی روایت ترک رفع الدین میں آیا تو اپنی کتاب نور العنین میں اس راوی پر 20 محدثین کی لسٹ بنا کر جرح ثابت کر کے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

محمد بن جابر کی محدثین سے توثیق خاص

اب ہم محمد بن جابر کی محدثین سے توثیق پیش کرتے ہیں۔

.ا۔امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ جس نے اس سے یمامہ اور مکہ میں سنا اس وقت وصدوق تھے۔

.۲۔امام ابوزرعہ فرماتے ہیں جس نے اس سے یمامہ ومکہ میں لکھا وہ اس وقت صدوق تھے۔

.۳۔دوسرے مقام پر امام ابوحاتم وابوزرعہ نے فرمایا محمد بن جابر مجھے ابن الھیہ سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

.۴۔امام ابن الفاس کہتے ہیں صدوق ہیں لیکن غلطیاں زیادہ کرتے ہیں (کثیر الوھم کی جرح انکے حافظے کے خراب ہونے کے بعد کی ہے)

.۵۔اس روایت کو بیان کر کے ثقہ محدث امام اسحاق بن ابی سرائیل کہتے ہیں اس روایت پر ہمارا عمل ہے یعنی انکے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے اور ویسے بھی وہ محمد بن جابر کو اپنے دیگر شیوخ پر فضیلت دیتے تھے

.٦۔امام ابن ترکمانی نے اس روایت کی سند کو جید کہا ہے شاہد میں اور منفرد روایت کی توثیق کرنا سارے راویوں کی توثیق ہوتی ہے

.۷۔امام ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جابر فی نفسہ صدوق درجے کا ہے اور اسکی کتابیں (بعد) میں

ضائع ہوگئی تھیں اور حافظہ بھی کمزور ہوگیا تھا

۸۔امام ذہلی فرماتے ہیں کہلا باس بہ یعنی اس میں کوئی حرج نہیں۔

۹۔امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ محمد بن جابر سے کبار شیوخ جیسا کہ امام شعبہ، امام ابن عیینہ، سفیان الثوری اور ہشام بن حسان جیسے محدثین روایت کرتے ہیں اگر انکا یہ مقام (ثقہ) نہ ہوتا تو وہ ان سے روایت نہ کرتے جو ان سے بھی افضل تھے

۱۰۔امام ابن مبارک کہتے ہیں میں ابن جابر کے پاس گیا مکہ میں وہ اپنی کتب سے بیان کررہے تھے میں نے انکی کتب دیکھی وہ بالکل صحیح تھیں اور ان سے کہا کہ ان کتب سے روایت کیجیے۔

۱۱۔امام عبدالرحمن بن مھدی مکہ کے مقام پر امام محمد بن جابر سے حماد کی روایات کے بارے سوال کرتے تھے یعنی پوچھتے تھے حماد سے مروی روایات (اور وہابیہ کو بھی تسلیم ہے کہ ابن مھدی اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے ہیں نیز ابن مھدی سے جرح یا انکو ترک کرنا انکے حافظے میں اختلاط آنے کے بعد کا ہے)

۱۲۔امام الحافظ ابن الجارود نے بھی محمد بن جابر سے روایت اپنی تصنیف المنتقیٰ میں نقل کی ہے اور مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ المنتقیٰ میں تمام روایات سندا صحیح ہیں یعنی امام ابن الجارود کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔

۱۳۔امام ابوالولید کہتے ہیں ہم نے محمد بن جابر کی حدیث نہ لے کر ان پر ظلم کرتے ہیں (یعنی قبل اختلاط محمد بن جابر ثقہ و صدوق تھے)۔

۱۴۔امام سیوطی نے الموضوعات میں ابن الجوزی کی طرف سے محمد بن جابر کی وجہ سے اسکو موضوع کہنے کا رد کیا ہے اور اس روایت کو نسائی، ترمذی میں ابن مسعود کی روایت کردہ روایت سے شاہد کے طور پر بیان کیا۔

۱۵۔امام ملا علی قاری نے بھی اس رویات پر ابن الجوزی کا رد کیا الموضوعات میں۔

۱۶۔امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں محمد بن جابر عن حماد کے طرق سے ابراھیم نخعی کا قول بیان قلت سے بیان کرکے استدلال کیا ہے۔

۱۸۔امام ابو داود نے ایک روایت پر لکھا کہ اس روایت کو محمد بن جابر سے امام سفیان اور امام شعبہ نے روایت کیا ہے اور غیر مقلدین کو بھی یہ بات قبول ہے کہ امام شعبہ صرف اپنے نزدیک ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔

۱۹۔اور زبیر زئی امام ابوحنیفہ سے جرح ثابت کرنے کے لیے محمد بن جابر کے قول کو سندا صحیح مان کر مدلس ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۲۰۔امام ذھبی نے الکاشف میں اسکے حفظ پر کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ امام ابوحاتم کے نزدیک یہ ابن الھیہ سے زیادہ پسندیدہ تھے اور ابو حاتم کے متلق امام ذھبی کا قول اوپر نقل کرچکے ہیں

۲۱۔امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار اور معنی الاثار میں محمد بن جابر سے روایات لی ہیں اور کوئی جرح نہیں کی۔

نوٹ:

اگر محمد بن جابر الیمامی پر محدثین کرام کی جروحات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ابن عدی کی توثیق خاص کی محمد بن جابر الیمامی کے شاگرد محدث اسحق بن اسرائیل کی پاس صحیح کتب تھیں جس وہ روایت بیان کرتے تھے۔اور اصول حدیث میں یہ قاعدہ واضح ہے کہ اگر مختلط راوی کتاب سے روایت کرتے تو اس کی وہ اختلاط سے قبل کتاب سے جمع کردہ کتاب سے روایت بیان کرنا صحیح اور قابل قبول ہوتی ہے۔اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت بھی قابل قبول اور صحیح ہے۔

اعتراض:

حماد بن ابی سلیمان بھی آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور محمد بن جابر کا سماع حماد بن ابی سلیمان سے اختلاط کے بعد کا ہے کیونکہ امام ہیثمی فرماتے ہیں مجمع الزوائد میں کہ حماد بن ابی سلیمان سے انکی روایت وہی قبول ہے جو ان سے قدماء شاگرد بیان کرتے ہیں ہشام،سفیان الثوری،شعبہ۔

الجواب :

یہ اعتراض بھی قابل التفات نہیں ہے۔محدثین اور علل کے اماموں میں کسی نے بھی حماد بن ابی سلیمان کی روایات میں صرف انکے قدماء شاگردوں کو ثقہ فقط نہیں مانا بلکہ مطلق حماد کی ہر روایت اور خاص کر ابراھیم سے مطلق قبول کیا اور حماد کو ثقہ وثبت مانا ہے۔نیز امام نسائی،امام احمد اور ان جیسے دیگر محدثین نے حماد کو ثقہ پر فضیلت دی ہے یہاں تک کہ امام نسائی نے اپنی سنن میں حماد کی قدماء شاگردوں کے علاوہ نقل کی ہیں اور البانی نے بھی اس تخصیص کو نہیں مانا بلکہ اس نے صاف لکھا کہ حماد پر جرح کسی بھی قسم کی ضرر نہیں پہنچاتی ہے اور البانی نے اپنی کتاب سلسلہ الصحیحۃ میں حماد بن ابی سلیمان سے مروی روایات نقل کر کے جگہ جگہ صحیح کی ہے روایات کی جو غیر قدماء شاگردوں سے بیان ہے نیز ایک روایت جس میں حماد سے اسکی عمر کے آخری وقت میں بیان کرنے والا شاگرد ہے البانی کہتا ہے کہ اسکے تمام طرق کا دارو مدار حماد بن ابی سلیمان پر ہے اور اسکو وھم بھی ہو جاتا تھا لیکن یہ سند حسن ہے۔یعنی حماد کا وھم اتنا سخت نہیں تھا کہ اسکی روایت کو مطلق رد کیا جا سکے۔

نیز حماد بن ابی سلیمان کے بارے محدثین نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ انکو مرگی کے دوڑے پڑتے جس کی وجہ سے محدثین نے اس کے حفظ پر اختلاط کی جرح کی ہے۔

عرب محقق ڈاکٹر قاسم علی سعد نے منہج امام نسائی کے جرح وتعدیل پر ایک کتاب لکھی ہے وہ حماد بن ابی سلیمان کے اختلاط پر طویل بحث کرتے ہوئے آخر میں یہ خلاصہ بیان کرتے ہیں کہ یقیناً حماد بن ابی سلیمان ثقہ ہے جب اس سے قدیم ثقہ شاگردوں میں کوئی روایت کرے تو صحیح الحدیث ہے اور اس کے قدیم شاگردوں کے علاوہ جب کوئی اس سے روایت کرے جس میں کوئی منکر روایت نہ ہو تو یہ صدوق ہے اور حسن الحدیث ہے،امام نسائی کا اسکی حدیث پر حکم صحیح سے یہی ظاہر ہے۔[از منقول] اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت متابعت اور شواہد کے ساتھ حسن درجہ کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین

نبی اکرم ﷺ کی ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہوئے جلیل القدر صحابی خلیفہ دوم امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع الیدین پر عمل پیرا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین کی حدیث ملاحظہ کیجئے۔

" حَدَّثنا يحيَى بنُ آدمَ، عَنْ حَسَنِ بنِ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبدِ المَلِكِ بنِ أَبجَرَ، عَنِ الزُّبَيرِ بنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبرَاهِيمَ، عَنِ الأَسوَدِ، قَالَ: صَلَّيت مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيهِ فِي شيءٍ مِنْ صَلاَتِهِ إِلاَّ حِينَ افتَتَحَ الصَّلاةَ "۔

ترجمہ: حضرت اسود تابعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کو شروع کرتے وقت۔

تخریج:

1: مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۶۹
2: شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۶۲
3: الاوسط بن منذر رقم نمبر ۱۳۴۵
4: شرح مشکل الآثار حدیث نمبر ۵۱۰۴
5: شرح ابی داؤد للعینی ۳/ ۳۳۰
6: شرح ابن ماجہ للمغلطائی ۱/ ۶۲
7: مرقاۃ المفاتیح ملا علی قاری ۳/ ۳۰۳
8: الجواہر النقی۔ابن ترکمانی ۲/ ۷۹
9: الدرایہ۔حافظ ابن حجر ۱/ ۱۵۲
10: نصب الرایہ للزیلعی ۱/ ۴۰۵
11: مسند الفارق۔ابن کثیر ۱/ ۱۶۴

12: الصواب۔ابن المبرد ۳/۹۸۲
13: جزء الرافقی ق۔۱۶/ قلمی
41: جامع الاحادیث رقم ۳۰۰۵۱

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راویوں کی توثیق مندرجہ ذیل ہے۔

یحییٰ بن آدم:۔

1	حافظ ابن حبان نے کہا:	متقنا	الثقات رقم ۱۶۲۷۵
2	امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا:	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۱۹۶۰
3	امام ابو حاتم نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۵۴۵
4	علامہ ذہبی نے کہا:	احد اعلام	الکاشف رقم ۶۱۴۲
5	حافظ ابن شاہین نے کہا:	ثقہ صدوق	تاریخ اسماء الثقات رقم ۱۶۱۷
6	یعقوب بن شیبۃ نے کہا:	ثقہ	تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۶۳
7	حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۷۴۹۶
8	علامہ نووی نے کہا:	ثقہ	تہذیب الاسماء رقم ۶۷۷
9	یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۳۳۰

حسن بن عیاش ۱۷۲ھ

1	حافظ ابن شاہین نے کہا	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات رقم ۱۹۸
2	حافظ ابن حبان نے ثقات میں لکھا ہے۔		الثقات رقم ۷۱۹۷
3	امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا:	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۲۹۹
4	یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	تاریخ یحییٰ بن معین ۱۲۵۵
5	حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:	ثقہ	الکاشف رقم ۱۰۵۷
6	حافظ ابن حجر نے کہا:	صدوق	تقریب التہذیب رقم ۱۲۷۴
7	ابن منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے۔		رجال مسلم رقم ۲۴۶

عبدالملک بن سعید بن حیان بن ابجر

1 حافظ ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں لکھا ہے۔		الثقات رقم ۹۱۶۶
2 امام عجلی رحمہ اللہ نے لکھا	کوفی ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۱۱۳۱
3 امام محمد بن حنبل نے کہا؛	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۱۶۶۱
4 امام یحییٰ بن معین نے کہا	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۱۶۶۱
5 حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقه	تقریب رقم ۴۱۸۱

الزبیر بن عدیؒ ۱۳۱ھ

1 امام عجلی نے کہا:	ثقه ثبت	معرفۃ الثقات رقم ۴۹۴
2 امام احمد بن حنبل نے کہا:	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۲۶۳۲
3 یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقه	الجرح تعدیل رقم ۲۶۳۲
4 امام ابو حاتم نے کہا:	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۲۶۳۲
5 حافظ ذہبی نے کہا:	ثقه	الکاشف رقم ۱۶۲۴
6 حافظ ابن شاہین نے اسے ثقہ راویوں میں لکھا۔		تاریخ اسماء الثقات رقم ۴۱۹
7 حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقه	تقریب التہذیب رقم ۲۰۰۱
8 حافظ کلاباذیؒ نے انہیں صحیح بخاری کا راوی	لکھا ہے	رجال صحیح بخاری رقم ۳۶۸
9 حافظ ابن منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کا راوی لکھا	ہے.	رجال صحیح مسلم رقم ۴۵۳
10 حافظ ابن حبان نے کہا	المتقنین	مشاہیر علماء الاوصار رقم ۹۹۲

ابراھیم نخعی رحمہ اللہ ۹۳ھ

1: حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں ثقہ راویوں میں لکھا ہے۔		
2 امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا:	ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۴۵
3 امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے کہا	اعلم الناس	الجرح وتعدیل رقم ۴۷۳
4 امام ابو زرعہ رحمہ اللہ نے کہا:	اعلام اهل الاسلام	الجرح وتعدیل رقم ۴۷۳
5 حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:	رأسا في العلم	الکاشف رقم ۲۲۱

6 حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقه	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰
7 علامہ نووی نے کہا:	أجمعوا اعلیٰ توثیقه	تہذیب الاسماء رقم ۳۶
8 حافظ کلاباذی نے انہیں صحیح بخاری کاراوی لکھا ہے۔		رجال صحیح بخاری رقم ۵۱
9 حافظ منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے.		رجال صحیح مسلم رقم ۴۹
10 علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا	صیر فی الحدیث	مغانی الاخیار رقم ۳۲

الاسود بن یزیدؒ

1 امام عجلی نے کہا:	تابعی ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۱۰۴
2 امام ابوحاتم نے کہا:	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۱۰۶۷
3 امام احمد بن حنبل نے کہا:	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۱۰۶۷
4 امام یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۱۰۶۷
5 حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقه	تقریب التہذیب رقم ۵۰۹
6 امام نووی نے کہا:	واتفقوا اعلی	تہذیب الاسماء رقم ۳۶
7 امام کلاباذی نے کہا کہ بخاری نے روایتیں لی ہیں۔		رجال صحیح بخاری رقم ۸۹
8 امام ابن منجویہ نے کہا کہ صحیح مسلم نے روایتیں لی ہیں۔		رجال صحیح مسلم رقم ۱۲۱
9 حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۳ھ	امیر المؤمنین صحابی	الکاشف رقم ۴۰۴۵

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین صحیح سند سے ثابت ہے۔

دوسری سند

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

"قال ابو الحسن محمد بن احمد الرافعی فی (جزء المشهورة) :حدثنا سیار بن نصر حدثنا ابو عبیدة بن أبی السفر، حدثنا عبدالله بن داؤد الخریبی قال: قال عبدالملک بن عمر الجز عن الزبیر بن عدی عن ابراهیم عن الاسود عن عمر رضی الله عنه أنه رفع یدیه فی أول تکبیرة ثم لم یرفع بعد"۔

ترجمہ: حضرت اسود جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ رفع الیدین (نماز میں) اول تکبیر

(تکبیر تحریمہ) میں کرتے پھر اس کے بعد رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

(مسند فاروق لابن کثیر ۱/ ۱۶۴)

سند کی تحقیق

اِس سند کے تمام راویوں کی توثیق ملاحظہ کریں۔

1-سیار بن نصر بن سیار ابو الحکمؒ:

(الاکمال لابن ماکولا ۴/۴۲۶)

i امام احمد نے کہا:	من الثقات	سوالات ابی داؤد رقم ۳۵۵
ii حافظ ابن حبان نے اسے ثقات میں لکھا	ہے۔	الثقات رقم ۸۳۸۷
iii ابن معین نے کہا:	ثقه	تہذیب التہذیب رقم ۵۱۲
iv امام نسائی نے کہا:	ثقه	تہذیب التہذیب رقم ۵۱۲
v امام کلاباذی نے انہیں بخاری کے رجال میں لکھا ہے		رجال صحیح بخاری رقم ۴۱۷

2-احمد بن عبداللہ بن محمد بن أبي السفر ابوعبیدۃ الکوفی:

i ابوحاتم نے کہا: كتبت عنه رسألته عنه فقال شيخ		الجرح وتعدیل رقم ۸۲
ii علامہ ذہبی نے کہا:	صدوق	الکاشف رقم ۵۰
iii حافظ ابن حجر نے کہا:	صدوق	تقریب التہذیب رقم ۶۰
iv حافظ ابن حبان انہیں ثقات میں لکھا ہے۔		تہذیب التہذیب رقم ۸۳

3-عبداللہ بن داوٗد الخریبیؒ:۔

i امام ابوحاتم نے کہا:	صدوق	الجرح وتعدیل رقم ۲۲۱
ii امام ابوزرعہ نے کہا:	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۲۲۱
iii حافظ ابن حبان انہیں ثقہ راوی میں لکھا ہے.		الثقات رقم ۹۰۱۳
iv علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا؛	الحافظ الامام	تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۴۷
v حافظ ابن حجر نے لکھا:	ثقه	تقریب التہذیب رقم ۳۲۹۷
vi ابن سعد نے کہا:	ثقه	طبقات ابن سعد ۷/۲۹۵

vii یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ مامون	سیر اعلام النبلاء ۹/۳۴۶
viii دارقطنی نے کہا:	ثقہ زاھد	سیر اعلام النبلاء ۹/۳۴۶

4-عبدالملک بن سعید بن ابجرؒ:

حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۴۱۸۱

5-الزبیر بن عدیؒ:

حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۰۰۱

6- ابراھیم نخعیؒ:

حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰

7- الاسود بن یزیدؒ:

حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۵۰۹

8- حضرت عمر فاروقؓ

	امیر المؤمنین	الکاشف رقم ۴۰۴۵

اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات کا جائزہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی روایت سنداً بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ مگر اپنے روش پر چلتے ہوئے غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۱۶۳ اور ص ۱۶۴ پر عوام الناس کو تشکیک میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ احناف نے متعدد مقامات پر ایسے شکوک وشبہات کا رد اور جواب دے چکے ہیں۔ مگر غیر مقلدین حضرات بڑی ہٹ دھرمی سے پھر ان اعتراضات کو پیش کر دیتے ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ ان اعتراضات کا جواب اصول کی روشنی میں تحقیقی طور پر دیا جائے اور اصل صورتحال واضح کی جائے۔

اعتراض نمبر:1

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۳ پر لکھتے ہیں۔

"امام ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی صحیح احادیث میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرتے تھے۔ (نصب الرایہ ۱/۴۰۵، البدر المنیر ۳/۵۰۱)

جواب:

قارئین کرام! غرض یہ ہے کہ اس اعتراض کا جائزہ لینے کے لئے تفصیلی مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

1- امام حاکم نے جس دلیل سے معارضہ پیش کیا وہ دلیل ملاحظہ کیجئے اس کے بعد اس پر محدثین کرام کا جواب قابل دید ملاحظہ کیجئے کا۔ امام حاکم کی اس روایت کو امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں کچھ یوں نقل کیا ہے۔

"أخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ، حدثنا ابو جعفر أحمد بن عبيد الحافظ و ابو القاسم عبدالرحمن بن الحسن القاضي الاسديان بهمذان قال حدثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزيل الهمداني حدثنا آدم بن ابى أياس رفعه راسه من الركوع، فسألت رجل من اصحابه فقال: انه يحدث به عن ابن عمر عن عمر عن النبي ﷺ"۔

(السنن الکبریٰ ۲/۷۴)

ترجمہ: مروی ہے کہ حکم نے کہا کہ میں نے طاؤس کو دیکھا کہ جب تکبیر کہتے تو کندھوں تک رفع الیدین کرتے اور جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے پھر میں نے طاؤس کے شاگردوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ سے مروی ہے۔

قارئین کرام بیہقی کی اس سند میں لفظ فقال کا استعمال ہے جبکہ امام حاکم کی اپنی روایت میں صیغہ مجہول فقیل کا لفظ ہے یعنی یہ معلوم نہیں کہ یہ الفاظ ان کے اصحاب میں سے کسی نے کہے اور جنہوں نے یہ روایت کے الفاظ کہے وہ ثقہ تھا یا ضعیف۔لہٰذا مجہول راویوں کی روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے

امام حاکم نے اس حدیث کو خود بھی روایت کیا ہے ملاحظہ کیجئے۔

أخبرنا الحسن بن أبی بکر أنا دعلج بن احمد نا علی بن محمد بن عیسنی الهروی نا آدم ناشعبه، عن الحکم قال رأیت طاوسا یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة واذا رکع واذا رفع من الرکوع رفعها، فسألت بعض أصحابه، فقیل اینه یحدثه عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ۔ (الجامع الاخلاق الراوی ۱/۱۱۸)

ترجمہ: حکم بن عتیبہ نے کہا کہ میں نے طاؤس کو رفع الیدین کرتے دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو ایسا ہی کرتے تھے تو میں نے طاؤس کے بعض اصحاب سے پوچھا تو کہاں گیا (صیغہ تمریض / مجہول) یہ روایت عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ سے مروی ہے۔

ان مندرجہ بالا روایات سے استدلال کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند والی حدیث کے معارض کر کے پیش کرنا دو وجہوں سے صحیح نہیں ہے۔

زبیر علیزئی کی پیش کردہ روایت کے بارے محدثین کرام کے فیصلے

سنن الکبریٰ ۲/۷۴ الجامع الاخلاق ۲/۱۱۸ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین والی مروی حدیثوں کے بارے میں محدثین کرام کے فیصلے ملاحظہ کیجئے۔

ا۔امام احمد بن حنبل کی تحقیق :

امام زیلعی رحمہ اللہ اپنے استاد امام تقی العید سے نقل فرماتے ہیں۔

"ففی علل الخلال عن احمد بن اثرم قال سألت أبا عبدالله یعنی احمد بن حنبل عن حدیث شعبه عن الحکم أن طاؤس یقول، عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ فقال : من یقول هنا عن شعبة؟ قلت :آدم بن أبی ایاس، فقال :لیس هذا بشیئ انما هو عن ابن عمر عن النبی ﷺ"۔ (نصب الرایہ ۱/۴۱۵)

ترجمہ: یعنی علل الخلال کتاب میں ہے کہ احمد بن آثرم نے فرمایا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث عمر فاروق بواسطہ امام شعبہ عن الحکم کے بارے میں پوچھا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث امام شعبہ کے واسطے سے کون سا راوی کہتا ہے؟ میں (ابن الثرم) نے کہا کہ محدث آدم بن ابی ایاس امام شعبہ کے واسطے سے حضرت عمر عن النبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یہ راوی لیس بشیئ ہے۔ (یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے) یہ حدیث تو عن ابن عمر ہے۔ یعنی یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے نہ کہ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے۔

لہٰذا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو صحیح سند والی ترک رفع الیدین کے معارض بنانا صحیح نہیں ہے۔ مزید یہ کہ امام حاکم نے ترک رفع الیدین والی حدیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ انہوں نے تو ترجیح دینے کی کوشش کی ہے کہ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

۲۔امام دارقطنیؒ کی تحقیق:

امام دارقطنی رحمہ اللہ اس حدیث جس کو امام بیہقی اور امام حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صحیح ترک رفع الیدین والی حدیث کے معارض پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وسئل عن حديث طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ عن النبی ﷺ :أنه يكبر ويرفع يديه حين يفتتح صلوٰة ، وحين ركع وحين رفع رأسه فقال :يرويه الحكم بن عتيبة واختلف عنه :حدث به عنه شعبة، واختلف على شعبة فرواه معاذ بن معاذ، وغندر وعلى بن الجعد عن شعبة عن الحكم عن طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ وخالفهم آدم بن أياس وعمار بن عبدالجبار فروياه عن شعبة عن الحكم عن طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ ورواه الحسن بن مسلم عن طاؤس عن ابن عمر موقوفاً، والصواب حديث معاذ بن معاذ ومن تابعه عن شعبة"۔

(العلل الواردة رقم ۳۰۴۷)

مفهوم: امام دارقطنی سے سوال ہوا حدیث طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ کہ آپ ﷺ تکبیر کہتے اور رفع الیدین کرتے نماز شروع کرتے وقت اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور کہا کہ اس کو الحکم بن عتیبة نے روایت کیا اور ان سے اختلاف کیا گیا اور حکم سے شعبہ نے روایت کیا اور

شعبہ پر اختلاف ہوا۔اور معاذ بن معاذ اور غندر اور علی بن الجعد نے عن شعبہ عن الحکم عن طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ کی سند سے روایت کیا۔مگر ان لوگوں کے خلاف آدم بن آیاس اور عمار بن عبدالجبار نے اسے شعبہ سے روایت کیاعن الحکم عن طاؤس عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ کی سند سے۔ اور الحسن بن مسلم نے اسے عن طاؤس عن ابن عمر کی سند سے موقوف بیان کیا۔اور صواب (ٹھیک) یہی ہے جو معاذ بن معاذ اور ان کے تابع (غندر اور علی بن الجعد) نے شعبہ سے روایت کیا۔(یعنی شعبہ عن ابن عمر عن النبی ﷺ)

قارئین کرام! امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تحقیق سے یہ واضح ہوگیا کہ اس حدیث کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا صحیح نہیں جبکہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے۔مطلب یہ کہ جو حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی نہیں ہے تو ایسی حدیث کو صحیح حدیث ترک رفع الیدین کے معارض بنانا صحیح نہیں ہے۔ اور حضرت عمر فاروق ؓ کی حدیث کو شاذ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

۳۔امام ابن دقیق العیدؒ کی تحقیق:

امام ابن دقیق العید لکھتے ہیں۔

"وفی ھذا نظر" یعنی امام حاکم نے جو لکھا اس میں نظر ہے۔(نصب الرایہ ۱/۴۱۴)

ابن دقیقؒ نے اس سے پہلے لکھا کہ

"وماذکرہ الحاکم فھو باب ترجیح روایتہ لا من باب التضعیف"۔

یعنی امام حاکم نے جو فرمایا وہ ترجیح کے باب سے ہے نہ کہ انہوں نے حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

(نصب الرایہ ۱/۴۱۵)

روایت میں مجہول اشخاص:

غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ امام حاکم کے حوالے میں مجہول اشخاص ہیں۔

(نصب الرایہ ۱/۴۱۵)

امام زیلعی فرماتے ہیں :

"فھذاالروایتہ ترجع الی مجھول" یعنی یہ روایت مجہول راوی کی طرف لوٹتی ہے۔

اگر آپ بغور مطالعہ کریں تو امام بیہقی کی السنن الکبریٰ ۲/۷۴ اور خطیب بغدادی کی الجامع الاخلاق ۲/۱۱۸ میں

فسألت بعض أصحابه " یعنی حضرت طاؤس کے کسی ساتھی سے سوال کیا؛ اور اس کے ساتھ ہی الجامع الاخلاق ۲/۱۱۸ پر تفصیل کا لفظ بھی ہے جو کہ صیغہ مجہول اور تمریض ہے۔ اَب اس مقام پر یہ بہت اہم ہے کہ اس حدیث کو نبی پاک ﷺ تک مرفوع کرنے والے راوی کا نام کیا ہے۔ جناب غیر مقلد زبیر علیزئی آپ اس راوی کے متعلق مندرجہ ذیل تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔

۱: وہ راوی کون تھا۔ (۲) اس راوی کا نام کیا تھا؟

۳: وہ راوی کہاں کا رہنے والا تھا؟ (۴) اس راوی کی ولادت کب ہوئی؟

۵: اس راوی کی عدالت کے بارے میں محدثین کرام نے کیا کہا؟

۶: اس راوی کے ضبط اور حافظہ کی حالت کیسے تھی؟

۷: کن کن محدثین کرام نے اس راوی کی توثیق کی؟

جناب مجہول اصحاب سے روایت پیش کر کے راہ فرار اختیار نہیں کر سکتے ہیں۔ جناب کیا آپ کو اپنی کتاب نور العینین ص ۱۶۶ بھول گیا جہاں پر آپ ابراھیم نخعیؒ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث پر بڑی شان سے لکھتے ہیں " اگر کہا جائے کہ روایت ابراھیم نخعی رحمہ اللہ نے کئی اشخاص (غیر واحد) سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر واحد اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں۔ لہٰذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔ (نور العینین ص ۱۶۶)

جناب کیا ہوا آپ اپنا اصول بھول گئے؟ بھلا اَب اس میں کیا پوشیدہ ہے کہ احناف کی ترک رفع الیدین والی احادیث پر غیر مقلدین حضرت نے کتنا ظلم اور بے اصولی کی ہے۔ جناب! ابراھیم نخعی رحمہ اللہ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مروی احادیث کی تو جمہور محدثین کرام نے تصحیح کی ہے۔ ان شاء اللہ ابراہیم نخعی کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین والی حدیث میں آپ کی اس بے اصولی کی نقاب کشائی ضرور بہ ضرور ہوگی۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب نور العینین ص ۲۰۲ پر اس اعتراض سے کچھ یوں جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہے
" اسے حاکم نے محفوظ کہا ہے۔ یہاں پر بعض اصحابہ مضر نہیں ہے۔ کیونکہ خطیب بغدادی نے اس حدیث پر " من اجتزاء بالسماع النازل مع کون الذی حدث عنه موجوداً " کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حکم بن عتیبہ نے یہ حدیث طاؤس کے سامنے بیان کی ہے۔ چونکہ طاؤس کا انکار ثابت نہیں لہٰذا یہ روایت الحکم عن طاؤس مستعمل ہے اس پر صاحب " الامام" کی جرح صحیح نہیں ہے۔"

جواب:

جناب اگر آپ اس روایت کو بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ حکم نے طاؤس کو رفع الیدین کرتے دیکھا اس وقت اس کے ساتھیوں میں کسی ایک سے سوال کیا۔ یہ الفاظ واضح طور پر موجود ہیں کہ حضرت طاؤس تو حالت نماز میں ہیں ۔حکم اور طاؤس کے دیگر ساتھی حالت نماز میں نہیں ہیں۔ چنانچہ جب حکم بن عتیبہ حضرت طاؤس کو نماز کی حالت میں دیکھ کر ان کے کسی ساتھی سے سوال کرتے ہیں تو وہ شخص جواباًاس فعل کو مرفوع بتاتا ہے جس کی تصدیق نہ تو اس وقت حضرت طاؤس کے دیگر ساتھیوں میں سے کوئی ساتھی کرتا ہے اور نہ ہی خود امام طاؤس نماز سے فراغت کے بعد اس مجہول الحال آدمی کی اس بات کی تائید فرماتے ہیں۔

جناب جب روایت صاف صاف سب کچھ بتا رہی تو خطیب بغدادی کے باب سے استدلال کیسا؟ خطیب بغدادی کے باب سے یہ تو ظاہر نہیں ہوتا کہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے کے بعد طاؤس نے اس پر رضامندی ظاہر کی ہو۔ مزید یہ کہ اس حدیث کو مرفوع الحکم بن عتیبہ نے نہیں بلکہ بعض اصحاب طاؤس میں سے کسی ایک شخص نے بیان کی اس وقت جب طاؤس نماز پڑھ رہے تھے۔لہٰذا مجہول الحال شخص اور طاؤس کا خود بیان نہ کرنے کی وجہ سے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔جناب اگر امام حاکم نے اس روایت کو محفوظ لکھا ہے تو امام حاکم پر تو جناب متساہل ہونے کا فتویٰ صادر کر چکے ہیں۔جبکہ امام احمد بن حنبل امام دارقطنی ،امام دقیق العید اور علامہ زیلعی رحمہ اللہ جمہور نے اس حدیث کو وہم اور غیر محفوظ کہا ہے۔

جناب اپنا بنایا ہوا اصول بھول گئے 4 کے مقابلے میں 1 کی بات مرجوع اور مردود ہوگئی۔جناب جب ضرورت پڑے تو محدثین کرام کے باب کو ماننا شروع کر دیتے ہیں اور جب مرضی کے خلاف ہو تو محدثین کرام کے ابواب ماننے کو آپ کا جی نہیں چاہتا۔جناب ذرا اپنے اس انداز پر بھی غور فرمائیں۔

نوٹ:

قارئین کرام! اس مندرجہ بالا تحقیق سے مندرجہ نکات واضح ہوتے ہیں۔

1-امام حاکم نے جس حدیث سے ترک رفع الیدین والی حدیث کے معارض پیش کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ترک والی روایت کو شاذ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی وہ مجہول راوی کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے۔

2-امام حاکم کی پیش کردہ اور استدلال کردہ روایت کو امام احمد بن حنبل ،امام دارقطنی ،ابن دقیق الصدر اور علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے وہم قرار دیا ہے۔لہٰذا اس حدیث کو معارض بنا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث کو شاذ کہنا اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

3-غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۲۰۲ پر بیہقی کی السنن الکبریٰ ۲/۷۴ کا حوالہ دیا جس میں فقال کا لفظ تھا مگر خطیب بغدادی کی الجامع الاخلاق ۲/۱۱۸ سے متن نقل نہیں کیا، اس میں فقیل کا لفظ تھا جو کہ صیغہ مجہول ہے اور مجہول شخص سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اس روایت پر فرار اختیار کرنا فضول ہے۔

اعتراض نمبر:2

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۳ پر لکھتا ہے۔

''امام ابوزرعہ رازی نے الحسن بن عیاش کے مقابلے میں سفیان ثوری کی اس روایت کو اصح قرار دیا ہے جس میں پھر نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔'' (علل الحدیث ابن ابی حاتم ۱/۹۵)

جواب:

عرض یہ ہے کہ امام ابوزرعہ الرازی کے قول کی مکمل عبارت نقل کی جارہی تاکہ آپ کے سامنے حقائق واضح ہوسکیں۔

''وسألت أبی و أبا الزرعة، عن حدیث، رواہ یحییٰ بن آدم عن الحسن بن عیاش عن ابن ابجر عن الأسود عن عمر أنه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود هل هو صحیح أو یرفعه حدیث الثوری عن الزبیر بن عدی عن ابراهیم عن الاسود عن عمر أنه کان یرفع فی افتتاح الصلاة حتّی تبلغا منکبیه فقه فقالا سفیان أحفظ و قال ابوزرعه هذا اصح یعنی حدیث سفیان عن الزبیر بن عدی عن ابراهیم عن الاسود عن عمر''۔ (علل الحدیث ۱/۹۵رقم ۲۵۶)

قارئین کرام! اگر بغور مطالعہ کریں تو آپ کو وہ راویت جس سے ابوزرعہ الرازی نے اصح کہا ہے اس میں دو راوی ہیں۔ اوّل سفیان ثوری رحمہ اللہ اور دوم ابراہیم نخعی رحمہ اللہ۔ میرا یہاں پر آپ کو دعوت فکر ہے کہ ابوزرعہ الرازی نے جس حدیث سے استدلال کیا اس میں سفیان ثوری کو خود غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۱۳۴ تا ص ۱۳۹ اور اپنے ماہانہ مضمون الحدیث میں مدلس ہونے پر زور لگا دیا ہے اور اس سے بھی مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اسی حدیث یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے نور العینین ص ۱۶۴ پر لکھتے ہیں۔'' اس میں ابراھیم نخعی کوفی مدلس ہیں...... مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ جناب کچھ تو ہوش کے ناخن لیں ابوزعہ الرازی جس حدیث سے معارضہ پیش کر رہے ہیں وہ تو آپ کے اپنے مسلمہ اصول (مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے) کے مطابق ضعیف ہے۔ اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو مدلس راوی کی تدلیس بھی قبول مگر اگر اپنی مرضی کے خلاف ہو تو تدلیس کا شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

مزید یہ عرض کردوں کہ ابوزرعہ الرازی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین کی حدیث کو ضعیف نہیں کہا اور نہ ہی تضعیف کی ہے۔امام ابوزرعہ کے اس قول پر علامہ زیلعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"وأما قوله :ان سفیان لم یذکر عن الزبیر بن عدی فیه :لم یعد، فضعیف جدا لأن الذی رواه سفیان فی مقدار رفع والذی رواه الحسن بن عیاش فی محل الرفع ولا تعارض بینهما ولو کانا فی محل واحد لم تعارض روایته من زاد بروایة من ترک"۔(نصب الرایہ ۱/۴۰۵)

ترجمہ: اور جو یہ قول ہے کہ سفیان نے الزبیر بن عدی سے لم یعد کے الفاظ نقل نہیں کئے بالکل ضعیف اور کمزور ہے کیونکہ سفیان ثوری رفع الیدین کی مقدار بیان کر رہے ہیں جبکہ الحسن بن عیاش رفع الیدین کا موقع محل بتا رہے ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔اگر چہ موقع ایک ہے مگر جس میں ترک رفع الیدین ہے اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام ابوزرعہ الرازی کے قول سے استدلال اول تو زبیر علیزئی غیر مقلد کے اپنے مسلمہ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔دوم ابوزرعہ کے بیان کردہ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔سوم ابوزرعہ الرازی نے ترک رفع الیدین والی راویت کو ضعیف نہیں کہا ہے۔لہٰذا ابوزرعہ کے قول سے تشکیک پیدا کرنا صرف اور صرف راہ فرار اختیار کرنا ہے۔

اعتراض نمبر:3

غیر مقلد زبیر علیزئی نورالعینین ص ۱۶۳ پر لکھتا ہے۔

ابن جوزی نے کہا یہ اثر صحیح (ثابت) نہیں۔

(التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۳۳۶،البدرالمنیر ۳/۵۰۱)

جواب :

عرض یہ ہے کہ ابن جوزی نے اس روایت پر کوئی اعتراض مفسر نہیں کیا ہے اور ایسے مبہم الفاظ سے صحیح روایت کو ضعیف ثابت کرنا تو کہاں کی عقلمندی ہے۔اگر اس حدیث میں کوئی راوی ضعیف ہوتا تو ابن جوزی ضرور بہ ضرور اعتراض کرتے۔

ابن الجوزی نے التحقیق فی اختلاف الحدیث میں جو احناف سے تعصب برتا ہے وہ کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہے۔اگر ہمت ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث میں کسی ایک راوی کو ضعیف ثابت کر

کے دکھائی وگرنہ ایسے اعتراضات سے عوام الناس کے دل تو بھلائے جاسکتے ہیں مگر اور تحقیقی میدان میں ان کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے۔

اعتراض نمبر 4:

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۴ پر لکھتا ہے۔

اس روایت میں ابراھیم نخعی کوفی مدلس ہیں (طبقات المدلسین ص ۲۸، جامع التحصیل ص ۱۰۶، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۸ المدلسین لابی زرعہ ص ۲، المدلسین لسیوطی ص ۱، والتبیین للحلبی ص ۱۴) اور یہ روایت معنعن ہے۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

جواب:

تدلیس کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو جمہور علماء کرام اور علماء غیر مقلدین کا مذہب چھوڑ کر جو انفرادی موقف قائم کیا ہے اس کے مردود ہونے پر میری کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور اس کتاب میں "غاية التقديس في مسئلة التدليس" کے مضمون میں زبیر علیزئی کا بڑا ہی تفصیلی رد ہے۔ اس کتاب میں قارئین کرام کو دلچسپ بحث پڑھنے کو ملے گی۔ اس مقام پر کوشش ہوگی کہ امام ابراھیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس پر بڑے واضح الفاظ میں قارئین کرام کو دعوت فکر دی جائے۔

ابراھیم نخعیؒ اور تدلیس

1- امام صلاح الدین العلائی کے نزدیک امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی عن والی روایت قابل قبول ہوتی ہیں۔ (جامع التحصیل ص ۱۲۹)

2- حافظ ابن حجر کے نزدیک امام ابراھیم نخعی رحمہ اللہ کی عن والی روایت قابل قبول ہوتی ہے۔ (النکت علی ابن صلاح ص ۲۳۸ طبقہ ثانیہ)

3- ابی زرعہ عراقی بھی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس کو قابل قبول سمجھتے ہیں۔ (المدلسین ص ۳۴ رقم ۲)

4- امام حلبی رحمہ اللہ بھی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس کو قبول کرتے ہیں۔ (التبیین ص ۶۷)

5- عرب محقق عزم اللہ الدمینی بھی ابراہیم نخعی کی تدلیس کو قبول کرتے ہیں۔ (تدلیس فی الحدیث ص ۲۵۰)

6- عرب محقق محمد بن طلعت بھی ابراہیم نخعی کی تدلیس کو مضر نہیں سمجھتے ہیں۔ (معجم المدلسین ص ۷۶)

7-جمہور محدثین کرام نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی عن والی روایت کو قبول کیا ہے۔لہذا جمہور کے مقابلے میں زبیر علیزئی کی اعتراض مردود اور باطل ہے۔

تحقیق: میرے علم کے مطابق ابراہیم نخعی رحمہ اللہ پر تدلیس کا الزام سب سے پہلے امام حاکم نے عائد کیا ہے۔امام حاکم لکھتے ہیں۔

"أخبرنی عبداللہ بن محمد بن حمویه الدقیقی قال:حدثنا جعفر بن ابی عثمان الطیالسی قال حدثنی خلف بن سالم قال :سمعت عدة من مشائخ أصحابنا تذاكروا كثرة التدليس و المدلسين، فأخذنا في تمييز أخبارهم فاشتبه علينا تدليس الحسن بن ابی الحسن و ابراهيم بن يزيد النخعی، لأن الحسن كثيراً ما يدخل بينه وبين الصحابة أقواماً مجهولين، وربما ولس عن مثل عتی بن ضمرة و ابراهيم أيضا يدخل بينه وبينه أصحابه عبدالله مثل هنی بن نويرة، وسهم بن منجاب و خزامة الطائی وربما دلس عنهم"۔(معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۸)

ترجمہ: مجھ سے عبداللہ بن محمد بن حمویہ دقیقی نے،ان سے جعفر بن ابی عثمان طیالسی نے اور ان سے خلف بن سالم نے کہا کہ :میں نے اپنی رفقاء کے بہت سے مشائخ کو تدلیس اور مدلسین کے بارے میں مذاکرہ کرتے سنا جن کی روایتوں میں ہم تمیز پیدا کرتے رہے لیکن حسن بن ابی حسن اور ابراہیم نخعی کی تدلیس کے بارے میں اشتباہ پیدا ہوگیا۔کیونکہ حسن اپنے اور صحابہ کے درمیان بکثرت مجہول اشخاص کو داخل کر دیتے ہیں اور عتی بن ضمرہ،حنف بن سجف اور دغفل بن حنظلہ وغیرہ میں تدلیس کر دیتے ہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بھی اپنے اور اصحاب عبداللہ کے درمیان اپنی بن نویرۃ سہم بن منجانب اور خزامۃ الطائی کو لاتے ہیں اور بیشتر ان ناموں میں تدلیس سے کام لیتے ہیں۔

امام حاکم کے اس قول پر چند گذارشات عرض ہیں۔

1: اول اس قول کا راوی عبداللہ بن محمد بن حمویہ کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

2: بطور تنزل اس قول کو مان لیا جائے تو اس قول میں مجہول مشائخ کا تذکرہ ہے۔

3: امام حاکم نے اس پر عنوان لکھا ہے کہ" مدلسین کی چوتھی قسم یہ ہے کہ وہ مجروح لوگوں سے حدیثیں روایت کرتے ہیں مگر ان کے ناموں میں یا کنیتوں کو بدل دیتے ہیں تا کہ ان مجروحین کی طرف ذہن نہ جاسکے۔اس قول میں تفریح ہے کہ ابراہیم نخعی اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کے درمیان ھنی بن نویرۃ اور سھم بن منجاب وغیرہ کو لاتے ہیں۔مگر ھنی بن نویرۃ اور سھم بن منجاب نہ تو مجروح راوی ہیں اور نہ ہی مجہول راوی ہیں بلکہ ھنی بن نویرۃ اور سھم بن منجاب دونوں مشہور اور مقبول

راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے سھم بن حجاب کو ثقہ لکھا ہے تقریب ۲۶۷۱۔

حافظ عجلی نے حنی بن نویرۃ کو ثقہ لکھا ہے۔ معرفۃ الثقات رقم ۱۹۱۹

لہٰذا اس قول سے استدلال باطل اور مردود ہے۔

4: اس حوالے میں یہ بات واضح ہے کہ ابراھیم نخعی رحمہ اللہ اپنے اور اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درمیان حنی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب وغیرہ کے ناموں میں تدلیس سے کام لیتے تھے۔ اور یہ بھی مجہول نہیں بلکہ ثقہ راوی ہیں۔ لہٰذا اعتراض کی بنیاد ہی غلط ثابت ہوگی۔

مطلب صاف ہے کہ حنی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب کا نام درمیان میں ہوتا تو پھر تدلیس ہوتی مگر ہماری پیش کردہ ترک رفع الیدین والی حدیث کی سند ابراہیم عن الاسود عن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس سند میں ابراہیم اور اسود کے درمیان کوئی بھی راوی نہیں ہے بلکہ نہ ہی بن نویرۃ اور سھم بن منجاب کا نام ہی نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر اس قول کو برسبیل تنزل مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ہمارے پیش کردہ سند میں تدلیس ثابت نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ امام حاکم کے سے واضح ہوگیا کہ جب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تدلیس کرتے تو اپنے اور اصحاب عبداللہ کے درمیان حنی بن نویرۃ اور سھم بن منجاب کے نام داخل کر کے تدلیس کرتے تھے۔ جبکہ اسی بھی پہلے وضاحت ہو چکی ہے کہ امام حاکم اور مجہول شیوخ کے نزدیک حنی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب مجہول یا مجروح ہیں مگر جمہور کے نزدیک یہ راوی مشہور اور مقبول ہیں۔ لہٰذا اس قول سے غیر مقلد زبیر علیزئی کا الزام تو ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ جب امام حاکم اور مجہول شیوخ کا اصل اعتراض ہی باقی نہ رہا تو پھر اس قول اور اس قول سے دیگر علماء کرام کا استدلال صحیح نہیں رہتا ہے۔ اور اگر بطور تنزل یہ قول مان بھی لیں تب بھی تدلیس صرف حنی بن نویرۃ اور سھم بن منجاب کے ناموں کو ابراھیم نخعیؒ اور اصحاب عبداللہ (الاسود بن یزید علقمہ وغیرہ) کے درمیان داخل کرنے سے ثابت ہوتی ہے جبکہ ہماری پیش کردہ راویات ان ناموں سے مبرا ہے۔ لہٰذا تدلیس کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔

ابراھیم نخعیؒ اصحاب عبداللہؓ (الاسود بن یزید) میں اثبت ہیں

محدثین کرام کے نزدیک ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جن اصحاب عبداللہ سے سنا اس میں وہ اثبت اور اعلم الناس ہیں۔

1: امام علی بن المدینی لکھتے ہیں۔

"وکان ابراھیم (نخعی) عندی من أعلم الناس بأصحاب عبداللہ۔

یعنی ابراھیم نخعی میرے نزدیک (علی بن المدینی) اصحاب عبداللہ بن مسعود میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔(العلل ابن مدینی ۱/۴۳)

اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اصحاب عبدالله الذين يقروؤن ويفتون ستة علقمة والاسود ومسروق وعبيدة وعمرو بن شرجيل والحارث الاعور"۔(العلل للمدینی ۱/۴۳)

مزید آگے تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ انہوں نے اصحاب عبداللہ میں کن کن سے سُنا۔

"وابراهيم لقى من هو لاء الاسود وعلقمة ومسروقا وعبيدة الله"

(العلل بن مدینی ۱/۴۳)

یعنی ابراہیم کی الاسود بن یزید، علقمہ مسروق اور عبیداللہ سے لقا ثابت ہے۔

امام علی بن المدینی مزید لکھتے ہیں:۔

وكان اعلم اهل الكوفة بأصحاب عبدالله وطريقتهم ومذهبهم ابراهيم والشعبى... وكان ابراهيم يذهب مذهب أصحابه اصحاب عبدالله هؤلا

(العلل المدینی ۱/۴۶)

یعنی :اھل الکوفہ میں سے اصحاب عبداللہ (الاسود بن یزید وعلقمہ وغیرہ) کے طریقے اور مذہب کے بارے میں سب سے زیادہ علم ابراہیم (نخعی) اور شعبی کو تھا اور ابراہیم (نخعی) تمام اصحاب عبداللہ کے مذہب پر چلے۔

قارئین کرام، اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں اعلم اور اثبت ہیں اس مقام پر مزید یہ بھی عرض کردوں کہ ہماری پیش کردہ روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد الاسود بن یزید ہیں جو کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے ماموں بھی ہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں اعلم اور اثبت ہیں۔لہٰذا اس روایت میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔

حدیثِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور محدثین کرام کی تصحیح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث کو مندرجہ ذیل علماء ومحدثین نے تصحیح کی ہے۔

1	امام طحاویؒ	حدیث صحیح	شرح معانی الاثار رقم ۱۳۶۴
2	حافظ ابن ترکمانی رحمہ اللہ	صحیح علی شرط مسلم	الجواھر النقی ۷۵۲/
3	حافظ مغلطائی رحمہ اللہ	صحیح علی شرط مسلم	شرح ابن ماجہ ۱/۱۴۷۲
4	حافظ زیلعی رحمہ اللہ	مائل بہ تصحیح	نصب الرایہ ۱/۴۰۵
5	علامہ عینی رحمہ اللہ	مائل بہ تصحیح	شرح ابی داؤد ۳/۲۹۸
6	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ	رجال الثقات	الدرایہ ۱/۱۵۲
7	ابن الھمام رحمہ اللہ	صحیح	فتح القدیر ۱/۳۱۱
8	محدث قاسم بن قطلوبغا	رجالہ ثقات	التعریف والاخبار ص ۳۱۰
9	ملا علی قاری رحمہ اللہ	سندہ صحیح	مرقاۃ المفاتیح ۳/۲۹۸

قارئین کرام! مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے جتنے اعتراضات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین پر وارد کئے ان کی حیثیت علمی دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اصول اور جمہور محدثین کرام کے نزدیک یہ ترک رفع الیدین والی حدیث صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین

نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نماز میں ابتداء یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین کی حدیث ملاحظہ کیجئے۔

" حدثنا وکیع عن ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف الھنشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ أن علیًا کان یرفع یدیہ اذاافتتح الصلاۃ ثم لا یعود "۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث ۲۴۵۷)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد (کلیب بن شھاب) سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

وکیع بن الجراحؒ:

امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا:	ثقہ عابد	معرفۃ الثقات رقم ۱۹۳۸
امام احمد بن حنبل نے کہا:	مطبوع الحفظ	الجرح والتعدیل رقم ۱۶۸
یحیٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم ۱۶۸
علامہ ذھبی رحمہ اللہ نے کہا	حافظ الثبت محدث	تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۲۳
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا	ثقہ حافظ	تقریب التھذیب رقم ۷۴۱۴
حافظ الخزرمی رحمہ اللہ نے کہا	الحافظ	خلاصہ تذھیب تھذیب الکمال ۱/۴۱۵
امام الکلاباذی نے کہا:	فی رجال البخاری	رجال صحیح بخاری رقم ۱۲۸۸
امام ابن منجویہ نے کہا:	مسلم کے روای ہیں۔	رجال مسلم رقم ۱۷۶۷
حافظ ابن حبان نے کہا:	من الحفاظ المتقنین	مشاھیر علماء الأمصار ۱/۲۷۲
حافظ ابراہیم بن شماس نے کہا	وکیع أحفظ الناس	شرح علل ترمذی ۱/۱۷۰

حافظ سہل بن عثمان نے کہا	ما رأیت احفظ	الجرح والتعدل رقم ۱۶۸

ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف النھشلی ۱۶۶ھ

امام یحییٰ بن معین نے کہا	ثقه	تاریخ یحییٰ بن معین ۴۷/۱
امام احمد بن حنبل نے کہا	ثقه	العلل والمعرفۃ ۳۴۷۱
امام ابوحاتم نے کہا	شیخ صالح	الجرح وتعدیل رقم ۱۵۳۶
حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا	ثقه	الکاشف رقم ۶۵۴۸
امام احمد بن یونس نے کہا	شیخا صالحا	تاریخ الدوری رقم ۹۴۳
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا	صدوق	تقریب التہذیب رقم ۸۰۰۱
امام ابوداؤد نے کہا	ثقه	تہذیب التہذیب رقم ۸۳۲۹
ابن منجویہ نے کہا:	صحیح مسلم کے رجال میں ہیں۔	رجال مسلم رقم ۱۹۶۱
ابن العماد الحنبلی نے کہا	صدوق	شذرات الذھب ۲۵۴/۱
امام عجلی نے کہا:	ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۲۱۰۲
امام ابن مہدی نے کہا	ثقات مشیخة الکوفة	تہذیب التہذیب رقم ۸۳۲۹

عاصم بن کلیب ۱۳۷ھ:

امام عجلی نے کہا	ثقه	معرفۃ الثقات العجلی رقم ۸۱۵
امام ابوحاتم نے کہا	صالح	الجرح وتعدیل رقم ۱۹۲۹
امام احمد نے کہا	لا بأس به	الجرح وتعدیل رقم ۱۹۲۹
امام بن شاہین نے کہا	ثقه	تاریخ اسماء الثقات ۸۳۳
احمد بن صالح مصری نے کہا	من الثقات	تاریخ اسماء الثقات ۸۳۳
احمد بن حجر نے کہا	صدوق	تقریب التہذیب ۳۰۷۵
حافظ ذہبی نے کہا	ثقه	ذکر من تکلم رقم ۱۷۰
حافظ ابن منجویہ نے کہا	صحیح مسلم کے راوی ہیں۔	رجال مسلم رقم ۱۲۴۵
حافظ ابن حبان نے کہا	متقنی الکوفین	مشاہیر علماء الأوصار رقم ۱۳۰۵
امام ابن معین نے کہا	ثقه	من کلام ابی زکریا رقم ۶۳

کلیب بن شہاب:

امام عجلی نے کہا:	تابعی ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۱۵۵۵
ابوزرعہ نے کہا:	ثقه	الجرح وتعدیل رقم ۹۴۶
ابن سعد نے کہا:	ثقه	طبقات ابن سعد ۶/۱۲۳
حافظ ابن حجر نے کہا:	صدوق	تقریب التہذیب رقم ۵۶۶۰
حافظ ابن حبان نے اسے	کتاب الثقات میں لکھا۔	الثقات لابن حبان ۵۱۱۱

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابی امیر المؤمنین الکاشف رقم: ۳۹۳۰

اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔لہٰذا اس حدیث کی سند بالکل بے غبار اور صحیح ہے۔لہٰذا اسند پر کسی قسم کا اعتراض باقی نہیں رہتا۔اس حدیث کے دیگر سندیں بھی کتب احادیث میں موجود ہیں۔لہٰذا ان حدیثوں کو ملاحظہ کیجئے۔

دوسری سند:

"حدثنا علی بن عبدالعزیز قال ثنا ابو نعیم قال ثنا ابو بکر یعنی انهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه أنه کان مع علی بصفین قال فکان یرفع یدیه الا ولی و لا یرفع فیما سوی ذلک"۔(الاوسط ابن المنذر ۱۳۴۳)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں تھے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ رفع الیدین کرتے اور پھر نماز میں رفع الیدین نہ کرتے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

علی بن عبدالعزیز	ثقه مامون	سوالات حمزہ السہمی رقم ۳۸۹
ابونعیم	ثقه ثبت	معرفۃ الثقات للعجلی رقم ۱۴۸۰
ابوبکر نہشلی	ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۲۱۰۲
عاصم بن کلیب	ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۸۱۵

کلیب بن شھاب	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰ	امیر المؤمنین	الکاشف رقم ۳۹۳۰

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تیسری سند:

حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو بکر انھشلی عن عاصم عن أبیه و کان من اصحاب علی رضی االله عنه عن علی مثله فحدیث عاصم بن کلیب [أن علیا رضی االله عنه کا یرفع یدفی اول تکبیرة من الصلاة ثم لا یرفع بعد۔] ۔

(شرح معانی الآثار رقم ۱۲۵۲)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیشک نماز میں اول تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں رفع الیدین کرتے پھر اس کے بعد رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی توثیق مختصراً ملاحظہ کیجئے۔

ابن ابی داؤد البرلسی	امام حافظ المتقن	سیر اعلام النبلاء ۶۱۲۱۲/
احمد بن یونس	امام حجۃ الحافظ	سیر اعلام النبلاء ۱۰/۴۵۷
ابو بکر انھشلی	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۲۱۰۲
عاصم بن کلیب	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۸۱۵
کلیب بن شھاب	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	امیر المؤمنین	الکاشف رقم ۳۹۳۰

مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔لہٰذا یہ روایت بالکل صحیح اور قابل اعتبار و قابل استدلال ہے۔

چوتھی سند:

"فان أبا بکرة قد حدثنا قال ثنا ابو احمد ثنا ابو بکر انھشلی قال ثنا عاصم بن کلیب عن آبیه :أن علیا رضی االله عنه کان یرفع فی أول تکبیرة من الصلاة ثم لا یرفع بعد"۔

ترجمہ : عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیشک نماز میں اول تکبیرۃ (تکبیر تحریمہ) میں رفع الیدین کرتے پھر اس کے بعد رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔
(شرح معانی الآثار رقم ۱۲۵۲)

سند کی تحقیق

اس سند کی راویوں کی مختصراً توثیق مندرجہ ذیل ہے ۔

أبا بکرۃ بکار بن قتیبۃ	علامہ محدث	سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۹۹
ابو بکر احمد الزبیری	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات رقم ۱۲۹۱
ابو بکر النہشلی	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۲۱۰۲
عاصم بن کلیب	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۸۱۵
کلیب بن شہاب	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم ۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	امیر المؤمنین	الکاشف رقم ۳۹۳۰

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

پانچویں سند:

"قال محمد أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عاصم بن کلیب الجرمی عن أبیه قال رأیت علی بن ابی طالب رفع یدیه فی التکبیرۃ الأولی من الصلٰوۃ المکتوبة ولم یرفعهما فیما سوی ذلک"۔ (مؤطاء امام محمد رقم ۱۰۵)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے راویت کرتے ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے کہا کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے وہ تکبیر جس کے ساتھ نماز شروع کی جاتی ہے پھر پوری نماز میں رفع یدین کسی جگہ بھی نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

امام محمد بن حسنؒ	بحور العلم والفقه	میزان الاعتدال رقم ۷۳۷۴
محمد بن أبان	ضعیف	الضعفاء والمتروکین رقم ۵۱۲
عاصم بن کلیبؒ	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۸۱۵

کلیب بن شہابؒ	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	امیر المؤمنین	الکاشف رقم ۳۹۳۰

محمد بن آبان ضعیف راوی ہے مگر اس حدیث میں اس کا ضعف مضر نہیں کیونکہ ابو بکر النھشلی ثقہ راوی نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔غیر مقلد زبیر علیزئی کا محمد بن الحسن الشیبانی فقیہ العصر کو ضعیف قرار دینا بھی مردود ہے۔محمد بن الحسن الشیبانی پر تمام اعتراضات کے جوابات راقم کی کتاب" توثیق صاحبین" ملاحظہ کریں۔

چھٹی سند:

"قال محمد أخبرنا ابوبكر ابن عبدالله انهشلي عن عاصم بن كليب الجرمي عن ابيه وكان من اصحاب علي ان علي بن ابي طالب كرم الله وجهه كان يرفع يديه في التكبيرة الاولى التي يفتتح الصلوة لا يرفعها في شئ من الصلاة"۔

(موطاء امام محمد ص ۹۴)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے کہا کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے وہ تکبیر جس کے ساتھ نماز شروع کی جاتی ہے پھر پوری نماز میں رفع یدین کسی جگہ بھی نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق مندرجہ ذیل ہے۔

امام محمد بن حسن	فقیہ العصر	شذرات الذھب ۱/۳۱۵

امام محمد پر اعتراضات کے جوابات کے لئے کتاب" توثیق صاحبین" ملاحظہ کریں۔

ابو بکر بن عبداللہ النھشلی	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۲۱۰۲
عاصم بن کلیب	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم ۸۱۵
کلیب بن شہاب	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	امیر المؤمنین	الکاشف وتعدیل رقم ۳۹۳۰

اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ساتویں سند:

"حدثنا جعفر بن محمد قال: حدثنا اسماعیل بن أبان قال :حدثنا ابو بکر انهشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیه عن علی بن ابی طالب أنه کان یرفع یدیه فی التکبیرة اولی من الصلاة ثم لا یرفع" (مصنفات ابی جعفر رقم ۵۴۲)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ رفع الیدین کرتے اس کے بعد پھر نہ اٹھاتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابو جعفر محمد بن عمرو	ثقہ	المعین فی طبقات المحدثین رقم ۱۲۴۶
جعفر بن محمد الصائغ	ثقہ صادقاً	تاریخ بغداد ۱۸۵/۷ رقم ۳۶۳۷
اسماعیل بن اَبان الورق	ثقہ	الکاشف رقم ۳۴۵
ابو بکر انھشلی	ثقہ	معرفة الثقات رقم ۲۱۰۲
عاصم بن کلیب	ثقہ	معرفة الثقات رقم ۸۱۵
کلیب بن شہاب	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	امیر المؤمنین	الکاشف رقم ۳۹۳۰

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں لہٰذا اس پر کسی قسم کا اعتراض اصول کی روشنی میں غلط ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات کی تحقیق

قارئین کرام! گذشتہ صفحات پر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کی 7 سندیں بیان کر کے اس کی توثیق محدثین کرام سے پیش کی۔اس کا واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے اپنی کتاب نورالعینین ص ۱۶۵ پر اس حدیث پر دیگر اعتراضات تو نقل کئے مگر اس کی سند پر کوئی اعتراض نہ لکھا۔جس سے کم از کم یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور یہ روایت ثابت ہے غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو اعتراضات لکھے ان کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

1-اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی نورالعینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

''مروی ہے کہ سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے''۔ (جزء رفع الیدین ۱۱)

جواب :

قارئین کرام : تحقیق کے نام پر غیر مقلدین زبیر علیزئی نے جو طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے اس کی مثال کسی دوسری جگہ کم ہی ملتی ہے۔سفیان ثوری کے اس اعتراض میں کوئی وجہ نہیں لکھی کہ اس حدیث کو ضعیف کہنے کی وجہ کیا ہے لہٰذا مبہم جرح تو غیر مقلد زبیر علیزئی کو ہی مبارک ہو۔مزید عرض یہ کر دوں کہ امام بخاری نے سفیان ثوری کی جرح کی سند کچھ یوں بیان کی ہے۔

''وقال عبدالرحمن بن مهدى ذكرت للثورى حديث النهشلى عن عاصم بن كليب فأنكره''۔(جزء رفع الیدین رقم ۱۱)

ترجمہ: اور عبدالرحمن بن مھدی نے کہا : میں نے (سفیان) ثوری کے سامنے نھشلی عن عاصم بن کلیب والی روایت بیان کی تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔

جناب آپ کو کیا معلوم نہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی پیدائش ۱۹۴ھ ہے جبکہ عبدالرحمن بن مھدی کی وفات ۱۹۸ھ کی ہے۔یعنی عبدالرحمن بن مھدی کی وفات کے وقت امام بخاری صرف ۴ سال کے تھے۔جناب آپ ذرا امام بخاری کا سماع عبدالرحمن بن مھدی سے تو ثابت کریں۔لہٰذا ایسے منقطع حوالوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث پر اعتراض کرنا مردود ہے۔جناب مسلکی حمایت میں منقطع روایات سے خود استدلال کرتے ہیں اور اگر مخالفین میں سے کوئی روایت پیش کرے تو آپ کا قلم تو اس کی تردید میں چلتا ہے۔جناب آپ اپنی اس روش پر ذرا

دھیان اور امت مسلمہ میں تفرقہ اور ائمہ اہل سنت پر زبان درازی سے پرہیز کریں۔

2-اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی نورالعینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔
امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا۔
(السنن الکبریٰ ۲/۸۰ معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۰)

جواب:

قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ امام دارمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو واہی کیوں کہا یہ بہت اہم ہے۔ کیونکہ جب تک حدیث پر اعتراض کی وجہ نہیں معلوم ہوگی اس وقت اعتراض کو سمجھنا اور جواب دینا مشکل ہوتا ہے اور بغیر وجہ کے صحیح سند پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا آپ سب سے پہلے امام دارمی کے اعتراض کو پڑھیں۔

"قال عثمان الدارمی :فهذا قد روی من هذا الطريق الواهی عن علی وقد روی عبدالرحمن بن هرمز الاعرج عن عبيدالله بن ابی رافع عن علی :أنه رای النبی ﷺ يرفعهما عن الركوع وبعد ما يرفع راسه من الركوع۔ فليس الظن بعلی رضی الله عنه أنه يختار فعله على فعل النبی ﷺ"۔(السنن الکبریٰ رقم ۲۶۳۷)

مفهوم : عثمان دارمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث (ترک رفع الیدین والی) اس سند سے کمزور ہے کیونکہ حضرت علی نے نبی کریم ﷺ سے رفع الیدین روایت کیا ہے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ہی نبی اکرم ﷺ سے رفع الیدین روایت کریں اور پھر اس کی مخالفت کریں۔

قارئین کرام! امام دارمی کے اس مندرجہ بالا اعتراض سے معلوم ہوا کہ ان کا اعتراض بھی کوئی ایسا نہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین والی روایت کو ضعیف بنا سکے۔ کیونکہ امام دارمی نے بغیر کسی راوی پر جرح نقل کئے بغیر ہی اس سند کو کمزور کہا جبکہ امام دارمی جس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث رفع الیدین کرنے کے بارے میں مروی ہے وہ عبدالرحمن بن ابی زناد کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کی تحقیق ان شاء اللہ آگے آئے گی۔ لہٰذا امام دارمی نے روایات کو ترجیح دینے کی کوشش کی ہے۔ امام دارمی کے اس اعتراض کا جواب مختلف محدثین کرام نے بڑی تفصیل کے ساتھ دیا ہے جو کہ پیش خدمت ہے۔

1-امام طحاوی کا جواب:

امام طحاویؒ لکھتے ہیں۔

"فحدیث علی اذا صح ففیه اکثر الحجة من لا یری الرفع" (طحاوی ۱/۱۵۵)
یعنی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ثابت ہو چکی ہے تو اس میں تارکین رفع الیدین کیلئے بھاری حجت ہے۔

امام طحاوی پھر امام عثمان دارمی کی پیش کردہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"وحدیث ابن ابی الزناد خطاء" (شرح معانی الآثار ۱/۱۵۵)
یعنی (امام دارمی کی پیش کردہ روایت) اور حدیث ابن ابی زناد خطاء ہے اور مزید لکھتے ہیں ان یکون نفسه سقیما" کہ یہ روایت (امام دارمی کی پیش کردہ) فی نفسہ ضعیف ہے۔
معلوم ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ ترک رفع الیدین والی حدیث صحیح ہے جبکہ حضرت علی سے اثبات رفع الیدین والی حدیث جس سے امام دارمی نے استدلال کیا ضعیف ہے۔

امام ماردینیؒ الترکمانی کا جواب:

محدث حافظ امام ماردینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"قلت کیف یکون هذا الطریق واهیا ورجاله ثقات قد رواه عن انهشلی جماعة عن الثقات ابن مهدی واحمد بن یونس وغیرهما واخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف عن وکیع عن انهشلی وانهشلی اخرج له مسلم وترمذی والنسائی وغیرهم ووثقه ابن حنبل وابن معین وقال ابو حاتم شیخ صالح یکتب حدیثه ذکره ابن ابی حاتم وقال الذهبی فی کتابه رجل صالح تکلم فیه ابن حبان بلاوجه وعاصم تقدمه ذکره وابو کلیب بن شهاب اخرج له ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه وقال محمد بن سعد ثقه۔ (الجواھر النقی ۲/۷۹)

ترجمہ: میں (علامہ ماردینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ یہ سند کیسے کمزور ہو سکتی ہے جبکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اس کو روایت کیا ہے نہشلی سے ثقہ لوگوں کی جماعت نے ابن مہدی و احمد بن یونس وغیرہم اور تخریج کی اس بن ابی شیبہ نے وکیع سے عن النشلی اور نہشلی سے روایت لی ہے امام مسلم نے ترمذی اور نسائی وغیرھم نے اور اس کی توثیق کی ہے امام احمد بن حنبل اور ابن معین نے اور ابو حاتم نے کہا کہ یہ صالح اور شیخ ہیں اور ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر کیا کہ اس سے حدیث لکھی جاتی ہے اور امام ذہبی نے اپنی کتاب میں فرمایا نیک آدمی ہے۔ ابن حبان نے بلاوجہ اس میں کلام کیا ہے اور عاصم کا ذکر پہلے سے گذر گیا ہے۔

اور اس کا باپ کلیب بن شھاب تخریج کی ہے اس سے امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے، ابن سعد نے کہا کہ یہ ثقہ ہے۔

محدث ماردینی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں۔

"فکیف یکون ھذا الطریق واھیا الذی روی من الطریق الواھی ھو ما رواہ ابن ابی رافع عن علی لان فی سندہ عبدالرحمن بن ابی الزناد وتقدم ذکرہ فی الباب اسابق"۔ (الجواھر النقی ۲/۷۹)

یعنی یہ سند (حضرت علی سے ترک رفع الیدین والی روایت) کیسے واھی (کمزور) ہو سکتی ہے بلکہ کمزور وہ سند ہے جو کہ اس نے ابن ابی رافع عن علی روایت کی ہے کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن ابی زنادہ ہے (ضعیف) اور اس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے

حافظ ترکمانی نے وہاں لکھا تھا۔

"قلت ابن ابی الزناد وھو عبدالرحمن قال ابن حنبل مضطرب الحدیث وقال ھو وابو حاتم لا یحتج بہ وقال عمرو بن علی ترکہ ابن مھدی"۔ (الجواھر النقی ۲/۷۳)

یعنی ابن حنبل نے کہا کہ وہ مضطرب الحدیث ہے اور ابن حنبل اور ابو حاتم نے کہا کہ اس سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا اور عمرو بن علی نے کہا کہ اس کو ابن مھدی نے (بسبب ضعیف ہونے کے) ترک کر دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ ابن ترکمانی کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین والی حدیث صحیح ہے جبکہ امام دارمی کے جواب انہوں نے بڑے ہی زوردار انداز میں دے کر اس جرح کے نا قابل قبول کہا ہے۔

محدث ابن دقیق العیدؒ کا جواب:

امام ابن دقیق العیدؒ اس روایت پر امام عثمان دارمیؒ کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

"وتعقبہ ابن دقیق العید فی الامام بان ما قالہ ضعیف فانہ جعل روایتہ مع حسن ظن بعلی فی ترک المخالفۃ دلیلا علی ضعف ھذا الروایۃ وخصمۃ بعکس الامر ویجعل فعل علی بعد الرسول دلیلا علی نسخ المخالفۃ دلیلا علی ضعف ھذا الروایتہ وخصمہ بعکس الامر ویجعل فعل علی بعد الرسول دلیلا عل نسخ ما تقدم"۔ (التعلیق الممجد ص ۹۲، نصب الرایۃ ۱/۴۱۳)

امام ابن دقیق نے اپنی کتاب الامام میں اس کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ دارمی نے جو کچھ کہا ہے وہ ضعیف

ہے کیونکہ انہوں نے بقول خود رفع یدین کی روایت کو جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ترک رفع الیدین کے عمل کے ضعیف ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حسن ظن کرتے ہوئے دلیل پکڑی ہے تو اس صورت میں مخالف کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں اس کے برعکس کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسن ظن کرتے ہوئے ترک رفع الیدین کے عمل کو رفع الیدین کے لئے ناسخ بنا ڈالے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ امام عثمان دارمی کا اعتراض صحیح نہیں اور دیگر محدثین کرام نے امام عثمان دارمی کے اعتراض کو رد کرتے ہوئے بڑی تفصیل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث پر اعتراض کرنا اصول کے خلاف ہے۔

3۔اعتراض:

غیر مقلد زبیر علی زئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

''امام شافعی نے اسے غیر ثابت کہا''۔(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱)

جواب:

عرض یہ ہے کہ پہلے آپ اس جرح کی سند اور متن ملاحظہ کریں تاکہ صورتحال واضح ہو کر سامنے آجائے۔امام بیہقی السنن الکبریٰ ۲/۸۱ پر لکھتے ہیں۔

قال الزعفرانی قال الشافعی فی القدیم :و لا یثبت عن علی و ابن مسعود۔

یعنی زعفرانی نے کہا کہ امام شافعیؒ نے قدیم (پہلے) فرمایا کہ حضرت علی و ابن مسعود عنہا سے ثابت نہیں۔

جناب زبیر علیزئی غیر مقلد کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پیش کردہ حوالے کی سند متصل نہیں ہے۔منقطع سند پیش کر کے عوام الناس کو بہکانے کا سلسلہ اب رہنے دیں۔دوسرا کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول ہے جیسا کہ آپ کے پیش کردہ حوالے میں صاف لکھا ہے۔''قال الشافعی فی القدیم''جناب منقطع اور قدیم مرجوح حوالے آپ ہی کو مبارک ہوں مگر یاد رہے کہ ایسے حوالوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث کو آپ ضعیف ثابت نہیں کر سکتے۔اگر علمی ہمت ہے تو اس کی سند پر جرح کر کے دکھائیں مگر پھر اس کا علمی جواب بھی سننا پڑے گا۔

قارئین کرام!اس مقام پر مناسب ہوگا کہ محدث ابن ترکمانی رحمہ اللہ کا حوالہ پیش کر کے اس جرح کی حقیقت واضح کی جاسکے۔

امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

''قلت تقدم تصحیح الطحاوی ذلک عن والسند بذلک صحیح کما مر و ثبت مقدم علی النافی''(الجواہر النقی ص۷۹)

ترجمہ: میں (ابن ترکمانی) کہتا ہوں کہ پہلے امام طحاوی کی صحیح گذر چکی ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے اور ثابت نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ زبیر علیزئی غیر مقلد کا پیش کردہ قول کی تو سند ہی منقطع ہے دوم یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول اگر بر سبیل تنزل مان بھی لیا جائے تو یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول تھا جبکہ جدید قول اس کے برعکس تھا لہٰذا منسوخ اور مرجوع قول کو پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔

4-اعتراض:۔

غیر مقلد زبیر علیزئی نورالعینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

"امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے"۔(المسائل للاحمد ۱/۲۴۳)

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کیونکہ عوام الناس کو ان کتابوں کو دسترس حاصل نہیں ہوتی لہٰذا اس کا فائدہ اٹھا کر جو بھی مرضی میں آئے لکھتے جاتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ حق تو آخر حق ہی ہوتا ہے۔قارئین کرام آپ ذرا امام احمد بن حنبل کے اپنے الفاظ ملاحظہ کریں اور پھر دغابازی کا فیصلہ خود کریں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں

"قال أبی لم یروہ عن عاصم غیر أبی بکر انهشلی أعلمه"۔

(العلل ومعرفۃ الرجال رقم ۷۱۷)

ترجمہ : والد (امام احمد بن حنبل) نے کہا کہ عاصم بن کلیب سے ابی بکر نہشلی کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی۔یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین والی حدیث عاصم بن کلیب سے ابی بکر نھشلی نے ہی روایت کی ہے۔

قارئین کرام! اس حوالے میں امام احمد بن حنبل نے تو اس حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ سند کے راوی عاصم بن کلیب سے ابوبکر انھشلی کے اکیلے روایت کرنے میں کہا ہے۔ یہ اصول تو آپ کو قبول ہے کہ ثقہ راوی کی روایت قابل قبول ہوتی ہے اگرچہ ایک ہی سند سے کیوں نہ ہو۔

دوم : اس حوالے میں امام احمد بن حنبل نے "أعلمه" کہہ کر اپنے علم کے مطابق لکھا ہے۔جبکہ **پچھلے صفحات** میں گذر چکا ہے کہ عاصم بن کلیب سے روایت کرنے میں ابوبکر انھشلی (ثقہ) منفرد نہیں بلکہ محمد بن آبان (ضعیف) نے عاصم بن کلیب سے روایت کر کے ابوبکر نھشلی کی متابعت بھی کر رکھی ہے۔اگر اس روایت میں تنہا ابوبکر نھشلی ہی کیوں نہ

ہوتے پھر بھی اصول الحدیث کی روشنی میں ثقہ راوی کی منفرد روایت اگر کسی اوثق کے خلاف نہ ہو تو قابل قبول ہوتی ہے.

سوم : امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے (المسائل للاحمد ۱/۳۴۳) کے حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امام احمد بن حنبل کا اپنا قول نہیں بلکہ المسائل للاحمد کے راوی عبداللہ بن احمد جو کہ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے ہیں۔ان کا اپنا فہم ہے۔جبکہ امام احمد بن حنبل کے مقابلے میں ان کے بیٹے کا فہم مضبوط نہیں ہے۔

جناب اگر آپ کو میری گذارشات پر اعتراض ہو تو میں عرب عالم بشیر علی عمر کی تصریح پیش کر دیتا ہوں۔

عرب عالم بشیر علی عمر لکھتے ہیں۔

"وفی هذه الروایة ینغی الامام احمد العلم بوجود متابع لأبی بکر انهشی، وهذا دون مطلق النفی ومع ذلک فهم ابنه عبدالله أنه ینکره، وهذالمعرفة بأن من منهجة اطلاق الانکار علی الحدیث الذی تفرد به روایة۔ وابوبکر انهشی هو ابوبکر بن عبدالله بن قطاف وقد وثقه أحمد والصحیح أن هذاالحدیث لم ینفرد بروایته عن عاصم بن کلیب، فقد تابعه محمد بن أبان عن عاصم بمثله، أخرجه محمد بن الحسن الشیبانی وذکره الدارقطنی تعلیقاً، ولعل من أجل هذالم یجزم امام احمد نبغی وجود المتابع له، بل نفی علمه بذلک فحسب"۔(منہج امام احمد ۲/۷۸۹)

ترجمہ :اس روایت میں کہ امام احمد اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ ان کے علم کے مطابق ابو بکر النھشلی کیلئے کوئی متابع نہیں ۔اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ اس کا کوئی متابع ہو ہی نہ۔دوسری بات یہ ان کے بیٹے یہ سمجھے ہیں کہ امام احمد نے متابع کی نفی کی لہٰذا یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا ان کے بیٹے جو سمجھے صحیح بھی ہو۔ ابو بکر انھشی سے مراد ابو بکر بن عبداللہ بن قطاف ہیں ان کو امام احمد نے ثقہ قرار دیا ہے صحیح یہ ہے کہ عاصم بن کلیب سے یہ حدیث کلیب سے یہ حدیث روایت کرنے میں وہ منفرد نہیں بلکہ عاصم سے محمد بن ابان نے ان کی متابعت کی ہے ۔امام محمد نے اس کی تخریج کی اور دارقطنی نے اسے تعلیقا ذکر کیا اسی لئے امام احمد نے یقین کے ساتھ متابع کی نفی نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ میرے علم کے مطابق اس کا کوئی متابع نہیں۔

اس مندرجہ بالا حوالہ سے مندرجہ ذیل نقات واضح ہو گئے۔

:1اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے انکار نہیں کیا بلکہ یہ الفاظ ان کے بیٹے عبداللہ بن احمد اپنا فہم ہے

:2امام احمد نے صرف ابو بکر انھشی کے تفرد کا کہا ہے۔جبکہ ابو بکر نھشلی کو خود امام احمد نے ثقہ کہا ہے۔

:3اس روایت میں ابو بکر انھشی (ثقہ) کی متابعت محمد بن ابان نے بھی کی ہے۔

:4امام احمد نے ابو بکر نھشلی کے متابع کا انکار نہیں کیا بلکہ اپنے علم کی وسعت کا انکار کیا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام احمد کی جرح بھی مطلقاً نہیں بلکہ اپنے علم کے مطابق انکار کیا ہے۔ دیگر از اں اگر ابو بکر بن النھشلی منفرد بھی ہو تو ثقہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت صحیح اور ثابت ہے۔ اس لئے امام احمد کا حوالہ پیش کرنا بھی اصول کے مطابق غلط ہے۔

5۔اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

"امام بخاری نے جرح کی"۔ (جزء رفع الیدین ۱۱)

جواب:

عرض یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ترجیح کا موقف اختیار کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے اپنے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

"حديث عبيدالله أصح، مع أن حديث كليب هذا لم يحفظ رفع الأيدى وحيدث عبيدالله هو شاهد"۔ (جزء رفع الیدین رقم ۱۱)

اور عبید اللہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے ساتھ اس کے کہ کلیب کی اس حدیث میں رفع الیدین کو یاد نہیں رکھا گیا اور عبید اللہ کی حدیث (اثبات) گواہ ہے۔ اس مندرجہ بالا حوالہ سے عیاں ہے کہ امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین والی حدیث کی سند پر کسی قسم کا اعتراض نقل نہیں کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث کو اصح کہہ کر ترجیح دی ہے۔ اور اس ترجیح والے مسلک کا جواب پچھلے صفحات میں ابن دقیق العید کے حوالے سے مفصلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رفع الیدین والی حدیث پر محدثین کرام کی جرح ثابت ہے لہٰذا ضعیف روایت کو ترجیح دینا صرف اور صرف احناف سے مسلکی تفاوت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ اعتراض بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتی۔

لہٰذا جب سند صحیح ہے تو بغیر علت قادحہ کے اس روایت کو کیسے ضعیف کہہ سکتے ہیں۔ جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث تو آپ کے اپنے مسلمہ اصول کے تحت بھی صحیح ہے۔ لہٰذا ایسے اعتراض نقل کرنا (جس کا اصول میں کوئی اہمیت نہیں) غلط اور مردود ہے۔

6-اعتراض:

غیر مقلد زبیر علی زئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

"ابن ملقن نے اسے "ضعيف لا يصح عنه" کہا"۔ (البدر المنیر ۳/۴۹۹)

جواب:

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے حافظ ابن ملقن کو اپنی کتاب انوار الطریق ص ۱۱۴ پر مشہور صوفی حافظ سراج الدین...... ابن ملقن لکھا ہے۔ جناب اپنی مرضی ہو تو صوفیاء کرام کے حوالوں سے استدلال کرتے ہیں مگر جب اپنی مرضی نہ ہو تو صوفیاء کرام پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آتی ہے۔ مزید یہ کہ زبیر علیزئی کے پیش کردہ حافظ ابن ملقن کے حوالہ میں اسے ضعیف کہنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ لہٰذا دیگر محدثین کرام مفسر کی تصحیح کے مقابلہ میں مبہم جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس حوالہ کو نقل کرنا صحیح نہیں ہے۔

قارئین کرام! اس مندرجہ بالا مفصل تحقیق سے واضح ہوگیا کہ حضرت علی سے مروی ترک رفع الیدین کی صحیح حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانا باطل اور مردود ہے اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ تمام حوالے ان کے اپنے مسلمہ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

حدیث حضرت علیؓ کو صحیح کہنے والے محدثین کرام

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین والی حدیث کو متعدد محدثین کرام نے تصحیح یا روایت کی ہے۔

1 امام طحاویؒ نے کہا:	فحدیث علی اذا صح	شرح معانی الآثار ۱/۱۵۵
2 امام ابن ترکمانیؒ نے کہا:	رجاله ثقات	الجواہر النقی ۲/۷۸
3 امام ابن دقیق العید	مائل به تصحیح	نصب الرایۃ ۱/۴۱۳
4 علامہ بدرالدین عینیؒ نے کہا	صحیح علی شرط مسلم	عمدۃ القاری ۵/۲۷۳
5 محدث مغلطائیؒ	مائل به تصحیح	شرح ابن ماجہ ۱/۱۴۷۳
6 حافظ زیلعیؒ نے کہا	وهو أثر صحيح	نصب الرایہ ۱/۴۰۶
7 حافظ ابن حجرؒ نے کہا:	رجاله ثقات	الدرایۃ ۱/۱۵۲
8 امام دارقطنیؒ نے کہا	موقوفاً صوابا	العلل الدارقطنی ۴/۱۰۶
9 ملا علی قاری	مائل به تصحیح	الاسرار المرفوعۃ ۱/۴۹۴
10 محدث قاسم بن قطلوبغا	سنده ثقات	التعریف والاخبار ص ۳۰۹

ترک رفع الیدین اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

قارئین کرام! رفع الیدین کے مسئلہ میں غیر مقلدین حضرات ہمیشہ سے ہی سختی کرتے رہے ہیں مگر اصول کی روشنی میں یہ روش اور رویہ صحیح نہیں ہے۔ اگر مسلکی حمایت سے بالاتر ہو کر تحقیق کی جائے تو بہت سارے حقائق سامنے آتے ہیں۔ رفع الیدین کے مسئلہ پر غیر مقلدین حضرات صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے اثبات رفع الیدین کی دلیل دیتے ہیں کہ وہ متاخر الاسلام صحابیوں میں سے ہیں اور ان کا رفع الیدین کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے آخر تک رفع الیدین کیا مگر مرض یہ ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ سے اثبات رفع الیدین کی احادیث کی سند معتبر نہیں جس کا جائزہ ہم انشاء اللہ پیش کریں گے مگر فی الحال میں حضرت ابوھریرہؓ سے ترک رفع الیدین کی روایت کا جائزہ قارئین کرام کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ عوام الناس کو ایک تحقیقی بات پڑھنے کو میسر آسکے۔

قیس بن ابی حازمؒ کی نماز حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے مشابہت تھی:

حضرت قیس بن ابی حازمؒ جو کہ ثقہ اور جلیل القدر تابعی ہیں جنہوں نے کئی صحابہ کرام کی نماز کو ملاحظہ کیا۔ ان کی نماز بالکل حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح تھی۔ جو فعل حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا بالکل اسی طرح قیس بن ابی حازمؒ نے بھی نماز میں کیا۔ لہٰذا اس کا ثبوت ملاحظہ کیجئے۔

حدثنا ابن نمير حدثنا اسماعيل بن ابى خالد عن ابيه قال كان ابو هريرة يصلى بالمدينة نحو أمن صلاة قيس بن ابى حازم۔ (مسند امام احمد رقم 10443)

ترجمہ : امام ثقہ اسماعیل بن ابی خالد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہؓ مدینہ میں بالکل ویسے ہی نماز پڑھتے جیسے کہ (ثقہ تابعی) قیس بن ابی حازمؒ پڑھتے ہیں۔

سند کی تحقیق

۱۔ عبداللہ بن نمیر 199ھ	ثقہ	تقریب التہذیب 3668
۲۔ اسماعیل بن ابی خالد 146ھ	ثقہ ثبت (تابعی)	تقریب التہذیب 438
۳۔ ابو خالد البجلی	وثق	الکاشف 6599
۴۔ ابوھریرہ 57ھ	صحابی جلیل	تقریب التہذیب 8426

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

دوسری سند

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا ابن ادریس عن اسماعیل عن ابیه قال :کان ابی یصلی خلف ابی هریرة بالمدینة قال: و کانت صلاة نحو اًمن صلاة قیس۔

ترجمہ :اسماعیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابوھریرۃ h کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز پڑھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ جناب ابوھریرہ h کی نماز قیس بن ابی حازمؒ کی نماز جیسی تھی۔(مسند ابی یعلی رقم 6422،مصنف ابن ابی شیبۃ 4703)

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی ثقاہت درج ذیل ہے۔

۱۔ابو بکر بن ابی شیبہ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب 3575
۲۔عبداللہ بن ادریس	ثقہ فقیہ	تقریب التہذیب 3207
۳۔اسماعیل بن ابی خالد(تابعی)	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب 438
۴۔ابوخالد البجلی	وثق	الکاشف 6599
۵۔حضرت ابوھریرہؓ	صحابی جلیل	تقریب التہذیب 8426

اس مندرجہ بالا صحیح سند سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر تابعی قیس بن ابی حازم البجلی کی نماز بالکل حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز جیسی تھی۔یہاں چند امور پیش خدمت ہیں۔

اول۔اس سند میں اسماعیل بن ابی خالد خود جلیل القدر تابعی ہیں اور انہوں نے کئی صحابہ کرام سے حدیث کا سماع کیا۔لہذا ان کا یہ قول بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

دوم۔اس روایت میں اسماعیل بن ابی خالد پر تدلیس کا الزام ہے مگر محدثین کرام نے صرف چند احادیث جو کہ امام شعبی سے تھیں ان پر اعتراض کیا اور مزید یہ کہ اگر مدلس مان بھی لیا جائے تو وہ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں جن کی تدلیس حدیث کے لئے مضر نہیں ہوتی ہے۔

سوم۔یہ کہ اس سند میں اسماعیل بن ابی خالد سے تدلیس نہیں ہوئی کیونکہ اس روایت میں وہ اپنے والد ابوخالد البجلی کا مشاہدہ پیش کر رہے ہیں۔لہذا تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

چہارم۔یہ کہ مدلس راوی کی روایت میں سماع معلوم ہو جائے تو صیغہ عن سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔لہذا اس سند پر ایسے مذموم اعتراض اصول حدیث کی روشنی میں باطل اور مردود ہیں۔

جب مندرجہ بالاتحقیق سے واضح ہوگیا کہ قیس بن ابی حازمؒ کی نماز بالکل حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز جیسی تھی۔ اب تحقیق یہ ہے کہ حضرت قیس بن ابی حازمؒ جلیل القدر تابعی کی نماز کیسی تھی؟ لہذا مندرجہ ذیل تحقیق پیش خدمت ہے۔

قیس بن ابی حازمؒ صرف شروع میں رفع الیدین کرتے تھے:

محدث ابن ابی شیبہ روایت لکھتے ہیں۔

حدثنا یحیٰ بن سعید عن اسماعیل قال :کان قیس یرفع یدیه اول ما یدخل فی الصلاة۔ثم لا یرفعهما۔(مصنف ابن ابی شیبہ 2464)

ترجمہ :اسماعیل بن ابی خالد(ثقہ تابعی) کہتے ہیں کہ قیس بن ابی حازمؒ شروع نماز میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع الیدین کرتے تھے پھر پوری نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

ا۔ابوبکر بن ابی شیبہ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب 3575
۲۔یحیٰ بن سعید القطان 198ھ	ثقہ متقن	تقریب التہذیب 7557
۳۔اسماعیل بن ابی خالد(تابعی) 146ھ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب 438
۴۔قیس بن ابی حازم 98ھ	ثقہ	تقریب التہذیب 5566

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔اس سند کی اہم بات یہ ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد نے خود بہت سارے صحابہ کو دیکھا اور روایت لی اور مزید یہ کہ قیس بن ابی حازمؒ خود جلیل القدر تابعی ہیں۔ انہوں نے بہت سارے اکابر صحابہ کو دیکھا اور ان سے حدیث کی سماعت کی اور بعض محدثین کرام نے تو انہیں صحابی شمار کیا ہے۔بہر حال قیس بن ابی حازمؒ صحابی ہوں یا تابعی مگر ان کا ترک رفع الیدین ثابت ہے۔قیس بن ابی حازمؒ کا رفع الیدین نہ کرنا ان کا اپنا ذاتی فعل تو ہر گز نہیں ہوسکتا۔کیونکہ اول یہ کہ اسماعیل بن ابی خالد نے اپنے والد سے یہ بیان کر دیا ہے کہ قیس بن ابی حازم کی نماز بالکل حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز جیسی تھی جس سے یہ واضح ہوگیا کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ترک رفع الیدین ہی تھا۔لہذا حضرت ابوھریرہؓ کی اس واضح حدیث کے مقابلے میں ضعیف سند کی اثبات رفع الیدین والی روایت پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ترک رفع الیدین ہی ہے۔اس مقام پر مزید عرض کر دوں کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ملاحظہ کریں اور پھر مندرجہ بالا تحقیق کی روشنی میں اس حدیث کا مطلب واضح ہو جائے گا۔کیونکہ اصول الحدیث کا یہ اصول ہے کہ بعض احادیث دیگر احادیث کی تفسیر یا مفہوم ہوتی ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

"الحدیث اذالم تجمع طرقه لم تفهمه والحدیث یفسر بعضه بعضها۔"

(الجامع الاخلاق الروی 212/2)

مفهوم : یعنی جب تک حدیث کے طرق جمع نہ لئے جائیں حدیث کی سمجھ نہیں آتی اور کچھ احادیث بعض احادیث کی تفسیر ہوتی ہیں۔حضرت ابوھریرہؓ سے مروی حدیث ہے۔

حدثنا مالک عن نعیم بن المجمر و ابی جعفر القاری انهما اخبرنا ان اباهریرةؓ کان یصلی بهم فیکبر کلما خفض و رفع و کان یرفع یدیه حین یکبر یبتتح الصلاة۔

(موطاء امام مالک بروایۃ مصعب۔81/ 1رقم 208)

ترجمه : امام مالک بن انس وہ نعیم بن المجمر اور ابوجعفر القاری سے روایت کرتے ہیں۔یہ دونوں اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ جناب سیدنا ابوھریرہؓ نماز پڑھاتے تھے، ہر اونچ نیچ کے وقت (دونوں حضرات) تکبیر کہتے تھے۔فرماتے ہیں کہ جب شروع نماز کی تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

۱۔امام مالک بن انس 179ھ	الفقیه امام	تقریب التهذیب 6425
۲۔نعیم بن عبداللہ المجمر	ثقه	تهذیب التهذیب 839
۳۔ابوجعفر القاری	ثقه	تقریب التهذیب 8021
۴۔حضرت ابوھریرہؓ	صحابي جليل	تقریب التهذیب 8426

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور مضبوط ہیں۔لہذا قیس بن ابی حازم کا حضرت ابوھریرہؓ کی نماز جیسی نماز پڑھتے ہوئے ترک رفع الیدین یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ بھی رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے۔اس لئے ثقہ فقیہ مجتہد امام محمد بن حسن الشیبانی نے اس حدیث سے ترک رفع الیدین ہی مراد لیا ہے۔

امام محمد لکھتے ہیں۔

"فهما حدیثکم موافق لعلیؓ و ابن مسعودؓ"

مفهوم: یہ حدیث حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (ترک رفع الیدین) کے موافق ہے۔

لہذا مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابوھریرہؓ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔امام ابوداؤد بھی ترک رفع الیدین کے باب میں حضرت ابوھریرہؓ کی مرفوع روایت لائے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ترک الیدین

نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع الیدین پر عمل پیرا رہے۔ لہٰذا ان کی روایات ملاحظہ کیجئے۔

حدثنا وكيع عن مسعر عن ابي معشر عن ابراهيم عن عبدالله أنه يرفع يديه في اول ما يفتتح ثم لا يرفعهما"۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر 2458)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

1:	وکیع بن الجراح	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۷۴۱۴
2:	مسعر بن کدام	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم ۶۶۰۵
3:	ابی معشر زیاد بن کلیب	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۰۹۶
4:	ابراہیم نخعی رحمہ اللہ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰
5:	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	كبار العلماء من الصحابة	تقریب التہذیب رقم ۳۶۱۳

مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

غیر مقلد زبیر علی زئی کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد زبیر علی زئی اس روایت کے بارے میں عوام الناس کو تشکیک میں ڈالنے کے لئے لکھتا ہے۔

اعتراض:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ یا ۳۳ ہجری کو فوت ہوئے۔۔ اور ابراہیم بن یزید نخعی ۳۷ ہجری کے بعد پیدا ہوئے تھے" لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔ (نور العینین ص ۱۶۶)

جواب :

عرض یہ ہے کہ اس اعتراض کی حقیقت کے لئے محدثین کرام کے اقوال جاننا بہت ضروری ہے۔

1: امام ترمذیؒ کی تحقیق :

امام ترمذی لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو عبیدۃ بن ابی السفر الکوفی حدثنا سعید بن عامر عن شعبہ عن سلیمان الاعمش قال :قلت لابراھیم النخی أسند لی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، فقال ابراھیم! اذا حدثتک عن رجل عن عبداللہ فھو الذی سمیت، واذ قلت قال عبداللہ فھو عن غیر واحد عن عبداللہ۔ (علل الترمذی صغیر من الجامع ۵/۷۵۵)

ترجمہ : سلیمان الاعمشؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک سند کا پوچھا تو ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرمایا؛ جب میں کسی شخص کا درمیان میں ذکر کروں تو وہ میں صرف اسی سے سنی ہوتی ہے اور اگر میں (ابراہیم نخعیؒ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لوں تو وہ میں نے کئی اشخاص سے سنی ہوتی ہے۔

حافظ ابن عبد البرؒ کی تحقیق :

حافظ ابن عبد البر تحقیق کرتے ہوئے ابراہیم نخعی کی مرسل کو انکی مسند سے زیادہ صحیح مانتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زھیر قال حدثنا احمد بن حنبل قال محمد بن جعفر قال حدثنا شعبہ عن سلیمان الاعمش قال قلت لابراھیم :اذا حدثنی حدیثاً فاسندہ فقال اذا قلت عن عبداللہ یعنی ابن مسعود فاعلم أنہ عن غیر واحد واذا سمیت لک أحد فھو الذی سمیت"۔ (التمھید ۱/۳۴)

مفہوم : سلیمان الاعمش نے ابراہیم نخعیؒ سے کہا کہ جب حدیث بیان کریں تو اس کی سند بھی بتا دیا کریں تو ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جب میں عن عبداللہ بن مسعود سے بیان کروں تو یہ میں نے کئی اشخاص سے سنی ہوتی ہے اور جب میں نے کسی ایک سے سنی ہوتی ہے تو پھر اسی سے سنی ہوتی ہے۔

امام طحاویؒ کی تحقیق :

امام طحاوی اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فان قالوا ما ذکرتموہ عن ابراھیم عن عبداللہ غیر متصل قیل لھم کان ابراھیم اذا ارسل عن عبداللہ لم یرسلہ الا بعد صحۃ عندہ وتواتر الراویۃ عن عبداللہ قد قالہ الاعمش اذا حدثنی فاسند فقال اذا قلت لک قال عبداللہ فلم اقل ذلک حتی حدثنیہ جماعۃ عن عبداللہ واذا قلت حدثنی فلان عن عبداللہ فھو الذی حدثنی۔

(شرح معانی الآثار ۱/ ۴۶۴)

ترجمہ: امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر وہ کہیں کہ جو کچھ تم نے بواسطہ ابراہیم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ غیر متصل ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ حضرت ابراہیم صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس وقت ارسال کرتے ہیں جب وہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہوتی ہے۔حضرت اعمش نے ان سے کہا مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت سند ذکر کیا کریں۔انہوں نے فرمایا جب میں تم سے کہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا تو میں یہ بات اس وقت کہتا ہوں جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت بیان کرتی ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں فلاں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کہا تو یہ اسی سے ہوگی جس نے مجھ سے بیان کیا۔

اسی طرح کا قول حافظ ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ ۶/۲۸۰ ابوزرعہ الدمشقی نے تاریخ ص ۳۴۶ پر بیان کیا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا پر لغوی طور پر تو مرسل کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر ان کی روایت اصطلاحی طور پر مرسل یا منقطع ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی ہے۔کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ اگر میں روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کروں تو یہ روایت میں نے ایک جماعت سے سنی ہے۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی اس مندرجہ بالا تصریحات پر لکھتا ہے۔

''اگر کہا جائے کہ یہ روایت ابراہیم نخعی نے غیر واحد (کئی اشخاص سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ (نصب الرایہ ۱/۴۰۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر واحد اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں لہٰذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔حافظ گوندلوی لکھتے ہیں...... یہ عبارت مرویات ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔

اول : اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔
ثانیاً : پتا نہیں کہ سلسلہ اسناد عبداللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں، ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔
ثالثاً : ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔
والجرح مقدم علی التعدیل ،تعدیل مبہم مقلد کا مایہ ناز ہو سکتی ہے ایک تشنہ تحقیق کی سیرابی کے لئے ناکافی ہے۔
۔۔۔۔۔۔۔امام شافعی نے کہا : ابراہیم نخعی اگر علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو وہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ابراہیم کی ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

(نورالعینین ص ۱۶۶ اور ص ۱۶۷)

جواب :

غرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اور حافظ گوندلوی جو مفروضے قائم کرکے جو عمارت بنانے کی کوشش کی ہے وہ بڑی ہی نرالی ہے کیونکہ مفروضے غیر مقلد کا مایہ ناز ہو سکتی ہے مگر ایک مقلد تشنہ تحقیق کی سیرابی کے لئے نہیں ہے۔

1: جناب آپ کا یہ اعتراض کہ غیر واحد (کئی اشخاص) اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جس جماعت سے احادیث سماع کریں اور ان سے علم حاصل کیا اور جن کے علم پر فتوی دیا یہ سب محدثین کرام نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ جناب ایک جماعت میں سے چند اشخاص تو اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وکان ابراہیم نخعی عندی من اعلم الناس باصحاب عبداللہ یعنی ابراھیم نخعی میرے نزدیک اصحاب عبداللہ کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے (العلل ابن مدینی ۱/۴۳) آگے امام علی بن المدینی اصحاب عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اصحاب عبداللہ الذین یقرؤن ویفتون ستة علقمه والاسود ومسرق وعبیداللہ وعمرو بن شرجیل والحارث الاعور یعنی اصحاب عبداللہ جو پڑھتے اور فتوی دیتے وہ چھ ہیں۔ علقمہ، الاسود، مسروق، عبیداللہ، عمرو بن شرجیل، الحارث الاعور۔ (العلل ابن مدینی ۱/۴۳)

امام علی بن المدینیؒ نے آگے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔

"وابرایم لقی من ہو لاء الاسود وعلقمة ومسروقاً وعبیداللہ"۔

(العلل ابن المدینی ۱۱/۴۳)

یعنی ابراہیم نخعیؒ کی اسودؒ، علقمہؒ، مسروقؒ اور عبیداللہؒ سے لقا ثابت ہے۔

علی بن المدینی کی اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جن اشخاص اور جماعت سے سُنا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد شامل ہیں اور یہ بات تو ایک کم فہم انسان کو بھی سمجھ آجاتی ہے کہ جب ابراہیم نخعی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترک رفع الیدین نقل کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ہی سنی اور یہی ایک جماعت ہے جس کا اشارہ ابراہیم نخعی نے خود دیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ علم ان کے اصحاب کو تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب (الاسود، علقمہ، عبیداللہ) علم کو نسب سے زیادہ جاننے والے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تھے اور یہ بھی بات یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں الاسود بن یزید اور علقمہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے خاندان میں تھے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے اصحاب میں سے دو اصحاب تو ابراہیم نخعی کے شیخ اور ماموں تھے اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے افعال اور فتووں کو اصحاب عبداللہ بن مسعود سے زیادہ اور کوئی نہ جانتا تھا اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کے علم اور افعال کو ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ترک رفع الیدین والاعمل کا بتانا بالکل صحیح ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے جو کہ بالکل صحیح سند سے ثابت ہے۔ اور اس کی تحقیق آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے گا۔

ابن رجبؒ کی تحقیق:

ابن رجب لکھتے ہیں۔

وکان اصحاب عبداللہ الذین یقرؤن بقرأته ویفتون بقوله ویذھبون مذھبه عقلمة بن قیس والاسود بن یزید ومسروق بن الاجدع وعبیدة السلمانی وعمرو بن شرجیل والحارث بن قیس سته ھؤلاء عدھم ابراھیم نخعی وکان أعلم اھل الکوفة بأصحاب عبداللہ وطریقتھم ومذاھبھم ابرایم والشبعی الا این الشبعی کان یذھب مذھب مسروق یأخذ من علی واھل المدینة وغیرھم وکان ابراھیم یذھب مذھب اصحابه أصحاب عبداللہ ھؤلاء۔ (العلل ابن رجب ۱/۶۰)

مفہوم: اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت ان کے قول پر فتوے اور ان کے مذہب کی طرف گئے وہ الاسود بن یزیدؒ مسروق بن الاجدعؒ وعبیدۃ السلمانیؒ عمرو بن شرجیلؒ اور الحارث بن قیسؒ ہیں اور ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ تمام اہل کوفہ سے زیادہ اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کے طریقہ اور مذہب کو جاننے والے تھے مگر امام شعبیؒ مسرق بن الاجدعؒ کے مذہب کی طرف مائل ہوئے اور مسروق نے یہ علم حضرت علی اور اہل المدینہ سے حاصل کیا جبکہ ابراہیم نخعی اپنے شیوخ اور اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کی مذہب کی طرف مائل ہوئے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب اور علم ان کے شاگردوں سے حاصل کیا اور ظاہر کہ ابن المدینی اور ابن رجب کے قول سے ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب سب سے زیادہ ان کے شاگرد واصحاب ہی جانتے تھے۔

حافظ گوندلوی کا یہ لکھنا کہ "ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظ ہوں ایک خیالی مفروضہ کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ اصحاب عبد الاسود، علقمہ وغیرھم ثقہ راوی ہیں لہٰذا ان کے ضعیف الحافظ کا اعتراض تو مردود ہے۔ خاص طور پر جب امام بخاری کے استاد علی بن مدینی کی تصریحات واضح موجود ہیں۔ مزید یہ کہ تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار سات واسطوں کا ذکر بھی فضول ہے کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا تمام علم ان کے شاگردوں الاسود بن یزید، علقمہ، عبیداللہ وغیرہ سے حاصل کیا۔ لہٰذا دو چار یا سات واسطوں کا ذکر کر کے اس حدیث میں شک ڈالنا مردود اور باطل ہے۔ مزید یہ کہ حافظ گوندلوی کا یہ لکھنا کہ "ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں" بھی فضول ہے کیونکہ الاسود بن یزید، علقمہ، مسروق، عبیداللہ وغیرھیم تو ابراہیم نخعی کے نزدیک بھی ثقہ ہیں اور دیگر محدثین کرام کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ لہٰذا ایسے اعتراضات وارد کرنا ہی اصول علم الرجال سے بے خبری یا مسلکی حمایت کا شاخسانہ ہی ہے۔

لہٰذا مندرجہ بالا تحقیق سے یہ عیاں ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام علم اور مذہب ان کے اصحاب (الاسود، علقمہ وغیرھم) سے حاصل کیا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام مذہب اور فتوؤں سے ان کے یہ شاگرد بخوبی واقف اور عالم تھے۔ لہٰذا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جہاں بھی جماعت اور کئی اشخاص کا ذکر کیا تو ان میں یہ حضرات ضرور شامل ہیں۔ اب یہ لازمی نہیں کہ ایک راوی یا محدث روایت بیان کرتے وقت تمام شیوخ کا تذکرہ کرے کیونکہ جب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کردی کہ جب میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے روایت کروں تو میں نے یہ روایت ایک جماعت سے سنی ہے اور اس جماعت میں ابراہیم نخعی کے ماموں اور دیگر شیوخ شامل ہیں (اسود، علقمہ، عبیدۃ وعمرو بن شرجیل وغیرھم) جو کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

عنہ کے شاگردوں میں ہیں۔اورانہوں نے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود کے تمام افعال اوراقوال اورمذہب محفوظ کیا ہے۔لہٰذااس روایت کے متصل اورصحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بیان کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو اس عمل ترک رفع الیدین کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد سے معلوم ہوا کہ ان کے اساتذہ اور شیوخ تھے۔لہٰذا اس کے بارے میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اعتراضات باطل اور مردود ہیں جن کی کوئی حیثیت علمی دنیا میں نہیں ہے۔

دوسری سند:

حدثنا محمد بن عبدالله الحضرمی ثنا احمد بن یونس ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراہیم قال: کان عبدالله لا یرفع یدیه فی شیئ من الصلاة فی التکبیرة الأولی۔

(معجم الکبیر، الطبرانی رقم ۹۲۹۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں ہاتھ نہیں اٹھاتے مگر صرف پہلی تکبیر کے وقت (یعنی ابتداء میں)..

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راویوں کی توثیق مختصراً ملاحظہ کیجئے۔

#	راوی	درجہ	حوالہ
1:	محمد بن عبداللہ الحضرمی	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ۱۴/۴۱
2:	احمد بن یونس	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۶۳
3:	ابوالاحوص سلام بن سلیم	ثقہ متقن	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰۲
4:	حصین بن عبدالرحمن	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۸۳۷
5:	ابراہیم نخعی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰
6:	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	کبار العلماء من الصحابة	تقریب التہذیب رقم ۳۶۱۳

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس حدیث کی سند صحیح اور ثابت ہے۔غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے تمام اعتراجات کا جواب۔پچھلے صفحات میں تفصیل سے دیا جا چکا ہے۔

تیسری سند:

حدثنا بن أبی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراہیم قال : کان عبداللہ لا یرفع یدیہ فی شی من الصلاۃ الا فی الافتتاح۔
(شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۶۱)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں کسی جگہ رفع الیدین نہ کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

:1	ابراہیم بن ابی داؤد ۲۷۰ھ	الحافظ المتقن	سیر اعلام النبلاء ۶۱۲/۱۲ رقم ۲۳۷
:2	احمد بن یونس ۲۲۷ھ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم نمبر ۶۳
:3	ابو الاحوص سلام بن سلیم	ثقہ متقن	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰۳
:4	حصین بن عبدالرحمن	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۸۳۷
:5	ابراہیم نخعیؒ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰
:6	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	کبار العلماء من الصحابہ	تقریب التہذیب رقم ۳۶۱۳

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

چوتھی سند:

عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیہ فی اول شیئ ثم لا یرفع بعد۔ (مصنف عبدالرزاق ۷۱/۲ رقم ۲۵۳۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی جگہ رفع الیدین کرتے مگر اس کے بعد رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

:1	عبدالرزاق بن ہمام	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۴۰۶۴

:2 سفیان ثوری ثقہ حافظ تقریب التہذیب رقم ۲۴۴۵
:3 حصین بن عبدالرحمن ثقہ تقریب التہذیب رقم ۸۳۷
:4 ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ثقہ تقریب التہذیب رقم ۲۷۰
:5 حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کبار العلماء من الصحابۃ تقریب التہذیب رقم ۳۶۱۳

مندرجہ بالاتحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ان راویوں کی توثیق میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں لہٰذا حافظ ابن حجر کی کتاب تقریب التہذیب کا ہی حوالہ دیا ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات ۴/ ۲۶۲ پر لکھتا ہے۔

''عبدالرازاق اور سفیان ثوری دونوں مدلس ہیں۔''

جواب:

جناب عرض یہ ہے کہ میں نے سفیان ثوری کی تدلیس کا مسئلہ اپنی دونوں کتابوں میں تفصیلاً عرض کر دیا ہے۔اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اشکالات کا محققانہ جواب اپنی کتاب غایۃ التقدیس فی مسئلۃ التدلیس اور منحۃ الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی میں دیا ہے۔

منحۃ الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی قسط وار ماہانہ البرھان الحق واہ کینٹ،میں شائع ہو چکے ہیں۔مگر میں اختصار کے ساتھ یہاں عرض کر دوں کہ عبدالرزاق بن ھمام اور سفیان ثوری کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب میں طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔اور مزید یہ نوٹ بھی کر لیں کہ اس روایت پر مدلس کا بہانہ کر کے جان خلاصی بھی نہیں کی جا سکتی کیونکہ گذشتہ صفحات پر ہم معجم الکبیر رقم نمبر ۹۲۹۹،مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۲۴۵۸ اور شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۶۱ کی احادیث پر تفصیل سے بحث کر چکے ہیں اور ان روایات میں سفیان ثوری کی متابعت مسعر بن کدام (ثقہ) نے مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۵۸ میں اور ابوالاحوص (ثقہ) نے معجم الکبیر طبرانی رقم ۹۲۹۹۔شرح معانی الآثار رقم ۱۲۶۱ کی ہے۔اور عبدالرزاق بن ھمام کی متابعت وکیع بن جراح (ثقہ) نے مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۲۴۵۸ پر کی ہے اور احمد بن یونس (ثقہ) نے معجم الکبیر الطبرانی رقم ۹۲۹۹ اور شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۶۱ پر کی ہے۔لہٰذا اس روایت کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں صرف مسلک کی حمایت کے علاوہ۔

پانچویں سند:

عبدالرزاق عن ابن عینة عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مثله (کان یرفع یدیه فی اول شیئ ثم لا یرفع بعد)۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۷۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ رفع الیدین کرتے پھر اس کے بعد رفع الیدین نہ کرتے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

	راوی	درجہ	حوالہ
1:	عبدالرزاق بن ھمام	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۴۰۶۴
2:	سفیان بن عینیہ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۲۴۵۱
3:	حصین بن عبدالرحمن	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۱۳۶۷
4:	ابراہیم نخعی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰
5:	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	کبار العلماء من الصحابة	تقریب التہذیب رقم ۳۶۱۳

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات ۴/ ۲۶۲ پر لکھتا ہے۔

''عبدالرزاق اور سفیان بن عینیہ دونوں مدلس ہیں''

جواب:

عرض یہ ہے کہ عبدالرزاق اور سفیان بن عینیہ دونوں کی متابعت مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۵۸ اور معجم الکبیر حدیث نمبر ۹۲۹۹ اور شرح معانی الاثار حدیث نمبر ۱۲۶۱ میں وکیع بن الجراح (ثقہ) اور مسعر بن کدام (ثقہ) اور ابوالاحوص (ثقہ) نے کی ہے۔لہٰذا تدلیس کاراگ الاپنا غلط اور مردود ہے۔

قارئین کرام! اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترک رفع الیدین کے فعل کا بتانا بالکل صحیح اور ثابت ہے کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب اور علم ان کے شاگردوں (الاسود، علقمہ وعبیداللہ وغیرھم) سے سیکھا اور جانا ہے۔لہٰذا غالی غیر مقلد

زبیر علیزئی کا اس پر تدلیس وغیرہ کے اعتراضات معتبر اور ثقہ متابعت کی موجودگی میں باطل اور مردود ہے۔میں یہاں پر ایک بات کی مزید وضاحت کردوں کہ یہ تمام روا ایت (مندرجہ بالا پیش کی گئیں) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کے لئے معتبر متابعت کا مقام رکھتی ہیں۔لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث پر تمام اعتراضات باطل اور مردود ہیں اور مندرجہ بالا روایت بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ترک رفع الیدین

دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع الیدین کے قائل تھے۔

"حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثناء أبوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر رضی االله عنھما فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الأولی من الصلاة"۔ (شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۵)

ترجمہ: حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے تکبیر اولیٰ (تحریمہ) کے نماز میں۔

تخریج:

۱۔ مصنف ابن ابی شیبة حدیث نمبر ۲۴۶۷۔ ۲۔معرفة السنن والآثار رقم ۳۳۰۹۔

۳۔الاوسط ابن منذر رقم ۱۳۴۴۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابراہیم بن ابی داؤد ابرلسی:

حافظ محمد بن عبدالغنی نے کہا	ثقه متقنا	تکملة الاکمال رقم نمبر ۸۷۸
ابن العماد الحنبلی نے کہا	ثبت	شذرات الذھب ۲/۱۶۱
علامہ ذھبیؒ نے کہا	الحافظ المتقن	سیر اعلام النبلاء رقم نمبر ۲۳۷۔ ۱۲.۶۱۲
محدث ابن جوصا نے کہا	من أوعیة الحدیث	سیر اعلام النبلاء رقم نمبر ۲۳۷۔ ۱۲/۶۱۲
محدث ابن یونس نے کہا	الثقات الاثبات	سیر اعلام النبلاء رقم نمبر ۲۳۷۔ ۱۲/۶۱۲

احمد بن عبداللہ بن یونس:

امام عجلی نے کہا:	ثقه	معرفة الثقات رقم ۷
امام ابوحاتم نے کہا:	ثقة متقنا	الجرح وتعدیل رقم ۷۹
امام احمد بن حنبل نے کہا	شیخ الاسلام	بحر الدم رقم نمبر ۳
حافظ ابن حجر نے کہا	ثقه حافظ	تقریب التھذیب رقم ۶۳

امام نسائی نے کہا	ثقه	ذیل میزان الاعتدال رقم۹۶
حافظ ابن سعد نے کہا	ثقه	ذیل میزان الاعتدال رقم۹۶
حافظ خلیلی نے کہا	ثقه متفق علیه	ذیل میزان الاعتدال رقم۹۶
حافظ ذہبیؒ نے کہا	امام الحجة الحافظ	سیر اعلام النبلا ء رقم ۱۵۱

ابو بکر بن عیاش کی توثیق :

1: امام بخاری نے ان سے متعدد روایت لی ہیں۔
صحیح بخاری حدیث ۱۳۹۰۔۱۶۵۴۔۱۹۴۱۔ ۶۰۱۶۔۶۶۶۶۔۷۱۰۰۔۷۵۰۹۔

2: حافظ خزیمہ نے ان کی حدیث کی تخریج کی ہے۔
صحیح ابن خزیمہ حدیث ۱۸۔۳۸۱۔۹۰۴۔۱۰۶۷۔۱۰۴۰۔۱۸۸۳۔۲۷۹۷۔۲۱۱۹۔۱۹۳۶۔

3: حافظ ابوعوانہ نے ان کی حدیث کی تخریج کی ہے۔
مسند ابی عوانہ رقم ۲۷۴۵۔۲۷۴۶۔۲۷۴۷۔۴۶۲۷۔۴۶۲۸۔۶۲۳۶۔

4: امام حاکم نے ان کی متعدد حدیث کی تصحیح کی ہے۔
مستدرک حاکم رقم نمبر ۳۰۔۱۱۷۔۱۴۳۔۱۵۰۶۔۱۵۳۲۔۱۶۳۸۔۲۳۳۳۔۲۵۹۵۔۲۹۳۸۔۳۱۶۷

5: حافظ ضیاء المقدسی نے اس کی حدیث لیں ہیں۔
المختارہ رقم ۱۳۔۱۱۹۔۱۲۰۔۱۵۰۔۲۳۲۔۴۸۸۔۵۰۷۔۷۹۱۔۲۰۳۸۔۲۰۴۷۔۲۰۶۳۔۲۰۷۷

6: حافظ ابن جارود نے ان کی روایت لیں ہیں۔حدیث نمبر ۳۲۰۔۳۵۲۔۸۸۲۔

7: حافظ بغوی نے اس کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔۱/۱۳۰۔ ۱/۲۳۳

8: ابونعیم الاصبہانی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔حلیۃ الاولیاء ۸/۳۱۳

9: امام احمد بن حنبل نے کہا: ثقه وربما غلط العلل ۳۱۵۵

10: امام ترمذی نے ان کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔
سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۱۸۔۲۵۸۔۳۴۹۔۴۵۶۔۵۹۳۔۱۲۰۸۔۱۹۹۸۔۲۱۸۸

11: حافظ ابن کثیر نے ان کی ایک حدیث کو علی شرط مسلم کہا ہے۔(البدایہ والنھایہ ۳/۲۹۸)

12: ابن حبان نے کہا: "لایستحق ترک حدیث......لم یستحق القدح والجرح"۔(الثقات ۱۲۰۱۸)

13 امام عجلی نے کہا:	ثقه	معرفۃ الثقات رقم ۲۰۹۹
14: امام ابوحاتم الرازی نے کہا:	ثقه	علل الحدیث ۲۲۳۳

15: حافظ ابن المبارک نے کہا:	يثني عليه	الجرح وتعدیل رقم ۱۵۶۵
16: ابن جوزی نے کہا:	وكان ثقه	المنتظم ۹/۲۳۲
17: ابن عدیؒ نے کہا:	لم أجد له حديثا منكرا اذا روى عنه ثقه۔	(الکامل رقم ۸۹۰)
18: امام یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقه	تاریخ الدارمی رقم ۲۸۸
19: ابن عمار نے کہا:	رجلا من صدر هذه الأمة	تاریخ بغداد رقم ۷۶۹۸
20: یزید بن ھارون نے کہا:	خیر افاضلا	تاریخ بغداد رقم ۷۶۹۸
21: حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقه عابد	تقریب التہذیب رقم ۷۹۸۵
22: حافظ کلاباذیؒ نے کہا انہیں صحیح بخاری کے راویوں میں لکھا ہے۔		رجال صحیح بخاری رقم ۱۴۰۳
23: حافظ مقریزیؒ لکھتے ہیں۔	كل من روى عندي لا باس به۔	مختصر الکامل رقم ۸۹۰
24: امام مسلم نے مقدمہ صحیح مسلم میں روایت لی ہے۔		مقدمہ صحیح مسلم
25: امام احمد بن حنبل نے ان سے روایات لیں ہیں۔		
26: حافظ ذہبیؒ نے کہا:	الفقيه المحدث شيخ الاسلام۔	سیر اعلام النبلاء رقم ۱۳۱۔ ۸/۹۵
27: حافظ ابن ترکمانی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔		الجواہر النقی ۲/۷۴۔ ۶/۱۸۹
28: حافظ ابن حجر نے ان کی ایک حدیث کو صحیح کہا ہے۔		تغلیق التعلیق ۳/۲۴
29: حافظ ہیثمی نے ان کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔		مجمع الزوائد رقم ۱۵۸۲۶
30: حافظ بوصیریؒ نے ان کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔		

مصباح الزجاجۃ رقم ۱۶۳۔ ۳۶۷۔ ۳۰۷۔ ۶۰۳۔ ۱۰۹۳۔

31: حافظ زیلعی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔		نصب الرایۃ ۱/۴۳۲
32: علامہ سخاوی ان کی حدیث کی تصحیح کی طرف مائل ہیں۔		المقاصد الحسنۃ ۱/۴۱۱
33: ابن سعد نے کہا:	ثقه صدوق	تحفۃ الاحوذی ۱/۳۲۱
34: علامہ عینیؒ نے ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔		شرح ابی داؤد ۳/۳۰۵
35: حافظ مغلطائی نے ان کی ایک حدیث کی تصحیح کی ہے۔		شرح ابن ماجہ ص ۱۵۵۳
36: علامہ نووی نے کہا:	فهو الامام الجمع على فضله ۔	شرح النووی علی مسلم ۲/۷۹
37: ابن رجب الحنبلی نے ان کی حدیث کی تصحیح کے قائل ہیں۔		فتح الباری ۴/۱۱

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ ابوبکر بن عیاش ثقہ اور صدوق راوی ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین حضرات کا ان کو ضعیف کہنا بھی غلط ہے۔ اور اہم بات یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے اپنے پرانے موقف سے رجوع کر کے ابوبکر عیاش

کو ثقہ مانا ہے۔ (نور العین ص ۱۶۸)

حصین بن عبدالرحمن السلمی:۔

امام عجلی نے کہا:	ثقہ ثبت فی الحدیث	معرفۃ الثقات رقم ۳۱۷
امام احمد بن حنبل نے کہا:	الثقہ المامون	الجرح وتعدیل رقم ۸۳۷
امام یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۸۳۷
امام ابو حاتم نے کہا:	صدوق	الجرح وتعدیل رقم ۸۳۷
امام ابوزرعہ نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۸۳۷
حافظ ابن شاہین نے کہا:	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات رقم ۲۳۷
حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۱۳۶۹
حافظ کلاباذی نے انہیں صحیح بخاری کا راوی لکھا ہے		رجال صحیح بخاری رقم ۲۶۶
حافظ ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔		الثقات رقم ۷۴۰۸

مجاہد بن جبیرؒ:۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۱۴۶۹
امام ابوزرعہ الرازی نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۱۴۶۹
حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۶۴۸۱
امام نووی نے کہا:	اتفق العلماء علی امامته	تہذیب الاسماء رقم ۵۵۳
حافظ ابن سعد نے کہا:	ثقہ فقهیا	تہذیب التہذیب رقم ۶۸
امام عجلی نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم ۶۸
امام ابن منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے۔		رجال مسلم رقم ۱۶۰۱
حافظ کلاباذیؒ نے انہیں صحیح بخاری کا راوی لکھا ہے۔		رجال صحیح بخاری رقم ۱۲۱۸
علامہ ذہبیؒ نے لکھا:	احد الاعلام الاثبات	میزان الاعتدال رقم ۷۰۷۲

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

صحابی	تہذیب التہذیب رقم ۵۶۵

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات کا جائزہ

غالی غیر مقلد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین کی اس حدیث پر چند اعتراض وارد کئے ہیں لہٰذا تحقیق کی روشنی میں ان اعتراضات کا جائزہ ملاحظہ کیجئے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۸ پر لکھتا ہے۔

''یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابوبکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔'' (جزء رفع الیدین ۱۶، نصب الرایۃ ۱/ ۳۹۲)

جواب:

قارئین کرام! اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کی دراصل میں دو (۲) روایات ہیں۔ ایک روایت میں حضرت مجاہد ثقہ تابعی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کر رہے ہیں جبکہ دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول اور روایت ہے لہٰذا پہلے تو یہ ثابت کریں کہ امام یحییٰ بن معین کی جرح کس روایت پر ہے۔ مزید یہ کہ یحییٰ بن معین کا اعتراض اصول کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا ایک شاھد موطاء امام محمد حدیث نمبر ۱۰۸ ہے۔

قال محمد أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبدالعزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء أذنیه فی اول تکبیرة افتتاح الصلاة ولم یرفعهما فیما سوی ذلک''۔

(موطاء امام محمد حدیث نمبر ۱۰۸)

اس روایت میں اگرچہ محمد بن أبان ضعیف راوی ہے مگر کم از کم یہ بات تو واضح ہوگئی کہ اس روایت کی اصل موجود ہے۔ اور ضعیف روایت سے متابعت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ معجم الکبیر طبرانی اور مسند ابی عوانہ اور خلافیات بیہقی والی روایت تو معاملہ بالکل واضح کر دیتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ترک رفع الیدین والی روایات کو روایت بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا اصول کے مطابق اعتراض صحیح نہیں ہے۔

اعتراض:

اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

رواہ أبو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد عن ابن عمر و وهو باطل۔

اسے ابوبکر بن عیاش نے حصین عن (مجاھد) عن ابن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ باطل ہے۔

(مسائل احمد روایت ابن حانی ۱/۵۰)

جواب:

امام احمدؒ کی جرح متعدد وجوہات کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ عرض یہ ہے کہ پہلے گذارش کردی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دو روایات ہیں۔

(i) ایک روایت جس کو ہم پیش کر رہے ہیں جس میں صلیت خلف بن عمر رضی االله عنه فلم یکن یرفع یدیه الا فی تکبیرة اولی یا مارأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول کے الفاظ ہیں۔

جبکہ دوسری روایت میں عن حصین عن ابن عمر :آنه کان لا یرفع کے الفاظ ہیں۔

(ii) امام احمد بن حنبل نے دوسری روایت کے بارے میں وھو باطل کی جرح کی ہے نہ کی ہماری مستدل روایت کے بارے میں۔ دیکھئے مسائل امام احمد ۱/ ۵۰

(iii) دراصل امام احمد بن حنبل نے ما رأیت ابن یرفع یدیه الا حین یفتح الصلاۃ کے بارے میں کہا ہے کہ ھذا الخطاء اور وجہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :

نافع و سالم أعرف بحدث ابن عمر، و ان کان مجاهد آقدم، فنافع أعلم منه؟

(مسائل امام احمد بروایت حانی ۱/۴۹)

یعنی نافع اور سالم ابن عمر کی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں اور مجاھد قدیم شاگردوں میں سے ہیں اور کیا نافع زیادہ اعلم نہیں ہیں۔

جبکہ ان کی روایت میں بھی تضاد نہیں بلکہ دو مختلف اوقات کا عمل ہے اور امام احمد نے کسی ایک راوی پر بھی جرح نہیں کی ہے۔ تو اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وھو باطل والی جرح دوسری روایت پر ہے جبکہ ہمارا استدلال اس متن کے ساتھ نہیں ہے۔ مزید یہ کہ مجاھد اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرنے میں اکیلئے نہیں ہیں بلکہ عبدالعزیز بن حکیم ثقہ راوی نے مجاھد کی متابعت موطاء امام محمد رقم ۱۰۸ پر کر رکھی ہے۔ اور اس متابعت کو ضعیف کہہ کر رد کر دینا باطل اور مردود ہے۔

(iv) امام طحاویؒ (ثقہ) کی تحقیق:

امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

فان قال قائل هذا حديث منكر قيل له وما دلك على ذلك فلن تجد الى ذلك سبيلاً

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ حدیث منکر ہے تو اسے جواب میں کہا جائے گا اس پر کیا دلیل ہے تم (یعنی مخالفین) اس تک نہیں پہنچ سکے۔ (شرح معانی الآثار ۱/ ۲۶۲ رقم ۱۲۶۵)

(v) امام ترکمانیؒ کی تحقیق:

امام ترکمانیؒ فرماتے ہیں۔

"وهذا اسند صحيح" یعنی اس کی سند صحیح ہے۔ (الجواہر النقی ۲/۷۴)

امام ترکمانی کا سند صحیح کہنے کا مطلب واضح ہے کہ انہوں نے ان تمام اعتراض کا رد کر دیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس ترک رفع الیدین کے محل پر ہوئے ہیں۔

(vi) امام بدرالدین عینیؒ کی تحقیق:

امام بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری ۹/۷ پر اس روایت کو اسنادہ صحیح کہہ کر اس پر تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۷۰ پر لکھتا ہے۔

ابو بکر بن عیاش آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے...... امام بخاری نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قدیم زمانے میں ابو بکر بن عیاش اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مرسل (منقطع) موقوف بیان کرتے تھے اور محفوظ ہے...... امام بخاری کا یہ قول جرح مفسر ہے جو مندمل نہیں ہو سکتی۔ اب آپ حصین سے اس روایت کی تخریج ملاحظہ فرمائیں۔ (پھر غیر مقلد زبیر علیزئی نے اس کی تخریج جو نام نہاد ہے نور العینین ص ۱۷۱ پر پیش کی)

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۷۲ پر لکھتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابو بکر بن عیاش نے آخری عمر میں حافظہ خراب ہونے کے بعد جو روایت بیان کی ہے اس میں انہوں نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے لہٰذا ان کی روایت شاذ ہوئی اور شاذ مردود کی ایک قسم ہے۔

جواب:

قارئین کرام! یہ بات تو صحیح ہے کہ ابو بکر بن عیاش ثقہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ایسے راوی جن کا حافظہ خراب ہو جائے ان کی حدیث کے بارے میں محدثین کرام کا اصول بیان کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

"ایسے لوگوں سے جس نے اختلاط سے پہلے سنا ہے وہ روایت مقبول ہے اور جس نے بعد میں سنا ہے یا شک ہے (کہ اختلاط سے پہلے یا بعد کی روایت ہے؟) تو ان کی روایت مقبول نہیں ہیں"

(اختصار علوم الحدیث ص ۱٦٦)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ ایسا راوی جس کا حافظہ خراب ہو تو حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی روایات بالکل صحیح اور ثقہ ہوتی ہیں۔ اَب اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ابو بکر بن عیاش سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے کس کس نے سنا ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۹۵ پر لکھتا ہے۔

"صحیحین میں جس مختلط و متغیر راوی سے استدلال کیا گیا ہے اس کی دلیل ہے کہ اس کے شاگردوں کی روایات اختلاط سے پہلے کی ہیں (الا یہ کہ تخصیص ثابت ہو جائے)۔"

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴۳۵/۱ پر لکھتا ہے۔

"ابن صلاح الشیرزوی نے کہا..... یعنی مختلطین کی صحیحین میں بطور حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں یہ قول دوسرے قرائن کی روشنی میں بالکل صحیح ہے"۔ (علوم الحدیث مع التقید ۴٦٦)

لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کے اپنے اصولوں سے یہ واضح ہو گیا کہ صحیحین میں مختلط یا خراب حافظہ والے کی روایت جن شاگردوں سے مروی ہو وہ شاگرد حافظہ خراب ہونے سے پہلے کے راوی ہوتے ہیں۔

اَب اس مقام پر یہ بات اہم ہے کہ ہماری پیش کردہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی حدیث (جس کی تخریج امام طحاوی نے شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۵۵ پر کی ہے) میں ابو بکر بن عیاش سے روایت کرنے والے شاگرد احمد بن یونس قدیم السماع شاگرد ہیں یا متاخر السماع شاگرد ہیں۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ حوالے سے یہ بات واضح ہے کہ جو راوی صحیحین میں مختلط راوی سے راویت کرے اسے اختلاط یا حافظہ خراب ہونے سے پہلے کے راوی ہوں گے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری حدیث نمبر ٦٦٦٦ "باب من انتظر حتی" میں ایک روایت۔ حدثنا احمد بن یونس حدثنا ابو بکر بن عیاش عن عبدالعزیز بن رفیع عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے۔

اس روایت میں ابوبکر بن عیاش کا شاگرد احمد بن یونس ہے جس سے ثابت ہوا کہ احمد بن یونس نے ابوبکر بن عیاش سے اختلاط یا حافظہ خراب ہونے سے پہلے کا شاگرد ہے۔جبکہ ہماری پیش کردہ روایت (جوکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ترک رفع الیدین والا عمل ہے) میں بھی ابوبکر بن عیاش سے روایت کرنے والا شاگرد احمد بن یونس ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ اس روایت کو بھی احمد بن یونس نے ابوبکر عیاش سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا اور صاف ظاہر ہے کہ احمد بن یونس قدیم السماع شاگرد ہے۔لہٰذا اس راویت پر ابوبکر بن عیاش پر اختلاط کا الزام غلط اور باطل ہے کیونکہ یہ روایت احمد بن یونس نے ابوبکر بن عیاش سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنی اور اصول کے مطابق حافظہ خراب ہونے سے پہلے راوی کی روایت صحیح ہوتی ہے۔

مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا امام بخاری یا امام احمد کا حوالہ دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ امام بخاری یا امام احمد نے کوئی ایسی سند پیش نہیں کی کہ جس میں ابوبکر بن عیاش نے حافظہ خراب ہونے سے پہلے اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود کی سند سے مرسل روایت کیا ہے اور اہم بات یہ کہ غیر مقلد زبیر علی زئی نے نور العینین ص ۱۷۱ پر جو احادیث کی تخریج کی ہے اس میں کوئی ایک صحیح سند بھی ابوبکر بن عیاش عن حصین عن ابراہیم نخعی کی پیش نہیں کر سکے۔ امام بخاری اور امام احمد کے حوالہ میں بھی کوئی سند موجود نہیں ہے۔اور زبیر علیزئی نے جو تخریج پیش کی ہے وہ ایک دھوکا سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ انہوں نے جو تخریج کی ہے اس میں ابوبکر بن عیاش موجود نہیں ہیں اور نصب الرایہ ۱/۴۰۹ میں جو ابوبکر بن عیاش ہیں اس کی مکمل سند موجود نہیں ہے۔اور یہ سند اقوال اور روایت سے ہمارا جواب لکھنا تو باطل اور مردود ہے۔

مزید زبیر علیزئی کا نور العینین ص ۱۷۲ پر شاذ کہنا بھی اصول الحدیث کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

''اگر ایک ثقہ راوی ایسی روایت بیان کرے جس میں (ہر لحاظ سے) وہ لوگوں کی مخالفت کرے (تطبیق و جمع ممکن نہ ہو) تو یہ روایت شاذ یعنی مردود ہے۔اس باب میں وہ روایت نہیں جو ثقہ بیان کرے اور دوسرے بیان نہ کریں بلکہ اگر راوی عادل ضابطہ حافظ (ثقہ) ہو (یا صدوق حسن الحدیث راوی ہو۔) تو یہ مقبول ہوتی ہے۔اگر اسے رد کر دیا جائے تو اس قسم کی بہت سی روایتیں رد ہو جاتی ہیں اور بہت سے مسائل دلائل سے خالی ہو جاتے ہیں۔(اختصار علوم الحدیث مترجم ص ۴۶)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

''اگر تفرد کرنے والا حافظ نہ ہو مگر عادل ضابط ہو (صدوق حسن الحدیث ہو۔جمہور نے اسے موثق قرار دیا ہو)

تو اس کی روایت حسن ہوتی ہے اور اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو پھر یہ روایت مردود ہوتی ہے۔
(اختصار علوم الحدیث مترجم ص ۴۶)

قارئین کرام! ہماری پیش کردہ روایت میں ابوبکر بن عیاش راوی ثقہ اور صدوق ہے جس کا اقرار خود زبیر علیزئی نے نورالعینین ص ۱۶۸ پر کیا ہے۔ اور اس روایت میں ابوبکر بن عیاش نے تو کوئی مخالفت بیان نہیں کیا اور اگر مخالفت کا الزام عائد ہو تو پھر تو اصولاً مجاہد پر مخالفت کا الزام وارد ہوتا ہے مگر مجاہد بن جبر تو زبردست ثقہ تابعی ہیں۔ اور ثقہ کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ دوسرا اہم نکتہ یہ کہ مجاھد بن جبر نے بھی کوئی مخالفت نہیں کی کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین اگر منقول ہے تو پھر امام مجاھد بن جبر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ترک رفع الیدین کرتے دیکھا بھی ہے یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پہلے رفع الیدین کرتے تھے مگر بعد میں ترک کر دیا۔ اور اس طرح مجاھد بن جبر کی روایت میں کوئی مخالفت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رفع الیدین اور ترک رفع الیدین دونوں مختلف اوقات کے فعل ہیں۔ لہٰذا یہ مخالفت نہیں ہے۔ لہٰذا اصول الحدیث کی روشنی میں شاذ والا قول بھی غلط ہے۔

قارئین کرام! اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین کرنا سنداً اور متناً صحیح اور ثابت ہے اور اس روایت پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ترک رفع الیدین

صحابہ کرام کی طرح جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ بھی نماز میں ترک رفع الیدین کرتے تھے۔ امام تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا ترک رفع الیدین ملاحظہ کیجئے۔

پہلی سند:

حَدَّثنا هشَيمٌ، قَالَ: أَخبرنَا حصَينٌ وَمغِيرَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلاَةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ ثُمَّ لاَ تَرْفَعْهُمَا فِيمَا بَقِيَ. (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۰)

ترجمہ: حضرت حصین ومغیرۃ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ) کہے تو رفع الیدین کر پھر نماز میں رفع الیدین نہ کر۔

سند کی تحقیق

ابو بکر بن اَبی شیبۃ ۱۵۹ھ۔ ۲۳۵ھ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۳۵۷۵
ھیثم بن بشیر ۱۸۳ھ	امام ثقہ	الکاشف رقم ۵۹۷۹
حصین بن عبد الرحمن ۱۳۶ھ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۸۳۷
مغیرۃ بن مقسم ۱۳۳ھ	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ۶/۱۰
ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ۹۶ھ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۲۷۰

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس روایت کی سند بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت ابراہیم بن یزید النخعیؒ فقیہ تابعی اور کوفہ کے مفتی تھے اور ابراہیم نخعیؒ ہمیشہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب ہر عمل اور فتویٰ دیتے تھے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے دیگر صحابہ کرام کو دیکھنے کے علاوہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی ترک رفع الیدین پر عمل کرتے ہوئے پایا۔ تبھی تو وہ ترک رفع الیدین کرتے تھے۔ امام عجلی رحمہ اللہ نے معرفۃ الثقات رقم نمبر ۴۵ پر لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت پائی ہے اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی زیارت سے بھی مشرف تھے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جو تابعی فقیہ اور مفتی بھی تھے جب تک انہیں رفع الیدین کی احادیث معلوم نہ ہوتو اس پر کیسے عمل کر سکتے تھے۔ لہٰذا غیر مقلد جو غیر مقلد کی باتوں میں آ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ نہ کریں۔ اس روایت کی سند کو خود غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۳۱۴ پر سند صحیح لکھا ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نورالعینین ص ۳۱۴ پر لکھتا ہے۔

"یہ......بھی عدم رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ پر نص صریح نہیں ہے۔ حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرتے ہیں جو کہ ان دونوں آثار کے (بظاہر) خلاف ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر دلائل سے ثابت ہے تو مؤدبانہ عرض ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص متواتر احادیث سے ثابت ہے"۔

جواب:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ ان روایات اور احادیث پر جمہور محدثین کرام نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کی ممانعت / ترک پر استدلال کیا ہے۔ لہٰذا اس کو وتر اور عیدین پر قیاس کرنا باطل اور مردود ہے۔ مزید یہ کہ نماز عام ہے جبکہ وتر اور عیدین خاص نمازیں ہیں۔ جبکہ خاص کا اطلاق عام پر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ قاعدہ تو آپ کا اپنا ہی منظور نظر قاعدہ ہے۔ اتنی جلدی اپنے اصول کو بھلا بیٹھے ہیں۔ لہٰذا آپ کا ایسے مناظرانہ جواب دینا مردود اور راہ فرار اختیار کرنا ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نورالعینین ص ۳۱۴ پر لکھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے رفع الیدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو کون ایسا مومن ہے جو نیچے اُتر کر ایک آدھ تابعی کے عمل کو دیکھے گا۔"

جواب:

عرض یہ ہے کہ اتنی بات تو مسلم ہے کہ فقیہ تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مقام بہت بلند اور اعلیٰ ہے اور ان کا تعلق بھی قرونِ اولیٰ سے ہے۔ اور ابراہیم نخعیؒ نے متعدد صحابہ کرام کا زمانہ پانے کے علاوہ حضرت عائشہ کو بھی دیکھا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ترک رفع الیدین کیا جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع الیدین ثابت ہے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا عمل ان دلائل کے پیش نظر ہی ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔

حضرت قیس بن ابی حازمؒ اور ترک رفع الیدین

جلیل القدر تابعی حضرت قیس بن ابی حازمؒ بھی ترک رفع الیدین پر عمل کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ، عَنْ إِسمَاعِيلَ، قَالَ: كَانَ قَيسٌ يَرفَعُ يَدَيهِ أَوَّلَ مَا يَدخُلُ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرفَعُهُمَا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ رقم ۲۴۶۴)

ترجمہ: اسماعیل بن ابی خالد (تابعی) کہتے ہیں کہ قیس بن ابی حازمؒ شروع نماز میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع الیدین کرتے تھے پھر نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

ابوبکر بن ابی شیبۃ ۲۳۵ھ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب ۳۵۷۵
یحییٰ بن سعید القطان ۱۹۸ھ	ثقہ متقن	تقریب التہذیب ۷۵۵۷
اسماعیل بن ابی خالد ۱۴۶ھ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب ۴۳۸
قیس بن ابی حازم ۹۸ھ	ثقہ (تابعی)	تقریب التہذیب ۵۵۶۶

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔حضرت قیس بن ابی حازمؒ نے جلیل القدر صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے۔لہٰذا ان کا ترک رفع الیدین پر عمل کرنا ایک بڑی اور اہم دلیل ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد نور العینین ص ۳۱۴ پر لکھتا ہے۔

"اسماعیل بن ابی خالد مدلس ہیں (اسماء المدلسین نمبر ۳) انہوں نے اس روایت میں سماع کی تصریح نہیں کی لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔"

جواب:

غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض مختلف وجہوں سے غلط اور مردود ہے۔

1: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسماعیل بن ابی خالد کو النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۷ پر طبقہ ثانیہ میں شمار کر کے اس کی عن والی روایت کی صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

2: حافظ علائی رحمہ اللہ نے بھی اسماعیل بن ابی خالد کو جامع التحصیل ص ۱۱۲ پر طبقہ ثانیہ میں شمار کر کے اس کی عن والی روایت کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

:3امام برھان الدین حلبیؒ بھی حافظ علائیؒ سے متفق ہیں۔التبیین لاسماء المدلسین ص ۶۷
:4 امام ابن العراقیؒ بھی حافظ علائیؒ کے موقف سے متفق ہیں۔المدلسین ص ۸۷
:5عرب محقق عزم اللہ الدمینی بھی اسکی عن والی روایت کی تصحیح کے قائل ہیں۔(التدلیس فی الحدیث ص ۲۵۲)
:6 چند محدثین کرام نے اسماعیل بن ابی خالد کی تدلیس کو صرف امام شعبی رحمہ اللہ کی چند روایات کے ساتھ خاص کیا ہے جبکہ اس روایت میں امام شعبی نہیں بلکہ جلیل القدر تابعی قیس بن ابی حازم ہیں۔
:7 اس روایت میں تدلیس کا اعتراض ہی مردود ہے کیونکہ اسماعیل بن ابی خالد تو حضرت قیس بن ابی حازمؓ کا عمل اور مشاہدہ پیش کر رہے ہیں جبکہ تدلیس کا اطلاق تو روایت مروی کرنے ساتھ خاص ہوتی ہے۔
:8روایت میں مشاھدہ یا سماع ثابت ہوجائے تو صیغہ عن سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ جلیل القدر ثقہ تابعی حضرت قیس بن ابی حازمؓ ترک رفع الیدین پر عمل کرتے تھے اور ان کا یہ عمل جلیل القدر صحابہ کرام اور ان کی روایات پر ہی مبنی ہو سکتا ہے۔

دوسری سند:

حَدَّثنا أَبو بَكْرِ بنْ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ وَمُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: لاَ تَرْفَعْ يَدَيْكَ فِي شيءٍ مِنَ الصَّلاَةِ إِلاَّ فِي الافْتِتَاحَةِ الأُولَى.-

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز میں کسی مقام پر رفع الیدین نہ کیا کرو مگر صرف نماز کے شروع میں۔(مصنف ابن ابی شیبۃ رقم ۲۴۶۲)

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

راوی	حکم	حوالہ
ابوبکر بن ابی شیبۃ ۲۳۵ھ	ثقہ حافظ	تقریب التھذیب ۳۵۷۵
ابوبکر بن عیاشؒ	ثقہ	تاریخ الدارمی ۲۹۹ تقریب التھذیب ۷۹۸۵
حصین بن عبدالرحمن ۱۳۶ھ	ثقہ	تقریب التھذیب رقم ۱۳۶۷
مغیرۃ بن مقسم ۱۳۳ھ	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ۶/۱۰
ابراہیم نخعیؒ ۹۶ھ	ثقہ	تقریب التھذیب رقم ۲۷۰

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا اپنا قول بھی ترک رفع الیدین کا ہی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اورترک رفع الیدین

جلیل القدر ثقہ تابعی بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے۔

حَدَّثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَام، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُسْلِمِ الجُهَنِيِّ، قَالَ: كَانَ ابنُ أَبِي لَيْلَى يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ شَيْءٍ إِذَا كَبَّرَ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ رقم ۲۴۶۶)

ترجمہ: حضرت مسلم الجھنی فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ صرف ابتداء نماز میں رفع الیدین کرتے جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابوبکر بن ابی شیبۃ ۲۳۵ھ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۳۵۷۵
معاویۃ بن ھشیم (ہشام) ۲۰۵ھ	ثقہ	الکاشف رقم ۵۵۳۵
سفیان ثوری ۱۶۱ھ	ثقہ حافظ فقیہ	تقریب التہذیب رقم ۲۴۴۵
مسلم بن سالم الجھنی	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم ۸۰۸
عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ	ثقہ (تابعی)	تقریب التہذیب رقم ۳۹۹۳

مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر ثقہ تابعی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جنہوں نے روایت کی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے جن صحابہ کرام کی حدیث لی اور روایت کی ان میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت کعب بن عجرۃؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت المقداد بن الاسودؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت ابوالدرداؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ وغیرھیم شامل ہیں۔

قارئین کرام! یہ اہم نکتہ ہے اگر جلیل القدر تابعی حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ان جلیل القدر صحابہ کرام کو ترک رفع الیدین کرتے نہ دیکھتے تو خود کیسے ترک رفع الیدین کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ ظاہر اور لازم ہے کہ جلیل القدر ثقہ تابعی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے ان صحابہ کرام کو ترک رفع الیدین پر عمل کرتے دیکھا ہو گا اسی لئے خود انہوں نے نماز میں رفع الیدین نہیں کی ہے۔ لہٰذا حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی یہ روایت ایک اہم اور مضبوط نکتہ کی نشاندہی کرتی ہے اور ترک رفع الیدین کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ قرونِ اولیٰ کی اکثریت سنت پر عامل رہی ہے۔

امام شعبیؒ وابواسحاقؒ اور ترک رفع الیدین

جلیل القدر ثقہ تابعین امام شعبیؒ اور امام ابواسحٰقؒ بھی ترک رفع الیدین پر عمل کرتے تھے۔

حَدَّثنا يحيى بنُ آدَمَ، عَنْ حَسَنِ بنِ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الملِكِ بنِ أبْجَرَ، ـــ قَالَ عَبْدُ المَلِكِ: وَرَأَيْت الشَّعْبِيَّ وَإِبْرَاهِيمَ وَأَبَا إِسْحَاقَ لاَ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلاَّ حِينَ يَفْتَتِحُونَ الصَّلاَةَ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ رقم ۲۴۶۹)

ترجمہ: حضرت عبدالملک بن ابجز فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ اور ابواسحٰق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابوبکر بن ابی شیبۃ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۳۵۷۵
یحیٰ بن آدم	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۷۴۹۶
حسن بن عیاش	ثقہ	الکاشف رقم ۱۰۵۷
عبدالملک بن ابجز	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۴۱۸۱
شعبی (عامر بن شراحیل)	ثقہ مشہور فقیہ	تقریب التہذیب رقم ۳۰۹۲

علامہ ذہبیؒ نے الکاشف رقم ۲۵۳۱ پر لکھا ہے کہ امام شعبی نے پانچ سو صحابہ کو پایا ہے۔ لہٰذا ثقہ تابعی امام شعبی کا ترک رفع الیدین کرنا ایک معمولی بات کہہ کر یا یہ کہہ کر کہ یہ ایک تابعی کا فعل ہے کہہ کر رد کر دینا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ امام شعبیؒ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سمیت کئی صحابہ کرام سے احادیث سنیں۔ لہٰذا امام شعبیؒ کا ترک رفع الیدین کرنا ایک اہم نکتہ ہے کیونکہ انہوں نے پانچ سو صحابہ کی زیارت کی اور یہ بات سمجھنا کوئی مشکل نہیں کہ ان کے اس عمل ترک رفع الیدین پر عمل کرنا صرف اور صرف جلیل القدر صحابہ کا ترک رفع الیدین پر عمل کرنا اور ان صحابہ کرامؓ سے ترک رفع الیدین کی احادیث سننے پر ہی مبنی ہے۔

اسرائیل بن یونس ابی اسحاق السبیعی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۴۰۱

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ان کا ترک رفع الیدین پر عمل کرنے ایک اہم اور بڑی حجت والی دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور ترک رفع الیدین پر عمل

قارئین کرام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرح ان کے اصحاب و ساتھی بھی ترک رفع الیدین پر عمل پیرا تھے۔

حَدَّثنا وَكيعٌ وَأَبو أُسامةَ، عَنْ شعْبَةَ، عَنْ أَبي إسحَاقَ، قَالَ كَانَ أَصْحَاب عَبْدِ الله، وَأَصْحَاب عَلِي لاَيَرْفَعُونَ أَيْدِيَهِمْ إِلاَّ فِي افتِتَاحِ الصَّلاَةِ، قَالَ وَكِيعٌ: ثُمَّ لاَيَعُودُونَ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ رقم ۲۴۶۱)

ترجمہ: حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کی ابتداء میں رفع الیدین کرتے تھے۔ حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابوبکر بن ابی شیبۃ	ثقه حافظ	تقریب التہذیب رقم ۳۵۷۵
وکیع بن الجراح	ثقه حافظ	تقریب التہذیب رقم ۷۴۱۴
ابواسامۃ ۲۰۱ھ	ثقه ثبت	تقریب التہذیب رقم ۱۴۸۷
شعبہ بن الحجاج	ثقه حافظ متقن	تقریب التہذیب رقم ۲۷۹۰
ابی اسحاق	ثقه	تقریب التہذیب رقم ۴۰۱

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس روایت کی سند بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

اعتراض:

نالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۳۱۲ پر لکھتا۔

ان اصحاب عبداللہؓ اور اصحاب علیؓ میں سے کسی ایک کا نام بیان نہیں کیا گیا لہٰذا یہ سارے مجہول ہیں۔ اگر ان

سے مراد ثقہ حضرات تھے تو ان کا نام ظاہر نہ کرنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب:

غرض یہ ہے کہ ایسا اعتراض وارد کرنا کم علمی اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ اگر اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اگر صرف دو تین ہوتے تو پھر تو اعتراض بھی سمجھ میں آتا تھا مگر جب ایسے جلیل القدر کے اصحاب کثیر تعداد میں ہوتو ان سب کا نام لینا محال ہے۔جو روایت میں بیان کرنا مشکل ہے مگر محدثین کرام نے اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:

جناب ذرا اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں محدثین کرام کی آراء ملاحظہ کیجئے

1 ثقہ تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

كان أصحاب عبدالله الذين يقروؤن و يفتون ستة علقمة و الاسود، مسروق و عبيدة والحارث بن قيس وعمرو بن شرجيل۔ (الطبقات الكبرٰى ٦/١٠)

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو عالم تھے اور فتویٰ دیا وہ چھ ہیں۔علقمہ۔ الاسود۔مسروق وعبیدہ۔الحارث بن قیس اور عمرو بن شرجیل شامل ہیں۔

2 ثقہ تابعی امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

كان فقهاء بعد اصحاب رسول الله ﷺ بالكوفة فى اصحاب عبدالله بن مسعود رضى الله عنه و هؤلاء علقمة بن قيس النخعى و عبيدة بن قيس المرادى ثم السلمانى و شريح بن الحارث الكندى و مسروق بن الاجدح الهمذانى الوادى۔ (تاريخ بغداد ١٢/ ٢٩٩)

امام شعبی فرماتے ہیں کہ کوفہ میں اصحاب نبی کریم ﷺ کے بعد فقیہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ تمام علقمہ بن قیس۔عبیدۃ بن قیس شریح بن الحارث مسروق بن الاجدع ہیں۔

3 امام بخاری کے استاد علی بن المدینی فرماتے ہیں۔

أصحاب عبدالله بن مسعود رضى الله عنه الذين يفتى بقولهم ستة علقمة والاسود ومسروق وعبيدة وعمرو بن شرجيل والحارث يعنى الهمدانى۔ (علل ص ١٣٦)

امام علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود جو ان کے قول پر فتویٰ دیتے وہ چھ ہیں۔علقمہ۔الاسود۔عبیدۃ

عمرو بن شرجیل اور الحارث ہیں۔

قارئین کرام! ان مندرجہ بالا ۶ فقیہ ثقہ محدث مفتی کے علاوہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت سے دیگر شاگرد اور اصحاب ہیں مگر یہ تمام ۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم اور قول کو سب سے زیادہ جانتے تھے لہٰذا جہاں بھی اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہو تو ان میں یہ ۶ ضرور شامل ہوں گے۔ اور جب اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا جائے تو اس سے مطلقاً یہ ۶ شاگرد مراد ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس تخصیص کے بعد غالی غیر مقلد کا اعتراض باطل اور مردود ہے اور یہ ثابت ہوا کہ یہ تمام ۶ جلیل القدر تابعی فقہ ترک رفع الیدین کرتے تھے۔

اصحاب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

اصحاب حضرت علی تو بے شمار ہیں مگر ہم چند اصحاب کا مختصراً تذکرہ پیش کر رہے ہیں۔

1	عقبة بن ظبيان	تاریخ الکبیر رقم ۲۹۱۱
2	عمرو بن الحمق	الثقات رقم ۸۹۴
3	شيحة بن عبدالله	الثقات رقم ۳۴۰۸
4	عبدالله بن بديل	الثقات رقم ۳۵۹۰
5	بكر بن قرواش (ثقه)	معرفة الثقات رقم ۱۷۱
6	ظالم بن عمرو (ثقه)	معرفة الثقات رقم ۸۰۴
7	عبدالله بن سلمة (ثقه)	معرفة الثقات رقم ۸۹۸
8	عبدالرحمن بن قيس (ثقه)	معرفة الثقات رقم ۱۰۶۹
9	عبدالرحمن بن ابی ليلى (ثقه)	معرفة الثقات رقم ۱۰۷۲
10	عبيدة السلمانی (ثقه)	معرفة الثقات رقم ۱۱۹۷
11	صحعة بن صوحان (ثقه)	الطبقات الکبریٰ ۶/۲۲۱
12	عبدخير بن يزيد (ثقه)	الطبقات الکبریٰ ۶.۲۲۱
13	عاصم بن ضمرة (ثقه)	الطبقات الکبریٰ ۶/۲۲۲
14	زيد بن يشبع	الطبقات الکبریٰ ۶/۲۲۲
15	شريح بن نعمان	الطبقات الکبریٰ ۶/۲۲۲
16	عبيد بن عمرو الخارفی	الطبقات الکبریٰ ۶/۲۲۳

17	بکر بن قرواش	تعجیل المنفعة ۵۲ ۱/۳
18	شریح بن ھانی (ثقه)	تہذیب التہذیب رقم ۵۷۸
19	عاصم بن ضمرة (ثقه)	تہذیب التہذیب رقم ۷۷
20	وھب بن عبداللہ	خلاصة تذھیب ۱۸ ۱/۴
21	عمرو بن سلمة (ثقه)	سیر اعلام النبلاء ، ۳/۵۲۴
22	مالک بن الحارث	سیر اعلام النبلاء ، ۴/۳۴

قارئین کرام! بطورِ تبرک ان اصحاب حضرت علیؓ کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے وگرنہ اصحاب علی المرتضیٰ ایک بڑی تعداد میں ہیں۔ اس مندرجہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہوگیا کہ تمام شاگرد اور اصحاب رفع الیدین نماز میں نہیں کرتے تھے۔ اور ہماری پیش کردہ روایت میں ثقہ جلیل القدر تابعی امام شعبی جنہوں نے، پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی انہوں نے بھی واضح کردیا کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحاب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز میں ترک رفع الیدین پر عمل پیرا تھے۔ لہٰذا اس روایت کو رد کرنا یا نہ ماننا آسان نہیں ہے۔ امت کی ایک بڑی تعداد نماز میں رفع الیدین نہیں کرتی تھی اور یہ بھی یاد رہے کہ اصحاب و شاگردِ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحابِ حضرت علی المرتضیٰ تمام جلیل القدر تابعی تھے اور ان کا رفع الیدین نماز میں نہ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انہوں نے ان دونوں فقیہ اور جلیل القدر صحابہ کرام کو نماز میں رفع یدین نہیں کرتے دیکھا اور اس لئے خود بھی ترک رفع یدین پر عمل کیا۔

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ اور ترک رفع الیدین

دیگر صحابہ کرام اور جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر بھی ترک رفع الیدین پر عمل کرتے تھے۔

فی کتاب الصلاۃ لأبی نعیم الفضل :ثنا حسن بن صالح عن وفاء و کان سعید بن جبیر لا یرفع یدیہ فی الرکوع۔ (شرح ابن ماجہ ۱/۱۴۷۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ رکوع میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابونعیم الفضل بن دکین ۲۱۹ھ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم ۵۴۰۱
الحسن بن صالح ۱۶۹ھ	ثقہ فقیہ عابد	تقریب التہذیب رقم ۱۲۵۰
وفاء بن ایاس	ثقہ	الطبقات الکبری ۶/۳۵۴
سعید بن جبیر ۹۵ھ	ثقہ ثبت فقیہ	تقریب التہذیب رقم ۲۲۷۸

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور جو اس کے برعکس مبہم روایت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس حدیث کو بھی بغور مطالعہ کریں۔

قرونِ اولیٰ کے ثقہ فقہاء اور ترک رفع یدین

قرون اولیٰ کے فقہاء کرام بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔ اور اس دور کے فقہاء کا عمل کرنا ایک بڑی اور بھاری دلیل ہے۔

حدثني ابن أبي داود قال: ثنا أحمد بن يونس ,قَالَ: ثنا أبو بَكر بن عَيَاشٍ قَال: ما رأيت فقيها قطّ يفعله ,يرفع يديه في غيرِ التَكبيرةِ الأولَى۔ (شرح معانی الآثار ۱/۱۵۶، رقم ۱۳۶۷)

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابراہیم بن ابی داؤد	الحافظ المتقن	سیر اعلام النبلاء ۱۲/۶۱۲ رقم ۲۳۷
احمد بن عبداللہ بن یونس	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۶۳
ابوبکر بن عیاش	ثقہ عابد	تقریب التہذیب رقم ۷۹۸۵

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قارئین کرام! یہ بات واضح رہے کہ ترک رفع یدین کی تمام احادیث سے جمہور محدثین کرام اور فقہاء نے متنازع رفع الیدین یعنی رکوع میں جاتے اور رکوع سے آتے ہوئے پر استدلال کیا ہے اور اگر کوئی چالاکی دکھلا کر یہ کہے کہ پھر حنفی حضرات نماز عیدین اور وتر میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں تو عرض یہ ہے کہ ہم احناف حضرات دلائل کا اعتبار کرتے ہیں جس مقام پر رفع یدین کرنے کی ممانعت ہے وہاں رفع یدین نہیں کرتے اور جہاں رفع یدین کرنے کی خاص احادیث موجود ہیں یعنی وتر اور عیدین کے موقع پر تو ہم ان مقامات پر قائل ہیں۔ مگر غیر مقلد زبیر علیزئی کا چلاکی کرنا فضول ہے کیونکہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے یا خاص کو تخصیص حاصل ہوتی ہے کیونکہ نماز عام ہے اور عیدین اور وتر کی نماز خاص ہے اسلئے اس کو استثناء حاصل ہے۔ لہٰذا ایسے فضول اعتراضات کرنا ان روایات اور احادیث سے جان خلاصی نہیں کر سکتے ہیں۔

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ اور ترک رفع الیدین

أخبرنا أبو عبدِ اللهِ الحافِظ، ثنا أبو العبّاسِ محمّدُ بنُ يعقوب، ثنا محمّدُ بنُ إسحاقَ، ثنا الحسنُ بنُ الرّبيعِ، ثنا حفصُ بنُ غياثٍ، عن محمّدِ بنِ أبي يحيى، قال صلّيتُ إلى جنبِ عبّادِ بنِ عبدِ اللهِ بنِ الزّبيرِ، قال: فجعلتُ أرفعُ يديّ في كلِّ رفعٍ ووضعٍ، قال: وصلّينا الصّلاةَ، قال يا ابنَ أخي، رأيتك ترفعُ في كلِّ رفعٍ ووضعٍ، وإنّ رسولَ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - كان إذا افتتح الصّلاةَ رفعَ يديه في أوّلِ الصّلاةِ، ثمّ لم يرفعهما في شيءٍ حتّى فرغ۔ (الخلافیات للبیہقی ۲/۳۸۷، نصب الرایۃ ۱/۴۰۴)

ترجمہ: حضرت عباد بن الزبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے تو ابتداء نماز میں رفع الیدین کرتے تھے پھر نماز میں کہیں بھی رفع الیدین نہیں کرتے تھے حتی کہ آپ نماز سے فارغ ہوجاتے۔

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

امام بیہقی صاحب الخلافیات	حافظ العلامة	سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۵، رقم ۸۶
ابوعبداللہ الحافظ الحاکم	الامام الحافظ	سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۶۳، رقم ۲۶۷
محمد بن یعقوب الاصم النیشاپوری	ثقه	التقیید لمعرفة رواة السنن ۱/۱۲۳
محمد بن اسحاق الصغانی	ثقه ثبت	تقریب التہذیب رقم ۵۷۲۱

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی/۴ نور العینین ص ۲۹۶ پر لکھتا ہے کہ

اس کی سند کے ایک راوی ''محمد بن اسحاق'' کا تعین مطلوب ہے یہ وضاحت کی جائے کہ یہ کون ذات شریف ہے؟

جواب:

عرض یہ ہے کہ ذرا اسماء الرجال کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ فرمایا کیجئے تا کہ راوی کے تعین میں آسانی ہو۔ جناب اس روایت میں محمد بن اسحاق سے مراد محمد بن اسحاق صغانی ہے اور جو کہ محمد بن یعقوب الاصم کے استاد ہیں۔ لہٰذا ایسے اعتراض فضول اور مردود ہیں۔

الحسن بن ربیع البورانی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۱۲۴۱
حفص بن غیاث	ثقہ فقیہ	تقریب التہذیب رقم ۱۴۳۰
محمد بن ابی یحییٰ سمعان	ثقہ	الکاشف رقم ۵۲۱۹
عباد بن عبداللہ بن الزبیر	ثقہ	تقریب التہذیب رقم ۳۱۳۵

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:

غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے۔

''حفص بن غیاث مدلس ہے لہٰذا اس کے سماع کی تصریح ثابت کی جائے۔ (نور العینین ص ۲۹۶)

جواب:

عرض یہ ہے کہ راوی پر تدلیس کا الزام وارد کر کے راہ فرار اختیار نہ کریں۔ حافظ ابن حجر نے تعریف أھل التقدیس ص ۸۰ اور النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۶ پر اس کو طبقہ اولیٰ کا مدلس قرار دے کر اس کی عن والی روایت بغیر سماع کی تصریح کو صحیح مانا ہے۔ مزید یہ کہ عرب عالم مسفر بن عزم اللہ الدمینی نے تدلیس فی الحدیث ص ۱۹۵ پر اسکو طبقہ اولیٰ کا مدلس مان کر اس کی عن والی روایت کی صحت کا قائل ہے۔ لہٰذا ہر مدلس راوی کی عن والی روایت پر جرح کرنا باطل اور مردود ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے تدلیس پر اشکالات کا تفصیلی اور تحقیقی جائزہ کے لئے میری دو کتابیں منحۃ الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی اور غایۃ التقدیس فی مسئلۃ التقدیس کا مطالعہ فرمائیں۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کے ہر اعتراض کا جواب تحقیقی طور پر دیا گیا ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے۔

''روایت منقطع ہے...... یعنی مرسل روایت کو جمہور اہل تحقیق نے رد کر دیا ہے۔ (نور العینین ص ۲۹۶،۲۹۷)

جواب:

غرض یہ ہے کہ اس روایت پر مرسل کا اطلاق کرنا لغوی طور پر تو صحیح ہوسکتا ہے مگر اصطلاحی مرسل کہنا مناسب نہ ہوگا کیونکہ ثقہ تابعی عباد بن الزبیر جو کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں انہوں نے رسول اکرم ﷺ کا ایک عمل بتایا ہے۔ انہوں نے اس روایت میں یہ نہیں کہا کہ میں نے دیکھا ہے یا سنا ہے۔ حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ عنہ صرف اتنا کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا ترک رفع یدین کرنا اپنے والد جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یا دوسرے جلیل القدر صحابی سے سنا ہوگا۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جو کام متواتر اور مشہور ہو تو اس کے لئے بعض راوی روایت کرتے ہوئے اپنے شیخ کا نام نہیں لیتے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کام اتنا مشہور اور عام ہوتا ہے کہ اس کا ہونا یقینی ہوتا ہے۔ اور اس لئے حضرت عباد بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں ترک رفع الیدین پر عمل متواتر رہا ہوگا یا کم از کم اتنا مشہور ہوگا کہ انہوں نے اس عمل کو نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر کیا۔ اور یہ لازمی بات ہے کہ حضرت عباد بن الزبیر ثقہ تابعی کے دور میں صحابہ کرام بھی ترک رفع الیدین پر عمل کرتے ہوں گے اور خاص طور پر ان کے والد حضرت عبداللہ بن زبیر بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہوں گے اور یہ بات تو واضح ہے کہ ان صحابہ کرام کا ترک رفع یدین کا عمل صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی حدیث اور سنت پر ہوتا ہے۔

اس روایت کو مرسل کہہ کر ضعیف کہنا باطل اور مردود ہے۔ مزید یہ کہ اس سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ جلیل القدر ثقہ تابعی حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خود ترک رفع یدین کرتے تھے۔

قارئین کرام! اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کی سنت ترک رفع یدین ہی تھی اور خود جلیل القدر تابعی حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔

حضرت خیثمہ اور ترک رفع یدین

"حَدَّثنا أَبو بكرٍ، عَنِ الحجّاجِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ خَيْثَمَةَ وَإِبْرَاهِيمَ، قَالَ كَانَا لاَ يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُما إِلاَّ فِي بَدْءِ الصَّلاَةِ."

ترجمہ : حضرت خیثمہ اور ابراہیم نخعی صرف نماز کی ابتداء میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۱/۳، حدیث نمبر ۲۴۶۳)

سند کی تحقیق

اس سند کے راویوں کی توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابوبکر بن عیاش	ثقہ عابد وزاہد فقیہ	
حجاج بن عاصم	لا باس بہ	الکاشف ترجمہ ۹۳۶
طلحہ ابوحماد کوفی	ثقہ	الثقات ۴۸۹/۶
خیثمہ جعفی کوفی	ثقہ	الکاشف ترجمہ ۱۴۲۸

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں۔

جلیل القدر محدث سفیان بن عیینہؒ کا ترک رفع الیدین

قارئین کرام، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اثبات رفع الیدین کی احادیث کے مرکزی راوی جلیل القدر محدث سفیان بن عیینہؒ بھی کبھی رفع الیدین کرتے اور کبھی رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

"قال ابی---و کان ابن عیینہ ربما رفع یدہ و ربما لم یرفع"۔

(العلل ومعرفۃ الرجال رقم ۵۱۳۱۔ ۲۵۶/۳)

امام احمد بن حنبلؒ نے کہا۔ اور سفیان بن عیینہؒ بھی کبھی رفع الیدین کرتے اور کبھی رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

اس قول سے اُن لوگوں کا رد بھی ہوتا ہے جو یہ راگ الاپتے ہیں کہ رفع الیدین کے بغیر نماز ناقص یا خلاف سنت ہوتی ہے۔

جلیل القدر محدث سفیان ثوریؒ کا ترک رفع الیدین

جلیل القدر محدث سفیان ثوری بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے۔

۱۔امام مروزی لکھتے ہیں۔

"قال سفیان لا ترفع یدیک الا فی اول تکبیرۃ و ان فعلت ذلک فقد فعل"۔

(اختلاف العلماء ص ۴۸)

یعنی سفیان ثوریؒ نے کہا کہ ہاتھوں کو نہ اُٹھاؤ مگر پہلی تکبیر کے وقت۔۔۔

۲۔ابوبکر قفالؒ لکھتے ہیں۔

"والثوری لا یرفع الیدیہ الا فی تکبیرۃ الافتتاح"۔ (حلیۃ العلماء ۲/۹۶)

اور سفیان ثوریؒ رفع الیدین نہ کرتے تھے مگر ابتدائی تکبیر کے وقت۔(یعنی باقی نماز میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔)

معلوم ہوا کہ محدثین کے امام سفیان ثوریؒ بھی رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔اور فتویٰ باز قسم کے مولوی اور جاہل قسم کے مناظرین کو ذرا سوچ سمجھ کے رفع الیدین نہ کرنے والوں کے متعلق رائے دینی چاہیے۔اور اگر شعبدہ باز قسم کے لوگ یہ کہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں کسی کی رائے حجت نہیں۔

تو جواب عرض یہ ہے کہ ایسے باتوں سے لوگوں کو درغلانہ چھوڑ دیں۔یہ بات تو مسلمہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں کسی کی رائے حجت نہیں مگر یہ بات بھی یاد رہے کی جلیل القدر محدثین نے اپنی ساری عمر احادیث کو جمع کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہیں۔یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے جلیل القدر محدثین کرام ترک رفع الیدین پر عمل کر کے ناقص نماز پڑ ہیں۔لہذکم ازکم ترک رفع الیدین کرنے والوں کی نمازوں کو خلاف سنت کہنا نہیں چاہیے۔کیونکہ ترک رفع الیدین احادیث نبوی ﷺ،صحابہ کرامؓ،تابعینؒ،تبع التابعین،فقہاء کرام اور محدثین کے عمل کے مطابق ہے۔

میری اس تحقیق سے اتفاق یا اختلاف پڑھنے والے کا بنیادی حق ہے مگر میری یہ درخواست ہے کہ میری تحقیق کا غیر جانبدارانہ ماحول میں مطالعہ کیا جائے اور اگر کسی بات یا تحقیق سے اختلاف ہو تو دلائل کی روشنی میں آگاہ کریں اور اگر اتفاق ہو تو اس پر عمل کیا جائے۔ہر مثبت تنقید کا خیر مقدم کیا جائے گا۔مزید یہ کہ میری خطاء یا غلطی کو جھوٹ نہ شمار کیا جائے کیونکہ قصداً کوئی بھی ایسا عمل نہیں کیا گیا۔اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ اس تحقیق کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

(آمین)

☆حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور (اختلافی) رفع یدین کا منسوخ ہونا☆

تحریر و تحقیق: ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی

"حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بنْ اِبْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاكُمْ رَافِعِیْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ"۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو بدکے ہوئے گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں: نماز سکون سے پڑھا کرو۔

(صحیح مسلم عربی ۱/۱۸۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) یہ روایت تقریباً 16 کتب میں 32 اسناد کے ساتھ موجود ہے۔

اس حدیث کے تحت شروع دن سے محققین و محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اختلافی رفع یدین کو منسوخ مانا ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ اور دیگر شوافع و حنابلہ اور بعد میں آنے والے غیر مقلدین (اہلحدیث) جو کہ رفع یدین کے قائل ہیں نے اس حدیث کے کئی جواب دیے ہیں اور اس حدیث کو ناسخ ماننے سے انکار کیا ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شروع ہی سے اکابرین اسلام نے اس حدیث کے تحت نسخ رفع یدین کا استدلال کیا ہے۔ جن محدثین نے اس حدیث سے رفع یدین کا منسوخ ہونا قبول کیا ہے درج ذیل ہیں:

۱) امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ:

امام اجل و کبیل احناف محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی علیہ الرحمہ نے اختلافی رفع یدین کے متعلق دعویٰ نسخ فرمایا۔ پھر اس کی تکمیل کے بعد آخر میں لکھا!

"وھو قول ابی حنیفة و ابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالیٰ"

(شرح معانی الآثار ۱/۴۶۸ مترجم حامد اینڈ کمپنی لاہور)

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے یہ امر صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نماز میں اختلافی رفع یدین نہیں چنانچہ امام محمد علیہ الرحمہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں! (اللفظ الاول)

"لا یرفع یدیه فی شیء من ذالک الا فی التکبیرة التی یفتح بها الصلٰوة"

(کتاب الاصل ۱/ ۱۳، کتاب الحجہ ۱/ ۹۴، موطا امام محمد صفحہ ۹۰)

ترجمہ: یعنی پوری نماز میں (سوائے مستثنیات کے) نمازی کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین کی اجازت نہیں:

امام نووی فرماتے ہیں!

"وقال ابو حنیفة واصحابه وجماعة من اهل الکوفة لا یستحب فی غیر تکبیره الاحرام وهو اشهر الروایات عن مالک"

(شرح مسلم باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام صفحہ ۱۶۸)

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور انکے اصحاب اور اہل کوفہ کی جماعت نے یہ فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی بھی رفع یدین مستحب نہیں ہے اور یہی مشہور روایت امام مالک علیہ الرحمہ سے ہے:

امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"قال محمد السنة ان یکبر الرجل فی صلٰوته کلما خفض و کلما رفع واذا انحط للسجود کبر واذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلٰوة فانه یرفع الیدین حذو الاذنین فی ابتداء الصلٰوة مرة واحدة ثم لا یرفع فی شیء من الصلٰوة بعد ذالک وهذا کله قول ابی حنیفة رحمه الله وفی ذالک آثار کثیره".

(موطا امام محمد صفحہ ۹۰ مترجم)

ترجمہ: امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا! سنت یہ ہے کہ جب کوئی اپنی نماز میں جھکے اور جب بلند ہو تکبیر کہے اور جب سجدہ کے لیے جھکے تکبیر کہے لیکن رفع یدین نماز میں ایک بار ہے وہ یوں کے نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھائے یہی امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا قول ہے اس (ایک مرتبہ رفع یدین کرنے کے) مسئلہ میں بہت سے آثار ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ علیہم کا مناظرہ اس معاملہ میں مشہور ہے اور وہاں وجہ ترجیح فقہ رواۃ کو بنانا مذکور ہے اور آپ (حنفی) اسکو منسوخ کہتے ہیں۔ تو گذارش یہ ہے کہ مناظرہ میں ماحول کے مطابق گفتگو کی جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے اس وقت بحث اسی انداز میں ہو رہی ہو اور اپنے مؤقف کو اسی طرح ثابت کرنا ٹھہرا ہو جبکہ یہ قطعاً ممکن نہیں کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کو احادیث رفع یدین کے وجود کا انکار ہو کیونکہ انکار حدیث تو کسی عام مسلمان سے متصور نہیں چہ جائیکہ اسے امام المسلمین سے منسوب کیا جائے۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ مسئلہ ھذا کی احادیث ترک راجح

اوراحادیث فعل مرجوع ہیں۔جبکہ نسخ کےعلاوہ کوئی وجہ نہیں اوروجہ ترجیح نسخ ہی قرارپایا:

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کابنیادی سلسلہ تلمذ تین واسطوں سے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کےعلوم ومعارف کے وارث اورامین ہیں۔جب کہ غیرمقلدین کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نسخ رفع یدین کے قائل تھے اوران سے رفع یدین نماز میں ثابت نہیں بلکہ ترک ثابت ہے

غیرمقلدین (اہل حدیث) کے پیشواشاہ اسماعیل دہلوی نے لکھاہے!

"اما قول ابن مسعود وترک فترکنا فلمستعار منه هو انّ النبیﷺ ترک وفهمنا النسخ فالنسخ هو فهم ابن مسعود". (تنویرالعینین صفحہ ۲۹،۲۸)

ترجمہ: یعنی رہاحضرت ابن مسعود کا یہ قول کہ آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دی تو ہم نے بھی چھوڑ دی۔تو اس کامطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے رفع یدین چھوڑی جس سے ہم نے یہ سمجھا کہ وہ منسوخ ہوگئی پس اسے منسوخ سمجھنا حضرت ابن مسعود کی فہم کانتیجہ ہے:

علامہ علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں!

"ولیس فی غیر التحریمة رفع یدیه عند ابی حنیفه لخبر مسلم عن جابر بن سمرة۔قال خرج علینا"۔(حاشیہ مشکوۃ صفحہ ۷۵)

ترجمہ: یعنی امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک (اختلافی) رفع یدین کی جوکہ تکبیر تحریمہ کےعلاوہ احادیث نہیں جسکی ایک دلیل حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث جوکہ صحیح مسلم میں ہے۔

اسی طرح غیرمقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی نےلکھا!

"ولا یبعد أن یکون ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه ظن أن السنة المتقررة آخراً هو ترکه"۔(الروضۃ الندیہ ۱/ ۹۴ طبع کراچی)

ترجمہ: یعنی یہ بھی ممکن کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہوکہ یہ رفع یدین آخرمیں متروک ہو گئی تھی۔

اورامام اوزاعی علیہ الرحمہ کے ساتھ مناظرہ کے حوالہ سے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا یہ مؤقف لکھا!

"فکانه ظن انه تفطن ابن مسعود للنسخ"

گویاامام اعظم علیہ الرحمہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قائل نسخ گردانتے ہوئے فقہ رواۃ کی توجیہ کواپنایاتھا۔(ملاحظہ فرمائیے:الروضۃ الندیہ ۱/ ۹۵ طبع کراچی)

۲)امام ابو یوسف علیہ الرحمہ:

حدیث جابر سے استدلال کے بعد امام صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"ولأن السنة رفع يديه عند الافتتاح"۔(البنایہ ۳/۱۳۶ طبع بیروت)

۳)امام اجل وکیل احناف محدث جلیل امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی:

امام طحاوی علیہ الرحمہ نے دعویٰ نسخ فرمایا اور اس پر دلائل کے انبار لگا دیئے۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی مترجم ۱/۴۶۲ طبع لاہور)

۴)امام سرخسی علیہ الرحمہ:

امام صاحب علیہ الرحمہ "المبسوط" میں فرماتے ہیں!

"وحين رأى بعض الصحابة رضوان الله عليهم يرفعون ايديهم فى بعض أحوال الصلٰوة كره ذالك فقال مالى أراكم رافعى أيديكم كأنهاأذناب خيل شمس اسكتوا"

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو بعض احوال نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو اس کے کرنے سے منع فرمایا۔اور فرمایا مالی اراکم رافعی ایدیکم---الخ۔

(المبسوط شمس الدین السرخسی ۱/۱۴ باب کیفیۃ الدخول فی الصلوٰۃ طبع دار المعرفۃ بیروت)

۵)فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی رحمہ اللہ:

آپ فرماتے ہیں!

"وعن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالى اراكم رافعى أيديكم كأنهاأذناب خيل شمس اسكنوا فى الصلٰوة رواه مسلم".

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج۱/۱۲۰)

۶)امام کمال الدین محمد بن الواحد المعروف بابن ہمام علیہ الرحمہ:

امام ابن ہمام شرح فتح القدیر میں ترک رفع یدین کے دلائل لکھ کر نسخ کا دعویٰ فرماتے ہیں۔

(شرح فتح القدیر ۱/۳۱۹،۳۲۰ طبع بیروت)

۷)شیخ الاسلام برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی علیہ الرحمہ:

علامہ المرغینانی الھدایہ اولین صفحہ نمبر ۹۲، ۹۳ میں ترک رفع یدین کے دلائل لکھ کر نسخ کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۸)امام ابن نجیم المصری الحنفی علیہ الرحمہ:

امام ابن نجیم المصری فرماتے ہیں!

"فلا یرفع یدیہ عند الرکوع ولا عند الرفع منہ ولا تکبیرات الجنائز بحدیث ابی داؤد عن البراء بن عازب(الی) و بحدیث جابر بن سمرة قال خرج علینا ۔۔الخ"۔(البحر الرائق ج اول صفحہ ۳۲۲ طبع کوئٹہ)

ترجمہ: یعنی رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تکبیرات جنازہ میں رفع یدین نہیں ہے۔ابو داؤد کی حدیث براء بن عازب اور حدیث جابر بن سمرہ کی وجہ سے۔

۹)قاضی عیاض المالکی علیہ الرحمہ:

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وقد ذکر ابن القصار ھذا الحدیث حجة فی النھی عن رفع الایدی علی روایة المنع من ذالک جملة"۔(الاکمال المعلم بفوائد مسلم ۲/۳۴۴)

ترجمہ :اور بے شک ابن القصار المالکی نے اس حدیث کو نماز میں رفع یدین کے منع کرنے پر حجت کے طور پر پیش کیا ہے۔

۱۰)حضرت علامہ علی قاری الحنفی علیہ الرحمہ:

فرماتے ہیں! "رواہ مسلم ویفید النسخ" (شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۸)

ترجمہ: حدیث مسلم (رفع یدین) کے نسخ کا فائدہ دیتی ہے۔

اور اسی طرح "مرقات شرح مشکوٰۃ" ملا علی قاری میں ہے۔

۱۱)امام زیلعی الحنفی علیہ الرحمہ:

حافظ امام جمال الدین أبی محمد عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

"احادیث أصحابنا:منھا حدیث تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال،مالی اراکم رافعی ایدیکم کأنھا أذناب خیل شمس اسکنوا فی

الصلوۃ"۔ (نصب الرایۃ لاحادیث الھدایہ ۱/۳۹۳)

۱۲)ملک العلماء علامہ کاسانی علیہ الرحمہ:

علامہ کاسانی علیہ الرحمہ نے بھی اس حدیث سے بطور نسخ استدلال فرمایا ہے۔(بدائع الصنائع ۱/۲۰۷)

۱۳)علامہ سید طحطاوی الحنفی علیہ الرحمہ:

"فلا یرفع یدیه عند الرکوع و عند الرفع منه لحدیث مسلم مالی اراکم رافعی ایدیکم۔۔۔الخ۔(دیکھئے: حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح)

۱۴)امام حسن بن عمارہ الشرنبلالی رحمہ اللہ:

"ویکره الرفع فی غیر هذا المواطن فلا یرفع یدیه عند الرکوع ولا عند الرفع منه ولا فی تکبیرات الجنائز غیر الاولیٰ لحدیث مسلم مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس۔۔۔الخ۔(مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۴۰ مطبوعہ کراچی)

۱۵)علامہ مولانا محمد ہاشم سندھی (المتوفی ۱۱۷۴ھ) علیہ الرحمہ:

رفع یدین کے منسوخ ہونے کے بارے میں صریح احادیث اور حضرت جابر بن سمرہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی احادیث درج فرمائی ہیں۔
(کشف الرین فی مسئلہ رفع الیدین مترجم صفحہ ۶۸ مع مقدمہ محمد عباس رضوی طبع گوجرانوالہ)

۱۶)فتاویٰ عالمگیری:

میں لکھا ہے!

"و یکره ان یفترش ذراعیه وان یرفع یدیه عند الرکوع و عند رفع الراس من الرکوع"۔(فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۵،۱۰۶ میں "الفصل الثانی فی مایکره فی الصلوۃ ومالا یکره)

۱۷)علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ:

فرماتے ہیں!

"(تتمه) بقی من المکروهات اشیاء اخر ذکرها المنیه و نور الایضاح وغیرهما (الیٰ ان قال) و رفع یدیه عند الرکوع والرفع منه"۔(فتاویٰ شامی ۱/۴۸۴ مطبوعہ مصر)

اس عبارت میں علامہ شامی نے رکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کے رفع یدین کو مکروھات میں شمار کیا ہے

جوکہ ممانعت کی دلیل ہے اور ممانعت حدیث جابر میں ہے۔

۱۸)شیخ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمہ:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی علیہ الرحمہ نے بھی حدیث جابر کے تحت رفع یدین منسوخ مانا ہے۔ملاحظہ فرمائیے: (شرح سفرالسعادت ص ۷۲)

۱۹)علامہ بدرالدین العینی الحنفی علیہ الرحمہ:

علامہ بدرالدین العینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں!

"واستدلال أصحابنا بحديث جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالي أراكم رافعين أيديكم كانها أذناب خيل شمس اسكنوا فى الصلوٰة اخرجه مسلم"۔ (البنایۃ فی شرح الھدایۃ ۲/ ۲۹۴ طبع بیروت)

اسی طرح علامہ عینی نے"عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۴۰۵"میں لکھا ہے۔

۲۰)مولانا الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ:

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی حدیث جابر کے تحت اختلافی رفع یدین کومنسوخ مانا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۶/ ۱۵۵)

۲۱)محدث دکن علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ علیہ الرحمہ:

محدث دکن علیہ الرحمہ نے"زجاجۃ المصابیح"میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھی اور دیگر دلائل دیئے۔اوراختلافی رفع یدین کومنسوخ مانا۔

(زجاجۃ المصابیح مترجم ج ا صفحہ ۵۷۳ تا ۵۷۶ طبع فرید بک سٹال لاہور)

۲۲)علامہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمہ:

آپ نے بھی رفع یدین عندالرکوع اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت کوبھی منسوخ مانا ہے۔(کوثر النبی ﷺ)

۲۳)امام ابی محمد علی بن زکریا المنبجی (م ۶۸۶):

آپ لکھتے ہیں۔

"لا ترفع الايدى عند الركوع ولا بعد الرفع منه مسلم عن جابر بن سمرة رضى الله عنه قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالى اراكم رافعى أيديكم كأنها أذناب خيل

شمس اسکنوا فی الصلاۃ،،۔(اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ۱/۲۳۱ مطبوعہ دمشق)

۲۴)ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمہ اللہ:

حدیث جابر لکھ کر آپ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"و قد احتج بعض أصحاب أبی حنیفة بهذا الحدیث **فی منعهم** رفع الیدین فی الرکوع وعندالرفع منه،،(کشف المشکل من حدیث الصحیحین ۱/۲۹۵ مطبوعہ الریاض)

۲۵)علامہ مغلطائی رحمہ اللہ:

آپ لکھتے ہیں۔

"واما استدلال بعض الحنفیة بحدیث جابر بن سمرة **من عند** مسلم مالی اراکم ---------الخ،،۔(شرح ابن ماجہ للمغلطائی ۱/۱۴۷۴ مطبوعہ سعودی عرب)

۲۶) محمود بن احمد بن الصدر الشہید النجاری برہان الدین مازہ رحمہ اللہ:

آپ لکھتے ہیں۔

"ویکره أن یرفع یدیه عندالرکوع،وعند رفع الرأس من الرکوع لحدیث جابر بن سمرة---------الخ،،۔(المحیط البرہانی ۲/۵۵ مطبوعہ دارا حیاء التراث العربی)

۲۷)شہاب الدین احمد بن ادریس مالکی رحمہ اللہ:

آپ دیگر دلائل لکھ کر رفع یدین کی منسوخیت کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وجه الثانی أن الرفع منسوخ بمایروی عن جابر بن سمرة قال کنا-------------اسکنوا فی الصلاۃ"۔(الذخیرۃ ۲/۲۲۰ طبع بیروت)

۲۸)علامہ الحاجۃ نجاح الحلبی:

آپ دیگر دلائل لکھ کر حدیث جابر کو منع کی دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ولا ترفع الیدان عندالرکوع ولا فی الرفع منه ولا فی التکبیرات الجنازة غیر الأولی منها لحدیث جابر بن سمرة رضی الله عنه قال خرج علینا-------------اسکنوا فی الصلاة،،۔(فقہ العبادات علی المذاہب الحنفی ۱/۸۷)

۲۹)ماہر یاسین الفحل:

ماہر یاسین صاحب لکھتے ہیں۔

”لا ترفع الیدان عندالرکوع ولا فی الرفع منه ،وانما ترفعان عند تکبیرۃ الاحرام فقط۔وہو قول ابی بکر فی الروایۃ،وعمر فی روایۃ،وعلی،وابن مسعود،وابن عمر فی روایۃ،وابن عباس فی روایۃ،والثوری، والشعبی،والنخعی،وابن ابی لیلٰی،والحسن بن صالح بن حی، والاسود،وعلقمۃ،وخیثمۃ،وقیس بن ابی حازم،وابی اسحاق السبیعی،والیه ذہب ابو حنیفۃ واصحابه،وہو روایۃ عن مالک وہو مذہب اہل الکوفۃ واستدلوابحدیث جابر بن سمرۃ قال خرج علینا۔۔۔۔۔۔أسکنوا فی الصّلاۃ،،

(أثر اختلاف المتون والأسانید فی اختلاف الفقہاء ۱/ ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹)

۳۰)علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ:

حضرت علامہ نے بھی حدیث جابر کے تحت اختلافی رفع یدین کو منسوخ مانا ہے۔(صحیح البہاری ۲/ ۳۹۶)

۳۱)علامہ فیض احمد اویسی محدث بہاولپوری علیہ الرحمہ:

علامہ فیض احمد اویسی نے بھی حدیث جابر سے رفع یدین کے منسوخ ہونے کا استدلال کیا ہے۔

(رسالہ رفع یدین ص ۹ طبع بہاولپور)

۳۲)علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ:

آپ نے بھی حدیث جابر کے تحت رفع یدین کو منسوخ مانا ہے۔(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۳۵)

۳۳)علامہ مفتی غلام رسول (علی پور سیداں):

علامہ غلام رسول صاحب بھی حدیث جابر سے نسخ کا استدلال کرتے ہیں:

(نور الفرقدین علی رفع الیدین ص ۶۲۔۶۳)

۳۴)محقق اسلام علامہ مولانا محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ:

حضرت محقق اسلام حدیث جابر بن سمرہ لکھ کر فرماتے ہیں!

”یہ حدیث پاک بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ ان صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے پہلے عمل کو تو دیکھا

تھااور اسکے مطابق نماز ادا کر رہے تھے۔لیکن انھیں چونکہ آپ کے آخری عمل کی خبر نہ پہنچی تھی اس لیے جب آپ ﷺ نے انھیں منسوخ شدہ کام کرتے دیکھا تو اسے گھوڑوں کے دم ہلانے سے مشابہ قرار دیا اور سکون کا حکم دیا لہذا اس ارشاد گرامی سے رفع یدین والی روایات منسوخ ہونا خود حضور ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہوگیا: (شرح موطاامام محمد ج ۱ص ۱۳۵ کتاب الصلوٰۃ طبع لاہور)

۳۵)حضرت علامہ محمد حسن محدث السنبلی:

محدث سنبلی نے حدیث جابر لکھ کر اس سے نسخ رفع یدین کا استدلال کیا ہے اور مزید دلائل ترک رفع یدین کے دیئے ہیں: (تنسیق النظام ص ۵۵ طبع مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۳۶)حضرت علامہ محدث قاسم بن قطلو بغا علیہ الرحمہ:

حضرت علامہ محدث قاسم علیہ الرحمہ نے بھی حدیث جابر سے نسخ رفع یدین کا استدلال کیا ہے:

(بحوالہ مناظرے ہی مناظرے از علامہ محمد عباس رضوی ص ۳۹۱)

۳۷)ترحیب بن ربیعان الدوسری:

آپ بھی دیگر دلائل لکھ کر آخر میں لکھتے ہیں۔

"وقد احتج بعض متأخری الکوفةبحدیث مسلم عن جابر بن سمرة قال :قال رسول اللہ ﷺ:مالی اراکم-------أسکنوا فی الصلاۃ،،

ترجمہ۔اور تحقیق بعض متاخرین کوفہ نے حدیث مسلم جابر بن سمرہ سے احتجاج کیا ہے۔

(ردخبر الواحد بما یسمی ۱/ ۶۳)

۳۸)ابو معاذ طارق بن عوض اللہ بن محمد:

ابو معاذ صاحب لکھتے ہیں

"أطلق فیھا النھی عن رفع الیدین،ولم یقید فیھا بحالة السلام،فاحتج بھا بعض الکوفین لمذھبھم فی المنع من رفع الیدین عند الرکوع ورفع منه وھذا الروایة،------عن جابر بن سمرة قال خرج علینا-------أسکنوا فی الصلاۃ،،۔(الارشادات فی تقویۃ الاحادیث بالشواہد والمتابعات ۱/ ۱۷۰ مطبوعہ الریاض)

یعنی رفع یدین کے حوالے سے نہی مطلق ہے،اس کو بحالت سلام مقید نہیں کیا جاسکتا،پس بعض اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ رکوع جاتے اور آتے ہوئے رفع یدین منع کرتے ہیں اس روایت جابر بن سمرہ رضی اللہ

عنہ کے تحت قال خرج علینا۔۔۔۔۔الخ۔

۳۹)فقیہ اعظم ہند مولانا محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ:

آپ نے بھی حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے اختلافی رفع یدین کو منسوخ مانا ہے اور اس روایت پر اعتراضات کے جوابات دیے ہیں دیکھئے:

(نزہۃ القاری شرح بخاری ۲/۳۸۹ طبع فرید بکسٹال لاہور)

قائلین اختلافی رفع یدین اور حدیث جابر:

بعض غیر مقلدین حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ آپ کے ذہن کی اختراع ہے پہلے محدثین نے اس حدیث سے نسخ رفع یدین کا استدلال نہیں فرمایا جو آپ کرتے ہو۔

جواباً عرض ہے کہ زمانہ قدیم سے قائلین رفع یدین محدثین اپنی اپنی کتب میں حدیث جابر بن سمرہ کے جوابات دیتے آرہے ہیں اور بلا دلیل یہ ان کی تردیدیں جو ہیں وہ آخر کس کا جواب دے رہے ہیں۔اگر آپ کے بقول اس حدیث سے نسخ رفع یدین کا استدلال کرنے والا کوئی نہیں تھا تو اس حدیث کی جوابی تحریریں کس بنیاد پر ہیں اور نسخ رفع یدین کا رد کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ زمانہ قدیم سے ہی اس حدیث سے نسخ رفع یدین کے استدلال کرنے والے ائمہ اور علماء ومحدثین موجود تھے جبکہ اسکا رد کرنے والوں میں خود غیر مقلدین کا عتراف کے مطابق امام بخاری علیہ الرحمہ المتوفی ۲۵۶ھ سرفہرست ہیں: (ملاحظہ فرمایئے: جز رفع الیدین للبخاری صفحہ ۶۱ طبع مکتبہ اسلامیہ)

اسی طرح امام ابو داؤد "قائل رفع یدین" المتوفی ۲۷۵ھ نے اسے سنن ابو داؤد میں اور امام نسائی "قائل رفع یدین" المتوفی ۳۰۳ھ نے سنن نسائی باب السلام میں اس حدیث کو رکھ کر اسکے عندالرکوع کی ممانعت کی بابت ہونے سے انکار کیا ہے۔یہ بھی ثبوت ہے کہ ان کے دور میں اسے ممانعت رفع کی دلیل سمجھنے والے علماء محدثین وفقہاء موجود تھے:

اسی طرح امام ابن حبان المتوفی ۳۵۴ھ کا اپنی کتب میں اور امام نووی شافعی المتوفی ۶۷۶ھ کا قائلین رفع یدین کا "شرح صحیح مسلم" وغیرہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی المتوفی ۸۵۲ھ کا "تلخیص الحبیر" میں ابن الملقن کا "البدر المنیر" اور ابن سید الناس کا "شرح ترمذی" میں حدیث جابر کے رد میں جوابات لکھنا اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ہر دور میں حدیث جابر سے نسخ رفع یدین کا استدلال کرنے والے علماء ومحدثین موجود رہے ہیں خاص کر قاضی شوکانی (غیر مقلد) المتوفی ۱۲۵۰ھ نے "نیل الاوطار ۲/۱۸۸" میں واضح

الفاظ میں لکھا!

"واحتج من قال لعدم الاستحباب بحديث جابر بن سمرة الخ"

یہ عبارت بھی اس بات کی ناقابل تردید اور ٹھوس حقیقت ہونے کی طرف نشاندہی کرتی ہے کہ حدیث جابر سے استدلال کرنے والے محدثین ہر دور کے اندر موجود رہے ہیں:

یہ ایک اجتہادی اور فروعی مسئلہ ہے اسی وجہ سے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔اس لیے ترک رفع یدین کرنے والوں کو برا کہنا درست نہیں۔اسی طرح ابن جوزی نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے فرماتے ہیں!

"وقد احتج بعض أصحاب أبي حنيفة بهذا الحديث في منهم رفع اليدين في الركوع وعند الرفع منه"

(المشکل من حدیث الصحیحین لا بن جوزی ۱/ ۹۲۵ المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: بعض اصحاب ابی حنیفہ نے اس حدیث کے ساتھ رکوع سے پہلے اور بعد رکوع سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کی ممانعت کی دلیل پکڑی ہے۔

نوٹ: یہ کہنا کہ اس حدیث کا تعلق "باب السلام" سے ہے اور اس پر تمام محدثین کا اجماع ہے کئی وجوہ سے باطل ہے محدثین نے اپنی اپنی فہم سے اس حدیث پر ابواب باندھے ہیں کئی محدثین نے تو باب السلام میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کئی نے دیگر ابواب میں اس کو ذکر کیا ہے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن الملقن، ابن تیمیہ وغیرھا سے بہت پہلے

۱) ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ ج دوم ص ۴۸۶ طبع کراچی میں اس حدیث کو باب "من يكره رفع اليدين في الدعاء" کے زیر عنوان رکھا ہے۔

۲) اسی طرح ابی عوانہ نے مسند ابی عوانہ ۲/ ۸۵ طبع مکہ مکرمہ میں "بيان النهي عن الاختصار في الصلوة وايجاب الانتصاب والسكون في الصلوه الالصاحب العذر" کے عنوان کے تحت رکھا ہے:

۳) جبکہ امام بیہقی نے "جماع ابواب الخشوع في الصلوة والاقبال عليها" کے زیر عنوان یہ حدیث لائے ہیں: (سنن الکبریٰ بیہقی ۲/ ۲۸۰ طبع ملتان)

۴) محمد بن اسحاق النیشا پوری نے "مسند السراج ص ۲۴۳" میں "باب في السكون في الصلوة" کے تحت لکھا ہے:

کیا محدثین جو حدیث جس باب میں رکھیں وہ اسی معنی کی ہو کر رہ جاتی ہے؟

اگر جواب ہاں میں ہے تو اس کی دلیل شرعی کیا ہے؟ اور اگر نہیں تو پھر اس حدیث کے بارے میں رفع یدین کے قائلین محدثین کے ابواب کو اپنے معنی دیکر ہم پر ڈالنے کا مقصد؟

محدثین کی ابواب کے تحت چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱) امام مسلم علیہ الرحمہ کی ایک حدیث "لا تصوم المراۃ الا باذن اهلها" کو جو روزہ کے مسئلہ سے متعلق ہے کو آپ نے "کتاب الزکوٰۃ" میں رکھا ہے۔ (صحیح مسلم ۱/ ۳۳۰ طبع کراچی)

نیز امام نسائی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو "کتاب السهو" کے تحت لکھا ملاحظہ فرمایئے: (سنن نسائی ۱/ ۷۶ طبع کراچی) بتایئے اس میں زکوٰۃ اور سہو کا کیا مسئلہ ہے؟

۲) امام بخاری علیہ الرحمہ نے "صحیح بخاری ۱/ ۱۳۵" میں ایک عنوان ان الفاظ سے قائم فرمایا ہے:

"باب اذا فاته العید یصلی رکعتیں وکذالک النسا ومن کان فی البیوت والقری" پھر اسکے تحت حدیث "وعند جاریتان فی ایام منی تدففان وتضربان الخ:

بتایئے اس عنوان کا اس باب سے کیا تعلق؟

اسی طرح جو حدیث باب کے تحت آئے تو کیا صرف وہ ہی معنی درست ہوں گے؟

۱) امام بخاری علیہ الرحمہ بخاری شریف ۱/ ۵۱۴ مترجم" کتاب التہجد میں حدیث عائشہ لے کر آئے ہیں جو غیر مقلدین تراویح کی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں تو کیا غیر مقلدین حضرات اس حدیث کو تہجد کی حدیث مانتے ہیں؟

۲) امام ابو داؤد نے اپنی کتاب شامل صحاح ستہ سنن ابی داؤد کی "کتاب الصلوٰۃ" میں ایک عنوان قائم کیا ہے "باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع" یعنی اس شخص کا باب جس نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔

پھر اسکے تحت سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت لائے کہ

"کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل فی الصلوٰۃ رفع یدیه مدا"

یعنی رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ خوب اٹھا کر (رفع یدین کر کے) آغاز فرماتے: (سنن ابو داؤد ۱/ ۱۱۰ طبع کراچی)

۳)امام نسائی نے"سنن نسائی ۱/ ۴۶۹ مترجم طبع لاہور" میں پہلے رفع یدین کرنے کی احادیث درج کیں پھر باب لگایا"ترک ذالک "یعنی اسکے ترک کا بیان ۔پھر عبداللہ بن مبارک کی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کی حدیث لائے ہیں کیا غیر مقلدین یہاں محدثین کے فہم کو تسلیم کریں گے؟

قائلین رفع یدین محدثین سے استدلال کا جواب:

حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے متعلق قائلین رفع یدین کے اقوال حجت نہیں اس لیے کہ وہ اس معاملے میں مدعی ہیں اور مدعی کی گواہی شرعاً درست نہیں علاوہ ازیں بعض احناف کے اقوال پیش کرنا بھی درست نہیں کیونکہ یہ حنفی نہیں جیسے ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی وغیرہ اور جو حنفی ہیں ان کے اقوال ان کے تفردات میں سے ہیں لہذا قبول نہیں کیونکہ خلاف مذہب تو ہمارے نزدیک امام ابن ہمام جیسے محقق اور مجتہد کی ابحاث بھی معتبر نہیں:

حدیث جابر کی تشریح:

یہ حدیث اپنے مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک جم غفیر مسجد میں حالت نماز میں رفع یدین کر رہا تھا جیسا کہ حدیث جابر کے مختلف طرق سے ثابت ہے تو حضور ﷺ نے تشریف لا کر سخت نا پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور انھیں آئندہ ایسا کرنے سے صاف منع فرمادیا جس کے بعد اتنی بات یقینی ہوگئی کہ اس حدیث میں مذکور جس رفع یدین سے حضور ﷺ نے روک دیا تھا وہ قطعاً ممنوع ہے اور اس حدیث کا علم ہو جانے کے بعد اس کے برخلاف اس ممنوع رفع یدین کو جائز سمجھنا کسی مسلمان کیلیے ہرگز روا نہیں کیونکہ یہ ارشاد ربانی "وما نھا کم عنہ فانتھوا" کے مطالبہ اور تقاضا کے منافی ہے ۔لیکن چونکہ یہاں اختلاف کی گنجائش تھی لہذا مجتہدین نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا جو کہ جائز ہے ۔

ہمارے نزدیک اس حدیث میں مذکور رسول اللہ ﷺ کی منع کردہ رفع یدین ہے جس کی وضاحت اسی حدیث میں موجود ہے ۔چنانچہ آپ ﷺ کے الفاظ مبارک ہیں "کانھا أذناب خیل شمس "آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی اس رفع یدین کو "خیل شمس "یعنی منہ زور، سرکش اور شریر گھوڑوں کی دُموں کی حرکت سے تشبیہ دی ۔اور آپ ﷺ نے صرف یہ ہی نہیں فرمایا بلکہ "خیل " کے ساتھ "شمس "کی قید بھی لگائی یعنی اس رفع یدین کو عام گھوڑوں کی دُموں کی حرکت سے مشابہ قرار نہیں دیا بلکہ ایک خاص مزاج کے حامل مخصوص گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دے کر منع فرمایا۔جبکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے کلام میں کسی لفظ کی کمی بیشی سے متعلقہ مسئلہ کی نوعیت بدل جاتی ہے ۔مثلاً کفارہ ظہار میں اللہ تعالیٰ نے "فتحریر رقبة "ارشاد فرمایا اور کفارہ قتل میں "فتحریر رقبة مؤمنة"ارشاد فرمایا۔لہذا پہلی صورت میں "رقبة "کافر کے آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا ۔مگر دوسری صورت میں نہیں کیونکہ اس میں "رقبة" کے ساتھ "مؤمنة" کی قید ہے:

اسی طرح ماہ رمضان کے روزوں کی قضا کی ادائیگی کے بارے میں ارشاد فرمایا"فعدۃ من ایام اخر "یعنی چھوٹے ہوئے روزے یکمشت بھی رکھے جاسکتے ہیں اور متفرق بھی۔لیکن کفارہ قتل اور کفارہ ظہار کی دوسری متبادل صورت بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا!"فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین "یہاں متتابعین کی قید سے واضح ہوا کہ وہ روزے متفرق طور پر کالعدم شمار ہونگے نیز کفارہ ظہار میں "من قبل ان یتماسا"کی بھی قید لگائی۔لہذاروزوں کے دوران تماس کے واقع ہوجانے سے بھی پہلے رکھے گئے روزے گنتی میں نہیں آئیں گے۔

ان مثالوں سے واضح ہوا کہ"شمس" کی قید بھی ایک خاص مقصد کیلیے ہے۔جس کے ذریعے آپ ﷺ نے صرف اس رفع یدین سے منع فرمایا جو"خیل شمس "کی دُموں کی حرکت سے مشابہ ہو۔ہر قسم کے رفع یدین سے نہیں۔پس وہ رفع یدین جو شمس گھوڑوں کی حرکت سے مشابہت رکھتی ہو وہ ممنوع قرار پائی۔

خیل شمس کا معانی:

خیل شمس کی دُموں کی حرکت کیا ہے۔اسکی نوعیت اور خاصیت کیا ہوتی ہے؟اسکی مکمل وضاحت کتب لغت اور شروح حدیث میں موجود ہے۔المنجد مترجم ص نمبر ۵۴۱ مطبوعہ دھلی انڈیا میں ہے!

شمس،شموساوشماسا،الفرس،گھوڑے کا سرکش ہونا،گھوڑے کا مچلنا کہ کسی کو سوار نہ ہونے دے،نہ زین کسنے دے،نہ ایک جگہ قرار پکڑے اسی طرح شرح مسلم نووی میں حدیث جابر کے تحت لکھا ہے!

"وھی التی لا تستقر بل تضطرب و تتحرک باذنابھا و ارجلھا"

یعنی خیل شمس ایسے گھوڑوں کو کہا جاتا ہے جو ایک جگہ جم کر کھڑے رہنے کی بجائے اچھل کود کریں اور ان کی حرکت کا انداز ہ یہ ہو کہ وہ اپنی دُموں اور ٹانگوں کو معاً ہلائیں اسی طرح النھایہ ۲/ ۵۰ میں ہے:

اس تفصیل کی رو سے یہ بات بے غبار ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس حدیث میں مذکور جس رفع یدین سے منع فرمایا تھا وہ وہی تھی جس میں ان کے ہاتھوں کے ساتھ ان کے جسم کے دوسرے حصے بھی ہل رہے ہوں کیونکہ "أذناب خیل شمس "کی حرکت کا انداز یہی ہوتا ہے ورنہ یہ تشبیہہ عبث قرار پائے گی۔جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اسکے رسول ﷺ کا کلام اس عیب سے قطعاً مبرا ہے اور اس مد میں نماز کی ہر اونچ نیچ والی تمام رفع یدین آتی ہیں۔مثلاً رکوع میں جاتے وقت یا اس سے سر اُٹھاتے وقت اسی طرح دو سجدوں کے مابین یونہی دو رکعتوں سے تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہونے کے وقت وغیرہ جن پر اہل تشیع اور غیر مقلدین (اہل حدیث) عمل پیرا ہیں۔کیونکہ ان میں سے کسی میں ہاتھ پہلے ہلتے ہیں اور سر یا جسم کا دوسرا حصہ اسکے فوراً بعد ہلتا ہے یا سر اور جسم کا کوئی حصہ پہلے ہلتا ہے اسکے معاً بعد ہاتھ ہل جاتے ہیں اور یہی اذناب خیل شمس والی حرکات ہیں لہذا اسکے تحت منع ہے یعنی منسوخ ہے۔

قرآن مجید سے اختلافی رفع الیدین کی منسوخیت کی پہلی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے :"قَدْ أَفْلَحَ الْمؤْمِنونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ"

ترجمہ: تحقیق وہ ایمان والے کامیاب ہو گئے، جو اپنی نمازوں کو خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں۔

(سورۃ المؤمنون 1: 2،)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ ثقہ تابعی بیان کرتے ہیں :"خاشعون الذین لا یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ"

ترجمہ: خشوع وخضوع کرنے والے وہ لوگ ہیں جو نماز کی ابتداء میں صرف ایک بار رفع یدین کرتے ہیں۔

(1) تفسیر سمرقندی 3: /175 (2) تفسیر القرآن للطبرانی: تحت آیت سوۃ المومنون 2:

یعنی بار بار رفع یدین کرنا نماز میں خشوع وخضوع کے منافی ہے، اس لیئے صرف ایک بار شروع میں ہی رفع یدین کرنا چاہیے اس کے بعد رکوع وسجود کے وقت رفع یدین کرنا درست نہیں سوائے تکبیر اولیٰ کے، اسی آیت کے بیان میں امام بیہقی رحمہ اللہ نماز میں خشوع وخضوع کا باب رقم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جماع ابواب الخشوع فی الصلوٰۃ والاقبال علیھا :قال اللہ جل ثناؤہ، قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون...عن جابر بن سمرۃ...قال دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن رافعی ایدینا فی الصلوٰۃ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔

ترجمہ: "نماز میں خشوع وخضوع کرنے کا بیان، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : تحقیق وہ ایماندار فلاح پا گئے جو اپنی نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے (ہم نماز پڑھ رہے تھے) فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں شمس قبیلے کے شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز میں سکون سے رہا کرو"۔(السنن الکبریٰ للبیہقی 2: /280 رقم 3661)

سورۃ المؤمنون کی تفسیر پر جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا بیان اور امام بیہقی رحمہ اللہ کا اسی آیت کی وضاحت میں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنا رفع الیدین کی منسوخیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

غیر مقلدین حضرات حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث پر یہ کہتے ہیں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث رفع عند السلام سے متعلق ہے غیر مقلدین حضرات کی یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ صحیح مسلم

میں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے اس باب میں دو احادیث رقم ہیں، ایک حدیث میں سلام کے رفع یدین کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث میں سلام کا کوئی ذکر نہیں، امام بیہقی نے سورۃ المومنون کی تفسیر میں بیان کیا ہے دونوں احادیث کی سند اور متن ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ "مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ۔

"حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے (ہم نماز پڑھ رہے تھے) فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں شمس قبیلے کے شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز میں سکون سے رہا کرو"۔

(صحیح مسلم 2: /29 رقم 996 باب امر بالسکون فی الصلوٰۃ)

اس حدیث سے 39 محدثین نے نسخ کا استدلال کیا ہے۔

(2) وَحَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ فُرَاتٍ، يَعْنِي الْقَزَّازَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ تُشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُومِئْ بِيَدِهِ:

ترجمہ: "حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ہم نماز پڑھتے تو نماز کے ختم پر دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے یہ ملاحظہ فرما کر جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہلتی ہیں تمہیں یہی کافی ہے کہ تم قعدہ میں اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں اور بائیں منہ موڑ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا کرو"۔ (صحیح مسلم 2: /29 رقم 998)

چونکہ دونوں احادیث میں "كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ" کا فقرہ آگیا ہے جس کی وجہ سے غیر مقلدین حضرات کا ذہن اس طرف منتقل ہوگیا ہے کہ یہ دونوں احادیث ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں، لیکن جو شخص ان دو حدیثوں کے سیاق وسباق پر غور کرے گا تو اسے یقیناً یہ سمجھنے میں دشواری نہیں ہوگی کہ یہ دونوں احادیث الگ الگ واقعہ سے متعلق

ہیں اور ان دونوں کا مضمون ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے دونوں احادیث کی سند اور متن میں زمین وآسمان کا فرق ہے، لہٰذا ان دونوں احادیث کو ایک کہنا اور دونوں احادیث سے ایک ہی مسئلہ اخذ کرنا عقل سے بالاتر ہے دونوں احادیث میں فرق ملاحظہ فرمائیں:

(1) پہلی حدیث میں ہے کہ ہم اپنی نماز میں مشغول تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ہم نماز پڑھتے۔

(2) پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا اور اس پر نکیر فرمائی اور دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے تھے جس پر رسول اللہ ﷺ نے نکیر فرمائی۔

(3) پہلی حدیث میں آپ ﷺ نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے دائیں بائیں ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع فرمایا۔

(4) دونوں احادیث الگ الگ سندوں سے مذکور ہیں اس لئے دونوں حدیثوں کو جن کا الگ الگ مخرج ہے الگ الگ واقعہ ہے الگ الگ حکم ہے، ایک ہی واقعہ سے متعلق کہہ کر دل کو تسلی دینا کسی بھی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

مزید اس حدیث مبارکہ پر جو یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کے بارے میں محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث تشہد کے بارے ہے یہ اشکال بالکل غلط ہے، کیونکہ کسی محدث کا کسی حدیث کو کسی باب کے تحت نقل کرنا، یہ محدث کی اپنی ذاتی رائے اور تحقیق ہے جس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں ہوتا کہ اس حدیث کا وہی مطلب نکلتا ہے جو وہ محدث بیان کر رہا ہے، بعض مرتبہ ایک محدث کسی روایت کو ایک باب کے تحت نقل کرتا ہے اور دوسرا محدث اسی حدیث کو کسی دوسرے عنوان کے تحت لکھتا ہے یہ بات علم حدیث کے ایک عام طالب علم سے بھی پوشیدہ نہیں ہے یہی بات حدیث مذکورہ کے متعلق بھی ہے کیونکہ اس حدیث (جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ والی روایت) کو اگر بعض محدثین نے تشہد وغیرہ کے باب میں نقل کیا ہے تو کیا ہوا کئی دوسرے محدثین نے اسے خشوع وخضوع، نماز میں سکون اور حرکت نہ کرنے کے عنوان کے تحت بھی نقل کیا ہے اور اسے رفع یدین نہ کرنے کی بھی دلیل بنایا ہے۔ مثلاً:

(1) امام بخاری ومسلم کے استاذ امام ابن ابی شیبہ نے اسے ''من کرہ رفع الیدین فی الدعا'' کے تحت لکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 2: /370 طبع ملتان، 2/ 231 رقم 8447 مطبوعہ الریاض دوسرا نسخہ)

(2) امام سراج نے اسے ''باب فی السکون فی الصلوٰۃ'' میں نقل کیا ہے۔

(مسند سراج: ص242،243،رقم729،730)

(3)امام بیہقی نے اسے "باب الخشوع فی الصلوٰۃ والاقبال علیہا" کے تحت "باب الخشوع فی الصلوٰۃ" میں درج کیا ہے۔(سنن کبریٰ 2: /280رقم3661)

(4)امام ابوعوانہ نے اسے "بیان النھی عن الاختصار فی الصلوٰۃ وایجاب الانتصاب والسکون فی الصلوٰۃ الالصاحب العذر" کے تحت لکھا ہے۔(مسند ابی عوانہ 1: /419رقم1552)

(5)غیر مقلد عالم امام شوکانی نے اسے رفع یدین نہ کرنے کی روایات میں نقل کیا ہے۔

(نیل الاوطار 2: /188باب رفع الیدین وبیان صفتہ ومواضعہ)

(6)امام بخاری کی طرف منسوب کتاب "جزء رفع الیدین" سے ثابت ہے کہ اسے "رفع یدین" نہ کرنے کی دلیل اس دور میں بھی بنایا گیا تھا۔(ملاحظہ ہو : ص32طبع گرجاکھی کتب خانہ گوجرانوالہ)

(7)ابن حجر عسقلانی نے بھی اس روایت کو رفع یدین نہ کرنے کی روایات میں ذکر کرکے اس چیز کو تسلیم کیا ہے کہ ان کے زمانے یا اس سے بھی قبل کے لوگوں نے اس روایت سے رفع یدین نہ کرنا مراد لیا ہے۔

(تلخیص الحبیر 1: /221)

(8)علامہ نووی کے عمل سے بھی یہ بات ظاہر ہے ملاحظہ فرمائیے

(المجموع شرح المہذب 3: /400،السندھی علی النسائی 1: /176)

(9)امام ابن حبان نے اس حدیث کو "ذکر ما یستحب للمصلی رفع الیدین عند قیامہ من الرکعتین من صلوٰتہ" میں درج کیا ہے۔(صحیح ابن حبان 5: /198رقم1879)

(10)ابومحمد عبدالحق الاشبیلی (م581ھ) نے،،الامر بالسکون فی الصلوٰۃ،، کے تحت نقل کیا ہے۔

(الاحکام الشرعیہ للاشبیلی 2: /182)

اگر بالفرض دونوں مواقعوں کی احادیث کو ایک تسلیم کرلیا جائے تب بھی سلام کے وقت کے رفع یدین پر دیگر مواقع کے رفع یدین کو قیاس کیا جاسکتا ہے، کیونکہ جب سلام کے وقت رفع یدین نماز کے منافی ہے اور سکون کو ختم کرنے والا ہے تو دوسرے مواقع میں رفع یدین کا حال بھی یہی ہوگا، لہٰذا سب کا ایک ہی حکم ہوگا، اس لئے یہ روایت علاوہ دیگر قرائن کے نسخ کی واضح دلیل ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے اشکالات کے جوابات

پہلا اشکال :

غیر مقلدین حضرات حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے رفع یدین کی منسوخیت کے ثبوت پر یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ "اس حدیث کے حکم سے تو دیگر مقامات کے رفع یدین سمیت تکبیر اولیٰ کا رفع یدین بھی منسوخ ہو جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سکون سے رہنے کا حکم دیا ہے اور رفع یدین کرنے سے منع فرمایا ہے، تو پھر حنفی حضرات تکبیر اولیٰ کا رفع یدین کیوں کرتے ہیں"؟

جواب :

تمام غیر مقلدین حضرات سے گزارش ہے کہ وہ حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ "نماز میں سکون سے رہا کرو" یعنی نماز کے اندر سکون سے رہنے کا حکم ہے جبکہ جس وقت نمازی تکبیر اولیٰ کہتے ہوئے رفع یدین کر رہا ہوتا ہے اس وقت وہ نماز میں داخل ہی نہیں ہوا ہوتا جب تک کہ نمازی اللہ اکبر کا حرف زبان سے ادا نہیں کر لیتا، تب تک وہ نماز میں داخل نہیں ہوتا اور تب تک اس پر دیگر حلال اشیاء حرام نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ تکبیر اولیٰ کا رفع یدین اس حکم میں داخل نہیں کیونکہ وہ نماز کے اندر والے رفع یدین میں نہیں بلکہ نماز کے باہر والے رفع یدین میں آتا ہے اس کی دلیل ہمیں ذیل میں پیش کردہ حدیث سے ملتی ہے۔

"حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ."

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نماز کی کلید صرف وضو ہے اور اس کا تحریمہ صرف اللہ اکبر کہنا ہے اور نماز سے صرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہی سے نکلا جا سکتا ہے"۔

(1) سنن ابو داؤد 1: /22 رقم 61 (2) جامع ترمذی 1: /8 رقم 3

(3) سنن ابن ماجہ 1: /183 رقم 275 (4) مسند احمد 1: /123 رقم 1006

دوسرا اشکال :

غیر مقلدین حضرات حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے رفع یدین کی منسوخیت کے ثبوت پر یہ اشکال

بھی کرتے ہیں''کہ اس حدیث کے حکم سے تو نمازِ عیدین میں کہی جانے والی چھ زائد تکبیرات کے رفع یدین اور نمازِ وتر میں دعاء قنوت سے پہلے کیا جانے والا رفع یدین بھی منسوخ ہوجاتا ہے تو پھر حنفی حضرات ان نمازوں میں رفع یدین کیوں کرتے ہیں؟''

جواب :

میری اس بات سے تو تمام غیر مقلدین حضرات بھی اتفاق کریں گے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نمازِ پنجگانہ کے بارے میں ہے کسی خاص نماز (یعنی نمازِ عیدین یا نمازِ وتر) کے بارے میں نہیں یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین نے اس حدیث کو باب الصلاۃ میں رقم کیا ہے باب الصلاۃ العیدین یا باب الصلاۃ الوتر میں نہیں لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ حکم نمازِ پنجگانہ (یعنی پانچ فرض نمازوں کے ساتھ پڑھی جانی والی نمازوں) کے بارے میں ہے کسی خاص نماز (یعنی نمازِ عیدین یا نمازِ وتر) کے بارے میں نہیں، دوسری بات یہ کہ احناف نماز میں جن مواقعوں (یعنی رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، سجدے میں جاتے اور اٹھتے وقت، دونوں سجدوں کے درمیان، دوسری رکعت کے شروع میں، تیسری رکعت کے شروع میں اور سلام پھیرتے وقت) کے رفع یدین کو منسوخ مانتے ہیں ان تمام مواقعوں پر رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے اور نہ کرنا بھی ثابت ہے جبکہ اس کے برعکس نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں جن مواقعوں پر احناف رفع یدین کرتے ہیں ان مواقعوں پر رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کرنے کی دلیل تو ملتی ہے لیکن نہ کرنے کی نہیں ملتی اسی لئے ہم (احناف) ان مواقعوں پر رفع یدین کرتے ہیں تیسری بات یہ کہ نمازِ عیدین میں نہ اذان دی جاتی ہے اور نہ اقامت (تکبیر) کہی جاتی ہے اور اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی عام نمازوں سے مختلف ہے لہٰذا اس کو نمازِ پنجگانہ سے مشابہت دینا اور اس کے حکم کا اطلاق کرنا عقل سے بالاتر ہے۔

نماز دراصل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور نماز کا کوئی ذکر کے بغیر نہیں، ملاحظہ فرمائیے

{إِنَّنِي أَنَا اللهَ} يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ :إِنَّنِي أَنَا المعْبُودُ الَّذِي لا تَصْلُحُ الْعِبَادَةُ إِلا لَهُ، لا إِلَهَ إِلا أَنَا فَلا تَعْبُدْ غَيْرِي، فَإِنَّهُ لا مَعْبُودَ تَجوزُ أَوْ تَصْلُحُ لَهُ الْعِبَادَةُ سِوَايَ{فَاعْبُدْنِي} يَقُولُ: فَأَخْلِصِ الْعِبَادَةَ لِي دُونَ كُلِّ مَا عُبِدَ مِنْ دُونِي.{وَأَقِمِ الصَّلاةَ لِذِكْرِي}. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ التَّأْوِيلِ فِي تَأْوِيلِ ذَالِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ :مَعْنَى ذَالِكَ :أَقِمِ الصَّلاةَ لِي فَإِنَّكَ إِذَا أَقَمْتَهَا ذَكَرْتَنِي، ذِكْرُ مَنْ قَالَ ذَالِكَ:

حَدَّثَنِي محمَدُ بْنُ عَمْرٍو ، قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، قَالَ:حَدَّثَنَا عِيسَى ، وَحَدَّثَنِي الحارِثُ، قَالَ :حَدَّثَنَا الحسَنُ، قَالَ :حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، جمِيعًا، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مجاهِدٍ

،فِي قَوْلِهِ :{أَقِمِ الصَّلاةَ لِذِكْرِي}قَالَ :إِذَا صَلَّى ذَكَرَ رَبَّهُ.
حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الحسينُ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مجاهِدٍ
، قَوْلُهُ{وَأَقِمِ الصَّلاةَ لِذِكْرِي}قَالَ:إِذَا ذَكَرَ عَبْدُ رَبَّهُ.(تفسیر الطبری16: /32،31)

نماز میں کی جانے والی جن رفع الیدین کے ساتھ بھی کوئی ذکر نہ تھا اسی لئے اسے گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی گئی تکبیر تحریمہ کہتے وقت "اللہ اکبر" کہا جاتا ہے یہ صرف اسی کے لئے ہے اس وقت اور کوئی دوسری حرکت نہیں کی جاتی ،وتر کی قنوت کی رفع الیدین میں بھی "اللہ اکبر" کہا جاتا ہے یہ صرف اسی کے لئے ہے اس وقت اور کوئی دوسری حرکت نہیں کی جاتی ،عیدین کی رفع الیدین میں بھی "اللہ اکبر" کہا جاتا ہے یہ صرف اسی کے لئے ہے اس وقت اور کوئی دوسری حرکت نہیں کی جاتی ،اللہ اکبر ذکر ہے اور یہ ذکر ان تمام رفع الیدین کے وقت مسنون ہے جو رفع الیدین ممنوع ہوئیں ان کے لئے مخصوص ذکر موجود نہ تھا۔

نوٹ : کسی کو اس بات سے دھوکہ نہ ہونا چاہئے کہ رکوع جاتے ہوئے بھی تو اللہ اکبر کہا جاتا ہے تو یہ بغیر ذکر کیسے ہوا یاد رہے کہ یہ ذکر اللہ اکبر رکوع کی حرکت کے لئے ہے نہ کہ رفع الیدین کے لئے اسی طرح رکوع سے اٹھتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" رکوع سے قیام کی طرف حرکت کے لئے ہے نہ کہ رفع الیدین کے لئے اسی طرح تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت کی تکبیر قیام کے لئے کی جانے والی حرکت کے لئے ہے نہ کہ رفع الیدین کے لئے، یہ کہنا کہ تشبیہ صحیح نہیں ہے کسی انسان کے سامنے سجدہ ریز ہونا اسلام میں قبیح عمل ہے قرآن پاک سورہ یوسف میں ہے کہ برگزیدہ نبی یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا، کیا ان کے اس فعل کو نعوذ باللہ قبیح کہا جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں کیوں؟ اس لئے کہ اس وقت سجدہ تعظیمی جائز تھا اس لئے قبیح بھی نہ تھا منع کے بعد اس کا فاعل قبیح عمل کا مرتکب کہلائے گا اسی طرح جو فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک عمل میں لاتے رہے وہ احسن تھا جب چھوڑ دیا تو اب اس کا فاعل قبیح عمل کا مرتکب کہلائے گا کہ یہ مخالفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ باریکی کی باتیں جو ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کرتیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیہ کی مدح ایسے ہی نہیں کی، صحابہ کا سلام کے وقت اشارہ کرنا اور اس کا ممنوع ہونا، دراصل یہ فعل پہلے خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا بعد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑ دیا تو اس کا کرنا درست نہ تھا اس لئے تشبیہ دے کر منع فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنا:

أَخبرنَا محمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ المكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسْجِدَ قُبَاءَ لِيُصَلِّيَ فِيهِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رِجَالٌ

يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ فَسَأَلْتُ صُهَيْبًا وَكَانَ مَعَهُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ إِذَا سُلِّمَ عَلَيْهِ قَالَ كَانَ يُشِيرُ بِيَدِهِ: قال الشيخ الألباني :صحيح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوئے کچھ لوگ آئے، آپ کو سلام کہنے لگے میں نے صہیب رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیونکہ وہ آپ کے ساتھ تھے، کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، جب آپ کو سلام کہا جاتا تھا؟ انھوں نے فرمایا : آپ ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے ناصر الالبانی نے اسے صحیح کہا۔

(سنن النسائی 3 :5/ رقم 1183 بَابُ رَدِّ السَّلَامِ بِالْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ)

تسلیم میں بھی "سلام" کے صیغہ کے ساتھ رفع الیدین ہے اور اس میں بھی "سلام" کے صیغہ کے ساتھ رفع الیدین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصول (جو آپ کو بھی مسلم ہے کہ اہل حدیث کہلانے والوں کی اکثر نماز کی کتب کے سرورق پر یہ اصول لکھا ہوتا ہے) کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو صحابہ کرام کا سلام کے وقت رفع الیدین کرنا ثابت ہے سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام نے یہ کہاں سے اخذ کیا؟ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ہی کیا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ ہم (احناف) نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں جن مقامات پر رفع یدین کرنے کے قائل ہیں وہ نمازِ پنجگانہ میں کیے جانے والے رفع یدین کے مقامات سے بالکل الگ ہیں لہٰذا اگر ہم نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں ان مقامات پر رفع یدین کے قائل ہوتے جن مقامات پر منسوخ سمجھتے ہیں تو اعتراض کی صورت بنتی تھی لیکن جب ہم ان نمازوں میں بھی ان مقامات پر رفع یدین کے قائل نہیں تو پھر اعتراض کس بات کا؟

دعاءِ قنوت میں رفع یدین کرنا صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، فتاویٰ علمائے حدیث۔ دعاءِ قنوت میں رفع یدین کرنا صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے چنانچہ اسود سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دعائے قنوت میں سینہ تک اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے تھے اور ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں ہمارے ساتھ دعاءِ قنوت پڑھتے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں بازو ظاہر ہو جاتے اور خلاس سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ نماز فجر کی دعاءِ قنوت میں اپنے بازو آسمان کی طرف لمبے کرتے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں دعاءِ قنوت کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور ابوقلابہ اور مکحول بھی رمضان شریف کے قنوت میں اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور ابراہیم سے قنوت وتر سے مروی ہے کہ وہ قرأۃ سے فارغ ہوکر تکبیر کہتے اور ہاتھ اٹھاتے پھر دعائے قنوت پڑھتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اور روایت ہے وکیع سے وہ روایت کرتا ہے محل سے وہ ابراہیم سے کہ ابراہیم نے محل کو کہا کہ قنوت وتر میں یوں کہا کرو اور وکیع نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے

قریب تک اٹھا کر بتلایا اور کہا کہ پھر چھوڑ دیوے ہاتھ اپنے عمر بن عبد العزیز نے نماز صبح میں دعاء قنوت کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور سفیان سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو دوست رکھتے تھے کہ وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھ کر پھر تکبیر کہے اور دونوں ہاتھ اٹھاوے پھر دعائے قنوت پڑھے امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ قنوت میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاوے کہا ہاں مجھے یہ پسند آتا ہے ابو داؤد نے کہا کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اسی طرح شیخ احمد بن علی المقریزی کی کتاب مختصر قیام اللیل میں ہے اور ابو مسعود اور ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی ان قاریوں کے بارے میں جو معونہ کے کنوئیں میں مارے گئے قنوت وتر میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا مروی ہے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں پر جنہوں نے قاریوں کو قتل کیا تھا ہاتھ اٹھا کر بد دعاء کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایسے ہی بیہقی کی کتاب مسمیٰ معرفت میں ہے۔ حررہ عبد الجبار الغزنوی عفی عنہ۔ (فتاویٰ غزنویہ: ص ۵۱)

سلام پھیرتے وقت رفع الیدین کی منسوخیت کی دلیل:

وَحَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ فُرَاتٍ، يَعْنِي الْقَزَّازَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا السَّلاَمُ عَلَيْكُمُ السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ "مَا شَأْنُكُمْ تُشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلاَ يُومِئْ بِيَدِهِ:

بعض غیر مقلدین حضرات مندرجہ بالا حدیث پر یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ ''صحابہ کرام نماز میں سلام پھیرتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے رفع یدین نہیں جو کہ خطا پر مبنی تھا جس پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایسا کرنے سے منع فرمایا''

جواب:

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر صحابہ کرام سلام پھیرتے ہوئے ہاتھ سے صرف اشارہ کیا کرتے تھے رفع یدین نہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسا اشارہ تھا جس کو نبی کریم ﷺ نے شریر گھوڑوں کی ہلتی ہوئی دُموں سے تشبیہ دی؟ لگتا ہے غیر مقلدین حضرات نے کبھی گھوڑے کی ہلتی ہوئی دُم نہیں دیکھی اس لئے انھیں گھوڑے کی ہلتی ہوئی دُم کی باقاعدہ منظر کشی کر کے سمجھانا پڑے گا کہ جب گھوڑا دُم ہلاتا ہے تو اپنے دائیں اور بائیں جانب دُم کو گھڑی کے پینڈولم کی طرح ہلاتا ہے اب آپ خود یہ تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو باری باری اس انداز میں اٹھائیں کہ جیسے گھوڑے

کی دُم ہلتی ہے یا گھڑی کا پینڈولم ہلتا ہے تو آپ کو اس بات کا باآسانی مشاہدہ ہوجائے گا کہ ایسا کرنا عین رفع یدین کرنے کے مشابہ ہے عربی میں رفع کا مطلب اٹھانا اور ید کا مطلب ہاتھ کے ہیں اور یدین جمع کا صیغہ ہے یعنی کہ دونوں ہاتھ، اب اگر کوئی ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرے تو بھی رفع یدین کا ہی مطلب نکلتا ہے دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اس عمل کو خطا (غلطی) کہنا بہت بڑی حماقت ہے کیونکہ صحابہ کرام جو عمل نبی ﷺ کو نماز میں کرتے دیکھتے تھے ویسے ہی خود بھی کیا کرتے تھے اور حدیث کے الفاظ بتارہے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب نماز پڑھتے تو نماز کے ختم پر دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام کی پوری جماعت خود سے نماز میں کوئی ایسا عمل شروع کردے جسے آپ ﷺ نے کبھی نہ کیا ہو۔

تکبیر تحریمہ، قنوت وتر اور عیدین والی رفع یدین منع نہیں ہیں:

یہ تمام "خیل شمس" کی دُموں کی حرکت سے مشابہ نہیں ہیں لہٰذا منع بھی نہیں ہیں۔ اسلیے کہ ان میں صرف ہاتھ ہلتے ہیں جسم کا کوئی حصہ نہیں ہلتا یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر ان رفع یدین کے منسوخ ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں:

جب ہم تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کرتے ہیں تو جسم بالکل ساکن ہوتا ہے اور اسکے بعد کوئی حرکت نہیں ہوتی جو "خیل شمس" کے تحت آئے اسی طرح قنوت وتر کی تکبیر اور رفع یدین میں جسم بالکل ساکن اور صرف ہاتھ ہلتے ہیں۔ عیدین کی نماز میں بھی صرف ہاتھ ہلتے ہیں جسم نہیں۔ دوسری رکعت میں جب ہم چھ زائد تکبیریں کہہ چکتے ہیں اور رفع یدین بھی کرلیتے ہیں تو رکوع کی تکبیر تھوڑے وقفے سے کرتے ہیں۔ پھر رکوع میں وقفے کے ساتھ جاتے ہیں تاکہ أذناب خیل شمس" کی حرکت مشابہ نہ ہو اور اس ممانعت کے زمرے میں نہ آئے اس وجہ سے ان میں سے کوئی رفع یدین منع نہیں لہٰذا غیر مقلدین کا یہ اعتراض بھی رفع ہوگیا کہ اگر رفع یدین منع ہے تو پھر تم وتر اور عیدین میں کیوں کرتے ہو؟ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث جابر ہمارے مخالف نہیں اور غیر مقلدین کا یہ اعتراض جہالت یا تلبیس ہے۔

تکبیر تحریمہ، قنوت وتر اور عیدین میں رفع یدین کا ثبوت:

مذکورہ بالا تحریر سے اتنا معلوم ہوگیا کہ ان مقامات پر رفع یدین منع نہیں لیکن منع کے ثابت نہ ہونے سے ان کا وجود تو ثابت نہ ہوا؟ جواباً عرض ہے کہ ان مقامات پر دلائل قاہرہ سے رفع یدین ثابت ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین:

یہ دونوں فریقین کے درمیان متفق علیہ ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے!

"کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل فی الصلٰوۃ رفع یدیہ مدا" (سنن ابوداؤد ۱/۱۱۰)

یعنی رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ مبارک خوب اُٹھاتے تھے۔
اسی طرح ''مسند احمد ۵/ ۳۴۳ طبع مکہ مکرمہ و بیروت، مجمع الزوائد ۲/ ۱۳۰ طبع بیروت، میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے''فتح الباری شرح بخاری ۲/ ۲۷۳ طبع مصر،،امام نووی نے''شرح مسلم ۱/ ۱۶۸،،نیز غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے ''السراج الوھاج ۱/ ۱۸۴،الروضۃ الندیہ ۱/ ۸۷،، میں ہے''رفع یدین عند التحریمہ ایسا امر ہے جو شریعت مطہرہ کے دلائل متواترہ سے ثابت ہے۔جس کے مشروع ہونے میں دور اول سے لیکر آج تک کے جملہ علماء اُمت متفق ہیں اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں'' یہ تمام کتابوں کا خلاصہ ہے۔

قنوت وتر کا رفع یدین اور اسکا ثبوت:

۱)امام ابن دقیق العید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب''الامام'' میں تکبیر قنوت وتر میں رفع یدین کے متواتر اخبار سے ثبوت کا دعویٰ فرمایا ہے. (کتاب الامام ص ۲۹۱)

۲)امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۳۱ میں باب باندھا ہے:''فی رفع الیدین فی قنوت الوتر'' پھر اس میں تین روایتیں لائے ہیں۔

ا)حدثنا أبو الأحوص، عن مغيرة، عن ابراہیم قال ارفع يديک للقنوت:
ب)حدثنا معاوية بن هشام قال حدثنا سفيان، عن ليث عن عبد الرحمن بن الاسود عن أبيه عن عبد الله، أنه كان يرفع يديه فی قنوت الوتر:
ج)حدثنا عبد الرحمن بن محمد المحاربی، عن ليث، عن ابن الاسود عن ابيه، عن عبد الله، أنه كان يرفع يديه اذا قنت فی الوتر''
(مصنف ابن ابی شیبہ ۴/ ۵۳۱ برقم ۷۰۲۶، ۷۰۲۷، ۷۰۲۸ بتحقیق محمد عوامہ طبع بیروت)

۳)عن ابراہیم النخعی قال ترفع الايدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلٰوة وفی التكبير للقنوت فی الوتر وفی العيدين الحديث رواه الطحاوی واسناده صحيح۔ (زجاجۃ المصابیح جلد ۲ ص ۴۴۳ طبع لاہور)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ رفع یدین سات موقعوں پر کیا جاتا ہے:
(۱) جب نماز شروع کی جاتی ہے۔
(۲) دوسرے وتر میں دعا قنوت کیلئے اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔
(۳) عیدین کی نماز میں۔

(۴) حجراسود کو بوسہ دیتے وقت۔
۵) سعی میں صفاومروہ پر۔
(۶) مزدلفہ اور عرفات میں۔
(۷) منیٰ میں کنکریاں مارتے وقت۔
اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
اسی طرح مختصر قیام اللیل ص ۲۳۰ طبع رحیم یارخان میں بھی ہے۔امام احمد بن حنبل اور امام سفیان ثوری علیہ الرحمہ بھی اسی کے قائل تھے۔علاوہ ازیں اس سے قطع نظر ان مقامات پر رفع یدین کرنا ہمارے اماموں سے ثابت ہے۔جبکہ اسکی ممانعت کی بھی کوئی معیاری شرعی دلیل نہیں اگر کسی کا دعویٰ ہے وہ دلیل پیش کرے ان شاء اللہ اسکا جواب دیا جائے گا۔
امام ابو یوسف کی تالیف میں ہے!
"امام ابراہیم نخعی تکبیر قنوت وتر اور تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنے کا فتوی دیتے تھے"۔
(کتاب الآثار ص ۲۱)

علامہ بدرالدین محمود عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!
"وهو الحديث المشهور ان النبی ﷺ قال لا ترفع الأيدی الا فی سبع مواطن، ثلاثه فی الصلوة، وأربعة فی الحج وأما الثلاثه فتكبيرة الافتتاح، وتكبيرات العيدين و تكبيرة القنوت"۔(البنایۃ ۲/۵۸۸ بیروت)

عیدین کی نماز میں رفع یدین کا ثبوت:

عن ابراهيم النخعی قال ترفع الايدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوة وفی التكبير للقنوت فی الوتر وفی العيدين الحديث رواه الطحاوی واسناده صحيح
اسکے علاوہ شیخ الاسلام بدرالدین محمود عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں!
"فان الكرخی قال فی مختصره قال ابو حنيفة و محمد يرفع يديه فی التكبيرات الزوائد فی العيدين"
یعنی مختصر کرخی میں ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہم اللہ نے فرمایا عیدین کی نماز میں زائد تکبیرات کے ساتھ تمہاری رفع یدین ہے۔(البنایۃ فی شرح الھدایۃ ۳/۱۳۵ طبع بیروت)

☆☆☆☆
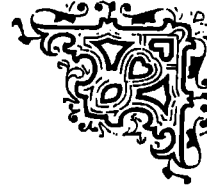
(حصہ دوم)

اختلافی رفع یدین کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلدین کا اختلافی رفع یدین کے متعلق مؤقف

(1) زبیر علی زئی غیر مقلد اپنی کتاب [نور العینین] میں لکھتے ہیں.

[اہل الحدیث اس رفع الیدین کو حضرت امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی غیر منسوخ وغیر متروک سنت کہتے ہیں اور اس پر ایماناً واحتساباً عامل ہیں حتیٰ کہ ان کے بعض جلیل القدر علماء نے رفع الیدین کو اہل الحدیث کا شعار قرار دیا ہے]۔(نور العینین: ص52 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ 2012ء)

زبیر علی زئی ہی نے اپنی کتاب [نور العینین: ص181] پر باب باندھا ہے {رفع الیدین کرنا ضروری ہے}...رفع یدین کرنے کی احادیث متواتر ہیں۔

زبیر علی زئی ہی لکھتے ہیں [رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت] اس باب کے تحت لکھتے ہیں:

نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع الیدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔(نور العینین: ص328)

اہل سنت یعنی اہل حدیث کا دعویٰ یہ ہے کہ "رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے تھے" اور اسی پر تمام اہل حدیث کا عمل ہے...

تنبیہ: یہ دعویٰ ہر نماز (مثلاً ایک رکعت نماز وتر، دو رکعت نماز فجر، تین رکعت نماز مغرب، چار رکعت نماز ظہر وعصر وعشاء اور نو رکعت صلوٰۃ اللیل وغیرہ سب) پر فٹ اور جاری وساری ہے، مذکورہ تین مقامات کے علاوہ جس مقام پر (مثلاً چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر) رفع یدین ثابت ہے تو اس پر بھی عمل کرنا چاہیے اور جس مقام پر رفع یدین ثابت نہیں یا اس کی صریح وصحیح نفی موجود ہے تو وہاں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔

(نور العینین: ص536)

(2) مولانا محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب [صلوٰۃ الرسول: ص201] پر لکھتے ہیں۔

[رسول اللہ ﷺ وفات تک رفع الیدین کرتے رہے]

(3) بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ [رفع الیدین آپ ﷺ کا صرف عمل ہی نہیں بلکہ آپ نے دوسروں کو کرنے کا حکم بھی دیا ہے]۔(مقالات راشدیہ 2:/78)

اس دعویٰ غیر مقلدین کا مختصراً اخلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔

[غیر مقلدین کی ان کتب سے جو دعویٰ سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین، رکوع کو جاتے آتے وقت رفع یدین حضور ﷺ سے تواتر کے ساتھ دفات تک ثابت ہے اور ان مقامات پر رفع یدین کرنا ضروری ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی پر تمام اہل حدیث (غیر مقلدین) کا عمل ہے]

یہ دعویٰ ان کا نامکمل ہے اب ذرا دیگر غیر مقلدین اور غیر مقلدین کے ممدوح علماء سعودی عرب کے اختلافی رفع یدین کے بارے میں دعویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

رفع یدین کے بارے میں اہلحدیث علماء کے آپس میں اختلافات:

(1) مولانا سید نذیر حسین دہلوی:

مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ نذیر یہ جلد 1 صفحہ 441 میں فرماتے ہیں کہ رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت کی بات ہے، کیونکہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہیں دلائل دونوں طرف ہیں۔ اسی کتاب میں کہتے ہیں کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہے۔ (فتاوی نذیر یہ جلد 1 صفحہ 444)

(2) مولانا ثناء اللہ امرتسری:

مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب ہے کہ رفع یدین کرنا مستحب امر ہے جس کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوتا. (فتاوی ثنائیہ جلد 1 صفحہ 579)

اسی کتاب میں کہتے ہیں کہ ترک رفع ترک ثواب ہے ترک فعل سنت نہیں۔ (فتاوی ثنائیہ جلد 1 صفحہ 608)

(3) نواب صدیق حسن خان بھوپالی:

نواب صدیق حسن خاں، شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"رفع یدین و عدم رفع یدین نماز کے ان افعال میں سے ہے جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہے اور کبھی نہیں کیا ہے، اور سب سنت ہے، دونوں بات کی دلیل ہے. حق میرے نزدیک یہ ہے کہ دونوں سنت ہیں۔ (روضہ الندیہ صفحہ 148)

اور اسی کتاب میں شاہ اسماعیل کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں۔

ولا یلام تارکه وان ترکه مدعمره یعنی رفع یدین کے چھوڑنے والے کو ملامت نہیں کی جائے گی

اگرچہ پوری زندگی وہ رفع یدین نہ کرے۔(روضہ الندیہ صفحہ 150)

(4)علامہ ابن تیمیہ حرانی:

علامہ ابن تیمیہ فتاوی ابن تیمیہ جلد 22 ص 253 پر لکھتے ہیں

وَسَوَاءٌ رَفَعَ يَدَيْهِ أَوْ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ لَا يَقْدَحُ ذَٰلِكَ فِي صَلَاتِهِمْ وَلَا يُبْطِلُهَا لَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَا الشَّافِعِيِّ وَلَا مَالِكٍ وَلَا أَحمد. وَلَوْ رَفَعَ الْإِمَامُ دُونَ الْمَأْمُومِ أَوْ الْمَأْمُومُ دُونَ الْإِمَامِ لَمْ يَقْدَحْ ذَٰلِكَ فِي صَلَاةِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

یعنی اگر کسی نے رفع یدین کیا یا نہ کیا تو اس کی نماز میں کوئی نقص نہیں، امام ابوحنیفہ، امام شافعی امام احمد اور امام مالک کسی کے یہاں بھی نہیں اسی طرح امام اور مقتدی میں سے کسی ایک نے کیا تب بھی کوئی نقص نہیں۔(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ 22: /253)

(5)عبدالعزیز ابن باز سابق مفتی اعظم سعودی عرب:

عبدالعزیز ابن باز سابق مفتی اعظم سعودی عرب فرماتے ہیں:

السنة رفع اليدين عند الإحرام وعند الركوع وعند الرفع منه وعند القيام إلى الثالثة بعد التشهد الأول لثبوت ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم ,وليس ذلك واجبا بل سنة فعله المصطفى صلى الله عليه وسلم وفعله خلفاؤه الراشدون وهو المنقول عن أصحابه صلى الله عليه وسلم ,فالسنة للمؤمن أن يفعل ذلك في جميع الصلوات وهكذا المؤمنة--------- كله مستحب وسنة وليس بواجب ,ولو صلى ولم يرفع صحت صلاته اه

تکبیر تحریمہ کہتے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھنے کے بعد، اور پہلے تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا سنت ہے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے اس کا کرنا ثابت ہے۔لیکن یہ واجب نہیں سنت ہے مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم، خلفائے راشدین اور صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے، پس ہر مومن مرد وعورت کو اپنی تمام نمازوں میں اسے اپنانا چاہیے،-------لیکن یہ سب مستحب اور سنت ہے، واجب نہیں ہے۔اگر کوئی شخص رفع الیدین کے بغیر نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہے۔(مجموع فتاوی بن باز 11: / 156)

(6) نائب مفتی اعظم سعودی عرب محمد بن صالح العثیمین:

نائب مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ محمد بن صالح العثیمین کا کہنا ہے۔

وهذا الرفع سنة، إذا فعله الإنسان كان أكمل لصلاته، وإن لم يفعله لا تبطل صلاته، لكن يفوته أجر هذه السنة "۔(مجموع فتاویٰ ورسائل العثیمین :13/ 169)

رفع الیدین کرنا سنت ہے،اسے کرنے والا انسان اپنی نماز مکمل ترین صورت میں ادا کرتا ہے اگر کوئی اسے چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی لیکن وہ اس سنت کے اجر سے محروم رہ جاتا ہے"۔

غیر مقلدین کا رفع یدین کو سنت مؤکدہ تسلیم کرنے سے انکار:

غیر مقلدین کے عالم سے کسی نے سوال کیا کہ رفع یدین سنت مؤکدہ ہے یا نہیں تو انہوں نے اس کے جواب میں رفع یدین کے سنت ہونے کی دلیل کی بجائے علامہ ابن قیم کے حوالہ سے کہہ دیا کہ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والے پہ کوئی ملامت نہیں یہ سب اقسام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے۔

(فتاوی علمائے اہلحدیث، جلد 3 صفحہ 151،152)

اگر رفع یدین سنت ہوتا تو غیر مقلد عالم تسلیم کر لیتا کہ رفع یدین سنت ہے لیکن اس کا تسلیم نہ کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ خود غیر مقلدین کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ رفع یدین سنت ہے یا نہیں؟ یہی فتوی محدث فتاوی پر بھی موجود ہے۔

(7) عبد المنان نور پوری:

غیر مقلد عالم عبد المنان نور پوری سے کسی نے سوال کیا تھا کہ رفع یدین فرض ہے یا سنت تو جواب دیا گیا کہ" فرض اور سنت کی وضاحت کسی حدیث میں نہیں آئی،،

(قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل، جلد 1 ص 179)

یہی فتوی غیر مقلدین کی ویب سائٹ محدث فتاوی پر بھی موجود ہے۔

(8) محمد رئیس ندوی:

غیر مقلد عالم محمد رئیس ندوی کا دعوی ہے کہ نماز میں رکوع کو جھکتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا فرض وواجب ہے۔۔۔نہ کرنیوالے کی نماز باطل ہے (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ 246)

رئیس ندوی صاحب نے اپنے اس دعوے پہ قرآن وحدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔دوسری طرف مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ نذیریہ جلد 1 صفحہ 441 میں فرماتے ہیں کہ رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت کی بات ہے،کیونکہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہیں،دلائل دونوں طرف ہیں۔اسی کتاب میں

کہتے ہیں کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونو مروی ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد 1 صفحہ 444)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ

ہمارا مذہب ہے کہ رفع یدین کرنا مستحب امر ہے، جس کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ ثنائیہ 1 :/579)

غیر مقلد عالم عبد المنان نور پوری سے کسی نے سوال کیا تھا کہ رفع یدین فرض ہے یا سنت تو جواب دیا گیا کہ "فرض اور سنت کی وضاحت کسی حدیث میں نہیں آئی"۔

(قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل، جلد 1 ص 179)

جبکہ غیر مقلد عالم عبد الغفار محمدی کے نزدیک نماز کے فرائض، سنن اور مستحبات وغیرہ سب بدعت ہیں۔

(حنفیوں کے 350 سوالات : صفحہ 125)

غیر مقلدین حضرات کے اشکالات کے جوابات:

موجودہ دور کے تقریباً تمام غیر مقلدین حضرات اس پُرفتن دور کے اپنے ایک عالم زبیر علی زئی صاحب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اپنے ہی جید عالم ومحدث علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق اور فتویٰ علماء اہلحدیث تک کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے سجدوں کی رفع یدین کی تمام احادیث پرضعیف ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی سنن نسائی کی حدیث میں راوی (شعبہ) کے نام کی غلطی کی وجہ سے یہ حدیث تدلیس سعید کی بنا پرضعیف ہے اور اپنے اس اعتراض پر گواہی بھی ان لوگوں سے پیش کرتے ہیں جن کو یہ مقلد ومشرک کہہ کر ان پر گمراہ ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں حضرت مالک بن حویرث کی سجدوں میں رفع الیدین والی سب سے قوی حدیث کو غیر مقلدین حضرات زبیر علی زئی صاحب کی تعصبانہ واحمقانہ تحقیق پر صرف شعبہ کے نام کی غلطی کو جواز بنا کر رد کر دیتے ہیں حالانکہ جو اعتراض یہ کرتے ہیں ان کے پاس نہ تو اس کی کوئی مستند دلیل ہے اور نا ہی آج تک کسی محدث نے اس اعتراض کو پیش کیا جس سے اس کے صحیح ہونے کی دلیل ملتی ہو۔ سجدوں کی رفع یدین کی احادیث کے صحیح ہونے کے تحقیقی اور الزامی دلائل پیش کرنے سے پہلے میں تمام غیر مقلدین حضرات سے صرف اتنا پوچھتا ہوں کہ صحیح بخاری کی ان احادیث کو تو آپ خود نماز میں رفع الیدین کی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں تو برائے مہربانی مجھے اس بات کا جواب دیدیں کہ رفع یدین کی تقریباً جتنی بھی احادیث ہیں ان میں ہر حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ "سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے" "دو سجدوں کے درمیان آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے" "سجدہ کرتے وقت یا سجدے سے سر اٹھاتے وقت اس طرح رفع یدین نہیں کرتے تھے" "البتہ سجدہ میں آپ رفع یدین نہیں کرتے

تھے" اگر سجدوں میں رفع الیدین کی تمام احادیث ضعیف ہیں تو پھر کیا وجہ تھی کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث میں سجدوں کی رفع الیدین کے نہ کرنے کا ذکر کیا گیا؟

سوال یہ ہے کہ بقول تمام غیر مقلدین حضرات اوران کے زبیر علی زئی صاحب کے جب سجدوں کی رفع یدین کی تمام احادیث ضعیف ہیں تو پھر بخاری ومسلم کی احادیث میں سجدوں کے رفع الیدین کرنے سے عین ان ہی مواقعوں پر منع کیوں کیا گیا ہے جن مواقعوں پر سجدوں کے رفع الیدین کرنے کی احادیث ملتی ہیں؟

سجدوں میں جاتے وقت رفع یدین کرنا:

غیر مقلدین کے مانے ہوئے اور مستند محقق محدث علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے"

"یہ رفع یدین ۱۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور حسن بصری، طاؤس، ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع، سالم بن نافع، قاسم بن محمد، عبداللہ بن دینار اور عطاء اس کو جائز سمجھتے ہیں عبدالرحمن بن مھدی نے اس کو سنت کہا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس پر عمل کیا ہے، امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے"۔

(نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ناصر الدین البانی: ص 131)

جب سجدوں کا رفع یدین حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھ ساتھ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ غیر مقلدین کے تصدیق شدہ محقق کی تصریح کے ساتھ ثابت ہے تو غیر مقلد حضرات ان صحیح احادیث پہ عمل کیوں نہیں کرتے؟ یہ وہی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ ہیں جن سے غیر مقلدین حضرات رکوع میں جاتے، رکوع سے اٹھتے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے ہوئے رفع یدین کی حدیث روایت کرتے ہیں۔

سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا:

ناصر الدین البانی سجدوں سے سر اٹھاتے وقت کے رفع یدین کو بھی صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"امام احمد رحمہ اللہ اس مقام پر رفع یدین کے قائل ہیں بلکہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں، چنانچہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ابن الاثیر امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رفع یدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب بھی نمازی اوپر یا نیچے ہو دونوں صورتوں میں رفع یدین ہے نیز اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو دیکھا وہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے"۔ "یہ رفع یدین انس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین اور ایوب سختیانی سے صحیح

سند کے ساتھ مروی ہے"۔ (نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ناصر الدین البانی : صفحہ 142)

یہاں البانی صاحب نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سجدوں سے سر اٹھاتے وقت کا رفع یدین بھی صحیح سند سے ثابت کیا ہے، تو پھر غیر مقلدین سجدوں میں جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟

سجدوں کے رفع یدین کی احادیث کے متعلق علماء غیر مقلدین کے فتاوٰی

۱۔ حدیث ہذا صحیح ہے متروک العمل نہیں ہے۔

۲۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے ان دونوں احادیث میں سے کسی حدیث پر کوئی جرح نہیں ہے۔

۳۔ یہ رفع یدین منسوخ نہیں۔

۴۔ اس رفع یدین کے عامل صحابہ کرام میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہ اور تابعین سے طاؤس اور نافع اور عطاء ہیں۔

(فتاوٰی علماء حدیث، صفحہ نمبر ۳۰۴ : ۳۰۶)

اگر حدیث ہذا صحیح ہے، متروک العمل نہیں، اور نہ ہی منسوخ ہے تو پھر غیر مقلدین حضرات: ان احادیث پر عمل کر کے سجدوں کی رفع یدین کی سنت کیوں ادا نہیں کرتے اور اس کا ثواب کیوں حاصل نہیں کرتے؟

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو بعض روایات منقول ہے کہ وہ خود اور رسول اللہ ﷺ بوقت سجدہ رفع یدین نہیں کرتے تھے تو اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ کبھی کبھار بعض مرتبہ سجدہ کے وقت ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں بھی کرتے تھے کیونکہ سجدہ کے وقت والا رفع یدین واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ بھی نہیں صرف مستحب وغیرہ مؤکدہ سنت ہے جس کا کبھی کبھار بلکہ بسا اوقات چھوڑ دینا جائز ہے۔ (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز : ص 361)

اگر سجدہ کے وقت والا رفع یدین نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ، صرف مستحب ہے جس کا بسا اوقات چھوڑ دینا جائز ہے تو پھر باقی مقامات والا رفع یدین کیسے واجب ہو گیا جس کے ترک کرنے سے نماز نہیں ہوتی؟

❀❀❀ ❀❀❀

باب نمبر اول:

دلیل نمبر: 1-2

غیر مقلدین کی بنیادی دلیل
حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلدین اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے لئے جو سب سے بنیادی دلیل پیش کرتے ہیں وہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہے غیر مقلدین حضرات مناظر ہوں یا عوام جو روایت بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں جو کہ بخاری و مسلم مستند کتب میں ہے اور کہتے ہیں لو جی رفع یدین ثابت ہو گیا مثلاً نور العینین، صلوٰۃ الرسول، سبیل الرسول، کیا رفع یدین منسوخ ہے؟ وغیرہا کتب میں بڑے زور شور سے لکھ کر یہی دعوی کیا گیا ہے اس روایت کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

بنیادی نکات:

اس حدیث پر عمل نہ کرنے کے چند بنیادی نکات درج ذیل ہیں جن کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات کے مضامین میں سخت اضطراب ہے۔

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خود بھی اختلافی رفع یدین کا ترک ثابت ہے۔

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے 500 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اس اختلافی رفع یدین کو ترک فرماتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت چار انداز میں ہے:

(1) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَكَانَ لاَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسلمہ عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ اور وہ اپنے باپ (ابن

عمر) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھوں کو اسی طرح اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(صحیح بخاری 1:/187 رقم 735 باب رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الافتتاح سواء.)

اس روایت میں دو رکعتوں کے بعد اٹھنے کے وقت رفع یدین کا بیان نہیں، جس پر غیر مقلدین کا عمل ہے لہٰذا یہ روایت غیر مقلدین کی دلیل نہیں بن سکتی۔

(2) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ :أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ :رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوعِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَيَقُولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ.

ترجمہ: محمد بن مقاتل بیان کرتے ہیں، عبد اللہ بن مبارک سے، وہ یونس سے، وہ زہری سے۔ اور وہ سالم سے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھوں کو اسی طرح اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے۔

(صحیح بخاری 1:/187 رقم 736 باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ.)

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کا ذکر ہے جب کہ پہلی روایت میں اس کا بیان نہیں مگر تیسری رکعت کے رفع یدین کا بیان نہیں، اور ربنا ولک الحمد کے پڑھنے کا بھی بیان نہیں، لہٰذا یہ روایت بھی غیر مقلدین کے موقف پر پورا نہیں اترتی تو پھر ان کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔

(3) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ :أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ :رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَهُ ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ، وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ، وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ.

ترجمہ: ابو یمان بیان کرتے ہیں شعیب سے، وہ زہری سے، وہ سالم سے اور وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے

،وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے اور رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھوں کو اسی طرح اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے اور سجدے کو جاتے وقت ،اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(صحیح بخاری 1: /188 رقم 738)

ان تینوں روایتوں میں سجدوں میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان ہے،دوسری اور اس تیسری روایت میں حضور ﷺ کو دیکھنے کا ذکر ہے مگر پہلی روایت میں نہیں،دونوں دیکھنے والی روایتوں میں سے ایک میں ربنا لک الحمد کا بیان ہے دوسری میں نہیں اور نہ ہی اس تیسری روایت میں تیسری رکعت کو کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کا بیان ہے تو یہ روایت غیر مقلدین کی دلیل کیسے بن گئی۔

(4) حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ :حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذَالِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى نَبِيِّ اللهِ صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: عیاش روایت کرتے ہیں عبد الاعلیٰ سے،وہ عبید اللہ سے،وہ نافع سے،کہ عبد اللہ بن عمر h جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا اور جب رکوع کیا تو رفع یدین کیا جب سمع اللہ لمن کہا تو رفع یدین کیا اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو رفع یدین کیا اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی۔(صحیح بخاری 1: /188 رقم 739)

قابل توجہ بات:

اس چوتھی روایت میں تیسری رکعت کے رفع یدین کا بیان ہے پہلی دو روایتوں میں [سجدوں کا رفع یدین نہ کرنے کا بیان] ہے تیسری روایت میں سجدہ کو جاتے وقت اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا انکار ہے جب کہ اس چوتھی روایت میں سجدوں کے رفع یدین کی نفی موجود نہیں ،پہلی تین روایتوں میں ہاتھ کندھوں تک اٹھانے کا بیان تھا لیکن اس چوتھی روایت میں اس کا بیان نہیں اور نہ ہی اس روایت میں ربنا ولک الحمد کا بیان ہے۔

اب قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ جب صحیح بخاری 1: /187،188 میں چار روایتوں کے متن کا یہ حال ہے کہ ان کا مضمون آپس میں مطابقت نہیں رکھتا اور ان روایتوں کے متون میں جو اضطراب ہے وہ کسی اہل علم سے چھپا نہیں تو ترجیح کس طرح دی جائے جس کسی روایت کو ترجیح دی جائے گی وہ اکیلی روایت غیر مقلدین کے مؤقف پر پورا نہیں

اتر تی، اگر کوئی اہل علم ان چار روایتوں میں سے کسی ایک روایت کو ترجیح دے کر اس کو غیر مقلدین کے دعوی پر پورا کر دکھائے تو پھر اس روایت پر ہم بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اھم نکتہ:

مزید یہ صحیح بخاری میں 4 روایات میں سے 3 روایات سالم سے اور 1 روایت نافع سے ہے۔
سالم کی ۳ روایات ابن شھاب الزھری سے مروی ہیں۔
ابن شھاب الزھری کی 3 احادیث ان کے درج ذیل شاگردوں نے روایت کی ہے۔

- امام مالک
- محدث یونس
- محدث شعیب

2 رکعات کے بعد رفع الیدین کی دلیل کہاں؟

ان تینوں روایات میں دو رکعت کے بعد رفع الیدین کا کوئی ثبوت نہیں۔ جس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوا کہ ان ۳ روایات کی بنیاد پر مخالفین کا 2 رکعات کے بعد رفع الیدین کے اثبات کا دعوی باطل اور مردود ہے۔ اور علم مناظرہ میں دلیل کا دعوی سے مطابقت رکھنا اہم اور ضروری ہوتا ہے فن کے ماہر پر یہ بات عیاں ہے۔

امام مالک اسی روایت کو اپنی کتاب موطاء امام مالک میں رکوع جاتے وقت رفع الیدین کے ذکر کے بغیر یہ روایت نقل کرتے ہیں اور مخالفین کو اس بات پر ضد رہتی ہے کہ روایت سے زیادہ مضبوط کتاب ہوتی ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ مخالفین موطاء امام مالک میں امام مالک کی اپنی لکھی ہوئی رویات کو ترجیح دیتے ہیں یا ان سے بیان کردہ روایت کو؟ یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ موطاء کو امام مالک نے لکھا اور اس کی املاء بھی خود کراوئی تھی۔

جبکہ چوتھی روایت جو امام نافع کی سند سے ہے جس میں 2 رکعت کے بعد رفع الیدین کی تصریح تو موجود ہے مگر اس روایت کے بارے میں محدثین کا تقریبا اتفاق ہے کہ وہ موقوف روایت ہے۔ موقوف روایات کی بنیاد پر مخالفین کیا اپنا دعوی ثابت کر سکتے ہیں؟ مزید تحقیق یہ بھی ہے کہ محدثین نے 2 رکعات کے بعد رفع الیدین کے الفاظ پر اعتراضات کیے ہیں.. جس سے اس حدیث سے استدلال کیسے ہوسکتا ہے؟

حدیث مرفوع یا موقوف؟

سب سے پہلے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوع ہے یا موقوف، کیونکہ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک حدیث موقوف حجت ہی نہیں، یہ بات کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق محدثین کا اختلاف مشہور ہے کہ آیا وہ موقوف ہے یا مرفوع اس کے مرفوع ہونے پر محدثین کا اتفاق نہیں۔

محدثین کے اقوال:

(1) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا لکھتے ہیں۔

رَوَاهُ حماد بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ، وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا۔

یعنی اس روایت کو کوئی مرفوع بیان کرتا ہے اور کوئی مختصراً یعنی موقوف۔

(صحیح بخاری 1: /188 تحت رقم 739 باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ)

محدث اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

(2) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے امام اسماعیلی کا قول لکھتے ہیں۔

وحكى الإسماعيلي عن بعض مشايخه أنه أومأ إلى أن عبد الأعلى أخطأ في رفعه قال الإسماعيلي وخالفه عبد الله بن إدريس وعبد الوهاب الثقفي والمعتمر يعني عن عبيد الله فرووه موقوفا عن بن عمر قلت وقفه معتمر وعبد الوهاب عن عبيد الله عن نافع كما قال لكن رفعاه عن عبيد الله عن الزهري عن سالم عن بن عمر۔

ترجمہ: بعض مشائخ نے اشارہ کیا ہے کہ عبد الاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے کیونکہ عبد اللہ بن ادریس، عبدالوہاب الثقفی اور معتمر یعنی عبیداللہ سب اس روایت کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کرتے ہیں۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر 2: /222)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

(3) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد اس اختلاف کو نقل کرتے ہیں۔

وَعَبْدُ الأَعْلَى يَنْفَرِدُ بِرَفْعِهِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: اور عبد الاعلیٰ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں منفرد ہے (یعنی دوسرے لوگ مرفوع

روایت نہیں بیان کرتے)۔(سنن الکبریٰ للبیہقی 2: /136 تحت رقم 2928)

امام الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

(4) امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح موطاء امام مالک میں ہے۔

لأن سالما و نافعا اختلفا في رفعه و وقفه۔(شرح الزرقانی علی موطاء الامام مالک 1: /229)

ترجمہ: یعنی سالم اور نافع اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔

قاضی شوکانی کی تحقیق:

(5) قاضی الشوکانی ''نیل الاوطار'' میں لکھتے ہیں:

قال أبو داود: رواه الثقفي يعني عبد الوهاب عن عبيد الله يعني ابن عمر بن حفص فلم يرفعه وهو الصحيح. وكذا رواه الليث بن سعد وابن جريج ومالك يعني موقوفا. وحكى الدار قطني في العلل الاختلاف في رفعه و وقفه۔

ترجمہ: امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو موقوف روایت کیا الثقفی یعنی عبد الوہاب عن عبید اللہ یعنی ابن عمر بن حفص نے، اور یہ ہی صحیح ہے اور لیث بن سعد، ابن جریج اور امام مالک نے اسے موقوف روایت کیا اور امام دارقطنی نے کتاب العلل میں اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے کا اختلاف نقل کیا ہے۔(نیل الأوطار 2: /196)

محدث ابو داود رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

(6) امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس اختلاف کو لکھ کر ڈنکے کی چوٹ پر فیصلہ فرماتے ہیں۔

قَالَ أَبو دَاوُدَ الصَّحِيحُ قَوْلُ ابنِ عُمَرَ وَلَيْسَ بِمَرْفُوعٍ.

ترجمہ: امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے مرفوع نہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہیں)۔(سنن ابو داؤد 1: /270 تحت رقم 741)

محدث عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

(7) امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کر کے لکھتے ہیں۔

ولم يتابع على رفعه۔ اس مرفوع روایت کا کوئی متابع نہیں، پھر موقوف روایت لکھتے ہیں۔

حدثنا علي بن عبد العزيز، قال: حدثنا القعنبي عن مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر كان إذا ابتدأ الصلاة يرفع يديه حذو منكبيه وإذا رفع من الركوع رفعهما دون ذلك وهذا أولى۔

یعنی اس روایت کا موقوف ہونا ہی بہتر ہے۔(الضعفاء للعقیلی 2: 68 تحت رقم 512)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

(8) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موقوف ہی روایت کیا ہے۔

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، رَفَعَهُمَا دُونَ ذَلِكَ.

(موطاء امام مالک 1: 126/ رقم 201)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو موقوف روایت کیا ہے۔

قال الشافعي: رَحمه اللهُ تَعَالَى أخبرنا مَالِكٌ عن نَافِعٍ، عن ابن عُمَرَ أَنَّهُ كان إذا ابتَدَأَ الصَّلاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وإذا رَفَعَ رَأْسَهُ من الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا دون ذلك۔

(الام للشافعی 7: 200/)

محدث اصیلی کی تحقیق:

(9) امام اصیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقال الأصيلي لم يأخذ به مالك لأن نافعا وقفه على ابن عمر وهو أحد الأربع التي اختلف فيها سالم ونافع۔ (شرح الزرقانی علی موطاء الامام مالک 1: 229/)

ترجمہ: امام اصیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے (اختلافی رفع یدین) پر عمل نہیں کیا کیونکہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کو موقوف بیان کیا اور یہ ان چار روایتوں میں ایک روایت ہے جہاں سالم اور نافع میں اختلاف ہے۔

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

(10) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو موقوف روایت کیا ہے۔

أخبرنا مالك حدثنا نافع أن عبد الله بن عمر :كان إذا ابتدأ الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما دون ذلك۔ (موطاء امام محمد 1: /175رقم 100)

ان مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پر محدثین نے موقوف ہونے کا حکم ثابت کیا ہے۔

نافع کی روایت کے بارے میں تحقیق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ان کے دو شاگرد نافع اور سالم سے مروی ہے۔

اب جمہور محدثین کرام کا نافع کی روایت پر یہ تحقیق ہے کہ نافع کی روایت موقوف ہے۔

امام دارقطنی کا قول:

امام دارقطنی نافع عن ابن عمر کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

والمحفوظ عن مالك ما رواه في "الموطأ" :عن نافع، عن ابن عمر، موقوفا؛ أنه كان يرفع إذا افتتح، وإذا رفع رأسه من الركوع.

ترجمہ: یعنی امام مالک نے جو روایت موطاء امام مالک میں عن نافع عن ابن عمر سے مروی ہے وہ موقف ہی محفوظ ہے۔ (العلل الواردة في الأحاديث النبوية۔ 16/13)

امام دارقطنی کی تحقیق کے مطابق نافع عن ابن عمر کی سند سے رفع الدین کی حدیث موقوف ثابت ہے اور اس کا متن وہ ہے درست ہے جو موطاء امام مالک میں دو مقام پر رفع الیدین کے بارے میں ہے یعنی نماز کی ابتداء میں رفع الیدین اور رکوع سے آتے ہوئے رفع الیدین۔

ابن رجب حنبلی کا قول:

محدث ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں۔

فرواية نافع، عن ابن عمر، الأكثرون على أن وقفها أصح من رفعها۔

ترجمہ: یعنی اکثر محدثین اسی پر ہیں کہ نافع عن ابن عمر کی روایت موقوف اصح ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری 343/6)

ایک بات تو یہ واضح ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جو نافع کے طریق سے ہے وہ موقف ہی صحیح ہے۔

سالم کی روایت کے بارے میں تحقیق

اب تحقیق یہ ہے کہ سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے جو روایت ہے اس کی فنی حیثیت کیا ہے؟ سالم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے کہ یہ مرفوع یا موقوف؟

ابن عبدالبر کی تحقیق:

ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

هَذَا الحدِيث أَحَدُ الأَحَادِيثِ الأَرْبَعَةِ الَّتِي رَفَعَهَا سَالم عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام وَأَوْقَفَهَا نَافِعٌ عَلى ابْنِ عمَرَ۔ (التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید 212/9)

یہ حدیث ان 4 احادیث میں سے ہے کہ جن کو سالم نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوع نقل کیا ہے اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف نقل کیا ہے۔

ابن عبدالبر کی وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین والی حدیث کو بیان کرنے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد سالم اور نافع میں اختلاف ہے۔

اعتراض:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ محدثین نے سالم اور نافع کے اختلاف میں ترجیح سالم کے قول کو دی ہے اور نافع کی طرف التفات نہیں کرتے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ یہ اعتراض ابن عبدالبر کا التمہید میں تو موجود ہے مگر اس اعتراض کی کوئی اہمیت اس لیے نہیں کہ وہ چار احادیث جس میں نافع اور سالم کا اختلاف ہوا تو امام دارقطنی نے ترجیح نافع کی روایت کو دی، جبکہ امام احمد بن حنبل بھی اس اصول کے ساتھ متفق نہیں اور ترجیح نافع کی روایت کو دی ہے۔

ان 4 روایات کے بارے میں سالم اور نافع کے اختلاف میں محدثین کرام امام دارقطنی، امام نسائی اور امام احمد بن حنبل نے نے ترجیح نافع کی روایت کو دی جس کی تفصیل علامہ ابن رجب حنبلی نے اپنی کتاب شرح العلل الترمذی ص ۲۴۷ میں نقل کی ہے۔ اس لیے اس اعتراض کی کوئی علمی حیثیت نہیں۔

خطیب بغدادی کی تحقیق:

محدث بغدادی اپنی سند سے سالم کی روایت کو مختلف راویان سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حدثنا أبو الحسين محمد بن الحسين الحراني المعدل حدثنا أحمد بن جعفر بن حمدان حدثنا أبو عمرو محمد بن محمود بن عدي المروزي حدثنا عمار بن الحسن حدثنا ابن المبارك عن معمر ويونس ومالك وعبد الله ومحمد بن أبي حفصة عن الزهري عن سالم عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم :أنه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة حتى يكونا حذو منكبيه، وإذا رفع رأسه من الركوع،وكان لا يفعل ذلك في السجود.(تاریخ بغداد وذیولہ 25/4)

خطیب بغدادی کی اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں معمر ،یونس،امام مالک،عبداللہ اور محمد بن ابی حفصہ عن الزہری عن سالم عن ابن عمر کی سند سے۔اور اس روایت میں بھی ابتداء نماز اور رکوع سے آتے وقت کا رفع الیدین ہے مگر رکوع جاتے ہوئے رفع الیدین کا تذکرہ موجود نہیں ،جس سے غیر مقلدین کے دعوی تو بالکل ہی ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے صرف دو مقام پر رفع یدین کا بیان

(1)امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطاء امام مالک بھی اسی طرح دو مقام پر رفع یدین کرنا نقل کیا ہے تیسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں صرف نماز کے شروع اور رکوع سے اٹھتے وقت کے رفع یدین کا بیان ہے۔امام مالک دو مقام پر رفع یدین کو کیوں نقل کرتے تھے اس کے بارے میں محدث دار قطنی لکھتے ہیں۔

ولم يذكروا في روايتهم الرفع عند الركوع.وأحسب أن مالكا لم يذكر هذا اللفظ في موطئه، وقصر عنه، لأن مذهبه كان لا يرفع يديه للركوع، ولا يرفع إلا في التكبيرة الأولى.(العلل الواردة في الأحاديث النبوية 112/13)

امام دار قطنی اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ امام مالک کا مذہب ہے کہ وہ رکوع جاتے ہوئے رفع الیدین نہ کرتے اور وہ رفع الیدین نہ کرتے سوائے پہلی تکبیر کے ساتھ۔

محدث یحیی کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت:

وَحَدَّثَنِي يَحيى ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ، رَفَعَهُمَا دُونَ ذَالِكَ.

(موطاء امام مالک 1:/126 رقم 201)

اس روایت کی پوری سند صحیح بخاری میں درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔

بخاری 2: /140رقم 1429، 3/34رقم 1906، 3/195رقم 2546، 3/213رقم 2612
4/68رقم 2990، 5/162رقم 4183، 8/164رقم 6646، 8/193رقم 6757، 9/31رقم 6963، 9/43رقم 6999]

امام بخاری کی روایت:

(2) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے [جزء رفع الیدین فی الصلوٰۃ: ص48رقم 101] میں دو مقامات پر رفع یدین کی روایت کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ، وَيَفْعَلُ ذَالِكَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَيَقُولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَلَا يَرْفَعُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ۔

محدث زیلعی کی تحقیق:

(3) امام جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ (م762ہجری) فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ هٰذَا رَوَاهُ مَالِكٌ فِي مُوَطَّئِهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَالِكَ فِي السُّجُودِ، انْتَهَى. لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ الرَّفْعَ فِي الرُّكُوعِ، هٰكَذَا وَقَعَ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى، وَتَابَعَهُ عَلَى ذَالِكَ جَمَاعَةٌ مِنْ رُوَاةِ الْمُوَطَّأِ: مِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ. وَالْقَعْنَبِيُّ. وَأَبُو مُصْعَبٍ. وَابْنُ أَبِي مَرْيَمَ. وَسَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، وَرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ. وَابْنُ الْقَاسِمِ. وَمَعْنُ بْنُ عِيسَى. وَابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ مَالِكٍ۔

(نصب الرایۃ:1/480)

ترجمہ: اور میرے علم میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ جو امام مالک نے موطاء میں عن زہری عن سالم ان ابن عمر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی ابتداء فرماتے تو کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ہاتھ اٹھاتے اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے اس روایت میں رکوع کے وقت ہاتھ اٹھانے کا بیان نہیں یہ بات یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں ہے اور اس کی متابعت ایک جماعت نے موطاء سے روایت کی، جن میں یحییٰ بن بکیر، قعنبی، ابومصعب، ابن ابی مریم، سعید بن عفیر، اور روایت کی ابن وہب نے، ابن القاسم، معن بن عیسیٰ اور ابن ابی اویس نے امام مالک سے۔

محدث القعنبی کی امام مالک سے روایت:

(4) امام ابوداؤد نے بھی [سنن ابوداؤد] میں قعنبی کی سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے:
حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا ابْتَدَأَ الصَّلاَةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا دُونَ ذَالِكَ۔
(سنن ابوداؤد 1: 271/رقم 742)

محدث یحیٰی بن سعید کی امام مالک سے روایت:

(5) امام نسائی نے [سنن نسائی] میں یحییٰ بن سعید کی سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے:
أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا دَخَلَ الصَّلاَةَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَكَانَ لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔ (سنن نسائی 2: 194/رقم 1057)

امام شافعی کی امام مالک سے روایت:

(6) امام بیہقی نے بھی [سنن الکبریٰ] میں [امام شافعی اور عبداللہ بن وہب] کی سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ الْمُزَكِّي قِرَاءَةً وَأَبُو مُحَمَّدٍ: عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الأَصْبَهَانِيُّ إِمْلاَءً قَالاَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ: مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْقَاضِي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَالِكَ، وَقَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ

حمدہ، رَبَّنَا وَلَکَ الحمد. وَ کَانَ لا یَفعَلُ ذَالِکَ فی السُجودِ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی 2: /68رقم 2602)

امام عبداللہ بن وہب کی امام مالک سے روایت:

(7) امام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ابوعوانہ [مستخرج ابوعوانہ] میں عبداللہ بن وہب کی سند سے یہی روایت نقل کرتے ہیں:

أَخبرنَا أَبو زَكَرِيَّا بنُ أَبِي إِسحَاقَ المزَكِّي قِرَاءَةً وَأَبو محمَّدٍ :عَبدُ اللهِ بنُ يوسفَ الأَصبَهَانِيُّ إِملاءً قَالا حَدَّثَنَا أَبو العَبَّاسِ محمَّدُ بنُ يَعقوبَ أَخبرنَا الرَّبِيعُ بنُ سلَيمَانَ أَخبرنَا الشَّافِعِيُّ أَخبرنَا مَالِكٌ ح وَأَخبرنَا أَبو الحسَنِ :عَلِيُّ بنُ أَحمدَ بنِ عَبدَانَ أَخبرنَا أَحمدُ بنُ عُبَيدٍ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا إِسمَاعِيلُ القَاضِي حَدَّثَنَا عَبدُ اللهِ عَن مَالِكٍ عَنِ الزُّهرِيِّ عَن سَالِمِ بنِ عَبدِ اللهِ عَن عَبدِ اللهِ بنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا :أَنَّ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا افتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيهِ حَذوَ مَنكِبَيهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأسَه مِنَ الرُّكوعِ رَفَعَهُمَا كَذَالِكَ ، وَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَن حَمِدَه ، رَبَّنَا وَلَكَ الحمدُ . وَكَانَ لاَ يَفعَلُ ذَالِكَ فِى السُّجودِ۔ (مستخرج ابی عوانہ 2: /170رقم 1252)

امام محمد بن حسن الشیبانی کی امام مالک سے روایت:

(8) امام محمد بن حسن الشیبانی شاگرد امام مالک نے بھی اس کو نقل کیا ہے:

أخبرنا مالك حدثنا نافع أن عبد الله بن عمر :كان إذا ابتدأ الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما دون ذلك۔

(موطاء امام محمد 1: /175رقم 100)

امام شافعی کی امام مالک سے روایت:

(9) امام شافعی نے بھی اپنی سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے:

أَخبرنَا مَالِكٌ ، عَنِ ابنِ شِهَابٍ ، عَن سَالِمٍ ، عَن أَبِيهِ ، أَنَّ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا افتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيهِ حَذوَ مَنكِبَيهِ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأسَه مِنَ الرُّكوعِ رَفَعَهُمَا كَذَالِكَ، وَكَانَ لا يَفعَلُ ذَالِكَ فِي السُّجودِ۔

أخبرنا مالك عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان إذا ابتدأ الصلاة رفع يديه

حذو منكبيه وإذا رفع رأسه من الركوع رفعها دونَ ذالك۔

(أخبرنا) :مالك عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما :أنه كانَ إذا ابتدأ الصَّلاةَ رَفعَ يَدَيهِ حَذْوَ منكبيه وإذا رَفعَ رأسه من الركوع رَفعها كَذالِكَ۔

(مسند الشافعی ترتیب السندی: رقم 211،212،213)

محدث قتیبہ بن سعید کی امام مالک سے روایت:

(10) إمام الحافظ أبي القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن محمد الجوہری [مسند الموطاء] میں اسی روایت کو نقل کیا ہے

وأخبرنا أحمد بن محمد الإمام قال :حدثنا أحمد يعني النسائي قال أخبرنا قتيبة بن سعيد عن مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله بن عمر عن عبد الله بن عمر : "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا رفع رأسه من الركوع وفعها كذالك وقال :سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد " وكان لا يفعل ذالك في السجود۔ (مسند الموطاء لابی القاسم: ص42)

امام حاکم الکبیر اپنی سند سے روایت کو نقل کرتے ہیں۔

أَخبرنَا أَبو الْعَبَّاسِ محمَّدُ بنُ إِسْحَاقَ الثَّقَفِيُّ أَخبرنَا قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ يَعْنِي ابنَ أَنَسٍ عَنِ ابنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بنِ عَبدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الحمدُ. وَكَانَ لا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ.

(عوالی مالک روایۃ أبی أحمد الحاکم 1/102)

امام کامل بن طلحہ کی امام مالک سے روایت:

(11) امام حاکم الکبیر اپنی سند سے روایت کو نقل کرتے ہیں۔

أَخبرنَا أَبو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ حَدَّثَنَا كَامِلُ بنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بنُ أَنَسٍ عَنِ ابنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الحمدُ وَكَانَ لا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجودِ.

(عوالی مالک روایۃ أبی أحمد الحاکم 1/135)

محدث مصعب بن عبداللہ کی امام مالک سے روایت:

(12) محدث ابن الحاجب اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

أَخبرنَا الشَيخ الإمَام أَبو يحيى زَكَريَّا بن عَلي بن عَلي بن حَسَّان بن عَلي الْعلبيّ الْبغْدَادِيّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ بِربَاطِ الشَّيخ أَبِي النَّجيب السَّهرَوَرْدِيّ عَلى شَاطِئ دِجلَةَ بالجانِب الشَّرقِيّ مِنْ مَدِينَةِ السَّلام فِي الْعَشْر الآخِرَةِ مِنْ ذِي الحجَّةِ سنة ثلاث وعشرين وستمئة أَخبرنَا الشَيخ أَبو الْوَقْتِ عَبدُ الأَوَّلِ بنُ عِيسَى بنِ شُعَيب السِّجزِيّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ أَخبرتنَا بِيبِي بِنْتُ عَبدِ الصَّمَدِ الهرثَمِيَّةُ قِرَاءَةً عليها سنة تسع وستين وأربعمئة أَخبرنَا أَبو محمَّدٍ عَبدُ الرَّحمنِ بنُ أَحمدَ بنِ محمَّدِ بنِ يحيى بنِ أَبي شريح الأَنْصَارِيّ أَخبرنَا أَبو الْقَاسِم عَبدُ اللهِ بنُ محمَّدِ بنِ عَبدِ الْعَزِيزِ البغوي ببغداد سنة عشر وثلاثمئة أَخبرنَا مُصْعَبُ بنُ عَبدِ اللهِ بنِ مُصْعَبِ بنِ ثَابِتٍ إِملاءً فِي شَعْبَانَ مِنْ سَنَةِ ثَمانٍ وعشرين ومئتين حَدَّثَنِي مَالِكُ بنُ أَنَسٍ وَبِهِ عَنِ ابنِ شِهَابٍ عَنْ سَالمِ بنِ عَبدِ اللهِ بنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسولَ اللهِ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكوعِ رَفَعَهما كَذَلِكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حمدَهُ قَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الحمْدُ وَكَانَ لا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجودِ.

(عوالی مالک روایۃ عمر بن الحاجب 514,-(83)397/1)

اسماعیل بن اَبی اُویس کی امام مالک سے روایت:

(13) محدث ابن صخر اپنی سند سے روایت بیان کرتے ہیں۔

حدثنا عمر بن محمد نا أحمد بن الحسن نا أبو خيثمة ثنا إسماعيل بن أبي أويس حدثني مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن أبيه عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وقال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد. (جزء حدیث مالک (ل6 : /أ)-مخطوط)

تقریباً 13 محدثین کرام امام مالک سے صرف دو جگہ پر رفع الیدین نقل کرتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت

امام مالک کی متابعت دیگر محدثین اور راویوں نے بھی کی ہے۔

محدث یونس کی روایت:

(1) یونس عن الزہری کی سند سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دو مقام پر رفع الیدین کی روایت:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ صَالِحٍ ،حَدَّثَنِي اللَّيْثُ ،حَدَّثَنِي يُونُسُ ،عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ،أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰہِ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ ،وَيَفْعَلُ ذَالِكَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَيَقُولُ :سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَهُ ،وَلَا يَرْفَعُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے حتی کہ آپ کے ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر تکبیر کہتے اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے اور فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (جزرفع یدین للبخاری ترجمہ،تخریج وتعلیق زبیر علی زئی: ص71رقم47)

محدث عبیداللہ کی روایت:

(2) عبدالاعلیٰ،عبیداللہ، نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے دومقام پر رفع یدین کی روایت:

حَدَّثَنَا الْعَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ ،حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ،حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰہِ ،عَنْ نَافِعٍ ،عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّهُ كَبَّرَ ،وَرَفَعَ يَدَيْهِ ،وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ ،وَإِذَا قَالَ :سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ ، وَيَرْفَعُ ذَالِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: عبیداللہ نے حدیث بیان کی نافع سے انہوں نے ابن عمر سے انہوں نے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا رفع یدین کیا اور ابن عمر نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بیان کیا۔
(جزرفع یدین للبخاری ترجمہ،تخریج وتعلیق زبیر علی زئی: ص72رقم49)

محدث ابن المنذر کی روایت:

(3) ابراہیم بن المنذر، معمر، ابراہیم بن طہمان، ابو الزبیر، ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے دومقام پر رفع یدین کی

روایت:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تُحَاذِيَ أُذُنَيْهِ، وَحِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَاسْتَوَى قَائِمًا فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ۔

ترجمہ: ابراہیم بن طہمان نے ابوالزبیر سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا میں نے ابن عمر کو دیکھا نماز کے لئے کھڑے ہوئے رفع یدین کیا حتی کہ (آپ کے ہاتھ) آپ کے کانوں کے برابر ہوگئے اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہوگئے تو اسی طرح کیا (اس کی سند حسن ہے)۔

(جزرفع یدین للبخاری ترجمہ، تخریج وتعلیق زبیر علی زئی: ص73، رقم50)

امام صالح کی روایت:

(4) اسماعیل، صالح، نافع، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے دو مقام پر رفع یدین کی روایت:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا صَالِحٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ۔

ترجمہ: نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع فرماتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ (جزء رفع یدین للبخاری ص53، رقم111)

محدث معمر کی روایت:

(5) عبدالرزاق، معمر، الزہری، سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے دو مقام پر رفع یدین کی روایت:

أخبرنا عبد الرزاق قال أخبرنا معمر عن الزهري عن سالم عن بن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه حين يكبر حتىٰ يكونا حذو منكبيه أو قريبا من ذلك وإذا رفع رأسه من الركعة رفعهما ولا يفعل ذالك في السجود۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ رفع یدین کرتے جب تکبیر کہتے حتی کہ ہاتھ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک پہنچ جاتے اور جب رکعت سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے۔ (مصنف عبدالرزاق 2: /67، رقم2517)

مخالف کا بے بنیاد دعویٰ:

غالی غیر مقلد نے نورالعینین ص68 پر امام زہری، سفیان بن عیینہ اور امام مالک بن انس سے حدیث ابن عمر

رضی اللہ عنہ کو متواتر ثابت کرنے کا دعوی کیا ہے۔

جواب: گذارش ہے کہ اس روایت کے ابتدائی راوی سالم اور نافع سے مروی متن میں ہی محدثین کا سخت اختلاف ہے جس کو بحوالہ بیان کر دیا گیا ہے، مزید ان دونوں راویوں میں موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف بھی ہے۔ جب مخالف کے دعوی کا متن ہی ثابت نہیں اور راویوں میں متن پر بھی اختلاف ہے تو دعوی تواتر کرنا مناسب نہیں اور نہ علمی میدان میں اس کی کوئی حیثیت ہے۔ جناب اگر قارئین کرام کے سامنے موقوف اور مرفوع کے اختلاف کے ساتھ متن میں اختلاف بھی پیش کرتے تو حقائق واضح ہوتے مگر عوام کو دھوکا دینے کے لیے صرف دعوی اور جدول پر ہی اکتفا کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے سجدوں کا رفع یدین

بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کا بیان ہے وہ روایات غیر مقلدین مصنفین کے حوالہ سے پیش خدمت ہیں (گو اس پر اپنے طور پر متعدد روایت پیش کی جا سکتی ہیں)

(1) ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا يونس بنُ عَبْدِ اللهِ ثنا أَحمدُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ عَبْدِ الرَّحِيم ثنا أَحمدُ بنُ خَالِدٍ ثنا محمَّدُ بنُ عَبْدِ السَّلَامِ الخشَنِيُّ ثنا محمَّدُ بنُ بَشَّارٍ ثنا عَبْدُ الوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ المجِيدِ الثَّقَفِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابنِ عمَرَ :أَنَّه كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حمِدَه، وَإِذَا سَجَدَ، وَبَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ، يَرْفَعُهما إِلَى ثَدْيَيْهِ۔

(المحلی بالآثار لابن حزم 3:/10 تحت مسئلہ نمبر 442)

اس روایت میں صریح الفاظ ہیں کہ حضرت ابن عمر سجدہ کرتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے۔

اس روایت کے بارے میں ابن حزم لکھتے ہیں:

قَالَ عَلِيٌّ :هٰذَا إِسْنَادٌ لَا دَاخِلَةَ فِيهِ، وَمَا كَانَ ابنُ عمَرَ لِيَرْجِعَ إِلَى خِلَافِ مَا رَوَى مِنْ تَرْكِ الرَّفْعِ عِنْدَ السُّجُودِ إِلَّا وَقَدْ صَحَّ عِنْدَهُ فِعْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اس سند میں کوئی مداخلت نہیں (کیونکہ یہ بالکل درست ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی روایت ترک رفع یدین عند السجود کے برعکس سجدوں میں رفع یدین کرنا اس لئے ہے کہ ان کے نزدیک سجدوں میں رفع یدین کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ (المحلی بالآثار لابن حزم 3:/10 تحت مسئلہ نمبر 442)

(2) خالد گرجاکھی جزء رفع یدین للبخاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

أَخبرنَا أَيُوب بنُ سلَيمانَ ,حَدَّثنَا أَبو بَكرِبنُ أَبِي أُوَيسٍ ,عَنْ سلَيمانَ بنِ بلَالٍ ,عَنِ الْعَلَاءِ ,أنَّه سَمِعَ سَالِمَ بنَ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أَبَاهُ: كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجودِ فَأَرَادَ أَنْ يقُومَ رَفَعَ يَدَيْهِ۔

ترجمہ: سالم اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جب وہ سجدوں سے سر اٹھاتے اور جب (اگلی رکعت کے لئے) کھڑا ہونے کا ارادہ فرماتے تو رفع یدین کرتے۔

(اثبات رفع یدین: ص92 طبع سوم، رفع الیدین فی الصلوٰۃ للبخاری: ص18 رقم 34)

اس روایت میں دو مقام کا رفع یدین ہے ایک سجدوں کے بعد اور ایک سجدوں سے کھڑا ہونے پر۔

(3) مزید روایت لکھتے ہیں:

حَدَّثنَا عَبْدُ اللهِ بنُ صَالِحٍ ,حَدَّثنَا اللَّيْثُ ,حَدَّثنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بن عمر كَانَ إِذَا استَقْبَلَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ ,وَإِذَا رَكَعَ ,وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ,وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ كَبَّرَ ,وَرَفَعَ يَدَيْهِ۔

(رفع الیدین فی الصلوٰۃ للبخاری: ص50 رقم 105 مطبوعہ کویت) (اثبات رفع یدین: ص93)

اس روایت میں دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر اور رفع یدین کا بیان ہے۔

(4) حدیث مرفوع بیان کرتے ہوئے گرجاکھی صاحب رقم طراز ہیں:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، إِذَا رَكَعَ، وَإِذَا سَجَدَ۔

نبی کریم ﷺ رکوع اور سجدہ کرتے وقت رفع یدین کرتے۔ (اثبات رفع یدین: ص81)

نوٹ: گرجاکھی صاحب نے ان روایات کا غلط ترجمہ پیش کیا تھا اس لئے ہم نے صحیح ترجمہ پیش کیا ہے

قَالَ الْبخَارِيُّ: وَالَّذِي يقولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ الرُّكُوعِ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكوعِ وَمَا زَادَ عَلى ذَالِكَ أَبو حميدٍ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ كلُّهُ صَحِيحٌ لِأَنَّهُم لم يحكُوا صَلاةً ,وَاحِدَةً فَيَخْتَلِفوا فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ بِعَيْنِهَا مَعَ أَنَّهُ لَا اخْتِلَافَ فِي ذَلِكَ إِنَّمَا زَادَ بَعْضهمْ عَلى بَعْضٍ وَالزِّيَادَةُ مَقْبولَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ۔

امام بخاری نے یہاں اس عبارت میں اذا قام من السجدتین یعنی دو سجدوں کے بعد رفع یدین کو صحیح فرمایا ہے۔ (رفع الیدین فی الصلوٰۃ للبخاری: ص82 رقم 170 مطبوعہ کویت)

سجدوں میں رفع یدین کے متعلق غیر مقلدین کے علماء کی تحقیق

سجدوں میں جاتے وقت کا رفع یدین 10 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔غیر مقلدین کے مانے ہوئے اور مستند شدہ محقق اور محدث علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ

{ جب سجدوں کا رفع یدین حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ساتھ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے علامہ ناصر الدین البانی سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کو صحیح کہتے ہیں۔" امام احمد اس مقام پر رفع یدین کے قائل ہیں بلکہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں، چنانچہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ابن الاثیر امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رفع یدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب بھی نمازی اوپر یا نیچے ہو دونوں صورتوں میں رفع یدین ہے نیز اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا وہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے یہ رفع یدین حضرت انس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین اور ایوب سختیانی رحمہ اللہ علیہم اجمعین سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے }۔

(نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ ناصر الدین البانی، صفحہ 142)

غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا رئیس ندوی صاحب امام بخاری کی کتاب جزء رفع الیدین سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سجدوں کی رفع یدین ذکر کرنے کے بعد اس کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ

"اس حدیث معتبر کا واضح مفاد یہ ہے کہ پہلی یا دوسری، تیسری یا چوتھی رکعت کی قید کے بغیر علی الاطلاق ابن عمر رضی اللہ عنہ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے، اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ہر سجدہ سے اٹھتے وقت موصوف ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کرتے تھے ۔۔۔ اس حدیث کا لازمی مطلب ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سجدہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اسکے علاوہ اس حدیث کا کوئی دوسرا معنیٰ و مطلب بتانا خلافِ ظاہر ہے۔" (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز۔ صفحہ 361)

اسی صفحہ پہ آگے جا کر لکھتے ہیں کہ

"ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو بعض روایات منقول ہیں کہ وہ خود اور نبی کریم ﷺ بوقت سجدہ رفع یدین نہیں کرتے تھے تو اسکا مطلب صرف اس قدر ہے کہ کبھی کبھار بعض مرتبہ سجدہ کے وقت ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔ (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز : صفحہ 361)

تو غیر مقلدین کے ان مستند عالم رئیس ندوی صاحب کی ان باتوں سے ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سجدوں کا رفع یدین صحیح سند سے مروی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اکثر سجدوں کا رفع یدین کرتے تھے اور کبھی کبھار سجدوں کا رفع یدین ابن عمر رضی اللہ عنہ ترک کرتے تھے۔

اسی کتاب میں آگے جا کے موصوف لکھتے ہیں کہ

"بوقت سجدہ کا رفع یدین جس کو امام بخاری محفوظ کہہ رہے ہیں اسکے بنیادی رواہ میں سے نافع، طاؤس، ایوب سختیانی، مجاہد، عطاء، سالم، عبداللہ بن دینار، قیس بن سعد، حسن بن مسلم، حسن بصری وغیرہ بھی ہیں اور یہ سارے کے سارے حضرات بوقت سجدہ بھی تحریمہ و رکوع کے وقت کی طرح رفع یدین کرتے تھے۔ظاہر ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اگر بوقت سجدہ رفع یدین والی حدیث محفوظ نہ ہوتی تو یہ اساطین علم و دین ہوتے ہوئے بوقت سجدہ رفع یدین نہ کرتے۔" (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز: صفحہ 370)

علامہ رئیس ندوی کے اس حوالے سے ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سمیت یہ تمام تابعین اور اکابرین سجدوں میں بھی تحریمہ اور رکوع کی طرح رفع یدین کرتے تھے اور امام بخاری کے نزدیک سجدوں کے رفع یدین کی حدیث محفوظ ہے اور مولانا ندوی صاحب کے ان حوالوں میں اہم بات یہ ہے کہ غیر مقلدین جو اپنی دلیل میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین کی روایات بخاری اور مسلم سے پیش کرتے ہیں ان کے راوی سالم اور خود ابن عمر رضی اللہ عنہ دونوں سجدوں میں رفع یدین کرتے تھے جن کے یہ غیر مقلدین منکر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک رکعت پر رفع یدین

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات مین ایک رکعت پڑھ کر رفع یدین کرنے کا بیان بھی موجود ہے خالد گرجاکھی غیر مقلد صاحب [مصنف عبدالرزاق] کے حوالے لکھتے ہیں:

(1) عبد الرزاق عن بن جريج قال أخبرني نافع أن بن عمر كان يكبر بيديه حين يستفتح وحين يركع وحين يقول سمع الله لمن حمده وحين يرفع رأسه من الركعة---

ترجمہ: یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رکوع کو جاتے وقت، اور سمع اللہ لمن کہتے وقت، اور رکعت سے اٹھتے وقت۔ (اثبات رفع الیدین: ص79)

(2) ایک اور روایت مرفوعا درج کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَالِكَ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَهُمَا، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ رَفَعَهُمَا، وَلَا يَفْعَلُ ذَالِكَ فِي السُّجُودِ. [تعليق شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح على شرط الشيخين]

ترجمہ: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح اور رکوع کو جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت اور رکعت سے سر اٹھا کر بھی رفع یدین کرتے تھے۔

(1) مسند احمد 2: /147 رقم 6345

(2) الاوسط لابن المنذر 4: /132 رقم 1208

(3) اثبات رفع الیدین: ص68

نوٹ: یہ روایت عبدالرشید انصاری غیر مقلد نے [الرسائل: ص326] پر بھی نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہر اونچ نیچ پر رفع یدین کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی بعض روایتوں میں ہر اونچ نیچ ہر تکبیر پر رفع یدین کرنا منقول ہے۔

(1) خالد گرجاکھی اور عبدالرشید انصاری غیر مقلد مسند حمیدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا الحمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَاقِدٍ يحدِّثُ عَنْ نَافِعٍ :أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَبْصَرَ رَجُلاً يُصَلِّي لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ حَصَبَهُ

حَتّٰی یَرْفَعَ یَدَیْہِ۔

ترجمہ: یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر اس آدمی کو کنکریاں مارتے جو نماز کے اندر ہر اونچ نیچ پر رفع یدین نہ کرتا تھا۔

(مسند الحمیدی 2: /235 رقم 644)، (اثبات رفع الیدین: ص 155، الرسائل: ص 315)

(2) اسی مضمون کی روایت دارقطنی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَبِي عِمْرَانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ حَصَبَهُ حَتَّى يَرْفَعَ۔

(اثبات رفع الیدین: ص 95، الرسائل: ص 395، سنن الدارقطنی 2: /41 رقم 1118)

اگر کوئی یہ کہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جو بخاری میں عبدالاعلیٰ کی سند سے ہے اس کو دیگر روایات ابن عمر رضی اللہ عنہ پر ترجیح ہے کیونکہ وہ ثقہ ہے اور ثقہ کی زیادت قبول ہے جیسا کہ نور العینین: ص 95،94 میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تو پھر اسی ثقہ راوی (عبدالاعلیٰ) سے ہر اونچ نیچ پر رفع یدین منقول ہے ملاحظہ فرمائیے:

كَمَا حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ خَفْضٍ، وَرَفْعٍ، وَرُكُوعٍ، وَسُجُودٍ وَقِيَامٍ، وَقُعُودٍ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَيَزْعُمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَالِكَ۔

(شرح مشکل الآثار للطحاوی 15: /46 رقم 5831)

غور طلب اُمور:

اب قارئین حضرات خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ساری روایات آپ نے ملاحظہ فرمائیں ان ساری روایتوں کا مضمون ایک دوسرے سے متصادم ہے اور اسی کو اضطراب کہتے ہیں اور یہ ساری روایات بحوالہ آپ کے سامنے ہیں تو ان میں سے کسی پر عمل کرنا اور کسی کو چھوڑ دینا درست نہیں اور اگر کسی روایت کو ترجیح دی جائے تو کس شرعی دلیل پر؟

امام مالک کا مسلک:

جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت متواتر ہے جس میں اس قدر اضطراب ہے اسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور صرف شروع نماز میں رفع یدین کا مؤقف اختیار کیا حالانکہ وہ اس روایت کے راوی ہیں ملاحظہ فرمائیے:

(1) امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال الأصيلي لم يأخذ به مالك۔

ترجمہ: امام اصیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس (اختلافی رفع یدین) پر عمل نہیں کیا ہے۔ (شرح الزرقانی علی موطاء الامام مالک 1:/229)

(2) حافظ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ مالکی لکھتے ہیں:

ترجيحا لحديث عبد الله بن مسعود وحديث البراء بن عازب وهو مذهب مالك لموافقة العمل به ومنهم۔

ترجمہ: کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ (ترک رفع یدین) کی روایت کو ترجیح دے کر اس پر عمل کیا تاکہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو جائے۔ (بدایۃ المجتہد 1:/134)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے رفع یدین چھوڑنے کو ترجیح دی ہے تاکہ اہل مدینہ کی موافقت ہو جائے۔اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے رفع یدین چھوڑ رکھا تھا بلکہ سارے مدینہ والوں نے اختلافی رفع یدین کو ترک کر دیا تھا۔

(3) علامہ عبدالرحمٰن الجزیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

المالكية قالوا :رفع اليدين حذو المنكبين عند تكبيرة الإحرام مندوب وفيما عدا ذلك مكروه۔

ترجمہ: مالکیوں کے نزدیک نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا مندوب ہے باقی مقامات پر رفع یدین کرنا مکروہ ہے۔ (الفقہ مذاہب الاربعۃ للجزیری 1:/281)

(4) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

لَا يَسْتَحَبُ فِي غَيْرِ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ، وَهُوَ أَشْهَرُ الرِّوَايَاتِ عَنْ مَالِكٍ، وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ

لا یجب شيء من الرَفع۔

ترجمہ: تکبیر تحریمہ کے سوا (رفع یدین کرنا) مستحب بھی نہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے زیادہ مشہور روایت یہی ہے اور اس پر اجماع ہے کہ ان تمام رفع یدین میں سے کوئی بھی واجب نہیں۔

(شرح النووی علی صحیح مسلم 2: /119)

(5) اس روایت کو قاضی شوکانی نے بھی لکھا ہے (نیل الاوطار 2: /192)

(6) عبداللہ بن عبدالرحمان بن صالح آل بسام لکھتے ہیں:

وذهب "مالك" في أشهر الروايات عنه، وأبو حنيفة :إلى أنه لا يستحب رفع اليدين في غير تكبيرة الإحرام۔ (تیسیر العلام شرح عمدۃ الحکام 1: /127)

(7) امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قول کو اپنی شرح بخاری میں لکھا ہے :(شرح بخاری للکرمانی 5: /107)

(8) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن القاسم :وكان رفع اليدين عند مالك ضعيفا إلا في تكبيرة الإحرام۔

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں رفع یدین کرنا شروع نماز کے علاوہ ضعیف ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ 1: /165)

(9) خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں اپنا مذہب بیان فرماتے ہیں:

وقال مالك :لا أعرف رفع اليدين في شيء من تكبير الصلاة لا في خفض ولا في رفع إلا في افتتاح الصلاة۔

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نماز کے شروع والے رفع یدین کے علاوہ کسی مقام پر رفع یدین کو نہیں جانتا۔ (المدونۃ الکبریٰ 1: /165)

(10) سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب الباجی لکھتے ہیں:

وَرُوِيَ عَنْ بَعْضِ المتَقَدِّمِينَ المنْعُ مِنْ ذَلِكَ وَقَدْ تَأَوَّلَ ذَلِكَ أَصْحَابُنَا عَلى رِوَايَةِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ فِي المدَوَّنَةِ وَهوَ قَوْلُهُ وَكَانَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ ضَعِيفًا إلَّا فِي الِافْتِتَاحِ۔

ترجمہ: بعض متقدمین نے نماز کے اندر رفع یدین منع کیا ہے جن میں امام کے شاگرد نے المدونہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نزدیک شروع نماز کے علاوہ نماز میں رفع یدین ضعیف ہے۔ (المنتقی شرح الموطاء 1: /170 تحت رقم 149)

اس روایت کے مرکزی راوی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی حقیقت کو واضح فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل کیا تھا؟

اس روایت کے بنیادی راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی نماز کے اندر ترک رفع یدین کا ہے ملاحظہ فرمائیے :

(1) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 1: /214 رقم 2452 مطبوعہ الریاض)

یہی روایت درج ذیل محدثین نے بھی نقل فرمائی ہے:

(1) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل فرماتے ہیں:

أخبرناه أبو عبد الله الحافظ قال: أخبرنا أبو بكر مكرم بن أحمد القاضي قال حدثنا أحمد بن عبد الجبار قال :حدثنا أبو بكر بن عياش، عن حصين، عن مجاهد قال :ما رأيت ابن عمر يرفع يديه إلا في أول ما يفتتح الصلاة۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی 2: /428 رقم 840)

(2) ابوبکر محمد بن إبراہیم بن المنذر رحمۃ اللہ علیہ النیسابوری اس روایت کو نقل فرماتے ہیں:

حدثنا إسماعيل بن قتيبة ، قال: ثنا أبو بكر ، ثنا أبو بكر بن عياش ، عن حصين ، عن مجاهد، قال :ما رأيت ابن عمر يرفع يديه إلا في أول ما يفتتح۔

(الاوسط لابن المنذر 4: /312 رقم 1344)

(2) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: " صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی وہ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار 1: /225 رقم 1357)

نوٹ: اس روایت کے تمام راوی بخاری ومسلم کے مرکزی راوی ہیں لہٰذا یہ روایت صحیح ہے اور اس کے راوی

ابو بکر بن عیاش کو ضعیف کہنا صرف تعصب کی وجہ سے ہے ورنہ ابو بکر بن عیاش کا ضعیف ہونا دلیل صحیح سے ثابت کیا جائے جو غیر مقلدین کے پاس نہیں ہے پھر بھی اگر کوئی ابو بکر بن عیاش پر حافظہ کے اختلاط کی جرح کرے تو اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے کہ زبیر علی زئی نے نور العینین: ص 95 میں اصول لکھا ہے کہ صحیحین میں جن راویوں نے خراب حافظہ والے لوگوں سے روایت لی ہے تو انہوں نے ان کے حافظہ خراب ہونے سے پہلے روایت لی ہے، ملاحظہ فرمائیے کہ احمد بن یونس نے صحیح بخاری میں چار مقامات پر ابو بکر بن عیاش سے روایت لی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے اختلاط سے یہ روایت پہلے لی ہے۔

صحیح بخاری میں احمد بن یونس حدثنا ابو بکر بن عیاش کی اسناد:

۞ حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ يونسَ، حَدَّثَنَا أَبو بَكْرٍ، عَنْ سليمانَ، عَنِ ابنِ أَبِي أَوْفى، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم...۔ (صحیح بخاری 3: /47 رقم 1958)

۞ حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ يونسَ، حَدَّثَنَا أَبو بَكْرٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، .....۔ (صحیح بخاری 6: /185 رقم 4888)

۞ حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ يونسَ، حَدَّثَنَا أَبو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا أَبو حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم .....(صحیح بخاری 8: /118 رقم 6446)

۞ حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ يونسَ، حَدَّثَنَا أَبو بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا......۔ (صحیح بخاری 8: /169 رقم 6666)

۞ حدثنا أحمد بن يونس حدثنا أبو بكر هو بن عياش۔ (فتح الباری لابن حجر 1: /278)

لہٰذا یہ اعتراض مردود ہے اور یہ روایت بالکل صحیح ہے

(3) امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں:

قال محمد :أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزيز بن حكيم قال: رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أول تكبيرة افتتاح الصلاة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك۔

ترجمہ: عبد العزیز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے پھر اس کے سوا نہیں کرتے۔

(موطاء امام محمد 1: /183 رقم 108)

(4) أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الخلَافِيَّاتِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ الخَرَّازِ ثَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ

عَنْ سَالِم عَنْ ابْنِ عمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلیَ اللّٰہ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفعُ يَدَيْہِ، إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُوذ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ شروع نماز میں صرف رفع یدین کرتے ہیں پھر نہیں کرتے تھے۔(خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ 1: /404)

اس روایت کے تمام راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں سوائے عبداللہ بن عون کے جب کہ عبداللہ بن عون بھی ثقہ ہے دیکھئے۔(تہذیب التہذیب 5: /349 رقم 601)

ملا علی قاری [الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرى: ص356 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی] میں لکھتے ہیں۔

قال وحديث أورده البيهقي في الخلافيات من رواية عبد الله بن عوف الخراز حدثنا مالك عن الزهري عن سالم عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه...ثم لا يعود قلت وقد صح عنه خلاف ذلك فيحمل على نسخ الأول فقول ابن القيم من شم روائح الحديث على بعد شهد بالله أنه موضوع مرفوع۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: (حضرت عبداللہ بن عمر سے) صحیح طور پر رفع یدین کے خلاف ثابت ہو چکا تو اب یہ اس بات پر محمول ہوگا (رفع یدین کرنے کی) پہلی روایت منسوخ ہے اور ابن قیم کا اس روایت کے بارے میں یہ کہنا کہ جس نے ذرا سی بھی حدیث کی خوشبو سونگھی ہوگی وہ اللہ کی قسم کھا کر اسے موضوع کہے، (ملا علی قاری فرماتے ہیں) تو یہ قول صحیح نہیں اور چونکہ یہ حدیث صحیح ہے اور پہلے کے خلاف تو پہلے کو منسوخ سمجھا جائے گا۔

اختلافی رفع یدین کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

(1) الحسن بن سفيان ثنا قتيبة ثنا حماد عن بشر بن حرب سمعت ابن عمر يقول أرأيتم رفعكم أيديكم في الصلاة هكذا والله إنها لبدعة۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نماز میں تمہارے رفع یدین کو دیکھا ہے اللہ کی قسم بے شک یہ بدعت ہے۔(احادیث مختارۃ للذہبی: ص102 رقم 73)

یہی روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

(1) ذخیرۃ الحفاظ للمقدسی 3: /1394 رقم 3043 (2) الکامل فی الضعفاء الرجال 2: /160

(3)میزان الاعتدال 1: /315 (4)المجروحین لابن حبان 1: /186

اس کی سند میں ایک راوی بشر بن حرب ضعیف ہے باقی سب راوی ثقہ وصدوق ہیں اس راوی کی تائید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے لہٰذا اس کی روایت قابل قبول ہے

اس راوی کے بارے میں محدثین کی رائے ملاحظہ فرمائیں

(1)امام عجلی لکھتے ہیں :

بشر بن حرب الأزدي ضعيف الحديث وهو صدوق۔(الثقات للعجلی 1: /246)

(2)ابن عدی فرماتے ہیں:

وقال ابن عدي ولا اعرف في رواياته حديثا منكرا وهو عندي لا باس به.

(تہذیب التہذیب 1: /391)

(3)امام ذہبی لکھتے ہیں:

وقال محمد بن عثمان بن أبي شيبة سألت ابن المديني عنه، فقال كان ثقة عندنا.

(میزان لاعتدال 1: /314، الات ابن ابی شیبہ 1: /46)

محدث البوصیری کی تحقیق:

(2)امام احمد بن ابو بکر بن اسماعیل البوصیری (م840ھ) نے اپنی کتاب

[اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشر ج2: / 56 باب 35] میں یہ باب باندھا ہے

[رفع اليدين عند الركوع وتركه] یعنی باب رفع یدین کرنا رکوع کے وقت اور اس کا چھوڑ دینا اس باب کے تحت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت لکھی اور پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت لکھی۔

وقال أبو بكر بن أبي شيبة :ثنا وكيع، عن حماد، عن بشر ابن حرب سمع ابن عمر يقول :"والله إن رفعكم أيديكم في الصلاة لبدعة، والله ما زال رسول الله صلى الله عليه وسلم على هكذا يعني:بأصبعيه".قلت:الترمذي بشر بن حرب ضعيف، وله شاهد من حديث ابن مسعود۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نماز میں تمہارے رفع یدین کو دیکھا ہے اللہ کی قسم بے شک یہ بدعت ہے اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ نہیں کرتے تھے یعنی انگلی کا اشارہ میں (بوصیری) کہتا ہوں کہ اگرچہ بشر بن حارث ضعیف ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی شاہد ہے جو ترمذی میں ہے۔(اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج2: / 56 باب 35)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں تقریباً ڈیڑھ سال تک آپ سے فیض حاصل کیا ملاحظہ فرمائیے

(1) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ: قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ أَرَأَيْتَ حَدِيثَ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَاعَدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ۔ (صحیح بخاری 9: /112 رقم 7267)

(2) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ أَرَأَيْتَ حَدِيثَ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَاعَدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ۔ (صحیح مسلم 6: /67 رقم 5145)

(3) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ: قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ - أَرَأَيْتَ حَدِيثَ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَاعَدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ أَوْ سَنَةٍ وَنِصْفٍ۔ (مسند احمد 2: /84 رقم 5565)

(4) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ: أَرَأَيْتَ الْحَسَنَ حِينَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِنِّي جَالَسْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ فَمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی 9: /323 تحت رقم 19893)

لیکن اتنا عرصہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے کے باوجود آپ بھی نماز میں صرف شروع والا رفع یدین کرتے ہیں۔

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

(1) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ حَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ، ..قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: وَرَأَيْتُ الشَّعْبِيَّ، وَإِبْرَاهِيمَ، وَأَبَا إِسْحَاقَ، لاَ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلاَّ حِينَ يَفْتَتِحُونَ

الصَّلاۃَ

ترجمہ: حضرت عبدالملک بن ابجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو اسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ 1: /237 رقم 2469)

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں مختصراً توثیق ملاحظہ فرمائیے

(1) ابو بکر ابن ابی شیبہ: ثقہ حافظ (تقریب التہذیب 2: /320 رقم 3575)

(2) یحییٰ بن آدم: ثقہ حافظ (تقریب التہذیب 2: /587 رقم 7496)

(3) حسن بن عیاش ثقہ (الکاشف 1: /329 رقم 1057)

(4) عبدالملک بن ابجر ثقہ (تہذیب التہذیب 6: /351 رقم 784)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے بلکہ آپ نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے امام ذہبی الکاشف میں لکھتے ہیں:

عامر بن شراحيل أبو عمرو الشعبي أحد الاعلام ولد زمن عمر وسمع عليا وأبا هريرة والمغيرة وعنه منصور وحصين وبيان وابن عون قال أدركت خمس مائة من الصحابة وقال ما كتبت سوداء في بيضاء ولا حدثت بحديث إلا حفظته وقال مكحول ما رأيت أفقه من الشعبي وقال آخر الشعبي في زمانه كابن عباس في زمانه مات سنة ثلاث أو أربع ومائة۔

(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ 1: /522 رقم 2531)

اسی طرح تحفۃ الاحوذی میں علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد نے بھی لکھا ہے:

هُوَ عَامِرُ بْنُ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيُّ بِفَتْحِ الشِّينِ :أَبُو عَمْرٍو ثِقَةٌ مَشْهُورٌ فَقِيهٌ فَاضِلٌ مِنَ الطَّبَقَةِ الْوُسْطَى مِنَ التَّابِعِينَ ، قَالَ مَكْحُولٌ مَا رَأَيْت أَفْقَهَ مِنْهُ وَكَذَلِكَ قَالَ أَبُو مجازٍ، قَالَ الشَّعْبِيُّ أَدْرَكْت خَمْسَ مِائَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، قَالَ اِبْنُ عُيَيْنَةَ كَانَتْ النَّاسُ تَقُولُ اِبْنُ عَبَّاسٍ فِي زَمَانِهِ وَالشَّعْبِيُّ فِي زَمَانِهِ ، تُوُفِّي سَنَةَ ثَلَاثٍ وَمِائَةٍ۔ (تحفۃ الاحوذی 1: /24)

اس طرح ملا علی قاری [شرح مسند ابی حنیفۃ 1: /71] امام جلال الدین سیوطی نے [تحقیق کتاب البدور السافرۃ فی أمور الآخرۃ 1: /473]

اور شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے [عون المعبود شرح سنن أبي داود3: /86] میں یہی بات لکھی ہے۔
جب 500 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والے تابعی نے ان کا یہ اختلافی رفع یدین نہیں دیکھا تو اسی لئے اس اختلافی رفع یدین کو اختیار نہیں فرمایا تو پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کس طرح قبول کی جا سکتی ہے جب ان کے شاگرد ہی اس روایت کو قبول نہیں کر رہے غیر مقلدین کے لئے یہ روایت کیسے دلیل بن گئی اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں محدثین کا فیصلہ

امام طحاوی کی تحقیق:

(1) امام ابو جعفر الطحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں :

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ، قَالَ :ثنا أَحمدُ بْنُ يونُسَ، قَالَ :ثنا أَبو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مجاهِدٍ، قَالَ :" صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عمَرَ رَضيَ اللهُ عَنْهما فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ" فَهَذَا ابْنُ عمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ ، ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَكُونُ ذَالِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ وَقَامَتِ الحجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ۔

ترجمہ: سند کے بعد حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے نماز میں صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے، تو یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا لیکن آپ کے بعد ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا تو یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب آپ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا وہ عمل منسوخ ہو چکا ہو جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے خلاف دلیل ثابت ہوگئی۔

(شرح معانی الآثار 1: /225 رقم 1357)

محدث بدرالدین العینی کی تحقیق:

(2) امام بدرالدین العینی لکھتے ہیں:

والذي يحتج به الخصم من الرفع محمول على أنه كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ والدليل عليه أن عبد الله بن الزبير رأى رجلا يرفع يديه في الصلاة عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع فقال له لا تفعل فإن هذا شيء فعله رسول الله ثم تركه ويؤيد النسخ ما رواه الطحاوي بإسناد صحيح حدثنا ابن أبي داود قال أخبرنا أحمد بن عبد

الله ابن یونس قال حدثنا أبو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه إلا في التکبیرة الأولی من الصلاة۔

ترجمہ: اور جس نے اس بات سے احتجاج کیا کہ رفع یدین ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کر رہا ہے تو اسے فرمایا کہ اس پر عمل نہ کر کیونکہ یہ وہ شیء ہے جس کو رسول اللہ نے کیا پھر چھوڑ دیا اور اس نسخ کی مؤید وہ روایت ہے جس کو امام طحاوی نے باسناد صحیح روایت کیا اس طریق سے ،ابن ابی داؤد ،احمد بن عبداللہ ابن یونس ،ابوبکر بن عیاش ،حصین ،مجاہد سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے نماز میں رفع یدین نہیں کیا مگر صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا۔(عمدۃ القاری شرح بخاری 9: /7)

ابن حجر عسقلانی کی تحقیق:

(3) امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أن الجمع بین الروایتین ممکن وهو أنه لم یکن یراه واجبا ففعله تارة وترکه أخری۔

ترجمہ: اور ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ یہ واجب نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس (رفع یدین) پر عمل کیا اور کبھی اس کو ترک کیا۔(فتح الباری لابن حجر عسقلانی 2: /220)

محدث زرقانی مالکی کی تحقیق:

(4) علامہ زرقانی مالکی لکھتے ہیں:

أن الجمع ممکن بأنه لم یره واجبا ففعله تارة وترکه أخری۔

ترجمہ: اور ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ یہ واجب نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس (رفع یدین) پر عمل کیا اور کبھی اس کو ترک کیا۔(شرح الزرقانی علی موطاء الامام مالک 1: /229)

علامہ عبدالحی لکھنوی کی تحقیق:

(5) علامہ عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں:

قوله :قال :رأیت ابن عمر ...إلخ، المشهور في کتب أصول أصحابنا أن مجاهداً قال: صحبت ابن عمر عشر سنین، فلم أره (في الأصل :"فلم أر" والظاهر :"فلم أره")، یرفع یدیه إلا مرة. وقالوا: قد روی ابن عمر حدیث الرفع عن رسول الله صلی الله

علیه وسلم وترکه والصحابي الراوي إذا ترك مروياً ظاهراً في معناه غیر محتمل للتأویل، یسقط الاحتجاج بالمروي، وقد روی الطحاوي من حدیث أبي بکر بن عیاش، عن حصین، عن مجاهد أنه قال :صلیت خلف ابن عمر، فلم یکن یرفع یدیه إلا في التکبیرة الأولی من الصلاة، ثم قال :فهذا ابن عمر قد رأی النبي صلی الله علیه وسلم یرفع، ثم قد ترك هو الرفع بعد النبي صلی الله علیه وسلم، ولا یکون ذلك إلا وقد ثبت عنده نسخه۔

ترجمہ: میں (عبد الحیٔ لکنوی) کہتا ہوں (مجاہد) نے فرمایا میں نے دیکھا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو.....جو ہمارے اصحاب کے اصول کی کتابوں میں مشہور ہے بے شک مجاہد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں دس سال رہے پس وہ ایک ہی دفعہ رفع یدین روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کو رسول اللہ ﷺ تک پہچاتے ہیں اور اس کو ترک کیا اور صحابی راوی کا ترک کرنا ظاہراً اس کے معنی میں تاویل نہیں ہوسکتی اور امام طحاوی نے اس سے احتجاج کیا ہے ابی بکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے نماز میں صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے. تو یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا لیکن آپ کے بعد ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا تو یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب آپ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا وہ عمل منسوخ ہو چکا ہو جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے خلاف دلیل ثابت ہوگئی۔(التعلیق الممجد علی موطا محمد 1/:396)

غیر مقلد مبارکپوری کی تحقیق:

(6) علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

وَقَالَ الْفَاضِلُ اللَّكْنَوِيُّ فِي تَعْلِيقِهِ عَلَى مُوَطَّأ مُحَمَّدٍ الْمَشْهُورِ فِي كُتُبِ أُصُولِ أَصْحَابِنَا : إِنَّ مُجَاهِدًا قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ عَشْرَ سِنِينَ فَلَمْ أَرَهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً وَقَالُوا :قَدْ رَوَى ابْنُ عُمَرَ حَدِيثَ الرَّفْعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَهُ. وَالصَّحَابِيُّ الرَّاوِي إِذَا تَرَكَ مَرْوِيًّا ظَاهِرًا فِي مَعْنَاهُ غَيْرَ مُحْتَمَلٍ لِلتَّأْوِيلِ يَسْقُطُ الِاحْتِجَاجُ بِالْمَرْوِيِّ وَقَدْ رَوَى الطَّحَاوِيُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ قَالَ :صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ قَالَ فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ ثُمَّ قَدْ تَرَكَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ لَا یَکُونُ ذَلِکَ إِلَّا وَ قَدْ ثَبَتَ عِندَہٗ نَسخَہٗ۔

ترجمہ: فاضل لکھنوی موطاء امام محمد کی تعلیق میں لکھتے ہیں جو ہمارے اصحاب کے اصول کی کتابوں میں مشہور ہے بے شک مجاہد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں دس سال رہے پس وہ ایک ہی دفعہ رفع یدین روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور اس کو ترک کیا اور صحابی راوی کا ترک کرنا ظاہراً اس کے معنیٰ میں تاویل نہیں ہوسکتی اور امام طحاوی نے اس سے احتجاج کیا ہے ابی بکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے نماز میں صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے، تو یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا لیکن آپ کے بعد ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا تو یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب آپ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا وہ عمل منسوخ ہو چکا ہو جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے خلاف دلیل ثابت ہوگئی (تحفۃ الاحوذی 1:/290)

غیر مقلد الصنعانی کی تحقیق:

(7) محمد بن اسماعیل الصنعانی لکھتے ہیں:

وبأن ترکه لذلك إذا ثبت کما رواه مجاهد یکون مبینا لجوازه وأنه لا یراه واجبا۔

ترجمہ: اور اس کے ترک کا بیان ہوا اور جب یہ ثابت ہے جیسا مجاہد نے بیان کیا تو یہ جواز کے لئے ہے واجب نہیں ہے۔ (سبل السلام 1:/168 باب صفۃ الصلوٰۃ)

عرب محقق احمد بن یحییٰ کی تحقیق:

(8) احمد بن یحییٰ لکھتے ہیں:

أن الجمع بین الروایتین ممکن وهو أنه لم یره واجباً ففعله تارة وترکه أخری۔

ترجمہ: اور ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ یہ واجب نہیں ہے آپ نے کبھی اس (رفع یدین) پر عمل کیا اور اس کو ترک کیا۔

(تاسیس الأحکام بشرح عمدۃ الأحکام علی ماصح عن خیر الأنام لاحمد بن یحییٰ 2:/21)

غیر مقلد عظیم آبادی کی تحقیق:

(9) علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں:

أَنَّ الجمع بَیْنَ الرِّوَایَتَیْنِ ممکِن، وَهُوَ أَنَّهٗ لمیَکُنْ یَرَاهُ وَاجِبًا فَفَعَلَهٗ تَارَۃً وَتَرَکَهٗ أُخرَی۔

ترجمہ:اور ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ یہ واجب نہیں ہے آپ نے کبھی اس (رفع یدین) پر عمل کیا اور کبھی اس کو ترک کیا۔(عون المعبود شرح ابی داؤد 2: /407)

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں مختلف مقامات پہ رفع یدین کرتے دیکھا تو اس پر خود بھی عمل کیا اور اس کو بیان بھی فرمایا پھر جب ان مقامات پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین ترک کرتے دیکھا تو خود بھی اس کو ترک فرمایا۔

قارئین کرام کے سامنے حقائق اور دلائل پیش کر دیے ہیں، اس کا نتیجہ اخذ کرنا ہم ان کی علمی قابلیت اور سمجھنے کی صلاحیت پر چھوڑتے ہیں۔ مخالفین کے سب سے مضبوط اور قوی دلیل پر علماء اور محدثین کے اشکال کو ملاحظہ کریں اور ضد کی بجائے حقائق کو پیش نظر رکھیں۔

دلیل نمبر:3

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کی تحقیق

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم صَنَعَ هٰكَذَا۔

ترجمہ: حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے دیکھا کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

(1) صحیح بخاری 1: /188 رقم 737 (2) صحیح مسلم 2: /7 رقم 890

یہ روایت غیر مقلدین پیش کر کے کہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا اس کو نور العینین جدید: ص 103 میں پیش کیا گیا۔

الجواب:

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں غیر مقلدین کا پورا موقف نہیں ہے اس روایت میں صرف اتنا بیان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین مقامات پر رفع یدین کرتے تھے جب کہ ہم احناف بھی اس بات کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین مقامات اور دیگر مقامات پر بھی رفع یدین کرتے تھے لیکن سارے مقامات پر رفع یدین کا ترک ثابت ہے۔

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ان مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات تک رفع یدین ثابت ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز کا ذکر نہیں نہ اس میں یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلافی رفع یدین وفات تک کیا لہٰذا یہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں۔ لہٰذا قبول بھی نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مالک بن الحویرث سے سجدوں میں رفع یدین بھی ثابت ہے، جس پر غیر مقلدین عامل نہیں، ملاحظہ فرمائیے:

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے سجدوں کا رفع یدین :

(1) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ

عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الحوَيْرِثِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلاتِهِ ،وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ قال الشيخ الألباني :صحيح۔

ترجمہ: حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب رکوع کرتے ،اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سجدہ کرتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے حتیٰ کہ ہاتھ کانوں کے قریب پہنچ جاتے ناصر الدین البانی کے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن نسائی 2: /205رقم 1085باب رفع الیدین للسجود)

(2)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى ، قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الحوَيْرِثِ ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَفَعَ يَدَيْهِ ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔(سنن نسائی 2: /205رقم 1086باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ لِلسُّجُودِ)

(3)أَخْبرنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ :حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ، قَالَ :حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الحوَيْرِثِ ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلاَةِ ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ :وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ.قال الشيخ الألباني :صحيح۔(سنن نسائی 2: /206رقم 1087باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ لِلسُّجُودِ)

(4)أَخْبرنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ :حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ، قَالَ :حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الحوَيْرِثِ ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلاَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ ، وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ كُلَّهُ يَعْنِي :رَفَعَ يَدَيْهِ قال الشيخ الألباني :صحيح۔(سنن نسائی 2: /231رقم 1143)

(5)حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبٍ ، أَخْبرنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الحوَيْرِثِ "أَنَّهُ رَأَى نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلاتِهِ ، وَإِذَا رَكَعَ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ، وَإِذَا سَجَدَ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ، حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ۔

(شرح مشکل الآثار للطحاوی 15: /57رقم 5837)

(6) وَحَدَّثَنَا أَحمدُ، حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ المثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبدُ الأَعلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، ثُمَّ ذَكَرَ بِإسنَادِهِ مِثلَهُ۔ (شرح مشکل الآثار للطحاوی 15: 57/ رقم 5838)

(7) وَحَدَّثَنَا أَحمدُ، حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ المثَنَّى، حَدَّثَنَا معَاذُ بنُ هِشَام، حَدَّثَنَا أَبي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصرِ بنِ عَاصِم، عَنْ مَالِكِ بنِ الحوَيرِثِ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلىَ اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، فَذَكَرَ نَحوَهُ، وَزَادَفِيهِ :وَإِذَا رَكَعَ فعَلَ مِثلَ ذَالِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأسَهُ مِنَ السُجودِ فعَلَ مِثلَ ذَالِكَ۔ (شرح مشکل الآثار للطحاوی 15: 57/ رقم 5839)

(8) حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ جَعفَرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصرِ بنِ عَاصِم، عَنْ مَالِكِ بنِ الحوَيرِثِ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلىَ اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَرفَعُ يَدَيهِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَركَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأسَهُ مِنَ الرُكوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأسَهُ مِنَ السُجودِ حَتَّى يحاذِيَ بِهِما فُرُوعَ أُذُنَيهِ۔
(مسند احمد 3: 437/ رقم 15604)

(9) حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا همامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ نَصرِ بنِ عَاصِم، عَنْ مَالِكِ بنِ الحوَيرِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلىَ اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرفَعُ يَدَيهِ حِيَالَ فُرُوعِ أُذُنَيهِ فِي الرُكوعِ وَالسُجودِ۔ (مسند احمد 5: 53/ رقم 20537)

ان تمام روایات میں سجدوں کے رفع یدین کا ثبوت ہے اور یہ تمام روایات صحیح روایات ہیں جیسا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے ممدوح ناصر الدین البانی نے سنن نسائی کی تحقیق میں لکھا ہے اس کے علاوہ [تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ] میں لکھتے ہیں :

أما الرفع عند الهوي إلى السجود والرفع منه ففيه أحاديث كثيرة عن عشرة من الصحابة قد خرجتها في " التعليقات الجياد " منها عن مالك بن الحويرث أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه في صلاته إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه، أخرجه النسائي وأحمد وابن حزم بسند صحيح على شرط مسلم وأخرجه أبو عوانة في " صحيحه " كما في " الفتح " للحافظ ثم قال :" وهو أصح ما وقفت عليه من الأحاديث في الرفع في السجود۔

ترجمہ: رفع یدین سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اس میں دس صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں جن کی تخریج میں نے اپنی کتاب [التعلیقات الجیاد] میں کی ہے ان میں سے حضرت

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سجدہ کرتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے حتیٰ کہ ہاتھ کانوں کی لو وں تک پہنچ جاتے امام نسائی وامام احمد بن حنبل اور علامہ ابن حزم نے صحیح سند کے ساتھ جو صحیح مسلم کی شرط پر ہے اس کا اخراج کیا ہے اور ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں اس کو تخریج کیا ہے جیسا فتح الباری حافظ ابن حجر میں ہے پھر فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح روایت جس پر میں واقف ہوں سجدتین میں رفع الیدین کرنے کی روایت ہے۔

(تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ للالبانی 1: /172)

یہاں ہم نے سنن نسائی کے حوالے سے پہلی روایت [محمد بن المثنی، ابن عدی، شعبہ، قتادہ، نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث] بیان کی جس میں سجدوں کے رفع یدین کا واضح بیان ہے۔

روایت میں شعبہ یا سعید؟

جب مخالفین کے پاس سجدوں میں رفع الیدین کی حدیث کا جواب نہیں ہوتا تو عوام الناس کو دھوکا دینے کے لیے سنن نسائی میں قتادہ کے شاگرد شعبہ کو سعید بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور یہ ساری کوشش اور بحث اس لیے کرتے ہیں قتادہ مدلس ہے اور شعبہ کی قتادہ سے روایت محمول علی السماع ہوتی ہیں اور روایت پر تدلیس کا الزام رفع ہوجاتا ہے اور سجدوں میں رفع الیدین ثابت ہوتا ہے اور مخالفین کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔اس لیے وہ روایت میں شعبہ کو سعید کہنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں۔مگر ان کی ہر تدبیر انہی پر الٹی ہوجاتیں ہیں کیونکہ تحقیق کے میدان میں ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔

اعتراض:

زبیر علی زئی نے ایک اعتراض کیا ہے کہ اس روایت کی سند میں شعبہ غلطی سے لکھا گیا ہے۔انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں: اور سنن نسائی کے نسخہ میں شعبہ کا لفظ غلط ہے۔نیل الفرقدین ص ۳۲۔۔اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بنوری صاحب بھی اپنے استاد انور شاہ کشمیری کی طرح شعبہ کے لفظ کو وہم سمجھتے ہیں اور صحیح لفظ سعید قرار دیتے ہیں۔
دیکھئے (نور العینین: ص99-100)

الجواب:

عرض یہ ہے کہ شعبہ کو سعید ثابت کرنے کے لیے متاخرین کے قول کی نہیں بلکہ متقدمین علماء کے اقوال کی اہمیت

ہوتی ہے۔متاخر دیوبندی کے حوالہ سے بہتر ہوتا کہ جناب غالی غیر مقلد سنن نسائی کا کوئی قلمی مخطوط یا اس کا عکس ہی پیش کرتے کہ فلاں فلاں نسخہ میں سعید تھا اور غلطی سے کاتب نے سعید کو شعبہ بنا دیا۔بغیر دلیل کے بات کہنا کوئی اچھی بات نہیں۔سنن نسائی المجتبیٰ کے قدیم اور اصح ترین نسخہ میں شعبہ ہی ہے۔قارئین کرام اور محقق کے لیے سنن نسائی کے 3 قدیم مخطوط کے عکس پیش خدمت ہیں جس میں شعبہ ہے۔اس لیے ایسے فضول اعتراضات سے اجتناب لازم ہے۔

گذارش ہے کہ کیا شعبہ،قتادہ سے روایت نہیں کرتا ہے یقیناً کرتا ہے سعید بن ابی عروبہ اور شعبہ،ہشام،ہمام یہ سب قتادہ کے شاگرد ہیں یہ سب قتادہ سے روایت کرنے والے ہیں صرف یہ روایت ہی شعبہ کیوں نہیں کرسکتا یہ سب اس روایت کو نہ ماننے کی ضد ہے۔

ابن قطان کی تحقیق:

حالانکہ ابن قطان نے نسائی کے حوالے سے شعبہ عن قتادہ کی روایت کو نقل کیا ہے دیکھئے۔

وَقَالَ النَّسائِيِ :أخبرنَا محمَّدبن المثنى، حَدثنَا ابن أبي عدي، عَن شعْبَة، عَن قَتَادَة، عَن نصر بن عَاصِم، عَن مَالك بن الحوَيرِث، أنه رأى نَبِي الله صَلىَ اللهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رفع يَدَيْهِ فِي صلَاته إِذا ركع، وَإِذا رفع رَأسه من رُكوعه، وَإِذا سجد، وَإِذا رفع رَأسه من سُجُوده، حَتَّى يحاذِي بهما فروع أُذُنَيْهِ۔

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب رکوع کرتے ،اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سجدہ کرتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے حتیٰ کہ ہاتھ کانوں کے قریب پہنچ جاتے۔

(بیان الوہم والایہام فی کتاب الأحکام،لابن القطان[م 628 ہجری]5:/613)

حافظ مزی کی تحقیق:

حافظ مزی نے بھی نسائی کے حوالہ سے شعبہ عن قتادہ کی روایت کو ہی نقل کیا ہے۔

[م دس ق] حديث :رأيت النبيَ صَلىَ اللهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يرفع يديه إذا كبرَ وإذا ركع وإذا رفع ...الحديث. م في الصلاة (5 :9) عن أبي كامل، عن أبي عوانة - و (6 :9) عن محمد بن المثنى، عن ابن أبي عدي، عن سعيد بن أبي عروبة - د فيه (الصلاة 3 :119) عن حفص بن عمر، عن شعبة - ثلاثتهم عن قتادة، عن نصر بن عاصم ،عنه به. س فيه (الصلاة 2 :261) عن محمد بن عبد الأعلى، عن خالد بن الحارث - و (1 :383) عن

محمد بن مثنى، عن ابن أبي عدي - كلاهما عن شعبة به. و (3 :261) عن يعقوب بن إبراهيم؛ و (342) علي بن حجر - فرقهما -؛ كلاهما عن إسماعيل ابن علية - و (365) عن إسماعيل بن مسعود، عن يزيد بن زريع - و (2 :383) عن محمد بن مثنى، عن عبد الأعلى بن عبد الأعلى - ثلاثتهم عن سعيد بن أبي عروبة به. و (3 :383) عن محمد بن مثنى، عن معاذ بن هشام، عن أبيه، عن قتادة به. ق فيه (الصلاة 2 :54) عن حميد بن مسعدة، عن يزيد بن زريع به. (تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف 338/8)

ابن رجب الحنبلی کی تحقیق:

حافظ مزی نے بھی نسائی کے حوالہ سے شعبہ عن قتادہ کی روایت کو ہی نقل کیا ہے۔

وروى شعبة، عن قتادة، عن نصر بن عاصم، عن مالك بن الحويرث، أنه رأى نبي الله - صَلىَ الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ - يرفع يديه في الصلاة إذا ركع، وإذا رفع رأسه من ركوعه، وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من سجوده حتى يحاذي بهما فروع أذنيه. خرجه النسائي.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن رجب 353/...6)

یہاں پر زبیر علی زئی نے ایک اعتراض کیا ہے کہ اس روایت کی سند میں شعبہ غلطی سے لکھا گیا ہے۔

(نور العینین: ص 101)

محمود محمد خطاب السبکی کی تحقیق:

محمود محمد خطاب السبکی نے بھی نسائی کے حوالہ سے شعبہ عن قتادہ کی روایت کو ہی نقل کیا ہے۔

"وأما ما رواه" النسائى من طريق ابن أبي عدى عن شعبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث أن النبي صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم رفع يديه في صلاته إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذى بهما فروع أذنيه"۔

(المنہل العذب المورود شرح سنن ال إمام أبی داود، محمود محمد خطاب السبکی 5/145)

محمد بن علی بن آدم بن موسی الاثیوبی الوَلَّوِی کی تحقیق:

الاثیوبی الوَلَّوِی نے بھی نسائی کے حوالہ سے شعبہ عن قتادہ کی روایت کو ہی نقل کیا ہے۔

محمد بن علي بن آدم بن موسى الإثيوبي الوَلَّوِي-(أَخبرنا محمَّدُ بنُ المثنَّى، قَالَ :حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصرِ بنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بنِ الحوَيرِثِ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ - صلى الله عليه وسلم - رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلاتِهِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، حَتَّى يحاذِيَ بِهِما فُرُوعَ أُذُنَيهِ).رجال هذا الإسناد :ستة 1:-(محمَّد بن المثنى) أبو موسى العَنَزِي البصري، ثقة ثبت تقدم 64/ 80.2-(ابن أبي عدي) محمَّد بن إبراهيم بن أبي عدي، نسب لجده، أبو عمرو البصري، ثقة، تقدم 122/ 175.3-(شعبة) بن الحجاج تقدم في السند السابق.[تنبيه]:وقع في "الكبرى" هنا "سعيد" بدل "شعبة"، وهو سعيد بن أبي عروبة، وهكذا أخرج الحديث ابن حزم في "المحلى" جـ 4ص- 92- من طريق المصنف، ورجح المحقق أحمد محمد شاكر فيما كتبه على "المحلى" كونه "سعيدا" بدل "شعبة"، وادعى أن ما في "المجتبى" تصحيف، ولكنه لم يقم على دعواه حجة مقبولة.قلت:الذي في "المجتبى" هو الذي ذكره الحافظ أبو الحجاج المزّيّ في "تحفة الأشراف" جـ 8ص 338- والذي يترجح عندي أنه لا تصحيف، بل الروايتان صحيحتان، إذ يمكن أن يحمل على أن ابن أبي عدي رواه عن شعبة، وسعيد، كليهما. والله تعالى أعلم بالصواب.(ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی 269/..3)

ان مذکورہ حوالہ جات واضح ہوا کہ محدثین ومحققین سنن نسائی کی سجدوں والی رفع الیدین کو شعبہ عن قتادہ کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد نے چند روایات نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت مسند امام احمد، صحیح مسلم، المحلی، اور طحاوی میں سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ کی سند سے روایت ہے۔(نور العینین: ص 101)

جواب:

گذارش ہے کہ اگر کوئی روایت قتادہ سے اس کا شاگرد سعید بن ابی عروبہ بھی کرے اور شعبہ بھی کرے تو یہ اصول کدھر سے لائے کہ قتادہ سے شعبہ کی روایت غلطی اور قتادہ سے سعید بن ابی عروبہ کی روایت صحیح۔جناب آپ کو صرف سجدوں میں رفع الیدین والی روایت سے جان خلاصی کروانی ہے، اسی لیے ہر طرح کا فضول اعتراض کرنا ہے، مگر یہ یاد رہے کہ

ایسے اعتراضات کی کوئی علمی حیثیت نہیں۔سجدوں میں رفع الیدین قتادہ کے دونوں شاگرد شعبہ اور سعید بن ابی عروبہ سے ثابت ہے۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں۔

یہی روایت اسی سند کے ساتھ امام نسائی کی سنن الکبری جلد ۱ ص۲۲۸ ح۶۷۲ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۴۳ ح ۶۷۶ میں سعید عن قتادہ کی سند سے موجود ہے۔یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے المجتبی میں ناسخ یا کاتب کی غلطی کی وجہ سے سعید عن قتادہ کے بجائے شعبہ عن قتادہ درج ہوگیا۔

(نورالعینین: ص 101)

جواب:

گذارش ہے کہ غالی غیر مقلد کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سنن الکبری للنسائی میں سعید عن قتادہ ہے اور سنن المجتبی للنسائی جو کہ سنن الکبری للنسائی کا اختصار ہے تو اس میں بھی سعید عن قتادہ ہی ہونا چاہیے کیونکہ سنن المجتبی للنسائی میں شعبہ عن قتادہ ہے اس لیے شعبہ کا لفظ غلطی ہے۔عام لفظوں میں یہ کہ اصل کتاب سنن الکبری میں جب سعید عن قتادہ ہے تو اس کے اختصار سنن المجتبی میں بھی سعید عن قتادہ ہی ہونا چاہیے نہ کہ شعبہ عن قتادہ۔

عرض یہ ہے کہ سنن المجتبی نہ تو سنن الکبری کا مکمل اختصار ہے اور نہ ہی اس مکمل اخذ کردہ ہے۔سنن الکبری اور سنن المجتبی میں جہاں بہت سارے دیگر فرق ہیں ادھر یہ بھی ہے کہ سنن المجتبی تو صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے جبکہ سنن الکبری کا شمار صحاح ستہ میں نہیں ہوتا۔سنن المجتبی جو کہ صحاح ستہ میں شامل ہے وہ امام نسائی کی ایک مستقل اور الگ کتاب ہے اور اس کتاب کو روایت کرنے والا شاگرد محدث ابن السنی بھی الگ ہے۔

سنن نسائی۔نسخہ المقدسی کا عکس

محمد بن المثنى ثنا ابن ابي عدي عن شعبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك ابن الحويرث انه رأى نبي الله
صلى الله عليه وسلم يرفع يديه في صلاته اذا ركع واذا رفع راسه من ركوعه واذا سجد واذا رفع
راسه من سجوده حتى يحاذي بهما فروع اذنيه اخبرنا محمد بن المثنى ثنا عبد الاعلى ثنا سعيد عن
قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث انه رأى نبي الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه فذكر مثله اخبرنا
محمد بن المثنى ثنا معاذ بن هشام حدثني ابي عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث ان نبي الله صلى
الله عليه وسلم كان اذا دخل في الصلوة فذكر نحوه وزاد فيه فاذا ركع فعل مثل ذلك واذا رفع راسه من
الركوع فعل مثل ذلك واذا رفع راسه من السجود فعل مثل ذلك باب ترك رفع اليدين بين السجود
اخبرنا محمد بن عبيد الكوفي ثنا ابن المبارك عن معمر عن الزهري عن سالم عن ابن عمر قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع وكان لا يفعل ذلك في السجود باب
اول ما يصل الى الارض من الانسان في سجوده اخبرنا الحسين بن عيسى القومسي البسطامي ثنا يزيد عن
شريك عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد وضع
ركبتيه قبل يديه واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه اخبرنا قتيبة ثنا عبد الله بن نافع عن محمد
بن عبد الله بن حسن عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمد
احدكم في صلوته فيبرك كما يبرك الجمل اخبرنا هرون بن محمد بن بكار بن بلال من كتابه ثنا
مروان بن محمد ثنا عبد العزيز بن محمد عن محمد بن عبد الله بن الحسن عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد احدكم فليضع يديه قبل ركبتيه ولا يبرك بروك البعير
باب وضع اليدين مع الوجه في السجود اخبرنا زياد بن ايوب دلويه ثنا ابن علية ثنا ايوب
عن نافع عن ابن عمر رفعه قال ان اليدين تسجدان كما يسجد الوجه فاذا وضع احدكم وجهه فليضع
يديه واذا رفعه فليرفعهما باب على كم السجود اخبرنا قتيبة بن سعيد ثنا حماد عن عمرو
عن طاوس عن ابن عباس قال امر النبي صلى الله عليه وسلم ان يسجد على سبعة اعظم ولا يكف شعره ولا ثيابه
باب تفسير ذلك اخبرنا قتيبة بن سعيد ثنا بكر وهو ابن مضر عن ابن الهاد عن محمد بن ابراهيم
عن عامر بن سعد عن العباس بن عبد المطلب انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا سجد العبد
سجد معه سبعة آراب وجهه وكفاه وركبتاه وقدماه باب السجود على الجبين اخبرنا محمد
بن سلمة والحرث بن مسكين قراءة عليه وانا اسمع واللفظ له عن ابن القسم حدثني مالك عن يزيد بن عبد الله
بن الهاد عن محمد بن ابراهيم بن الحرث عن ابي سلمة عن ابي سعيد الخدري قال بصرت عيناي رسول الله صلى الله عليه

سنن نسائی نسخہ السلفی کا عکس

[illegible] عن ابيه انه سمع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حين رفع راسه من صلوة الصبح من
الركعة الآخرة قال اللهم العن فلانا وفلانا يدعو على اناس من المنافقين فانزل الله عز وجل ليس لك من
الامر شيء او يتوب عليهم او يعذبهم فانهم ظالمون. ترك القنوت اخبرنا اسحق بن ابرهيم انا معاذ بن
هشام قال ثنا ابي عن قتادة عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قنت شهرا يدعو على حي
من احياء العرب ثم تركه اخبرنا قتيبة عن خلف عن ابي مالك الاشجعي عن ابيه قال صليت خلف رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم فلم يقنت وصليت خلف ابي بكر فلم يقنت وصليت خلف عمر فلم يقنت وصليت
خلف عثمن فلم يقنت وصليت خلف علي فلم يقنت ثم قال يا بني انها بدعة. باب تبريد الحصى
للسجود عليه اخبرنا قتيبة نا عباد عن محمد بن عمرو عن سعيد بن الحرث عن جابر بن عبد الله قال
كنا نصلي مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الظهر فآخذ قبضة من حصى في كفي ابرده ثم احوله
في كفي الآخر فاذا سجدت وضعته لجبهتي. باب التكبير للسجود اخبرنا يحيى بن حبيب بن عربي
نا حماد بن غيلان بن جرير عن مطرف قال صليت انا وعمران بن حصين خلف علي بن ابي طالب فكان اذا سجد
كبر واذا رفع راسه من السجود كبر واذا نهض من الركعتين كبر فلما قضى صلاته اخذ عمران بيدي
فقال لقد ذكرني هذا الكلمة قال يعني صلوة محمد صلى الله عليه وآله وسلم اخبرنا عمرو بن علي نا معاذ
ويحيى قالا نا زهير قال ثنا ابو اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود
قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يكبر في كل خفض ورفع ويسلم عن يمينه وعن يساره
وكان ابو بكر وعمر رضي الله عنهما يفعلانه. باب كيف يخر للسجود اخبرنا اسمعيل بن مسعود
نا خالد عن شعبة عن ابي بشر قال سمعت يوسف بن ماهك يحدث عن حكيم قال بايعت رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم ان لا اخر الا قائما. باب رفع اليدين للسجود اخبرنا محمد بن المثنى نا ابن ابي
عدي عن شعبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث انه راى النبي صلى الله عليه وآله وسلم
رفع يديه في صلوته اذا ركع واذا رفع راسه من الركوع واذا سجد واذا رفع راسه من الركوع
واذا سجد واذا رفع راسه من سجوده حتى يحاذي بهما فروع اذنيه حدثنا محمد بن المثنى نا عبد الاعلى
قال نا سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث انه راى النبي صلى الله عليه وسلم
رفع يديه فذكر مثله اخبرنا محمد بن المثنى نا معاذ بن هشام قال ثنا ابي عن قتادة عن نصر بن عاصم عن
مالك بن الحويرث ان نبي الله صلى الله عليه وآله وسلم كان اذا دخل في الصلوة فذكر نحوه وزاد

سنن نسائی نسخہ مکتبہ الاسکوریال کا عکس

عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قنت شهرا يدعو على حي من
احياء العرب ثم تركه اخبرنا قتيبة بن سعيد عن خلف وهو ابن خليفة عن ابي مالك
الاشجعي عن ابيه قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يقنت وصليت
خلف ابي بكر فلم يقنت وصليت خلف عمر فلم يقنت وصليت خلف عثمان فلم يقنت
وصليت خلف علي فلم يقنت ثم يا بني انها بدعة تبريد الحصا للسجود عليه اخبرنا
قتيبة بن سعيد نا عباد عن محمد بن عمرو عن سعيد بن الحرث عن جابر قال كنا
نصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر فاخذ قبضة من حصى في كفي
ابرده ثم احوله في كفي الاخرى فاذا سجدت وضعته لجبهتي التكبير للسجود
اخبرنا يحيى بن حبيب بن عربي نا حماد عن غيلان عن مطرف قال صليت انا وعمران
بن حصين خلف علي بن ابي طالب رضي الله عنه فكان اذا سجد كبر واذا رفع راسه
من السجود كبر واذا نهض من الركعتين كبر فلما قضى صلاته اخذ عمران بيدي فقال
لقد ذكرني هذا قبل قال كلمة يعني صلاة محمد صلى الله عليه وسلم اخبرنا عمرو بن
علي نا معاذ ويحيى قالا نا زهير حدثني ابو اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة والا سود
عن عبد الله بن مسعود قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في خفض
ورفع ويسلم عن يمينه وعن يساره وكان ابو بكر وعمر رضي الله عنهما يفعلانه
كيف يخر للسجود اخبرنا اسمعيل بن مسعود نا خالد عن شعبة عن ابي بشر
قال سمعت يوسف وهو ابن ماهك يحدث عن حكيم وهو ابن حزام قال بايعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا اخر الا قائما رفع اليدين للسجود اخبرنا
محمد بن المثنى نا ابن ابي عدي عن شعبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك
رفع اليدين للسجود اخبرنا محمد بن المثنى نا ابن ابي عدي عن شعبة عن قتادة عن نصر
بن عاصم عن مالك بن الحويرث انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه في
صلاته اذا ركع واذا رفع راسه من ركوعه واذا سجد واذا رفع راسه من سجوده
حتى يحاذي بهما فروع اذنيه اخبرنا محمد بن المثنى نا عبد الاعلى نا شعبة عن
قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث انه رأى نبي الله صلى الله عليه وسلم
يرفع يديه فذكر مثله اخبرنا محمد ابن المثنى نا معاذ بن هشام حدثني ابي عن
قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث ان نبي الله صلى الله عليه وسلم
كان اذا دخل في الصلوة فذكر نحوه وزاد فيه واذا ركع فعل مثل ذلك واذا

سنن الکبری اور سنن مجتبی الگ الگ کتابیں اوران میں فرق:

سنن الکبری میں سعید عن قتادہ اور سنن مجتبی میں شعبہ عن قتادہ ہے۔جس محدث نے امام نسائی کی الکبری سے روایت کی اس نے سعید لکھا اور امام نسائی نے خود اپنی کتاب میں شعبہ لکھا ہے۔آپ لوگوں کو فضول باتوں میں الجھایا ہوا ہے۔اگر کسی کے پاس ثبوت ہے کہ سنن مجتبی میں سعید ہے تو کوئی ایک قلمی نسخہ دکھادے،سنن الکبری میں سعید کا ہونا کسی نے غلط کہا ہے۔بات سنن مجتبی کی ہے۔جوکہ اختصار نہیں بلکہ الگ کتاب ہے۔امام طحاوی یا امام ابن حزم کا کا نقل کرنا تو امام نسائی سے ہے نہ کہ سنن مجتبی سے۔

❁ کتاب کے الگ ہونے سے مرویات میں فرق ہوتا ہے۔صحاح ستہ میں کون سی کتاب ہے؟اگر سنن الکبری اور سنن المجتبی دونوں ایک ہی کتاب ہے تو سنن الکبری کو بھی صحاح میں بھی شامل کرو۔کتابیں الگ ہیں اس لئے ایک صحاح میں اور دوسری خارج از صحاح۔

❁ سنن الکبری کا راوی کون ہے؟ اور سنن المجتبی کا راوی کون ہے؟دونوں کتابوں کے راوی الگ الگ ہیں۔مرویات الگ ہیں،ترتیب الگ ہے۔

❁ جناب سنن الکبری میں 11770 احادیث ہیں اور امام نسائی زیادہ تر روایت انبانی یابلغنی سے کرتے ہیں۔سنن الکبری کو روایات کرنے والے شاگرد ابن الأحمر اور الاسیوطی ہیں۔

❁ جبکہ سنن المجتبی میں 5761 احادیث ہیں اور امام نسائی زیادہ تر اخبرنا یاحدثنا کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں اوران کی یہ کتاب روایت کرنے والے ابن السنی ہیں۔

❁ سنن الکبری اور سنن المجتبی کی کتاب الصلوۃ کا تقابل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الصلوۃ میں کل 421 روایات ہیں۔سنن الکبری میں کتاب الصلوۃ کی 23 احادیث ایسی ہیں جو سنن المجتبی میں نہیں ہیں۔اور سنن المجتبی میں کتاب الصلوۃ کی 112 روایات ایسی ہیں جوکہ سنن الکبری میں موجود نہیں ہیں۔

❁ سنن الکبری میں کتاب الصلوۃ کے کل ابواب 184 ہیں جبکہ سنن المجتبی میں کتاب الصلوۃ کے 275 ابواب ہیں۔جس سے ثابت ہوا کہ سنن المجتبی میں کتاب الصلوۃ کے 91 ابواب زیادہ ہیں۔

بالفرض،مان لیں کہ السنن المجتبی منتخب ہے۔تو یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ المجتبی 302ھ کی اور متاخر کتاب ہے۔بالفرض اگر امام نسائی نے السنن الکبری سے منتخب کی ہوئی کتاب السنن المجتبی لکھی تو راجح پہلے والی کتاب ہوگی یابعد والی۔مزید یہ کہ کیا کسی محدث کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی کتاب میں تبدیلی یا اصلاح کرے؟

امام نسائی نے السنن الکبری کو صحیح کہا اور اس میں چند رویات معلول ہیں۔اوراس سے جو منتخب کیا وہ ساری کی

ساری صحیح ہے۔یعنی المجتبی کی ساری روایت صحیح ہیں۔اب اگر المجتبی کی ساری روایت صحیح ہیں تو شعبہ ہو یا سعید کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس میں سعید کی اور قتادہ کی تدلیس علت قادحہ موجود ہے۔مگر عرض یہ ہے کہ امام نسائی تو المجتبی میں کسی روایت کو معلول ہی نہیں مانتے۔

وقال محمد بن معاوية الأحمر الراوي عن النسائي ما معناه :" قال النسائي كتاب السنن كله صحيح، وبعضه معلول، إلا أنه لم يبين علته، والمنتخب منه المسمى بالمجتبى صحيح كله "۔(النکت علی ابن الصلاح/484)

دونوں کتابوں کے راوی الگ الگ ہیں۔مرویات الگ ہیں،ترتیب الگ ہے۔اور سنن مجتبی۔وہ اختصار نہیں بلکہ الگ کتاب ہے۔اسی طرح سنن الکبری سے سنن المجتبی کا منتخب کرنا یہ الگ بحث ہے۔اگر یہ منتخب ہی ہوتی تو پھر ابن السنی سے صرف روایت نہ ہوتی بلکہ دیگر شاگرد بھی روایت کرتے۔سنن المجتبی امام نسائی کی الگ کتاب ہے اور کتاب الصلوہ میں تقریبا 100 سے زائد روایت ایسی ہیں جو کہ سنن الکبری میں موجود نہیں۔امام نسائی نے سنن المجتبی کو خود تصنیف کیا اور نسخہ کو اپنے شاگرد ابن السنی کے سامنے پڑھا اور قرات کی۔اس لیے ناسخ اور کاتب کی غلطی کہنا ہی مردود و باطل ہوا۔چند جاہل تو اس غلطی کا ذمہ دار محدث ابن السنی کو قرار دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔جب کتاب لکھنے والے ہی خود امام نسائی ہیں اور انہوں نے خود اس کی سماعت اور قرات کی ہے تو غلطی کا امکان کیسے؟

اب زبیر علی زئی غیر مقلد کی دوسری چال دیکھئے لکھتے ہیں:

[غرض یہ کہ یہ روایت سعید بن ابی عروبہ کی سند سے ہے اور تدلیس سعید،اختلاط سعید،تدلیس قتادہ اور شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے]۔(نور العینین جدید:ص102)

تدلیس سعید کا جواب:

یہ بات درست ہے کہ سعید بن ابی عروبہ مدلس ہے لیکن یہ چونکہ دوسرے درجہ کے مدلس ہیں اس لئے اس کی تدلیس مضر نہیں،اسی واسطے یہ بخاری ومسلم کے راوی ہیں امام ابن حجر عسقلانی نے [تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: ص31 رقم50 المرتبۃ الثانیۃ] میں لکھا ہے،اسی طرح اَبوسعید بن خلیل بن کیکلدی اَبوسعید العلائی نے بھی اپنی کتاب [جامع التحصیل: ص106 رقم16 القسم الاول] میں لکھا ہے لہٰذا ان کی تدلیس مضر نہیں،مگر پھر بھی ان کا متابع اور شاہد بھی ملاحظہ فرمائیں اب تو اس کے قبول کرنے میں کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیے۔

سعید بن ابی عروبہ کا متابع اور شاہد:

سنن نسائی 2: /205رقم1085باب رَفعِ الْيَدَيْنِ لِلسُّجُودِ میں [شعبہ] اور سنن نسائی 2: /206رقم1087باب رَفعِ الْيَدَيْنِ لِلسُّجُودِ میں ہشام، اور مسند احمد 5: /53رقم20537 میں ہمام متابع اور شاہد موجود ہے تفصیل کے لئے دیکھئے [حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں رفع یدین کا ثبوت] اسی لئے محدثین ان روایات کو صحیح فرمار ہے ہیں

[وأما كونه يرفعها إلى حيال أذنيه فلما روى النسائي بإسناد صحيح إلى مالك بن الحويرث :(أن النبي صلى الله عليه وسلم :كان يرفع يديه إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه)]

(شرح زاد المستقنع :الشیخ حمد بن عبداللہ الحمد 5: /61)

اسی طرح سعید بن ابی عروبہ سے بھی کوئی ایک آدمی روایت نہیں کر رہا بلکہ محمد بن جعفر کے ساتھ ساتھ عبدالاعلیٰ روایت کرتے ہیں، ابن عدی بھی یہی بات سعید بن ابی عروبہ سے روایت کر رہے ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی روایت میں سجدوں میں رفع الیدین صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اور مخالفین کے اس پر اعتراضات علمی میدان میں باطل اور مردود ہیں۔

❀❀❀ ❀❀❀

دلیل نمبر:4

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کی تحقیق

عن وَائِلِ بنِ حُجرٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلاةِ كَبَّرَ وَصَفَ همامٌ حِيَالَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ۔

ترجمہ: (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نماز میں داخل ہوئے جب تکبیر کہی رفع یدین کیا ہمام (راوی) نے کانوں تک بیان کیا پھر کپڑا لپیٹ لیا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع الیدین کیا پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا (رکوع سے کھڑے ہوئے) تو رفع یدین کیا پس جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔

(صحیح مسلم مع شرح النووی 4:/114 ح 401)

زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ روایت پیش کر کے لکھا ہے کہ وائل بن حجر 9 ہجری کو مسلمان ہوئے اور دوبارہ اگلے سال 10 ہجری کو دوبارہ آئے اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا مشاہدہ فرمایا۔

(نور العینین ص 103،102)

جواب:-

اس روایت کے کئی جواب ہیں پہلا جواب یہ ہے۔

(1) حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ میں ہے۔

[فَقَالَ لِي رَسولُ اللهِ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا وَائِلَ بن حُجْرٍ، إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ....]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جب تو نماز پڑھنے لگے تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ۔

(1) المعجم الکبیر للطبرانی 15: /396 رقم 17497
(2) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد 2: /122 رقم 2594 رجالہ ثقات
(3) کنز العمال 7: /431 رقم 19640
(4) تنویر الحوالک لسیوطی 1: /74

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم حِينَ افْتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ قَالَ - ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلاَةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھاتے ان کا بیان ہے پھر میں دوبارہ حاضر ہوا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھ سینوں تک اٹھاتے اور ان کے اوپر جبے اور کمبل ہوتے

(1) سنن ابوداود 1: /265 رقم 728 (2) شرح السنۃ للبغوی 3: /27 رقم 564

ان روایات میں صراحتاً نماز کے شروع والا ہی رفع یدین مذکور ہے اور پہلی روایت میں تو حکم موجود ہے اگر اس کے علاوہ بھی نماز میں رفع یدین ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس کی بھی تاکید فرماتے مگر کسی بھی روایت میں اختلافی رفع یدین کا حکم یا تاکید موجود نہیں اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ روایات ہمارے دعویٰ کو ثابت کرتی ہیں۔

(2) اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مرجوح ہے اور اس روایت کو مرجوح قرار دینے والے حدیث کے صراف، بلند پایہ نقاد تابعی کبیر حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہیں جن کے بارے میں امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبَا خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ كَانَ إِبْرَاهِيمُ صَيْرَفِيًّا فِي الحَدِيثِ۔

ترجمہ: امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم رحمہ اللہ (نخعی) حدیث کے صراف تھے۔

(مسند ابی الجعد: ص 127 رقم 798)

یہی بات درج ذیل کتب میں بھی ہے۔
(1) الجامع الاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب بغدادی 4: /398 رقم 1660
(2) العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد 1: /428 رقم 946
(3) تذکرۃ الحفاظ للذہبی 1: /59 ترجمہ ابراہیم نخعی
(4) موسوعۃ اقوال الامام احمد 1: /86

(5) جامع العلوم والحکم لابن رجب 1: /226
(6) الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم 2: /17
(7) المعرفۃ والتاریخ للفسوی: /346
(8) طبقات الحفاظ لسیوطی 1: /4

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے جب حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

{قَالَ إِبْرَاهِيمُ مَا أَرَى أَبَاكَ رَأَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلاَّ ذَالِكَ الْيَوْمَ الْوَاحِدَ فَحَفِظَ ذَلِكَ وَعَبْدُ اللهِ لَمْ يَحْفَظْ ذَلِكَ مِنْهُ ، ثُمَّ قَالَ إِبْرَاهِيمُ إِنَّمَا رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلاَةِ}

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کے باپ نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے تو یاد رکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یاد نہ رکھا پھر فرمایا کہ رفع یدین صرف نماز کے شروع میں ہے۔

(1) سنن دارقطنی 3: /245 رقم 1131
(2) سنن الکبریٰ للبیہقی 2: /81 رقم 2638
(3) شرح ابی داؤد للعینی 3: /346
(4) التعلیق الممجد علی موطا امام محمد 1: /393
(5) تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی 2: /140 رقم 661
(6) نصب الرایہ: /397

اسی طرح دوسرے مقام پر امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔

قال محمد أخبرنا يعقوب بن إبراهيم أخبرنا حصين بن عبد الرحمن قال :دخلت أنا وعمرو بن مرة على إبراهيم النخعي قال عمرو حدثني علقمة بن وائل الحضرمي عن أبيه :أنه صلى مع رسول الله فرآه يرفع يديه إذا كبر وإذا ركع وإذا رفع قال إبراهيم :ما أدري لعله لم ير النبي صلى الله عليه و سلم يصلي إلا ذلك اليوم فحفظ هذا منه ولم يحفظه ابن مسعود وأصحابه ما سمعته من أحد منهم إنما كانوا يرفعون أيديهم في بدء الصلاة حين يكبرون۔

ترجمہ: امام محمد بیان کرتے ہیں کہ مجھے خبر دی یعقوب بن ابراہیم نے انہوں نے خبر دی کہ حصین بن

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں اور عمرو بن مرۃ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے تو حصین بن عبدالرحمن نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے علقمہ بن وائل بن حجر رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو دیکھا کہ آپ ﷺ رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو انہوں نے اسی دن ہی حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے تو کیا انہوں نے یہ بات یاد کرلی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے باقی ساتھیوں نے یاد نہ رکھا؟ میں نے تو یہ بات (یعنی رفع یدین والی) ان میں سے کسی سے سنی تک نہیں ہے بے شک وہ رفع یدین کرتے تھے نماز کی ابتداء میں جب تکبیر کہتے۔

(1) موطا امام محمد مترجم: ص 91 رقم 107، (2) الحجۃ علیٰ اہل المدینۃ 1: /96

حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: ثنا خَالِدُ بنُ عَبدِ اللهِ، قَالَ: ثنا حُصَينٌ، عَنْ عَمرِو بنِ مُرَّةَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَسجِدَ حَضرَمَوتَ، فَإِذَا عَلقَمَةُ بنُ وَائِلٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرفَعُ يَدَيهِ قَبلَ الرُّكُوعِ، وَبَعدَهُ فَذَكَرتُ ذَلِكَ لِإِبرَاهِيمَ فَغَضِبَ وَقَالَ: رَآهُ هُوَ وَلَم يَرَهُ ابنُ مَسعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ وَلَا أَصحَابُهُ۔

ترجمہ: ضرت عمرو بن مرۃ فرماتے ہیں میں حضر موت کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد کی روایت پیش کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد میں اٹھاتے تھے میں نے یہ بات ابراہیم (نخعی) سے ذکر کی تو وہ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا انہوں نے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں دیکھا

(1) شرح معانی الآثار للطحاوی 1: /224 رقم 1352

(2) اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب المنبجی 1: /232

یہ روایت لکھنے کے بعد امام ابی محمد علی بن زکریا المنبجی متوفی 686ھ لکھتے ہیں:

{قلت وحديث الرفع يحتمل أنه منسوخ}

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں رفع (یدین) کا احتمال ہے کہ وہ منسوخ ہے۔

(اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب المنبجی 1: /232)

اس پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تابعی ہیں تو تابعی بات سے صحابی کی روایت کو کیسے رد کیا جاسکتا ہے. تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی بات سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے رد کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ یقیناً حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے فضیلت میں، حضور ﷺ کی صحبت اختیار کرنے میں، علم میں غرض ہر لحاظ سے افضل ہیں اسی طرح آپ کے دیگر ساتھی، تو بات ان کی ہی قبول ہوگی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اس روایت کی حیثیت:

قيل لأبي عبد الله نذهب لرفع اليدين في القيام من اثنتين أيضا قال لا أنا أذهب إلى حديث سالم عن أبيه ولا أذهب إلى حديث وائل بن حجر لأنه مختلف في ألفاظه حديث عاصم بن كليب خلاف حديث عمرو بن مرة.

ترجمہ: امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت بھی ہم رفع یدین کریں تو فرمایا نہ کرو میں سالم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتا ہوں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اس کے الفاظ مختلف ہیں عاصم بن کلیب کی حدیث کے الفاظ عمرو بن مرۃ کی حدیث کے خلاف ہیں۔(التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید 9: /224)

علامہ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں:

قال أبو عمر والسنن لا تثبت إذا تعارضت وتدافعت ووائل بن حجر إنما رآه أياما قليلة في قدومه عليه وابن عمر صحبه إلى أن توفي صلى الله عليه وسلم فحديث ابن عمر أصح عندهم وأولى أن يعمل به من حديث وائل بن حجر۔

ترجمہ: ابوعمر (علامہ ابن عبدالبر) فرماتے ہیں کہ جب روایتوں میں تعارض ہو تو سنتیں ثابت نہیں ہوتیں اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے چند دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ابن عمر رضی اللہ عنہ تا وفات رسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھ رہے پاپس ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔
(التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید 9: /227)

محدث البوصیری کے نزدیک روایت کی حیثیت:

امام بوصیری نے [باب رفع اليدين عند الركوع وتركه] لکھا اس کے بعد وائل بن حجر کی روایت کو لکھا اور پھر بعد میں ابن عمر کی روایت لکھ کر یہ ثابت کیا کہ یہ روایت متروک ہے ملاحظہ فرمائیے۔

}35-باب رفع اليدين عند الركوع وتركه

[1307] قال أبو داود الطيالسي :ثنا شعبة، أخبرني عمرو بن مرة، سمعت أبا

البختري، يحدث عن عبدالرحمن أبن اليحصبي، عن وائل الحضرمي "أنه صلى مع رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فكان يكبر إذا خفض وإذا رفع، ويرفع يديه عند التكبير، ويسلم عن يمينه وعن يساره". قال شعبة :قال لي أبان بن تغلب :إن في ذا الحديث :"حتى يبدو وضح وجهه" فذكرت ذلك لعمرو :في هذا الحديث "حتى يبدو وضح وجهه"؟ فقال عمرو :نحو ذلك. قلت :رواه مسلم في صحيحه من طريق علقمة بن وائل، وأبو داود من طريق وائل بن علقمة، كلاهما عن وائل بن حجر بغير هذا اللفظ، وبنقص ألفاظ عما سقته.

[1308] وقال أبو بكر بن أبي شيبة :ثنا وكيع، عن حماد، عن بشر ابن حرب سمع ابن عمر يقول :"والله إن رفعكم أيديكم في الصلاة لبدعة، والله ما زال رسول الله صلى الله عليه وسلم على هكذا يعني :بأصبعيه". قلت:

الترمذي بشر بن حرب ضعيف، وله شاهد من حديث ابن مسعود}

(اتحاف الخیرۃ المهرۃ بزوائد المسانید العشر ج2: /56 باب رفع الیدین عند الرکوع وترکہ)

سجدوں میں رفع الیدین:

(3) اس روایت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں بھی رفع یدین مروی ہے۔

امام ابوداود کی روایت:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ :كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَاةَ أَبِي قَالَ :فَحَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ :صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ "إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ، قَالَ :ثُمَّ الْتَحَفَ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ وَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهِ قَالَ :فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ أَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ"، قَالَ :مُحَمَّدٌ :فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، فَقَالَ :هِيَ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ :رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هَمَّامٌ، عَنِ ابْنِ جُحَادَةَ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ

مَعَ الرَّفعِ مِنَ السُّجُودِ۔ (سنن أبي داود 1/192)

ترجمہ: جناب عبدالجبار بن وائل بن حجر بیان کرتے ہیں کہ میں نوعمر لڑکا تھا، اپنے والد کی نماز کو نہ سمجھتا تھا۔ تو مجھے وائل بن علقمہ نے میرے والد وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے بتایا کہ پھر آپ نے اپنا کپڑا لپیٹ لیا، پھر اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں سے پکڑا اور اپنے ہاتھوں کو اپنے کپڑے میں کرلیا، کہا کہ جب رکوع کرنا چاہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو (کپڑے سے باہر) نکالتے پھر انہیں اوپر اٹھاتے (رفع یدین کرتے)۔ اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھانا چاہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اسی طرح اٹھاتے (رفع یدین کرتے)۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور اپنے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں کے درمیان میں رکھا۔ اور جب سجدوں سے سر اٹھاتے تو بھی اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ محمد (محمد بن جحادہ) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث حسن بن ابی الحسن (حسن بصری المتوفی 110ھ) سے ذکر کی تو انہوں نے کہا: یہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز، جس نے اسے اختیار کیا، اختیار کیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا، چھوڑ دیا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کو ہمام نے ابن جحادہ سے روایت کیا تو اس میں سجدوں سے اٹھ کر رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔

ابن حزم کی روایت:

امام ابن حزمؒ نے یہ روایت ابوداودؒ کی اسناد سے نقل کی ہے، اس پر کوئی تبصرہ یا جرح نہیں کی، لکھتے ہیں:

حدثنا عبدالله بن ربيع ثنا عمر بن عبدالملك ثنا ابن الأعرابي ثنا أبو داود [حدثنا] عبيد الله بن ميسرة الجشمي ثنا عبدالوارث هو ابن سعيد - ثنا محمد بن جحادة حدثني عبد الجبار بن وائل [قال: كنت غلاما لا أعقل صلاة أبي فحدثني علقمة بن وائل] عن وائل بن حجر قال»: صليت مع رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فكان إذا كبر رفع يديه، ثم التحف، ثم أخذ شماله بيمينه وأدخل يديه في ثوبه، فإذا أراد أن يركع أخرج يديه ثم رفعهما، وإذا أراد أن يرفع رأسه من الركوع رفع يديه، ثم سجد، ووضع وجهه بين كفيه، وإذا رفع رأسه من السجود أيضا رفع يديه، حتى فرغ من صلاته. قال محمد بن جحادة: فذكرت ذلك للحسن بن أبي الحسن فقال: هي صلاة رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فعله من فعله وتركه من تركه. (المحلى بالآثار ٣/٨)

امام طبرانی کی روایت:

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الصَّبَّاحِ، ثنا أَبُو عُمَرَ الْمُقْعَدُ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ حِسَابٍ قَالَا :ثنا عَبْدُ الْوَارِثِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ قَالَ :كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَاةَ أَبِي فَحَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ» :صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ الْتَحَفَ فَأَخَذَ يَمِينَهُ بِشِمَالِهِ، وَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ جَبْهَتَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ (الطبرانی 22/28)

امام طحاوی کی روایت:

فَإِذَا فَهْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ ،قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ :ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ :أنا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ ،عَنْ أَبِيهِ ،عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ :"أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،فَرَأَيْتُهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ إِذَا كَبَّرَ ،وَإِذَا رَفَعَ ،وَإِذَا سَجَدَ ،فَذَكَرَ مِنْ هَذَا مَا شَاءَ اللهُ. (شرح معانی الآثار ۱/۱۹۶)

امام طحاوی کی یہ روایت قوی شاہد ہے عبدالوارث بن سعید کے لیے۔اس لیے غالی غیر مقلد کا اس روایت کو شاذ کہنا باطل اور مردود ہے۔

محدث ابن ابی عاصم کی روایت:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ حِسَابٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنِ سَعِيدٍ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ :كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَاةَ أَبِي، فَحَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ :صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ الْتَحَفَ فَأَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ وَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهِ ، وَإِذَا أَرَادَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ رُكُوعٍ رَفَعَ يَدَيْهِ ،ثُمَّ سَجَدَ فَوَضَعَ جَبْهَتَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جُحَادَةَ :قَدْ ذُكِرَ ذَلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ ، فَقَالَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله

عليه وسلم فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي عَاصِمٍ :وَلِوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ طُرُقٌ كَثِيرَةٌ فِيهَا حَتَّى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ۔(ابن أبي عاصم في" الآحاد 2619)

ابن عبدالبر کی روایت:

حدثنا عبد الوارث بن سفيان حدثنا قاسم بن أصبغ حدثنا أحمد بن محمد البرتي القاضي ببغداد حدثنا أبو منعم حدثنا عبد الوارث بن سعيد حدثنا محمد بن جحادة حدثني عبد الجبار بن وائل بن حجر قال كنت غلاما لا أعقل صلاة أبي فحدثني وائل بن علقمة عن أبي وائل بن حجر قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان إذا دخل في الصلاة كبر ورفع يديه ثم التحف وأدخل يديه في ثوبه فأخذ شماله بيمينه وإذا أراد أن يركع أخرج يديه من ثوبه ثم رفعهما وكبر وسجد ووضع وجهه بين كفيه وإذا رفع رأسه من السجود رفع يديه فلم يزل يفعله كذلك حتى فرغ من صلاته قال محمد بن مجادة فذكرت ذلك للحسن بن أبي الحسن فقال هي صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فعله من فعله وتركه من تركه ففي هذا الحديث دليل على أن منهم من تركه ولم يعب عليه من فعله والله أعلم۔ (التمہید 9/227)

اعتراض:

زبیر علی زئی سنن ابی داود کی تخریج میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تخريج :[شاذ [أخرجه ابن حزم في المحلي 4 :/91,92، من حديث أبي داود به وصححه ابن خزيمة، ح: ٩٠٠ وابن حبان، ح 489:وقوله :" وإذا رفع رأسه من السجود أيضا رفع يديه شاذ ومعناه إن صح :إذا رفع رأسه من سجود الركعة الثانية وأراد أن يقوم من التشهد، رفع يديه، وحديث همام :وأخرجه مسلم، ح 401:وهو حديث صحيح.

ترجمہ: تخریج :یہ حدیث شاذ ہے یعنی ثقہ رواۃ کی روایت کے خلاف ہے،اسے امام ابن حزمؒ نے اپنی کتاب" المحلی" میں ابوداود کی سند سے نقل کیا ہے،اور امام ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے ،اور اس روایت میں راوی کا کہنا کہ" جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے" یہ الفاظ شاذ ہیں،اور اگر یہ روایت صحیح ہے،تو ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ" جب دوسری رکعت کے سجدہ سے اٹھ کر

تشہد پڑھتے اور جب تشہد سے دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے" اور حمام کی روایت کو امام مسلمؒ نے روایت کیا، اور وہ صحیح حدیث ہے"۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ جب حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں سجدوں کا رفع الیدین صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے تو اس کے انکار کے لیے جو اعتراض کیا وہ علمی طریقہ کار نہیں۔ غالی غیر مقلد نے اس صحیح روایت کو شاذ کہنے کی ایک بھونڈی کوشش کی۔ مگر جناب کو شاید اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام یاد نہ رہی کیونکہ جناب ثقہ رواۃ کے خلاف روایت کو شاذ ماننے کے قائل نہیں۔ جناب کو نماز میں ہاتھ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت میں علی صدرہ کے الفاظ کا ثقہ راوی کی مخالفت یا زیادتی کا اصول شاید یاد نہیں۔ جناب نے تو احناف کو زیادتی اور مخالفت کے فرق کا درس دیا تھا کہ علی صدرہ کے الفاظ ثقہ راویوں کی مخالفت نہیں بلکہ اضافہ ہے۔ اور ثقہ راوی کا اضافہ روایت میں قبول کیا جاتا ہے۔

جناب اپنے اصول کے تحت ہی جواب دیں کہ وإذا رفع رأسه من السجود" جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے" کے الفاظ ثقہ راویوں کی مخالفت ہے یا اضافہ۔؟

احناف کے خلاف جو غالی غیر مقلدین نے اصول حدیث و اصول اسماء الرجال کی دھجیاں بکھیریں ہیں وہ قابل تنقید ہے۔ جب اپنے مسلک کے حق میں مروی روایت کو صحیح ثابت کرنا ہو تو راوی کے الفاظ کو اضافہ قرار دے کر مانا جائے اور جب اپنے مسلک یا موقف کے خلاف کوئی روایت ہو تو راوی کے الفاظ کو ثقہ رواۃ کی روایت کے خلاف کہہ کر اس کو شاذ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالی ایسے تعصب سے بچائے۔

مزید عرض یہ ہے کہ ان ثقہ راوی کی روایت تو پیش کرتے جس سے مخالفت ثابت ہوتی ہے۔ راوی کے اضافہ کو مخالفت کہہ کر عوام الناس کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔ اور جناب غالی غیر مقلد نے جو حدیث کو صحیح ماننے کی صورت میں جو تاویل کی ہے۔

ومعناه إن صح :إذا رفع رأسه من سجود الركعة الثانية وأراد أن يقوم من التشهد، رفع يديه۔ اور اگر یہ روایت صحیح ہے، تو ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ" جب دوسری رکعت کے سجدہ سے اٹھ کر تشہد پڑھتے اور جب تشہد سے دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے"۔

جناب کو شاید یہ معلوم نہیں امام طحاوی نے اس روایت کا ایک قوی شاہد اپنی کتاب شرح معانی الاثا (۱/۱۹۶) پر نقل کیا ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سجدوں کا رفع الیدین صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔

غیر مقلدین کے فتاوے:

جیسا کہ سجدوں والی روایات پہلے پیش ہو چکیں اب ذرا کچھ دیگر غیر مقلدین کے ان روایات کے بارے میں فتاوی پیش کرتے ہیں۔

فتوی نمبر 4723 :

سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین؟

21june2013.09:39AMالسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: ایک شخص سنن نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، مسند احمد، جزء رفع الیدین للبخاری رحمہ اللہ، طبرانی، بیہقی، صحیح ابی عوانہ، ابو یعلی، ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق اور تلخیص الحبیر کی احادیث کی بنا پر سجدے میں جاتے ہوئے اور بین السجدتین (پہلے سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے) احیانا رفع الیدین کرتا ہے۔

(۱) مانعین مصیب ہیں یا عامل؟ (۲) کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ (۳) اگر صحیح ہے تو اس زمانے میں متروک العمل کیوں ہو چکی ہے؟ (۴) اگر مجروح ہے تو سنن نسائی کی دو روایتوں (جو من طریق شعبہ اور سعید بن ابی عروبۃ مروی ہیں) ان پر کیا جرح ہے؟ مبہم جرح نہ ہو اصل بنا انہی دو حدیثوں کو وہ شخص قرار دیتا ہے باقی سب روایات ان ہی کی تائید میں ہیں عام اس سے کہ صحاح سے یا ضعاف سے (۵) رفع یدین منسوخ ہو چکی ہے؟ (۶) اگر منسوخ ہو چکی ہے تو حدیث ناسخ مع الاسناد تحریر فرما دیں؟ (۷) اگر منسوخ نہیں ہوئی تو کون کون سے صحابہ اس پر عامل تھے؟ (۸) اور کون کون سے تابعین اس طرف گئے؟ (۹) کیا اس کے عامل کی اقتداء میں نماز درست ہو سکتی ہے؟ (۱۰) کیا اس کو مردہ سنت قرار دیا جا سکتا ہے؟ (۱۱) جو شخص اس کو زندہ کرے وہ من احی سنتی الحدیث کا مصداق ہو سکتا ہے؟ (۱۲) جو شخص اس فعل سے ناراض ہو کر اس کی مخالفت کرے، روافض وغیرہ فریق مبتدعہ کے ساتھ تشبیہ دے اس کا عند الشرع کیا حکم ہے؟ بینوا بالسنة والكتاب لاباقوال العلماء ذوي الانتساب توجروا عند الله يوم الحساب

(نوٹ) جواب از راہ کرم بالترتیب نمبر وار مفصلاً مع حوالہ مکمل تحریر فرمائیں۔

المستفتی ابو حفص العثمانی الداجلی از ملتان محلہ قدیر آباد جامع اہل حدیث ۶۳.۱.۲۱

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته،

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد!

۱: عامل رفع بین السجود پر جو دائما یہ عمل رکھے مصیب نہیں ہے کیوں کہ آنجناب ﷺ سے اس پر ادامت نہیں

ہے و کان لا یفعل ذلک فی السجود اس کا مخلی ہونا ثابت کرتا ہے اور مطلقاً مانع جو ہو وہ بھی حق پر نہیں ہے۔

۲: حدیث ہذا صحیح ہے۔ متروک العمل نہیں ہے۔

۳: عامل بالسنۃ لوگ وقتاً فوقتاً جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔

۴: جہاں تک مجھ کو معلوم ہے ان دونوں احادیث میں سے کسی حدیث پر کوئی جرح نہیں ہے۔

۵: اس حدیث کا کوئی ناسخ اس وقت تک نظر نہیں آیا۔

۶: اوپر جواب آچکا ہے۔

۷: بعض صحابہ نے اس پر عمل کیا ہے اور اسی طرح بعض تابعین نے بھی۔

۸: اوپر جواب آچکا ہے۔

۹: نماز ایسے امام کے پیچھے بلانکیر جائز ہے۔

۱۰: مردہ سنت اسے کہتے ہیں جس کا کوئی عامل نہ ہو اور اس سنت پر عمل رہا ہو۔

۱۱: اوپر جواب آچکا ہے۔

۱۲: اس فعل پر ناراض ہونے والا غالی ہے اور محب سنت نظر نہیں آتا۔ ھذا واللہ اعلم

محمد عبدالتواب بقلم خود تاب اللہ علیہ

جواب سوال (۱) : عامل رفع الیدین عند ارادۃ السجد و بین السجدتین مصیب ہے اور مانع مخطی لان المنع وقع علی الامر المشروع و کل منع وقع علی الامر المشروع فھو خطائ۔

جواب سوال (۲) : بلاشک حدیث صحیح ہے فتح الباری ملاحظہ ہو۔

جواب سوال (۳) : یہ حدیث تغافل یا تساہل کی وجہ سے متروک العمل ہوئی ورنہ کوئی وجہ ترک کی نہیں۔

جواب سوال (۴) : اس حدیث میں سوائے تدلیس قتادہ کے اور کوئی جرح نہیں، لیکن شعبہ کے قول سے یہ تدلیس مرتفع ہے شعبہ کی عادت تھی کہ قتادہ سے مدلس حدیث کو روایت نہیں کرتا تھا۔

جواب سوال (۵) : یہ رفع یدین منسوخ نہیں بلکہ یہ نبی ﷺ کا آخری عمر کا فعل ہے کیونکہ اس کا راوی مالک بن الحویرث مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی آخری عمر میں داخل ہوا ہے اور اس کے بعد کوئی ایسی حدیث صریح نہیں آئی ہے جس سے نسخ ثابت ہوا احتمالات سے نسخ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ابن عمر کا اس رفع کو قبول کرنا بعد روایت منع رفع الیدین عند السجود اول دلیل ہے کہ رفع بعد منع وارد ہوا ہے۔

جواب سوال (۶،۷،۸) : اس رفع یدین کے عامل صحابہ کرام سے ابن عمر، ابن عباس اور تابعین سے طاؤس اور نافع اور عطاء مجھے معلوم ہیں باقی صحابہ کی موافقت معلوم نہیں تو مخالفت بھی کہیں مروی نہیں علاوہ بریں حدیث بنفسہٖ محتاج

عمل عامل نہیں ہوتی۔

قال الشافعی فی الام فاذا کان الحدیث عن رسول اللہ ﷺ لا مخالف له عنه وکان یروی عمن دون رسول اللہ ﷺ حدث یوافقه لم یزده قوة و حدیث رسول اللہ ﷺ مستغن بنفسه وان کان یروی عمن دون رسول اللہ ﷺ حدیث یخالفه لم التفت الی ما خالفه وحدیث رسول اللہ ﷺ اولی ان یؤخذ به ۱ھ

جواب سوال (۹) : بلاشک اس رفع یدین کے عامل کے پیچھے اقتداء جائز ہے اقتداء کو ناجائز کہنے والا جاہل اور اسرار شریعت سے محروم۔

جواب سوال (۱۰،۱۱) : بلاشبہ اس کا عامل محی السنۃ المتیۃ ہے اور مستحق اجر سو شہید کا ہے کما ورد فی الحدیث۔

جواب سوال (۱۲) : جو شخص اس کی مخالفت کرے اور اس رفع یدین سے ناراض ہو اور اس کے عامل کو فرقہ مبتدعہ رافضہ سے تشبیہ دے باوجود یکہ اس کو یہ حدیث صحیح بھی معلوم ہے تو وہ شخص معاندِ حق ہے۔

وقد قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساء ت مصیرا۔هذا ما عندی واللہ سبحانه وتعالی اعلم بالصواب۔ حررہ محب السنۃ ابومحمد عبدالحق العمرے الحمدے عفی عنہ من ریاست بہاولپور

الصحیح انه ﷺ قد فعله مرة وترکه اخریٰ فلا یقال انه بدعة بل هو سنة

العبد : فیض الکریم سندھی از یار وشاہ سندھ ضلع نواب شاہ

فتاویٰ علمائے حدیث جلد 04 ص 304-307

انٹرنیٹ پر یہ فتویٰ دیکھنے کے لئے درج ذیل ایڈریس وزٹ کریں

{www.urdufatwa.com/indexphp?/knoledgebase/article/veiw/4723/153/}

کیا رفع الیدین بھول جانے پر سجدہ سہو ہوگا؟

شروع از بتاریخ :. 03JUNE2012,09:37AM, فتویٰ نمبر 967 :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں قرآن وصحیح حدیث اس شخص کے بارے میں جو عند الرکوع رفع یدین بھول جائے اسکی تلافی سجدہ سہو سے ہوگی یا نہیں۔؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته

الحمدلله، والصلاة والسلام علی رسول الله، أما بعد!

رفع الیدین بھول جانے پر سجدہ سہو نہیں ہوگا علمائے کرام نے نماز کی سنتوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

1۔سنتوں کی پہلی قسم وہ ہے جن کے بھول جانے پر سجدہ سہولازمی ہے، جیسے پہلا تشہد۔

2۔سنتوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کے بھول جانے پر سجدہ سہو نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ تعوذ، دعائے استفتاح اور رفع الیدین وغیرہ۔

لہٰذا رفع الیدین بھول جانے پر سجدہ سہو نہیں کیا جائے گا۔ والله أعلم.

وباللہ التوفیق

فتویٰ کمیٹی محدث فتویٰ

(4) اس روایت میں غیر مقلدین کا پورا موقف نہیں تو اس روایت کو پیش کرنے کا فائدہ، ان کی کسی روایت میں حضورﷺ کے بعد تک انکے دعویٰ کے مطابق رفع یدین کا ذکر نہیں لہٰذا یہ روایت کیسے قابل قبول ہوسکتی ہے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

دلیل نمبر:5

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب

زبیر علی زئی نے نور العینین ص 103، 104 پر حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مختصر المنتقی ابن الجارود، جامع ترمذی، جزرفع یدین وغیرہا پیش کی،

عبدالحمید بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے دس صحابیوں میں سنا جس میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو جانتا ہوں انہوں نے کہا کہ آپ نہ تو ہم سے پہلے مسلمان ہوئے نہ ہم سے زیادہ صحبت اختیار کی (نہ ہم سے زیادہ ان کی اتباع کی) ابوحمید رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات ٹھیک ہے تو انہوں نے کہا اچھا پھر پیش کریں ابوحمید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ جب نماز کے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر ٹھہر جاتی پھر قراءت کرتے، پھر دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھتے، رکوع میں نہ سر اونچا رکھتے اور نہ نیچا پھر سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن کہتے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔۔۔۔پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے (دس کے دس) صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے کہا آپ نے سچ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔۔۔انتہی (نور العینین جدید ص 104)

جواب نمبر:1

اس کی سند میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر ہے جو متکلم فیہ ہے ائمہ نے اس پر کلام کیا ہے:

(1) امام ابوحاتم الرازی:

لا يحتج به: اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔ (میزان الاعتدال للذہبی 2:/539)

(2) امام ابن حبان:

ربما أخطأ: یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان 7:/ 122)

(3) امام یحیی بن سعید القطان:

يضعفه : ضعیف ہے۔ (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی 2:/84)

(4)امام سفیان الثوری:

يضعفه :ضعیف ہے۔ (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی2:/84)

(5)امام ابن حجر عسقلانی :

رمي بالقدر وربماوهم :یہ قدری ہے اور اس کو وہم ہوتا تھا۔(تقریب التہذیب:ص333)

(6)امام نسائی :

ليس بالقوي:یہ قوی نہیں ہے۔ (الضعفاء والمتروکین للنسائی :ص211)

(7)امام یحی بن معین:

وكان يرى القدر :یہ تقدیر کا منکر ہے۔ (تہذیب الکمال للمزی6:/ 30)

(8)امام ابوجعفر الطحاوی:

قَالَ الطَّحَاوِيُّ :وَعَبْدُ الحميدِ بنُ جَعْفَرٍ ضَعِيفٌ۔(تہذیب سنن ابی داؤد1:/131)

(9)حافظ ابن القیم لکھتے ہیں:

عَبْدِ الحميدِ بنِ جَعْفَرِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ الحَكَمِ بنِ رَافِعِ بنِ سِنَانٍ الأَنْصَارِيِّ الأَوْسِيِّ وَقَدْ ضَعَّفَهُ إمَامُ الْعِلَلِ يحيَى بنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَكَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يحمِلُ عليْهِ وَضَعَّفَ ابنُ المنْذِرِ الحديثَ وَضَعَّفَهُ ۔(زاد المعاد5:/411)

فَأَمَّا الأَوَّلُ فَالحدِيثُ قَدْ ضَعَّفَهُ ابنُ المنْذِرِ وَغَيْرُهُ وَضَعَّفَ يحيَى بنُ سَعِيدٍ وَالثَّوْرِيُّ عَبْدَ الحميدِ بنَ جَعْفَرٍ ۔(زاد المعاد5:/420)

(10)قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

رواية عبد الحميد بن جعفر وقال ابن المنذر لا يثبته أهل النقل وفي إسناده مقال۔
(نیل الاوطار للشوکانی7:/86)

(11)علامہ ابن جوزی:

وَتَكَلَّمَ فِيهِ ابنُ الجوزِيِّ مِنْ أَجْلِ عَبْدِ الحميدِ بنِ جَعْفَرٍ فَإِنَّ فِيهِ مَقَالًا۔
(التلخیص الحبیر لابن حجر1:/573)

(12)مولانا شمس الحق عظیم آبادی:

مولانا نے بھی باب مسح الذکر میں حضرت قیس بن طلق کی روایت میں عبد الحمید بن جعفر کے بارے میں محدثین

سے جرح وتعدیل نقل کی ہے لکھتے ہیں وفیہ عبدالحمید ضعفہ الثوری والعجلی وثقہ ابن معین وابن سعد۔ (التعلیق المغنی علی الدارقطنی 1: /273)

(13) عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد:

عَبْدُ الحمِيدِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الحكَمِ بْنِ رَافِعِ الأَنْصَارِيُّ، صَدُوقٌ رُمِيَ بِالْقَدَرِ وَرُبَّمَا وَهَمَ مِنْ السَّادِسَةِ۔ (تحفۃ الاحوذی: 5/359)

(14) محمد بن إسماعیل الأمیر الکحلانی الصنعانی:

قال ابن المنذر لا يثبته أهل النقل وفي إسناده مقال وذلك لأنه من رواية عبد الحميد بن جعفر بن رافع ضعفه الثوري ويحيى بن معين۔ (سبل السلام 3: /228)

(15) امام ترمذی نے عبدالحمید کی روایت سے عبدالعزیز بن محمد کی حدیث کو اصح قرار دیا:

قال أبو عيسى حديث عبد العزيز بن محمد أطول وأتم وهذا أصح من حديث عبد الحميد بن جعفر۔ (سنن الترمذی 5: /297 تحت رقم 3125)

دوسری روایت میں ایک راوی فلیح بن سلیمان ہے اس کے بارے محدثین کی رائے ملاحظہ فرمائیے:

فلیح بن سلیمان:

(1) ابن الملقن الشافعی المصری (المتوفی 804ھ)

وَقَالَ ابْن معِين :لَا يحْتَج بِهِ. وَقَالَ أَبُو دَاوُد :لَيْسَ بِشَيْء. وَقَالَ السَّاجِي :إِنَّه يهم.

(البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والآثار الواقعۃ فی الشرح الکبیر 3: /509)

(2) امام نسائی فرماتے ہیں:

قال أبو عبد الرحمن فليح بن سليمان ليس بالقوي۔ (سنن نسائی 3: /262 تحت رقم 1802)

(3) ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

ناصر الدین البانی فلیح بن سلیمان کی ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں۔

قال الشيخ الألباني :ضعيف الإسناد۔ (سنن نسائی 3: /262 تحت رقم 1802)

(4) امام بیہقی لکھتے ہیں:

وَأَخْبرنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الحافِظُ، وَأَبُو عَبْدِ الرَّحمنِ السُّلَمِيُّ، وَأَبُو بَكْرٍ أَحمدُ بْنُ محمَّدٍ الأُشْنَانِيُّ، قَالُوا أَنَا أَبُو الحسَنِ الطَّرَائِفِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، قَالَ:

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ فُلَيْحٌ ضَعِيفٌ۔ (الاسماء والصفات للبیہقی 2: /200رقم 763)
أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ ، حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ، يَقُولُ: فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ۔
(الاسماء والصفات للبیہقی 2: /199رقم 762)

(5) شعیب الارناوؤط مسند احمد کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

قال النسائي :فليح بن سليمان ليس بالقوي. (مسند احمد 44: /354)

(6) امام دارقطنی لکھتے ہیں:

فليح بن سليمان :ليس بالقوي. (سوالات ابن بکیر للدارقطنی: ص4 رقم 22)

(7) ابو زرعہ لکھتے ہیں

وَقَالَ أبو زُرْعَة :فليح بن سُلَيمان ضعيف الحديث۔
(الضعفاء وأجوبۃ أبی زرعۃ الرازی علی سوالات البرذعی 2: /366)

(8) امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

فقال هلال قال و سمعت يحيى يقول فليح بن سليمان ضعيف۔
(معرفۃ الرجال لابی معین 1: /69)

(9) امام عقیلی لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن أحمد ، حدثنا معاوية بن صالح قال :سمعت يحيى قال :فليح بن سليمان ضعيف حدثني أحمد بن محمود ، حدثنا عثمان بن سعيد قال:سمعت يحيى يقول:فليح بن سليمان ضعيف۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی 7: /239)

(10) علامہ ابن القیم لکھتے:

فليح بن سليمان ضعيف۔ (عون المعبود شرح سنن أبی داؤد، مع شرح الحافظ ابن قیم الجوزیۃ 13: /215)

(11) علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں :ضعيف (شرح سنن أبی داؤد للعینی 6: /109)

(12) امام زیلعی لکھتے ہیں: ضعیف۔ (نصب الرایۃ 2: /291)

(13) امام ابن قطان فاسی لکھتے ہیں: ضعیف (بیان الوہم والایہام فی کتاب الأحکام 3: /234)

(14) أبوعبدالرحمن یحییٰ بن علی الحجوری لکھتے ہیں:

فليح بن سليمان ضعيف (صحیح وضعیف المفاریۃ: ص132)

(15) امام ذہبی لکھتے ہیں:

قال بن معین و أبو حاتم و النسائي ليس بالقوي۔

(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ 2:/125 رقم 4496)

(16) امام ابن عدی لکھتے ہیں: ضعیف۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال 6:/30)

(17) أبی حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن شاہین لکھتے ہیں:

ضعيف الحديث (المختلف فیہم لابن الشاہین: ص 14)

فليح بن سليمان. ليس بشيء. (تاریخ أسماء الضعفاء والکذابین: ص 156 رقم 511)

(18) مظفر بن مدرک فرماتے ہیں: ليس بشيء (المقتنی فی سرد الکنی 2:/145 رقم 6635)

(19) امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

و قال ابن أبي شيبة قال علي بن المديني كان فليح و أخوه عبد الحميد ضعيفين و قال البرقي عن ابن معين۔ (تہذیب التہذیب 8:/273)

(20) عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن أیوب البغدادی لکھتے ہیں:

ضعيف الحديث (ذکر من اختلف العلماء ونقاد الحدیث فیہ: ص 79 رقم 35)

(21) علی بن عبد اللہ بن جعفر المدینی أبو الحسن لکھتے ہیں:

و سألت عليا عن فليح بن سليمان فقال كان فليح و أخوه عبد الحميد ضعيفين -

(سوالات محمد بن عثمان بن أبی شیبۃ لعلی بن المدینی: ص 117 رقم 137)

(22) أبی اسحاق ابراہیم بن عبد اللہ بن الجنید الختلی لکھتے ہیں:

سألت يحيى عن فليح بن سليمان فقال ضعيف الحديث.

(سوالات ابن الجنید لأبی زکریا یحییٰ بن معین: ص 438 رقم 817)

(23) تقی الدین أحمد بن علی المقریزی لکھتے ہیں:

فليح بن سليمان أبو يحيى - مدني قال ابن معين :ضعيف

(مختصر الکامل فی الضعفاء: ص 628 رقم 1575)

(24) امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

و قال أبو داود: لا يحتج بفليح. (میزان الاعتدال 3:/366)

ان جم غفیر کے مقابلے چند محدثین نے ان کو ثقہ کہا ہے مگر وہ جمہور کے مقابلے میں کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

عبدالحمید بن جعفر قدری تھا اور قدریوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

قدریوں کے بارے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ :أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، قَالَ :حَدَّثَنِي نَافِعٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ :إِنَّ فُلَانًا يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، فَقَالَ لَهُ :إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ، فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :يَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْ فِي أُمَّتِي، الشَّكُّ مِنْهُ، خَسْفٌ أَوْ مَسْخٌ أَوْ قَذْفٌ فِي أَهْلِ الْقَدَرِ .هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ :نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے آپ نے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس نے دین میں نئی بات (عقیدہ قدریہ) پیدا کی ہے اگر ایسا ہے تو اسے میری طرف سے سلام نہ کہنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا اس امت میں یا میری امت میں زمین میں دھنسا دینا یا چہروں کا مسخ کر دینا اہل قدر میں ہے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(1) سنن ترمذی 4: /25 رقم 2152 (2) سنن ابن ماجہ 5: /182 رقم 4061
(3) مسند الدارمی 1: /388 رقم 407 (4) الاحکام الشرعیہ للاشبیلی 3: /462

قدری راوی کے بارے میں محدثین کیا فرماتے ہیں:

(1) قدریوں کے متعلق امام مالک بن انس رحمہ اللہ علیہ کا فیصلہ ہے:

حدثنا إسماعيل، حدثنا أبو مصعب، قال :سمعت مالكا يقول لا يصلى خلف القدرية۔ (القدر للفریابی: ص193 رقم 193)

ترجمہ :امام مالک فرماتے ہیں قدری کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔

لا يصلى خلف القدرية ولا يحمل عنهم الحديث۔

ترجمہ :نہ قدریہ کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور نہ اس سے حدیث لی جائے۔ (الکفایہ فی علم الروایہ ص124)

أبو الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن أیوب بن وارث الباجی الأندلسی (المتوفی 474 :ھ) لکھتے ہیں:

وقد روى يونس بن عبد الاعلى عن بن وهب سمعت مالكا يقول لا يصلى خلف القدرية ولا يحمل عنهم الحديث فرواه على الاطلاق ولم يشترط أن يكون داعيا۔

ترجمہ : نہ قدریہ کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور نہ اس سے حدیث لی جائے اور یہ مطلق ہر راوی پر حکم ہے اور اس میں یہ شرط نہیں کہ اپنی طرف دعوت دے۔ (مقدمۃ الباجی للجرح والتعدیل: ص 13)

(2) امام لالکائی لکھتے ہیں:

أخبرنا محمد بن عبد الرحمن أخبرنا عبد الله بن محمد البغوي قال ثنا داود بن رشيد قال ثنا خلف قال كان سيار أبو الحكم يقول لا يصلي خلف القدرية فإذا صلى خلف أحد منهم أعاد الصلاة۔

ترجمہ : ابوالحکم سیار فرماتے تھے کہ قدریہ کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور اگر ان کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کا اعادہ کرے۔ (اعتقاد اہل السنۃ اللالکائی 4: 731/ رقم 1349)

(3) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

وأخبرنا أحمد بن محمد أخبرنا أحمد بن الحسن قال ثنا عبد الله أحمد بن حنبل قال سمعت أبي يقول لا يصلى خلف القدرية والمعتزلة

ترجمہ : امام احمد بن حنبل فرماتے قدریہ اور معتزلہ کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔

(اعتقاد اہل السنۃ اللالکائی 4: 732/ رقم 1354)

لہٰذا ایسے راوی کی روایت ضعیف ہے۔

جواب نمبر:2

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح البخاری میں موجود ہے لیکن اس میں شروع نماز میں رفع الیدین کا تو ذکر ہے بعد والی رفع الیدین کا ذکر نہیں۔ کیونکہ اس میں عبدالحمید بن جعفر موجود نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ تکبیر تحریمہ والا رفع الیدین عبدالحمید بن جعفر کی خطاء کی وجہ سے زائد ہوا ہے، پس ناقابل حجت ہے۔

جواب نمبر:3

اس روایت میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان دس صحابہ کرام میں شمار کیا گیا ہے جو اس محفل میں موجود تھے آئیے دیکھتے ہیں کہ آپ کا سن وفات کون سا ہے تاکہ راوی حدیث کی اس بات کو سمجھا جائے کہ وہ تو راوی کی پیدائش سے بھی پہلے فوت ہو چکے تھے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا سن وفات

(1) موسیٰ بن عبداللہ بن یزید (ثقہ) تابعی (المتوفی 244ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: صَلَّى عَلِيٌّ عَلَى أَبِي قَتَادَةَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبْعًا.

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عبداللہ بن یزید نے فرمایا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اوران پر سات تکبیریں کہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 3:/304 رقم 11578)

شعیب الارناؤوط غیر مقلد اس روایت کے بارے سیر اعلام النبلاء کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

رجالہ ثقات۔ (سیر اعلام النبلاء بتحقیق شعیب الارناؤوط 2:/456)

اس روایت کے ایک راوی اسماعیل بن ابی خالد کے بارے میں بعض الناس لکھتے ہیں کہ یہ مدلس ہے اور اس کا عنعنہ قبول نہیں لہٰذا یہ راوی ضعیف ہے اور اس کی یہ روایت قبول نہیں۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ مدلسین کے طبقات بنائے گئے ہیں جس میں پہلا اور دوسرا قابل قبول ہے۔

مدلس راوی کا حکم:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے النکت علی ابن صلاح ص ۶۱۴ پر محدثین کرام کے مختلف مذاہب تدلیس کے بارے میں نقل کیے اور امام علی بن مدینی کے مسلک کو راجح اور جمہور کے مطابق قرار دیا اور امام علی بن مدینی کا مسلک ہے کہ مدلس کی وہ معنعن روایت (عن والی) قبول ہوگی جس کی تدلیس والی روایتیں قلیل یا کم ہوں۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۳۶۲)

امام ابن حجر عسقلانی نے مدلسین کے طبقات پر کتاب ہے {طبقات المدلسین} اس کے ص 28 رقم 36 طبقہ الثانیہ میں درج کیا ہے اور دوسرے درجے کے مدلسین کی تدلیس قابل قبول ہے۔

(طبقات المدلسین لابن حجر عسقلانی: ص 28 رقم 36 طبقہ الثانیہ)

جامع التحصیل میں ہے۔

[لقلة تدليسه في جنب ماروى او لأنه لا يدلس الا عن ثقة وذلك كالزهري و سليمان الاعمش و ابراهيم النخعي و اسماعيل بن ابي خالد و سليمان التيمي و حميد الطويل و الحكم بن عتبة ويحيى بن ابي كثير و ابن جريج و الثوري و ابن عيينة]۔۔الخ

ترجمہ : تدلیس کم کی ہے بہ نسبت روایات کے تدلیس ثقہ سے کی ہے جیسے زہری وسلیمان الاعمش وابراہیم نخعی واسماعیل بن ابی خالد وسلیمان التیمی وحمید الطویل وحکم بن عتبہ ویحییٰ بن ابی کثیر وابن جریج و ثوری اور ابن عیینہ (جامع التحصیل فی احکام المراسیل: ص 113)

اسماعیل بن ابی خالد کی صحیح بخاری میں 101 روایات ہیں دیکھئے۔

الدکتور عواد الخلف لکھتے ہیں کہ المرتبۃ الثانیۃ کے مدلسین کی روایات جن کو اتصال پر محمول کیا جائے گا ان کے نام یہ ہیں اور پھر دوسرے نمبر پر اسماعیل بن ابی خالد کا نام لکھا۔

(خلاصۃ کتاب روایات المدلسین فی صحیح بخاری للدکتور عواد الخلف: ص 11)

امام ابن العجمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے بھی حافظ العلائی کی طرح کے الفاظ لکھے ہیں۔

(التبیین الاسماء المدلسین: ص ٦٥)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مدلس کا حکم یہ ہے کہ جس کی تدلیس کم ہو اسکی دیگر روایات کے مقابلہ میں تو اس کی تدلیس مضر نہیں جیسا کہ امام بخاری، حافظ ابن کثیر، حافظ صلاح الدین العلائی اور ابن العجمی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا اور یہی تحقیق محدثین کے نزدیک راجح ہے لہٰذا یہ اعتراض مردود ہے۔

ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری کا قول:

ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری (المتوفیٰ 319ھ) لکھتے ہیں:

حدثنا الحسن بن علي بن عفان العامري، قال :ثنا أبو أسامة، قال :ثنا إسماعيل، قال: ثنا موسى بن عبد الله بن يزيد الأنصاري، قال صلى علي على أبي قتادة فكبر عليه سبعا۔

ترجمہ : موسیٰ بن عبداللہ فرماتے ہیں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور ان پر سات تکبیریں کہیں۔ (الاوسط لابن المنذر 9: /353 رقم 3088)

خطیب بغدادی نے بھی اسی سند سے یہی بات روایت کی ہے (تاریخ بغداد 1: /161)

امام شعبی کا قول:

(2) امام شعبی (ثقہ) پیدائش 17ھ، متوفی 104ھ تابعی فرماتے ہیں۔

حدثنا خلف بن قاسم، حدثنا الحسن بن رشيق، قال :حدثنا أبو بشر الدولابي قال: أخبرني محمد بن سعدان عن الحسن بن عثمان قال :حدثنا هشيم حدثنا إسماعيل بن أبي خالد وزكريا عن الشعبي أن عليا كبر على أبي قتادة ستا وكان بدريا۔

ترجمہ :امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور ان پر چھ تکبیریں کہیں اور وہ بدری تھے۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 2: /56)

امام حسن بن عثمان کا قول:

(3) حسن بن عثمان فرماتے ہیں:

وقال الحسن بن عثمان ومات أبو قتادة سنة أربعين وشهد أبو قتادة مع علي مشاهده كلها في خلافته.

ترجمہ :حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ 40 ھ میں فوت ہوئے اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی ساری خلافت میں تمام جنگوں میں شریک ہوئے۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 2: /56)

خلیفہ بن خیاط کا قول:

(4) مشہور مورخ ومحدث استاذ امام بخاری، خلیفہ بن خیاط (ثقہ) متوفی 240ھ فرماتے ہیں:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ 38 ھ میں کوفہ فوت ہوئے۔(تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی 12: /86)

محدث ابن سعد کا قول:

(5) محدث ابن سعد لکھتے ہیں۔

وَكَانَ قَدْنَزَلَ الْكُوفَةَ وَمَاتَ بِهَا ،وَعَلِيٌّ بِهَا وَهُوَ صَلَّى عَلَيْهِ

آپ(ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) میں تشریف لائے اور وہیں وفات پائی اور ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔(طبقات الکبریٰ 6: /15)

حنبل بن اسحاق کا قول:

(6) حنبل بن اسحاق (ثقہ) متوفی 273ھ فرماتے ہیں :

أخبرنا بن رزق أنبأنا عثمان بن أحمد نا حنبل بن إسحاق قال وبلغني توفي أبو قتادة الحارث بن ربعي سنة ثمان وثلاثين في خلافة علي وصلى عليه علي بالكوفة۔

ترجمہ : حنبل بن اسحاق فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حارث بن ربعی 38ھ میں خلافت علی میں کوفہ میں فوت ہوئے۔(تاریخ بغداد 1: /161)

خطیب بغدادی کا قول:

(7) خطیب بغدادی (ثقہ) لکھتے ہیں:

آپ بھی یہی بات لکھتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خلافت علی میں فوت ہوئے۔ (تاریخ بغداد 1: /159)

ابن قطان فاسی کا قول:

(8) ابن قطان فاسی (ثقہ) فرماتے ہیں:

وقال القطان ما ملخصه فيجب التثبت؟؟ في قوله فيهم أبو قتادة فان ابا قتادة قتل مع علي وهو صلى عليه هذا هو الصحيح وقتل علي سنة اربعين ومحمد بن عمر ولم يدرك ذالك وقيل توفي أبو قتادة سنة اربع وخمسين وليس بصحيح۔

ترجمہ: جولگ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ ثابت کریں کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں تھے اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور یہی صحیح بات ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ 40 ھ میں شہید ہوئے اور محمد بن عمرو اس زمانے کو نہیں پاسکتے اور یہ بھی کہا گیا ہے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ 54 ھ میں فوت ہوئے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ (الجوہر النقی 2: /128)

امام طحاوی کا قول:

(9) امام طحاوی (ثقہ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ :ثنا يَحْيَى، قَالَ :ثنا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ :ثنا مُوسَى بْنُ عَبْدِ اللهِ :"أَنَّ عَلِيًّا، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى عَلَى قَتَادَةَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبْعًا" قِيلَ لَهُ :إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّمَا فَعَلَ ذَلِكَ لِأَنَّ أَهْلَ بَدْرٍ كَانَ كَذَالِكَ حُكْمُهُمْ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِمْ ،يَزَادُ فِيهَا مِنَ التَّكْبِيرِ ،عَلَى مَا يُكَبَّرُ عَلَى غَيْرِهِمْ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَالِكَ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر نماز سات تکبیرات سے پڑھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تکبیریں زائد اس لئے کہیں کہ اہل بدر کا جنازہ اسی طرح پڑھایا جاتا تھا جو کوئی اس بات پر اعتراض کرے تو اس کو یہ جواب دیا جائے گا۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی 1: /497،496 رقم 2848)

محدث بدرالدین عینی کا قول:

(10) علامہ محدث بدرالدین عینی (ثقہ) فرماتے ہیں۔

وقال ابن عبد البر هو الصحيح، وقيل :توفي بالكوفة سنة ثمان وثلاثين، ومحمد بن عمرو بن عطاء توفي في خلافة وليد بن يزيد بن عبد الملك، وكانت خلافته في سنة خمس وعشرين ومائة، ولهذا قاله ابن حزم ولعله وهم يعني عبد الحميد.

ترجمہ: اور ابن عبد البر فرماتے ہیں یہ صحیح ہے کہ آپ (ابو قتادہ رضی اللہ عنہ) کوفہ میں 38ھ کو فوت ہوئے اور محمد بن عمرو بن عطاء ولید بن یزید کی خلافت میں فوت ہوئے اور ان کی خلافت 125ھ میں شروع ہوئی تھی اس لئے ابن حزم نے کہا کہ شاید عبد الحمید (ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے بیان کرنے میں) بھول گیا۔
(البنایہ شرح الھدایہ 2:/259)

موسیٰ الانصاری کا قول:

(11) موسیٰ الانصاری فرماتے ہیں:

حدثني ابن زنجويه وزهير قالا :نا يعلى بن عبيد نا إسماعيل بن أبي خالد عن موسى الأنصاري قال :أتانا علي فصلى على أبي قتادة فكبر سبعة.

ترجمہ: موسیٰ انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی۔ (معجم الصحابہ لابی القاسم البغوی 2:/25 رقم 436)

ابو القاسم عبد اللہ بن محمد البغوی کا قول:

(12) ابو القاسم عبد اللہ بن محمد البغوی المتوفی 317ھ لکھتے ہیں:

حدثني ابن زنجويه نا الفريابي قال حدثني جرير البجلي عن الشعبي عن عبد [الله] بن يزيد :أن عليا صلى على أبي قتادة فكبر عليه سبعا وكان بدريا.

ترجمہ: عبد اللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے۔ (معجم الصحابہ لابی القاسم البغوی 2:/26 رقم 437)

علامہ ابن الترکمانی کا قول:

(13) علامہ ابن الترکمانی لکھتے ہیں:

ذكر فيه من حديث عبيد الله بن موسى (عن اسمعيل بن ابي خالد عن موسى بن عبد الله بن يزيد ان عليا صلى على ابي قتادة فكبر عليه سبعا وكان بدريا۔

ترجمہ: موسیٰ بن عبد اللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے۔ (الجوہر النقی 4:/36)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری غیر مقلد کا قول:

(14) قاضی محمد سلیمان منصور پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

سب کا اتفاق ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان (سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) کی نماز جنازہ پڑھائی تھی نماز جنازہ میں سات یا چھ تکبیریں ادا کی تھیں اہل بدر کی نماز جنازہ اسی طرح پڑھی جایا کرتی تھی۔

(اصحاب بدر قاضی محمد سلیمان: ص196 سیدنا ابوقتادہ اسلمی رضی اللہ عنہ رقم 247 مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور)

ابن حزم کا قول:

(15) علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

وَأَبو قَتَادَةَ قُتِلَ مَعَ عَلِيٍّ، وَلمْ يدْرِكْهُ مُحَمَّدُ بنُ عَمْرٍو۔۔۔ (المحلیٰ بالآثار لابن حزم 3: /43)

اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فوت ہوئے اور محمد بن عمرو ابوقتادہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

فإنما ذَكَرَ أبا قَتَادَةَ: عَبْدُ الحميدِ بنُ جَعْفَرٍ، وَلَعَلَّهُ وَهِمَ فِيهِ،

پس عبدالحمید کا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا اس کا وہم ہے۔ (المحلیٰ بالآثار لابن حزم 3: /44)

الشیخ العلامہ أحمد بن یحیی النجمی کا قول:

(16) الشیخ العلامہ أحمد بن یحیی النجمی:

ما رواه موسى بن عبدالله بن يزيد: (أن علياً صلى على أبي قتادة فكبر عليه سبعاً وكان بدرياً) أخرجه الطحاوي والبيهقي 4/ 36 بسند صحيح على شرط مسلم.

ترجمہ: موسیٰ عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے اس کو طحاوی اور بیہقی نے بسند صحیح مسلم کی پر تخریج کیا۔

(تأسیس الاحکام بشرح عمدۃ الاحکام علی ماصح عن خیر 3: /87)

علامہ المتقی الہندی کا قول:

(17) علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی الہندی (متوفی 975ھ) لکھتے ہیں۔

عن موسى بن عقبة بن يزيد أن عليا صلى على أبي قتادة فكبر عليه سبعا وكان بدريا.

ترجمہ: موسیٰ بن عقبہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے۔ (کنز العمال 14: /74 رقم 37974)

البانی غیر مقلد کا قول:

(18) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

الثالث: عن موسى بن عبد الله بن يزيد. "أن عليا صلى على أبي قتادة فكبر عليه سبعا،

وکان بدریا "أخرجه الطحاوي والبيقهي بسند صحيح على شرط مسلم - لكن أعله البيهقي بقوله :"إنه غلط، لان أباقتادة رضي الله عنه بقي علي رضي الله عنه مدة طويلة ".ورده الحافظ في "التلخيص "بقوله :"قلت :وهذه علة غير قادحة، لانه قد قيل : إن أبا قتادة مات في خلافه علي، وهذا هو الراجح وسبقه إلى هذا ابن التركماني في " الجوهر النقي "فراجعه۔

ترجمہ: موسیٰ عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے اس کو طحاوی اور بیہقی نے بسند صحیح مسلم کی پر تخریج کیا لیکن بیہقی نے کہا کہ یہ غلط ہے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد بھی طویل مدت تک زندہ رہے اس کو حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں رد کیا اور فرمایا میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی کی یہ جرح درست نہیں ہے کیونکہ کہا گیا ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے اور یہ ہی بات راجح اور درست ہے اور یہی بات ابن ترکمانی نے جوہر النقی میں لکھی اور اسی کو راجح قرار دیا۔(احکام الجنائز للالبانی 1:/114.113)

قاضی شوکانی غیر مقلد کا قول:

(19) قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وقيل مات أبو قتادة في خلافة علي رضي الله عنه ولا يمكن على هذا أن محمدا أدركه لأن عليا قتل في سنة أربعين وقد أجيب عن هذا أنه إذا صح موته في خلافة علي فلعل من ذكر مقدار عمر محمد أو وقت وفاته وهم

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے تو اس روایت کی بنا پر ممکن ہی نہیں کہ محمد بن عمرو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو پاسکے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ 40ھ میں شہید ہوئے اور اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات صحیح روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی ہوئی ہے اور شاید محمد بن عمرو کو ان کے وقت وفات بتانے میں وہم ہوا ہے۔(نیل الاوطار 2:/198)

یعقوب بن سفیان الفسوی کا قول :

(20) ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی (المتوفی 347ھ) لکھتے ہیں:

حدثنا عبيد الله بن موسى عن إسماعيل بن أبي خالد عن موسى بن عبد الله بن يزيد :

أن علياً صلى على أبي قتادة فكبر عليه سبعاً و كان بدرياً.

ترجمہ: موسیٰ بن عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے۔(المعرفۃ والتاریخ 1: /76)

علی بن محمد الخزاعی کا قول:

(21) علی بن محمد الخزاعی لکھتے ہیں:

کہ حضرت ابوقتادہ بدری صحابی ہیں اور ان کا وصال 38ھ میں ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔(تخریج الدلالات السمعیہ لہ (ص) من الحرف والصنائع والعمالات: ص 727)

حضرت عبداللہ بن نمیر کا قول:

(22) حضرت عبداللہ بن نمیر بھی یہی بات روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی۔(مصنف ابن ابی شیبہ 3: /304 رقم 11578)

محدث غسان بن ربیع کا قول:

(23) غسان بن ربیع فرماتے ہیں:

قال حنبل بن إسحاق حدثنا غسان بن الربيع قال وبلغني أنه توفي أبو قتادة سنة ثمان وثلاثين في خلافة علي وصلى عليه علي۔

ترجمہ: غسان بن ربیع فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 38ھ میں فوت ہوئے اور ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر 67/152)

صلاح الدین خلیل بن أیبک الصفدی کا قول:

(24) صلاح الدین خلیل بن أیبک الصفدی (المتوفی 764ھ):

علامہ صلاح الدین نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت علی میں لکھی ہے۔(الوافی بالوفیات 4: /68)

ابن الأثیر کا قول:

(25) مجد الدین أبو السعادات المبارک بن محمد الجزری ابن الأثیر (المتوفی 606ھ):

انہوں نے بھی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت علی میں لکھی ہے۔

(جامع الأصول فی أحادیث الرسول 12: /284 رقم 493)

علامہ ابن کثیر کا قول:

(26) علامہ ابن کثیر نے لکھا۔

أنه توفي بالكوفة سنة ثمان وثلاثين، وصلى عليه علي بن أبي طالب

ترجمہ: بے شک ان (حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ) کی وفات 38ھ میں کوفہ میں ہوئی اور ان کا جنازہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ (البدایہ والنہایہ 8: /74)

أحمد بن الخطیب کا قول:

(27) أبی العباس أحمد بن الخطیب المتوفی 810ھ لکھتے ہیں:

ومنهم أبو قتادة الأنصاري فارس رسول الله صلى الله عليه وسلم وتوفي بالكوفة سنة أربعين وصلى عليه علي بن أبي طالب رضي الله عنه وكبر سبعا

ترجمہ: اور ان میں حضرت ابو قتادہ انصاری صحابی رسول ان کی وفات 40ھ میں کوفہ میں ہوئی اور ان کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سات تکبیروں سے پڑھائی۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام: ص 82)

علامہ ابن عساکر کا قول:

(28) علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں۔

قال يعقوب بن سفيان حدثنا عبيد الله بن موسى عن إسماعيل بن أبي خالد عن موسى بن عبد الله بن يزيد أن عليا صلى على أبي قتادة فكبر عليه سبعا وكان بدريا۔

ترجمہ: موسیٰ بن عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر 152/67)

امام بیہقی کا قول:

(29) امام بیہقی لکھتے ہیں:

وَأَخْبرنَا أَبو الحسَينِ بْنُ الْفَضْلِ الْقَطَّانُ أَخْبرنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ سفْيَانَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ موسَى عَنْ إِسْماعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ موسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ :أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى عَلَى أَبِي قَتَادَةَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبْعًا وَكَانَ بَدْرِيًّا.

ترجمہ: موسیٰ بن عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات

تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے۔(سنن الکبریٰ للبیہقی4: /36رقم7193)

حضرت وکیع کا قول:

(30) حضرت وکیع بھی یہی بات روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی۔(مصنف ابن ابی شیبہ 3: /304رقم11578)

علامہ مغلطائی کا قول:

(31) علامہ مغلطائی نے یہی بات لکھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے۔(شرح ابن ماجہ للمغلطائی1: /1357)

ابن الملقن کا قول:

(32) ابن الملقن سراج الدین أبوحفص عمر بن علی بن أحمد الشافعی المصری (المتوفی804 :ھ) لکھتے ہیں۔

رواه الدَّارَقُطْنِيّ وَالْبَيْهَقِيّ في»سننهما«وعنه أيضا» :أنه صَلى عَلى أبي قَتَادَة فكبر عَلَيْهِ سبعا۔۔۔توفي أبو قَتَادَة بِالْكُوفَةِ وَعلي بهَا، وَهُوَ صلى عَلَيْهِ

ترجمہ : دارقطنی اور بیہقی نے اپنی اپنی سنن یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھی گئی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں فوت ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان پر نماز پڑھائی۔

(البدرالمنیر فی تخریج الاحادیث5: /262)

ابن حجر عسقلانی کا قول:

(33) علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أنه صلى على أبي قَتَادَةَ فكبر عَلَيْهِ سبعا رواه الْبَيْهَقِيّ وَقَالَ إِنَّه غلط لِأَنَّ أَبَا قَتَادَةَ عَاش بعد ذَالِكَ قلت وَهَذِهِ عِلّة غير قَادِحَة لِأَنَّهُ قد قيل إِنَّ أَبَا قَتَادَةَ قد مَاتَ فِي خِلَافَةِ عَلِيّ وهذا هو الرَّاجِح.

ترجمہ: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اس کو بیہقی نے روایت کیا لیکن بیہقی نے کہا کہ یہ غلط ہے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد بھی زندہ رہے میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ امام بیہقی کی یہ جرح درست نہیں ہے کیونکہ کہا گیا ہے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے اور یہی بات راجح ہے۔ (تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلانی2: /284)

الشیخ حمد بن عبداللہ الحمد کا قول:

(34) الشیخ حمد بن عبداللہ الحمد لکھتے ہیں:

وثبت عند الطحاوي بإسناد صحيح - أنه أي علي صلى على أبي قتادة فكبر سبعاً وكان بدرياً.

ترجمہ: اور باسناد صحیح ثابت کیا ہے امام طحاوی نے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی اور وہ بدری تھے۔ (شرح زاد المستقنع للحمد 8: /193)

ابن المنذر النیشاپوری کا قول:

(35) ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری (المتوفی 319ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ رُوِينَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى أَبِي قَتَادَةَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبْعًا

ترجمہ: اور روایت کیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر سات تکبیروں سے نماز پڑھائی۔ (الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف 5: /432، رقم 3149)

محمد بن عمر بن سالم بازمول کا قول:

(36) محمد بن عمر بن سالم بازمول لکھتے ہیں:

دليل التكبيرات السبع: ما جاء عن موسى بن عبيد الله بن يزيد: "أن علياً رضي الله عنه صلى على أبي قتادة، فكبر عليه سبعاً، وكان بدرياً.

ترجمہ: سات تکبیروں کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰ بن عبداللہ بن یزید نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نماز سات تکبیروں کے ساتھ پڑھائی اور وہ بدری تھے۔

(بغیۃ المتطوع فی صلاۃ التطوع: ص 65)

امام ذہبی کا قول:

(37) امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

قال: وروى أهل الكوفة أنه توفي بها، وأن عليا صلى عليه.

ترجمہ: اور بے شک اہل کوفہ نے روایت کیا کہ وہ (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) کوفہ میں فوت ہوئے اور ان کا جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ (سیر اعلام النبلاء 2: /453)

زبیر علی زئی کی ایک زبردست دلیل کا جواب

زبیر علی زئی نور العینین ص 113 پر لکھتے ہیں:

ایک زبردست دلیل : ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کا انتقال 50ھ اور 60ھ کے درمیان ہوا۔

(التاریخ الصغیر للبخاری ج 1 ص 128,125.)

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام کلثوم کا جنازہ پڑھایا گیا تو لوگوں میں ابن عمر، ابو ہریرہ، ابو سعید اور ابو قتادہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی موجود تھے۔

(مصنف عبد الرزاق 3/465 ح 6337، سنن نسائی 4/71 ح 1978 واسنادہ صحیح)

اس قسم کی روایت عمار مولیٰ الحارث بن نوفل سے بھی مروی ہے یہ جنازہ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے دورِ امارت میں پڑھایا گیا سعید بن العاص 48ھ سے 55ھ تک اقتدار میں رہے۔

(تہذیب السنن 2:/423)

یہ بات عقلاً محال ہے کہ 38ھ میں فوت ہونے والا 50ھ اور 60ھ کے درمیان (54ھ) میں ہونے والے جنازہ میں شریک ہو لہٰذا درج بالا روایت نص قاطع ہے کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ 50 ھ کے بعد فوت ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔

الجواب:

حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید بن عمر بن خطاب کا جنازہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا یا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے، یہ روایت اضطراب کا شکار ہے محمد بن سعد لکھتے ہیں:

أَخْبرنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، أَخْبرنَا إِسْرَائِيلُ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الْبَهِيِّ قَالَ: شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلَّى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ وَزَيْدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَعَلَ زَيْدًا فِيمَا يَلِي الْإِمَامَ وَشَهِدَ ذَلِكَ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ.

ترجمہ: عبداللہ البہی کہتے ہیں کہ میں وہاں موجود تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم اور زید بن عمر بن خطاب کا جنازہ پڑھایا جنازہ پڑھانے کے لئے ان کو قریب کیا ان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد 8:/464 رقم 10917)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وأخرج بسند صحيح أن بن عمر صلى علي أم كلثوم وابنها زيد فجعله مما يليه وكبر أربعا۔

ترجمہ: اور بسند صحیح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید کا جنازہ پڑھایا اور چار تکبیریں نماز میں کہیں۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ 8: /294)

امام عبدالرزاق اپنی کتاب مصنف میں لکھتے ہیں:

عبدالرزاق عن الثوري عن أبي حصين وإسماعيل عن الشعبي أن بن عمر صلى على أم كلثوم بنت علي بن أبي طالب وزيد بن عمر فجعل زيدا يليه والمرأة أمام ذلك

ترجمہ: امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید کا جنازہ پڑھایا اور ان کو امام کے قریب کیا۔

(مصنف عبدالرزاق 3: /465 رقم 6336 سندہ صحیح)

جو روایت زبیر علی زئی نے پیش کی مصنف عبدالرزاق سے اور سنن نسائی سے اس کے الفاظ یہ ہیں عبد الرزاق عن بن جريج قال سمعت نافعا يزعم أن بن عمر۔۔۔ تو یہ صرف نافع کا گمان ہے کہ اس جنازہ میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے ابوقتادہ کون سے تھے؟ حضرت ابوقتادہ الحارث بن ربعی الانصاری کی تصریح نہیں کی تو یہ نص قاطع کیسے ہوگئی اگر یہ گمان کیا جائے کہ ابوقتادہ عدوی ہیں تو یہ ممکن ہے کیونکہ ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں۔

ابوقتادہ (العدوی) بالاتفاق ثقہ ہیں اور بعض نے انہیں صحابی بھی کہا ہے۔

(توضیح الکلام 1: /519)

ایک اور نکتہ کے تحت زبیر علی زئی نور العینین ص 113،114 پر لکھتے ہیں۔

محمد بن سیرین (رحمہ اللہ) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد ہیں، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ان کی ایک روایت سنن ترمذی وغیرہ میں ہے، آپ 77 سال کی عمر میں 110ھ کو فوت ہوئے یعنی آپ 33ھ کو پیدا ہوئے، ابوحمید کے شاگرد محمد بن عمرو العامری 83 سال کی عمر میں ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئے، ہشام 125ھ میں فوت ہوا یعنی محمد بن عمرو 42ھ کو پیدا ہوئے یعنی آپ محمد بن سیرین سے 9 سال چھوٹے تھے جب ابن سیرین سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر سکتے ہیں تو کیا امر مانع ہے کہ محمد بن عمرو کی بھی ان سے ملاقات ہوئی ہو ملخصا۔ (نور العینین جدید 113،114)

الجواب:

مجھے بڑی حیرانگی ہوئی جب اس تحریر کو پڑھا کہ ویسے تو یہ لوگ ہم احناف پر پھبتیاں باندھتے ہیں کہ جی یہ قیاس کرتے ہیں یہ اہل الرائے ہیں رائے پر چلنے والے ہیں،اوپر ساری کہانی میں قیاس کے ذریعے ایک نقطہ نکالا گیا ہے اور آخر میں رونا رویا گیا ہے کہ یہ کیوں نہیں ہوسکتا،جناب ذرا بھی عقل ہوتی تو یہ بات نہ کہتے کہ وہ آپ کے کلیے کے مطابق ابن سیرین رحمہ اللہ سے 9 سال چھوٹے تھے 9 سال کی عمر میں تو کسی سے سنا جاسکتا ہے مگر ابھی بچہ پیدا بھی نہ ہوا ہو تو کیسے سنا جاسکتا ہے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ تحقیق سے پچھلے صفحات میں ثابت ہوا کہ وہ 38ھ میں فوت ہوئے اور محمد بن عمرو 42ھ میں پیدا ہوئے 5 یا 7 سال کا بچہ تو حدیث کو سن سکتا ہے لہٰذا اس پر یہ قیاس درست نہیں جو کہ ابھی پیدا نہ ہوا ہو۔اگر غیر مقلدین حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی 54ھ میں وفات کی دلیل دیتے ہیں تو ذرا ان دلائل کو بھی مدنظر رکھیں تو یقیناً ان دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء جو کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوا وہ ان سے روایت کررہا ہو ممکن نہیں لہٰذا یہ عبدالحمید بن جعفر کو وہم ہوا ہے اسی بات کی دوسری دلیل حاضر خدمت ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ کی تحقیق:

نورالعینین جدید ص 105 میں جن صحابہ کرام کا ذکر کیا ان میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان کی وفات کی تاریخ کی تحقیق حاضر خدمت ہے:

(1) أبونعیم أحمد بن عبداللہ بن أحمد بن إسحاق بن موسیٰ بن مہران الأصبہانی (المتوفی 430ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثنا محمَّدُ بنُ عَليِّ بنِ حُبَيْشٍ، ثنا محمَّدُ بنُ عَبْدُوسِ بنِ كَامِلٍ، ثنا محمَّدُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ نميرٍ، قالَ: "مَاتَ محمَّدُ بنُ مَسْلَمَةَ في صَفَرَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَأَرْبَعِينَ

ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن نمیر فرماتے ہیں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ 43ھ صفر میں فوت ہوئے۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم 1:/157 رقم 586)

(2) ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی لکھتے ہیں:

محمد بن مسلمة الأنصاري الحارثي،.-----وكانت وفاته بها في صفر سنة ثلاث وأربعين.

ترجمہ: محمد بن مسلمہ انصاری حارثی صفر 43ھ میں وفات پائی۔(الاستیعاب 1:/429)

(3) الحافظ أبوالولید سلیمان بن خلف بن سعد ابن أیوب الباجی المالکی (403- 474ھ) لکھتے ہیں:

محمد بن مسلمة بن سلمة الانصاري الحارثي -----قال بن بكير مات سنة ثلاث

وأربعين۔ (التعدیل والتجریح لمن خرج عن البخاری فی الجامع الصحیح 2: /667)

محمد بن مسلمہ بن سلمہ انصاری حارثی ابن بکیر فرماتے ہیں صفر 43ھ میں وفات پائی۔

(4) امام حاکم لکھتے ہیں:

أَخبرنَا الشَّيخ أَبو بَكرِ بنُ إِسحَاقَ، أَنبَأَ إِسماعِيلُ بنُ قُتَيبَةَ، حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ اللهِ بنِ نُمَيرٍ، قَالَ: مَاتَ مُحَمَّدُ بنُ مَسلَمَةَ الأَنصَارِيُّ سَنَةَ ثَلاثٍ وَأَربَعِينَ.

ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن نمیر فرماتے ہیں محمد بن مسلمہ انصاری نے صفر 43ھ میں وفات پائی۔ (المستدرک للحاکم 3: /433 رقم 5835)

(5) أبوالعباس أحمد بن حسن بن الخطیب الشہیر بابن قنفذ القسنطینی لکھتے ہیں:

وتوفي محمد بن مسلمة بن سلمة الأنصاري سنة ثلاث وأربعين

ترجمہ: محمد بن مسلمہ انصاری حارثی صفر 43ھ میں وفات پائی۔ (الوفیات لابن قنفذ ص 2)

(6) أبی العباس أحمد بن حسن بن علی بن الخطیب 809ھ لکھتے ہیں:

وتوفي محمد بن مسلمة بن سلمة الأنصاري سنة ثلاث وأربعين

ترجمہ: محمد بن مسلمہ انصاری حارثی صفر 43ھ میں وفات پائی۔ (الوفیات: ص60)

(7) محمد بن عبداللہ بن أحمد بن سلیمان بن زبر الربعی المتوفی 397ھ لکھتے ہیں:

قال ابن نمير مات محمد بن مسلمة في صفر سنة ثلاث وأربعين سنة أربع وأربعين

ترجمہ: ابن نمیر فرماتے ہیں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ 43ھ صفر میں فوت ہوئے۔

(تاریخ مولد العلماء ووفیاتہم 1: /142)

(8) العلامہ أبی زکریا محی الدین بن شرف النووی (المتوفی 676ھ) لکھتے ہیں:

وتوفی بالمدينة فی صفر سنة ثلاث وأربعين۔ (تہذیب الأسماء واللغات: ص125 رقم 25)

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ 43ھ صفر مدینہ میں فوت ہوئے۔

(9) امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال ابن البرقي توفي سنة اثنتين وأربعين۔ (تہذیب التہذیب 9: /402 رقم 739)

ترجمہ: ابن البرقی نے کہا کہ آپ (محمد بن مسلمہ) 42ھ میں فوت ہوئے۔

(10) سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمی الشامی أبوالقاسم الطبرانی (م60ھ) لکھتے ہیں۔

مُحَمَّدُ بنُ مَسلَمَةَ الأَنصَارِيُّ بَدرِيٌّ أَقَامَ بِالمَدِينَةِ إِلَى أَنْ مَاتَ بِهَا سَنَةَ ثَلاثٍ وَأَربَعِينَ

ترجمہ: محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بدری 43ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔(معجم الکبیر للطبرانی14: /110)

(11)امام ذہبی لکھتے ہیں:

قَالَ يحيَى بنُ بكَيْرٍ، وَإِبْرَاهِيْمُ بنُ المُنْذِرِ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، وَشَبَابٌ، وَجماعَةٌ: مَاتَ محمَدُ بنُ مَسْلَمَةَ فِي صَفَرٍ، سَنَةَ ثَلاَثٍ وَأَرْبَعِيْنَ.

ترجمہ: یحیی بن بکیر اور ابراہیم بن منذر اور ابن نمیر اور شباب اور ایک جماعت نے کہا کہ محمد بن مسلمہ 43ھ صفر میں فوت ہوئے۔(سیر اعلام النبلاء3: /328)

امام ذہبی محمد بن مسلمہ کو 43ھ میں وصال پانے والوں میں لکھتے ہیں۔(العبر فی خبر من غبر1: /37)

(12)علامہ مزی لکھتے ہیں:

وَقَال ابن البرقي :توفي بالمدينة سنة اثنتين وأربعين وَقَال بعض أهل الحديث :توفي في صفر سنة ثلاث وأربعين

ترجمہ :اور ابن البرقی نے کہا کہ آپ (محمد بن مسلمہ) مدینہ میں 42ھ کو فوت ہوئے اور بعض محدثین نے فرمایا آپ 43ھ صفر میں فوت ہوئے۔(تہذیب الکمال26: /457)

(13) أحمد بن محمد بن الحسین بن الحسن، أبو نصر البخاری الکلاباذی (المتوفی398 :ھ) لکھتے ہیں:

وَقَالَ محمَد بن يحيَى الذهلي النَيْسَابورِي حَدثنَا يحيَى يَعْنِي ابْن عبد الله بن بكير المخزومي المصرِيَ مَاتَ محمَد بن مسلمة بِالمدِينَة سنة ثَلَاث وَأَرْبَعين

ترجمہ: عبد اللہ بن بکیر فرماتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ مدینہ میں 43ھ کو فوت ہوئے۔

(الھدایۃ والارشاد فی معرفۃ أہل الثقۃ والسداد2: /635رقم1006)

(14) أبو بکر أحمد بن علی بن منجویہ الأصبہانی (المتوفی428) لکھتے ہیں:

مات سنة ثلاث وأربعين في صفر في ولاية معاوية بالمدينة

ترجمہ :(محمد بن مسلمہ)43ھ صفر میں مدینہ میں حضرت امیر معاویہ کی ولایت میں فوت ہوئے۔

(رجال صحیح مسلم208: رقم1512)

(15)خلیفہ بن خیاط أبو عمر اللیثی العصفری لکھتے ہیں:

مات سنة ثلاث وأربعين

ترجمہ : آپ (محمد بن مسلمہ) کی وفات 43ھ ہے۔(طبقات ابن خیاط: ص80)

(16)ابی حاتم محمد بن حبان بن احمد تمیمی البستی (المتوفی 354ھ) لکھتے ہیں:

مات سنة ثلاث وأربعين

ترجمہ: آپ (محمد بن مسلمہ) کی وفات 43ھ ہے۔ (مشاہیر علماء الأمصار: ص44 رقم 93)

(17)علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

محمد بن مسلمة بن سلمة الأنصاري الحارثي المدني ----مات بالمدينة سنة اثنين وأربعين

ترجمہ: محمد بن مسلمہ بن سلمہ انصاری حارثی المدنی 42ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔

(اسعاف البطاء برجال الموطاء: ص26)

(18)عبد الحی بن أحمد بن محمد العکری الحنبلی (متوفی 1089ھ) لکھتے ہیں:

آپ نے بھی محمد بن مسلمہ کو 43ھ میں فوت ہونے والوں میں شمار کیا ہے۔

(شذرات الذہب فی أخبار من ذہب 1: 53)

(19)امام یافعی لکھتے ہیں:

آپ نے بھی 43ھ میں فوت ہونے والوں میں شمار کیا ہے۔ (مرآۃ الجنان 1: /56)

(20)علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں:

أخبرناه أبو القاسم بن السمرقندي أنبأنا أبو علي بن المسلمة وأبو القاسم بن العلاف قالا أنبأنا أبو الحسن بن الحمامي أنبأنا الحسن بن محمد ثنا محمد بن عبد الله ابن سليمان ثنا ابن نمير قال مات محمد بن مسلمة بالمدينة في صفر سنة ثلاث وأربعين

ترجمہ: ابن نمیر فرماتے ہیں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں 43ھ صفر میں فوت ہوئے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر 55: /287)

اس تحقیق سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ محمد بن عمرو بن عطاء جو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد پیدا ہوا وہ ان سے کیسے روایت کرسکتا ہے لہٰذا یہ عبد الحمید بن جعفر کا وہم ہی ہے کہ ان صحابہ کرام کو اس محفل میں شمار کرتا ہے اور ایسے تقدیر کے منکر اور وہمی راوی کی روایت کیسے قبول کی جا سکتی ہے جو حقائق کے خلاف ہو۔ واللہ اعلم

صحیح بخاری اور رفع یدین

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، "أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْأُخْرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ"

ترجمہ: (امام بخاری فرماتے ہیں کہ) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی کہا کہ ہم سے لیث نے خالد کے واسطہ سے (حدیث بیان کی) ان سے سعید نے ان سے محمد بن عمرو بن {حلحلہ} نے ان سے محمد بن عمرو بن {عطاء} نے (حدیث بیان کی)....اور (دوسری سند سے امام بخاری فرماتے ہیں) کہا کہ مجھ سے لیث نے یزید بن ابی حبیب اور یزید بن محمد کے واسطہ سے بیان کی. ان سے محمد بن عمرو بن {حلحلہ} نے ان سے محمد بن عمرو بن {عطاء} نے (حدیث بیان کی).... کہ وہ چند صحابہ (رضی اللہ عنھم) کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے. نماز نبوی کا ذکر ہوا تو (صحابی رسول) حضرت ابوحمید ساعدی (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (کی تفصیلات) تم سب سے زیادہ یاد ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر (تحریمہ) پڑھی. تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں شانوں کے مقابل تک اٹھائے. اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کیا، تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر جمالئے، اپنی پیٹھ کو جھکا دیا. جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر (رکوع سے) اٹھایا تو اس حد تک سیدھے ہو گئے کہ ہر ایک عضو (کا جوڑا) اپنے اپنے مقام پر پہنچ گیا. اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا تو دونوں ہاتھ اپنے زمین پر رکھ دیئے. نہ ان کو بچھائے ہوئے تھے. اور نہ سمیٹے ہوئے تھے. اور پیر کی انگلیاں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ رخ کر لی تھیں، پھر جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعتوں میں بیٹھے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھے، اور داہنے پیر کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑا کر لیا، جب آخری رکعت میں بیٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں پیر کو آگے کر دیا، اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیا، اور اپنی نشست گاہ کے بل بیٹھ گئے۔

[صحيح البخاري « كِتَاب الْأَذَانِ «أَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ «بَاب سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ .رقم الحديث 828 :]

فقہ الحدیث:

(1) صحابی رسول ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعویٰ کیا کہ مجھے تم سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز یاد ہے، اور اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا یعنی ان کے دعوے پر خاموش اتفاق کیا۔

(2) اور اس صحیح سند والی حدیث میں نبی ﷺ کی نماز میں نماز کے شروع میں رفع یدین کیا اور، پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا حالانکہ رکوع اور رکوع سے کھڑے ہونے کا بیان بھی کیا

(3) اس حدیث (کی سند) سے معلوم ہوتا ہے کے یہ واقعہ دور نبوت کے بعد کا ہے، تو اس سے آخری طریقہ نماز معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ : محمد بن عمرو بن {عطاء} نے (حدیث بیان کی)...... کہ وہ چند صحابہ (رضی اللہ عنھم) کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز نبوی کا ذکر ہوا تو (صحابی رسول) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ کی نماز (کی تفصیلات) تم سب سے زیادہ یاد ہے....

(4) نماز نبوی کا احوال سب سے زیادہ محفوظ (یاد) رکھنے والے صحابی سے تابعی پوچھ رہا ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ یہ سوال کرنا دور نبوی کے بعد تھا۔

یہی روایت درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیے:

(1) صحیح ابن خزیمہ 1:/324 رقم 643 (2) سنن الکبریٰ للبیہقی 2:/127 رقم 2881

(3) شرح السنۃ للبغوی 3:/14 رقم 557

(4) خلاصۃ الاحکام للنووی 1:/344 رقم 1041

ان تمام کتب میں اس روایت کی سند میں چونکہ عبدالحمید بن جعفر نہیں ہے اس لئے یہ روایت صحیح ترین بھی ہے اور اختلافی رفع یدین کے بغیر بھی مگر چونکہ غیر مقلدین کے خلاف ہے اس لئے اس صحیح ترین روایت کو نہیں قبول کرتے بلکہ جس روایت میں بہت ساری علتیں ہیں جو عبدالحمید بن جعفر والی روایت کو ضعیف بناتی ہیں اس کو قبول کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

نماز میں رفع یدین نہ کرنے کی دلیل بخاری پر اعتراض کا، کامل جواب

اُصول :السکوت في معرض البیان بیان

ترجمہ : وہ مقام جہاں ایک شے کو بیان کرنا چاہیے، وہاں اس بیان کو چھوڑنے کا مطلب اس شے کا عدم (نہ ہونا) بیان کرنا ہوتا ہے۔

(مراعاۃ المصابیح لعبید اللہ المبارکپوری 3 :/385، روح المعانی 7 :/18)

شہاب الدین محمود ابن عبد اللہ الحسینی الآلوسی لکھتے ہیں:

فإن السکوت في معرض البیان یفید الحصر :

ترجمہ: پس جہاں بیان ہونا چاہیے وہاں وہاں بیان نہ کرنا حصر کو مفید ہے

(1) روح المعانی نسخہ محققہ 9: /211

(2) الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ 1: /95

(3) حاشیہ نداء الریان فی فقہ الصوم وفضل رمضان 2: /351

(4) بریقۃ المحمودیہ للخادمی 6: /20

(5) احکام زکوٰۃ الفطر للنداء ابو احمد: ص 21

(6) ابجد العلوم 1: /431

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غیر مقلدین کی پیش کردہ روایت سے ان کا موقف ثابت نہیں ہوتا جو حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری کی بالاتفاق صحیح سند سے مروی ہے، سے احناف کا موقف ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

دلیل نمبر:6

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب

نورالعینین ص115 نمبر6 کے تحت یہ روایت لکھی ہے
سليمان بن داود الهاشمي أخبرنا عبد الرحمن بن أبي الزناد عن موسى بن عقبة عن عبد الله بن الفضل الهاشمي أخبرنا عبد الرحمن الأعرج عن عبيد الله بن أبي رافع عن علي بن أبي طالب :عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا قام إلى الصلاة المكتوبة كبر ورفع يديه حذو منكبيه ويصنع مثل ذلك إذا قضى قراءته وأراد أن يركع ويصنعه إذا رفع من الركوع ولا يرفع يديه في شيء من صلاته وهو قاعد وإذا قام من السجدتين رفع يديه كذلك وكبر

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز(ادا کرنے)کو کھڑے ہوتے تو تکبیر کہہ کر کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور قرات ختم کر کے رکوع جاتے وقت بھی اسی طرح کرتے اور رکوع سے اٹھ کر بھی اسی طرح کرتے اور بیٹھنے کی حالت میں کسی بھی جگہ رفع الیدین نہ کرتے اور جب دو رکعتیں(سجدتین کی تشریح دیگر مرفوع احادیث میں رکعتین کے لفظ سے ملتی ہے) پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین کرتے اور تکبیر کہتے تھے۔(صحیح ابن خزیمہ 1: /295،294)

جواب نمبر:1

اس روایت میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ضعیف ہے اس راوی کے ضعف کے بارے تحقیق ملاحظہ فرمائیے:

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کے بارے محدثین کرام کی تحقیق

(1) ابوالحسن ابن القطان فاسی لکھتے ہیں:
ضعف ابن أبي الزِّنَاد عبد الرَّحمن. (بیان الوہم والایہام فی کتاب الأحکام 3: /436)

(2)امام نسائی کے نزدیک بھی ضعیف ہے:

عبدالرحمن بن أبي الزناد ضعيف۔

(الضعفاء والمتروکین للنسائی: ص160 رقم367 مطبوعہ بیروت)

عَبْدُ الرَّحمنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ ضَعِيفٌ۔ (سنن الکبریٰ للنسائی9: /137 تحت رقم10106)

دوسرا نسخہ (سنن الکبریٰ للنسائی6: /94 تحت رقم10178 مطبوعہ بیروت)،

(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ص291 تحت346 مطبوعہ بیروت)

قال أبو حاتم. وضعفه النسائي. (میزان الاعتدال2: /575 رقم4908)

(3)امام نورالدین ہیثمی لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن أبي الزناد وقد وثقه غير واحد وضعفه جماعة۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد4: /8 تحت رقم5854)

عبدالرحمن بن أبي الزناد وثقه النسائي وغيره وضعفه الجمهور.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد4: /260 تحت رقم7137)

یہاں پر امام ہیثمی کی خطاء ہے کہ انہوں نے امام نسائی کی اس کی ثقاہت منسوب کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ امام نسائی کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے۔

عبدالرحمن بن أبي الزناد وهو لين الحديث. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد8: /369 تحت رقم14426)

امام ہیثمی نے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کو جس جگہ ضعیف لکھا دیکھئے درج ذیل مقامات مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

1/158.1/171.2/61.2/78.3/58.3/274.4/9.4/187.5/310.5/331.6/12.6/

6.102 7.379/98

(4)ابن حزم لکھتے ہیں: عبدالرحمن بن أبي الزناد ضعيف جدا

(1)المحلی بالآثار10: /3 (2)فتح الباری لابن حجر عسقلانی9: /480

(5)زین الدین محمد المدعو بعبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی المناوی لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن أبي الزناد ضعيف. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر3: /600)

(6)أبو أحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی (المتوفی365 :ھ) لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن أبي الزناد ضعيف۔ (الکامل فی الضعفاء الرجال4: /274)

(7)أحمد بن علی أبو بکر الخطیب البغدادی لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن أبي الزناد ضعيف (تاریخ بغداد10: /228)

(8) محمد بن أبي بكر الانصاري التلمسانی المعروف بالبری لکھتے ہیں:

عبد الرحمن بن أبي الزناد ضعيف۔ (الجوهرة في نسب النبي وأصحابه العشرة: ص275)

(9) امام مالک بھی انہیں ضعیف جانتے تھے:

دیکھئے (1) تذکرۃ الحفاظ 1:/182 (2) تاریخ بغداد 10:/228

(10) محمد بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

وعبد الرحمن بن أبي الزناد ضعيف. (الكبائر: ص150 تحت رقم122)

(11) فیصل بن قزار الجاسم لکھتے ہیں:

وفيه أيضا عبد الرحمن بن أبي الزناد وهو إلى الضعف أقرب، قال أبو حاتم: لا يحتج به۔ (تجريد التوحيد من درن الشرك وشبه التنديد: ص74)

(12) امام احمد فرماتے ہیں:

وَقَال صالح بن أحمد بن حنبل عَن أبيه مضطرب الحديث۔ (تهذيب الكمال 17:/98)

(13) امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

وَقَال أحمد بن محمد بن القاسم بن محرز، عن يحيى بن مَعِين: ليس ممن يحتج به أصحاب الحديث، ليس بشيء۔ (تهذيب الكمال 17:/98)

(14) امام علی بن مدینی فرماتے ہیں:

كان عند أصحابنا ضعيفا

(تهذيب الكمال 17:/99، سوالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة لعلي بن المديني ح165)

(15) خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

كان عبد الرحمن يعني بن مهدي يخط على حديثه

عبد الرحمٰن بن مہدی نے ان کی تمام روایات کو مٹادیا تھا (یعنی اس کی روایات درست نہ تھیں)۔

(تهذيب الكمال 17:/100)

(16) زکریا بن یحییٰ الساجی فرماتے ہیں:

وَقَال زكريا بن يحيى الساجي فيه ضعف. (تهذيب الكمال 17:/100)

(17) أبو الحسن عبید اللہ بن محمد المبارکفوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

عبد الرحمن بن أبي الزناد وقد ضعفه النسائي وغيره۔ (مرعاة المفاتيح المصابيح 8:/470)

(18) علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن أبي الزناد مجروح۔ (الموضوعات لابن الجوزی 2: /122)

(19) ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

و منهم عبدالرحمن بن آبي الزناد وقد وثقه قوم، و ضعفه آخرون، منهم يحيى بن معين۔

(شرح علل الترمذی لابن رجب 2: /214)

(20) علی بن نایف الشحود لکھتے ہیں:

وقال الحافظ في الفتح: "عَبْد الرَّحمن بن أَبي الزِّنَاد قَدْ قَالَ فِيهِ اِبْن مَعِين "لَيْسَ مِمَّنْ يُحتَجّ بِهِ أَصْحَاب الحدِيث ، لَيْسَ بِشَيْءٍ " وَفِي رِوَايَة عَنْهُ " ضَعِيف " وَعَنْهُ " هُوَ دُونَ الدَّرَاوَرْدِيّ " وَقَالَ يَعْقُوب بن شَبَّة " صَدُوق وَفِي حَدِيثه ضَعْف " سَمِعْت عَلِيّ بن المدِينِيّ يَقُول " حَدِيثه بِالمدِينَةِ مُقَارِب وَبِالْعِرَاقِ مُضْطَرِب " وَقَالَ صَالِح بْن أَحمد عَنْ أَبِيهِ "مُضْطَرِب الحدِيث " وَقَالَ عَمْرو بْن عَلِيّ نَحْو قَوْل عَلِيّ، وَقَالَا " كَانَ عَبْد الرَّحمن بْن مَهْدِيّ يخطّ عَلَى حَدِيثه " وَقَالَ أَبُو حَاتِم وَالنَّسَائِيّ " لَا يُحتَجّ بِحَدِيثِهِ۔

(الحافظ ابن حجر ومنہجہ فی تقریب التہذیب: ص34)

(21) محمد بن إسحاق بن محمد بن مندہ انہیں متروک راویوں میں ذکر کرتے ہیں: (شروط الائمۃ: ص76)

(22) محمد خلف سلامہ لکھتے ہیں:

و كذلك قول علي بن المديني في عبد الرحمن بن أبي الزناد :حديثه بالمدينة مقارب وبالعراق مضطرب۔ (لسان المحدثین 5: /152)

(23) أبو حفص عمرو بن علی فرماتے ہیں:

أخبرنا بن الفضل أخبرنا عثمان بن أحمد الدقاق حدثنا سهل بن أحمد الواسطي حدثنا أبو حفص عمرو بن علي قال عبد الرحمن بن أبي الزناد فيه ضعف۔

(تاریخ بغداد 10: /228)

(24) محمد بن سعد فرماتے ہیں:

قال عبد الرحمن بن أبي الزناد قدم بغداد في حاجة له فسمع منه البغداديون و كان كثير الحديث و كان يضعف لروايته عن أبيه۔ (تاریخ بغداد 10: /228)

(25) صالح بن محمد فرماتے ہیں:

فقال قد روى عن أبيه أشياء لم يروها غيره وتكلم فيه مالك بن أنس بسبب روايته كتاب السبعة عن أبيه۔ (تاریخ بغداد10: /228)

(26) امام طحاوی لکھتے ہیں:

وَحَدِيثُ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ خَطَأٌ ،فَقَدِ ارْتَفَعَ بِذَلِكَ أَنْ يَجِبَ لَكُمْ بِحَدِيثٍ خَطَأٍ حُجَّةٌ۔ (شرح معانی الآثار1: /225)

(27) محدث مغلطائی فرماتے ہیں:

هذا حديث اسناده ضعيف لضعف عبدالرحمن بن ابی زیاد۔ (شرح سنن ابن ماجہ 5/ 1459)

(28) محدث ابن سید الناس فرماتے ہیں:

و فی اسناده ثلاثه مختلف فی احوالهم مذكورون الضعفاء۔۔۔فاولهم عبدالرحمن ابن ابی الزناد۔(النفع الشذی شرح جامع الترمذی 3/ 326)

(29) محدث ابوالحاکم الکبیر فرماتے ہیں:

لیس بالحافظ عندهم یعنی میرے نزدیک یہ حافظ نہیں ہے۔(تاریخ الاسلام رقم 176)

(30) محدث الماردینی الترکمانی نے بھی اس کی حدیث کی تضعیف کی ہے۔(الجوہر النقی 2/ 73)

امام ابن ترکمانیؒ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"قلت ابن ابی الزناد هو عبدالرحمن قال ابن حنبل مضطرب الحديث و قال هو و ابو حاتم لا يحتج به و قال عمرو بن علی تر که"۔

"میں (ابن ترکمانی) کہتا ہوں کہ ابن ابی الزناد عبدالرحمٰن ہے اور امام احمد نے کہا کہ وہ مضطرب الحدیث ہے اور انہوں نے اور امام ابوحاتم نے کہا اس سے احتجاج (دلیل) نہیں کیا جا سکتا۔اور عمرو بن علی نے اسکو ترک کر دیا"۔ (الجوہر النقی: ج۲،ص ۷۳)

(31) محدث علامہ مرتضٰی زبیدی نے بھی اس کی حدیث پر جرح نقل کی ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین 3/ 55)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ زبیر علی زئی کا یہ لکھنا کہ وہ (عبدالرحمٰن بن ابی الزناد) جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے صرف مغالطہ ہے ورنہ حقیقت قارئین کے سامنے ہے صرف امام ترمذی و العجلی وغیرہا کا صدوق کہنے سے جم غفیر کے ضعیف و متروک کہنے کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

تحقیق:

زبیر علیزئی صاحب نے اپنی تحریر میں عبد الرحمن بن ابی الزناد کی توثیق مندرجہ ذیل محدثین کرام سے نقل کی
۱۔ امام ترمذی۔ ۲۔ امام مالک۔ ۳۔ امام عجلی۔
لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کہ ان ائمہ میں سے عبد الرحمن بن ابی الزناد کی تضعیف ثابت ہے۔
اور امام ابوداؤد سے تو توثیق بھی ثابت نہیں۔ رہا امام عجلی کا معاملہ تو وہ عبد الرحمن بن ابی زناد کی توثیق میں منفرد ہیں۔

امام ترمذی کے قول کی تحقیق:

۱۔ غیر مقلدین کے مطابق امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ بعض دفعہ تو موضوع اور منکر قسم کی روایات تک کی بھی تحسین کر جاتے ہیں کیونکہ وہ تحسین و تصحیح میں متساہل ہیں۔
امام ترمذی کے نزدیک عبد الرحمن بن ابی الزناد ضعیف راوی ہے۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ سنن ترمذی شریف میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے عبد الرحمن بن ابی الزناد، کے ضعف کا اشارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں۔

"و کانا مالک یشیر لعبدالرحمن بن ابی الزناد۔

ترجمہ: یعنی امام مالک کا اشارہ عبد الرحمن بن ابی الزناد کے ضعف کی طرف ہے۔
(دیکھئے ترمذی شریف جلد ۱ ص ۹۹)

غیر مقلد مولوی عبد الرحمن مبارکپوری اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے۔

"قولا (و کانا مالک یشیر لعبدالرحمن بن ابی الزناد) ای بضعفه قال الحافظ فی تهذیب التهذیب و تکلم فیه مالک... لروایه عن ابیه کتاب السبعة یعنی الفقهاء و قال این کناعن هذاانتمی قلت قدتکلم فیه غیر واحدمن ائمة الحدیث"۔

ترجمہ: یعنی امام مالک کا اشارہ عبد الرحمن بن ابی زناد کے ضعف کی طرف ہے، امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التحذیب میں فرمایا ہے کہ امام مالک نے کتاب السبقہ الفقھاء میں اپنے باپ سے روایت پر اس راوی پر کلام فرمایا ہے اور فرمایا کہ ہم کہاں تھے کہ اس کا پتہ نہ چلا؟ انتہی۔ میں (مبارکپوری) کہتا ہوں کہ اس راوی عبد الرحمن بن ابی زناد کے بارے بہت سے محدثین کرام نے کلام کیا ہے۔
(تحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۹۹)

غیر مقلد مبارکپوری کی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ درحقیقت امام ترمذی بھی اس راوی کو ضعیف ہی سمجھتے ہیں تبھی تو امام

مالک جیسی عظیم ہستی کے قول کو پیش کرتے ہیں۔

امام مالک کے قول کی تحقیق:

۲۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ بھی اس راوی کو ضعیف فرماتے ہیں۔آپ کا غیر مقلد مولوی عبدالرحمن مبارکپوری اپنی کتاب تحفۃ الاحوذی میں لکھتا ہے۔

"قال الحافظ التهذيب التهذيب و تكلم فيه مالک"۔

یعنی امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں فرمایا کہ امام مالک نے عبدالرحمن بن ابی زناد پر کلام فرمایا ہے۔(تحفتہ الاحوذی جلد ۱ص ۹۹)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ راوی امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مجرم ہے۔

امام عجلی کی توثیق کی حقیقت:

۳۔ امام عجلی سے زیادہ ثقہ اور ائمہ محدثین کرام کی ایک بہت بڑی تعداد نے عبدالرحمن بن ابی زناد کی تضعیف کی ہے تو عجلی کی رائے کی حیثیت جمہور محدثین کرام کے سامنے کچھ نہیں ہوگی۔ چنانچہ خود زبیر علیزئی اپنی کتاب نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین ص ۱۵۲ میں ایک راوی محمد بن جابر کا ضعف بیس محدثین کرام میں سے اٹھارہ سے نقل کرنے بعد یہی بات لکھی ہے۔

علیزئی کے کلام سے واضح ہوا کہ جمہوری تضعیف کے سامنے چند حضرات کی توثیق مردود ہوتی ہے۔ہم یہی کہتے ہیں کہ یہ اصول آپ عبدالرحمن بن ابی زناد کے بارے میں کیوں استعمال نہیں کرتے؟ جب کہ اس راوی کی تضعیف محدثین کرام کی بہت بڑی جماعت نے کی ہے اور صرف امام عجلی کی توثیق وہاں پر مردود قرار پائے گی۔

جواب نمبر:2

محدثین کرام نے بغداد میں بیان کردہ روایت کو مضطرب اور ضعیف قرار دیا ہے۔

بغداد میں بیان کردہ روایت کی تحقیق:

امام خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

أخبرني علي بن محمد المالكي أخبرنا عبد الله بن عثمان الصفار أخبرنا محمد بن عمران الصيرفي حدثنا عبد الله بن علي بن المديني قال سمعت أبي يقول ما حدث عبد الرحمن بن أبي الزناد بالمدينة فهو صحيح و ما حدث به ببغداد أفسده البغداديون

ترجمہ :امام علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے جوروایت مدینہ میں بیان کی وہ صحیح ہے اور جو بغداد میں بیان کی ہے اس کو بغداد والوں نے خراب کر دیا ہے۔

(تاریخ بغداد10: /228 تحت رقم5359)

یہی بات درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

(1) تہذیب الکمال17: /99 (2) سیر اعلام النبلاء15: /168

(3) تاریخ الاسلام للذہبی 11: /235 (4) فتح الباری لابن حجر1: /457

(5) تحفۃ الاحوذی 1: /111 (6) تہذیب التہذیب6: /156

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبدالرحمن ابن أبي الزناد عبدالله ابن ذکوان المدني مولٰی قریش صدوق تغیر حفظه لما قدم بغداد

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عبداللہ ابن ذکوان مدنی مولیٰ قریش صدوق اس کا حافظہ خراب ہوگیا جب یہ بغداد آیا۔(تقریب التہذیب ا2: /340 رقم 3861 مطبوعہ حلب)

اس سند میں اس کا شاگرد سلیمان بن داؤد الہاشمی بغداد کا رہنے والا ہے، عبداللہ بن وہب مصری ہے لہٰذا اوپر جو ایک ضابطہ بیان ہوا کہ مدینہ میں بیان کی گئی حدیث صحیح ہے اور بغداد میں اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا لہٰذا اس کی بغداد والی روایت درست نہیں۔ چنانچہ خطیب بغدادی، محدث سلیمان بن داؤد ہاشمی جنہوں نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن ابی زناد سے کی ہے، کے عراق ہونے کا ثبوت اپنی سند سے پیش کرتے ہیں

"اخبرنا ابراہیم بن عمر البر مکی اخبرنا علی بن عبدالعزیز البرذع حدثنا عبدالرحمن بن ابی حاتم الرزی حدثنا ابراهیم بن خالد الرازی قال سمعت محمد بن مسلم یقول سمعت ابا الولید الحارودی یقول قدم علینا الشافعی فقال ما خلفت بالعراق رجلین اعقل منهما سلیمان بن دائود و احمد بن حنبل"۔

ترجمہ: یعنی ہمیں خبر دی ابراہیم بن عمر برمکی نے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں علی بن عبدالعزیز بردعی نے خبر دی انہوں نے فرمایا کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ ہمیں ابراہیم بن خالد رازی نے بیان فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے محمد بن مسلم کو فرماتے سنا کہ میں نے ابو الولید الحارودی کو کہتے سنا کہ ہمارے پاس امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے عراق میں دو آدمیوں سے زیادہ عقلمند نہیں چھوڑے...... وہ سلیمان بن داؤد اور امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔

(تاریخ بغداد جلد ۹ ص ۳۱)

یہاں بھی بغدادی راوی سلیمان بن داؤد الہاشمی ہے لہٰذا قبول نہیں ۔

نسبتی یا مطلقاً توثیق؟

زبیر علیزئی نورالعینین ص ۱۱۶ ار لکھتے ہیں ۔

"اس تمام جرح وتعدیل کے مقابلے میں امام ابن المدینی کا قول ہے کہ" قد نظرت فیما روی عنه سلیمان بن دائود الهاشمی فرأیتها مقاربة "یعنی میں نے اس سے سلیمان بن داؤد الہاشمی کی احادیث کو دیکھا ہے (جانچ پڑتال کی ہے) ان کی اس سے احادیث مقارب ہیں ۔ تاریخ بغداد ۵۰۲۲۹/۱۰/۵۳ (سند صحیح) عبدالحی لکھنوی صاحب نے مقارب الحدیث کو حسن الحدیث سے پہلے ذکر کیا ہے ۔ (الرفع والتکمیل ص ۲۷) یعنی یہ لفظ کلمات توثیق میں سے ہے ۔ امام ابن مدینی کی یہ تعدیل مفسر ہے لہٰذا اسے تضعیف مبہم پر مقدم کیا جائے گا ۔ ابتدائیہ میں ہم عرض کر چکے ہیں تعدیل مفسر مبہم پر مقدم ہوگی ۔

جواب:

گذارش ہے کہ غالی غیر مقلد اپنی شرائط کے مطابق امام علی بن المدینی کی سند کو پہلے صحیح سند ثابت کرے کیونکہ جناب غیر مقلد کی اپنی شرائط کے مطابق اس قول کی سند ضعیف ہے ۔ احناف کے خلاف ان کو ہر قول صحیح ہی معلوم ہوتا ہے ۔

مزید عرض ہے کہ اگر بالفرض امام علی بن المدینی کے قول کی سند کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس قول کی حیثیت نسبتی توثیق کے علاوہ کچھ نہیں اور اس نسبتی توثیق میں بھی ان کے موقف کا رد ثابت ہوتا ہے ۔

❁ اول : مدینہ میں روایت کو اصح یا مقارب کہنا نسبتاً ہے ۔ یعنی کہ عبدالرحمن ابن ابی الزناد کی روایت بغدادیوں سے کچھ بہتر مدینے میں بیان کرنے والی روایات ہیں ۔ اور اس موقف کو دیگر محدثین کرام نے بھی واضح کیا ہے ۔

أخبرنا ابن الفضل، أخبرنا عثمان بن أحمد الدقاق، حدثنا سهل بن أحمد الواسطي، حدثنا أبو حفص عمرو بن علي قال :عبدالرحمن بن أبي الزناد فيه ضعف، وما حدث بالمدينة أصح مما حدث ببغداد۔ (تاریخ بغداد وذیولہ 10/ 228)

ترجمہ : محدث عمرو بن علی نے کہا کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد میں ضعف ہے اور وہ جو مدینہ میں بیان کرے تو بغداد میں بیان کرنے سے بہتر ہے ۔

وأخبرني البرقاني، حدثني محمد بن أحمد بن محمد الآدمي، حدثنا محمد بن علي الإيادي، حدثنا زكريا بن يحيى الساجي قال :عبدالرحمن بن أبي الزناد فيه ضعف، ما

حدث بالمدينة أصح مما حدث ببغداد. (تاریخ بغداد وذیولہ 10/229)

ترجمہ: محدث ساجی فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد میں ضعف ہے۔ بغداد کی روایات کے مقابلے میں مدینہ کی روایت بہتر ہیں۔

محدث فلاس اور محدث ساجی کے قول سے ثابت ہوا کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد ضعیف ہے مگر اس کے تمام مرویات میں مدینہ کی مرویات بہتر ہیں بغداد کی روایت سے۔

❁ دوم: جس طرح بغداد اور مدینہ کی مرویات کے تقابل میں مدینہ میں روایات نسبتاً بہتر ہیں۔اسی طرح بغدادیوں کے بیان کردہ روایات میں سلیمان بن داود الھاشمی کی مرویات نسبتاً بہتر ہیں۔

امام ابن المدینی کا قول کہ"قد نظرت فيما روى عنه سليمان بن دائود الهاشمي فرأيتها مقاربة" یعنی میں نے اس سے سلیمان بن داوٗد الھاشمی کی احادیث کو دیکھا ہے ان کی اس سے احادیث مقارب ہیں، کا بھی تعلق نسبتی توثیق سے ہے نہ کہ کوئی خاص یا مطلق توثیق۔

❁ سوم :امام ابن مدینی کا مطلق تحقیقی فیصلہ ہی قائم رہے گا جس کی تائید وہ دیگر محدثین کرام سے بھی نقل فرماتے ہیں۔ چنانچہ امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"أَخبرنَا أبو نعيم الحافظ، حَدَّثَنَا موسَى بن إبرَاهِيمَ بن النَّضر العَطَّار، حدّثنا محمد ابن عثمان بن أَبي شيبة قَالَ سمعت عليا- وهو ابن المديني- وذكر له عبد الرحمن ابن أبي الزناد فقَالَ :كان عند أصحابنا ضعيفًا."۔

ترجمہ :یعنی ہمیں محدث امام ابونعیم نے خبر دی انہوں نے فرمایا کہ ہمیں موسیٰ بن ابراہیم بن نضر نے بتایا انہوں نے فرمایا کہ ہمیں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ میں نے امام علی بن مدینی سے سنا۔ آپ سے عبدالرحمن بن ابی زناد کے بارے ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھیوں کے نزدیک عبدالرحمن بن ابی زناد ضعیف راوی ہے۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۰ ص ۲۲۸)

معلوم ہوا کہ عبدالرحمن بن ابی زناد، امام علی بن مدینی کے نزدیک دیگر محدثین کرام کی تحقیق کے مطابق ضعیف راوی ہے اور جس سند میں ضعیف راوی ہو تو وہ سندِ روایت کیسے صحیح قرار دی جا سکتی ہے؟ایسی ضعیف روایت سے استدلال کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

جواب نمبر:3

اس روایت کی سند میں عبدالرحمن بن ابی الزناد کا استاد موسیٰ بن عقبہ ہے محدث ابن عدی ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

وهذا لا أعلم يرويه عن موسى بن عقبة غير عبد الرحمن بن أبي الزناد مع أحاديث آخر يرويها بن أبي الزناد وهذا عن موسى بن عقبة، عَن أبي الزبير عن جابر لا يرويها غيره عن موسى ولعبد الرحمن بن أبي الزناد من الحديث غير ما ذكرت وبعض ما يرويه، لاَ يَتَابَعُ عَلَيه، وَهو ممن يكتب حديثه۔

ترجمہ: اور میرے علم میں یہ روایت موسیٰ بن عقبہ سے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کے کوئی بیان نہیں کرتا اس حدیث کے علاوہ بھی موسیٰ بن عقبہ سے ابن ابی الزناد کا یہی حال ہے اور یہ روایت بھی موسیٰ بن عقبہ عن ابی الزبیر عن جابر سے مروی ہے موسیٰ سے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی دیگر روایات بھی مذکورہ روایات کے علاوہ موجود ہیں ان میں بعض ایسی ہیں جن میں یہ متفرد ہے اور کوئی دوسرا اس کی اس پر موافقت نہیں کرتا یہ ان راویوں میں سے ہے کہ اس کی حدیث لکھ لی جائے۔(الکامل فی ضعفاء الرجال 5: /453رقم 1106)

امام ابن عدی کی بات کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم دیکھتے ہیں تو یہاں اس روایت میں بھی موسیٰ بن عقبہ موجود ہے اور اس میں متفرد ہے کوئی دوسرا اس کے موافق موسیٰ بن عقبہ سے روایت نہیں کرتا اس لئے یہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی غلطی ہے حالانکہ ابن جریج نے بھی اپنے استاد موسیٰ بن عقبہ سے یہ روایت ذکر کی لیکن رفع یدین کا ذکر نہیں۔

حَدَّثَنَا أَبو بَكرٍ النَّيسابوريُّ، حَدَّثَنَا يوسف بنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابنِ جرَيجٍ قَالَ أَخبرَنِي موسَى بنُ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ الله بنِ الفَضْلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحمنِ الأَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ الله بنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسولَ الله صلى الله عليه وسلم۔۔۔۔۔۔

(سنن دارقطنی 2: /57رقم 1138)

اس سند کے بارے میں غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں۔

سنده صحيح ورواة كلهم ثقات۔

ترجمہ: یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں۔(التعلیق المغنی 1/ 297)

یہ حدیث دیگر کتابوں میں بھی درج ہے۔

1-حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا روح ثنا بن جريج أخبرني موسى بن عقبة عن عبد الله بن الفضل عن عبد الرحمن الأعرج عن عبيد الله بن أبي رافع عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه :أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا ركع ......

(مسند احمد بن حنبل 1: /119رقم 960)

2-أخبرنا أبو طاهر نا أبو بكر نا الحسن بن محمد و أبو يحيى محمد بن عبد الرحيم البزاز قالا حدثنا روح بن عبادة نا ابن جريج أخبرني موسى بن عقبة عن عبد الله بن الفضل عن عبد الرحمن الأعرج عن عبيد الله بن أبي رافع عن علي بن أبي طالب :أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا ركع۔۔۔۔(صحیح ابن خزیمہ 1 :306/رقم 607)

محدث ابن حبان روایت نقل کرتے ہیں۔

3۔أخبرنا إبراهيم بن إسحاق الأنماطي قال :حدثنا أحمد بن إبراهيم الدورقي قال : حدثنا حجاج بن محمد عن بن جريج قال :أخبرني موسى بن عقبة عن عبد الله بن الفضل عن عبد الرحمن الأعرج عن عبيد الله بن أبي رافع عن علي بن أبي طالب رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا ابتدأ الصلاة المكتوبة۔۔۔۔

(صحیح ابن حبان 5: 70/رقم 1772)

نوٹ :اس حدیث میں سجدوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر بھی ہے تو غیر مقلدین حضرات کو چاہیے کہ وہ سجدوں میں رفع الیدین بھی کیا کریں۔جب غیر مقلدین حضرات کا اس پر خود عمل نہیں تو اس سے استدلال کیسے کر سکتے ہیں؟

لہٰذا یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس سے غیر مقلدین کا دعویٰ ثابت ہو جبکہ اس کے مقابلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے صحیح سند سے ترک رفع الیدین کی روایت ثابت ہے۔

دلیل نمبر:7

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اور اس کا جواب

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ، ثُمَّ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ، وَإِذَا سَجَدَ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ، وَلَا يَفْعَلُهُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ.

ترجمہ: سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا افتتاح کرتے تو تکبیر کہتے پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت ایسا نہ کرتے تھے اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ 1: /344 ح695،694 ولہ شاہد عند الدارقطنی فی العلل کما فی التلخیص الحبیر 1: /219 ورجالہ ثقات)

تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اسے سابقہ روایتوں کے شاہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔(نور العینین جدید: ص118،117)

اس روایت کو جناب نے (نور العینین جدید: ص329) پر بھی بحوالہ سنن ابی داود رقم 738 شواہد کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب:(1)

اس روایت کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس روایت کا ترجمہ ہی غلط کیا گیا ہے کیونکہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں {وَإِذَا سَجَدَ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ} اب زبیر علی زئی نے اس کا ترجمہ کیا ہے {اور جب (رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے} جبکہ صحیح ترجمہ یہ ہے {اور جب سجدہ کرتے تو اسی کی مثل کرتے} لیکن اگر اسی ترجمے کو دیکھا جائے جو زبیر علی زئی نے کیا تو پھر بھی ان کی بات نہیں بنتی کیونکہ اس ترجمے کے مطابق ایک رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اور ایک سجدے کے ارادہ کے وقت رفع یدین کرتے تو یہ اس ترجمہ کے مطابق رکوع کے بعد دو دفعہ رفع یدین ثابت ہوا جو کہ ان کو قبول نہیں دوبارہ اس ترجمہ کو پڑھ لیجئے جو ان کے زعم میں ذہبی زماں صاحب

نے ترجمہ کیا ہے {اور جب (رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے}

دوسرا جواب:

جناب غالی غیر مقلد نے صحیح ابن خزیمہ 1: /344ح694، 695اور سنن ابی داود رقم 738 سے جو روایت نقل کی ہے اس کی تین اسانید مروی ہیں۔

پہلی سند :

انَا أَبو طَاهِرٍ، نَا أَبو بَكْرٍ، نَا أَبو زهَيْرٍ عَبْدُ المَجِيدِ بنُ إبرَاهِيمَ المصرِيُّ، نَا شعَيْبٌ -يَعْنِي ابْنَ يحيَى التُّجِيبِيَّ- ، أَخبرنَا يَحيَى بنُ أَيُوبَ، عَنِ ابْنِ جرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بنِ عَبْدِ الرَّحمنِ بنِ الحارِثِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ .

تحقیق:

- مذکورہ پیش کردہ سند میں راوی ابوزھیر عبدالمجید بن ابراھیم المصری کی توثیق پیش کریں۔
- مذکورہ سند میں راوی یحیی بن ایوب الغافقی کی توثیق مختلف فیہ ہے۔
- مذکورہ سند میں ابن جریج میں مدلس راوی عن سے روایت کر رہا ہے۔
- مذکورہ سند میں ابن شھاب الزھری مدلس راوی عن سے روایت کر رہا ہے۔

دوسری سند:

سنن ابی داود میں اس کی سند کچھ یوں ہے۔

حدّثنا عبدُ الملك بن شعيب بن الليث، حدّثني أبي، عن جدي، عن يحيى بن أيوب، عن عبد الملك بن عبد العزيز بن جرَيج، عن ابن شِهاب، عن أبي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام عن أبي هريرة أنه قال۔

تحقیق:

جناب غالی غیر مقلد کی پیش کردہ سند میں ابن جریج اور ابن شہاب الزھری کی تدلیس کے علاوہ ایک راوی ”یحی بن ایوب الغافقی“ بھی ہے۔اس پر محدثین کرام کی آراء نقل کر کے نتیجہ قارئین کرام پر چھوڑا جاتا ہے۔

یحیی بن ایوب الغافقی پر جرح

درج ذیل محدثین کرام کی مختصراً اقوال پیش خدمت ہیں۔

امام مالک	فَقَالَ :كَذَبَ.	الضعفاء العقیلی 4/391
العقیلی	أَمَّا المعَوّذَتَيْنِ فَلَا يَصِحُّ	الضعفاء العقیلی 4/391
أبوزرعة الرازی	لَيْسَ بذاكَ الحافظِ".	العلل 2/79
دارقطنی	بعض أحاديثه اضطراب.	السنن 1/.98
ابن سعد	كَانَ مُنكَرَ الحدِيث	الطبقات الکبری 7/516
ابوحاتم	ومحل يحيى الصدق يكتب حديثه ولا يحتج به	الجرح والتعدیل 9/127
ابن حجر عسقلانی	صدوق ربما أخطأ	تقریب التہذیب 588
	"صدوق له أوهام".	موافقة الخبر 1/155
	فيه مقال	فتح الباری 3/370
امام نسائی	ليس بذاك القويّ	الضعفاء والمتروکون 657
	عنده أحاديث مناكير، وليس هو بذلك القوي في الحديث	عمل الیوم واللیلة 365
امام أحمد	ضعيف، كان يخطئ كثيرًا.	المنتخب من علل الخلال ح43
أبومحمد الأشبیلی	لا يحتج به	إکمال تہذیب 12/287
أبوالحسن القطان	لا يحتج به۔لسوء حفظه	إکمال تہذیب 12/287
الاسماعیلی	لا يحتج بيه	إکمال تہذیب 12/287
أباالعرب	إنما ضعف من أجل حفظه فقط	إکمال تہذیب 12/2872
أحمد بن صالح	له أشياء يخالف فيها.	إکمال تہذیب 12/287
	وَرُبَّما زَلَّ في حِفْظِهِ"	تاریخ أبوزرعة ص442
الساجی	صدوق يهم	إکمال تہذیب 12/287

الحاکم الکرابیسی	و کان إذا حدث من حفظه یخطئ	إکمال تہذیب 12/287
أبو أحمد الحاکم	لیس بالحافظ عندھم.	إکمال تہذیب 12/287
ابن حزم	کان ضعیفا	إکمال تہذیب 12/287
ابن حبان	یغرب	مشاہیر علماء الأمصار ص302
أبو بشر الدولابی	لَیسَ بذَاكَ القَويّ	تاریخ الاسلام 4/540
ابن بطال	لیس بالقوي	شرح صحیح البخاری 4/47
ابن عبد البر	لَیسَ بذَاكَ القَويّ	الاستذکار 3/354
الذہبی	یحیی فِیهِ مقَال	الرد علی ابن القطان ص37
	قلت :لأنّه في منَاکیر یحیی	الرد علی ابن القطان ص39
ابن عبد الہادی	لا یحتج به	تنقیح التحقیق 2/423
	لیس بذاك القويّ	تنقیح التحقیق 3/181
الزیلعی	لَیسَ بالقوي	نصب الرایۃ 2/434
	وَیحیی بنُ أَیّوبَ مختَلَف به، وَھوَ ممّنْ عِیبَ عَلی مُسْلِمٍ إخرَاجُ حَدِیثِهِ	نصب الرایۃ 1/178

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یحیی ابن ایوب الغافقی ضعیف راویوں میں سے ہے۔اب نتیجہ اخذ کرنا اہل علم کا کام ہے کہ ایسے راوی سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے؟

امام ابن معین، امام بخاری اور چند محدثین کرام کی توثیق محمول برصدق ہے اور جمہور محدثین کرام کی جروحات کے مقابلہ میں ان اقوال کا مقام تو غالی غیر مقلدین کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے۔

تیسری سند:

وَرَوَاہُ عثمَانُ بنُ الحکَمِ الجذَامِيُّ، قَالَ :أَنَا ابنُ جُرَیجٍ، أَنَّ ابنَ شِھَابٍ أَخبرہُ بِھَذَا الْإِسْنَادِ :مِثْلَہُ، وَقَالَ: کَبرَ،وَرَفَعَ یَدَیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ.

حَدَّثَنِیهِ أَبُو الْیَمَنِ یَاسِینُ بنُ أَبِي زُرَارَةَ المصريّ الْقِتْبَانِيُّ، عَنْ عُثمَانَ بنِ الحکَمِ الجذَامِيِّ.(صحیح ابن خزیمۃ 1/366)

تحقیق:

مذکورہ بالاسند میں ابن شہاب الزہری کی تدلیس کے علاوہ ایک راوی عثمان بن الحکم الجذامی پر بھی محدثین کرام کے اعتراضات ہیں۔

عثمان بن الحکم المصری پر جرح

درج ذیل محدثین کرام کی مختصراً اقوال پیش خدمت ہیں۔

ابن حجر عسقلانی	صدوق له أوهام	تقریب التہذیب 4459
ابوحاتم	شيخ ليس بالمتقن.	الجرح والتعدیل رقم 810
علامہ عینی	متكلم فيه	نخب الأفکار 14 / 437
علامہ ہیثمی	قَالَ أَبُو حَاتِمٍ لَيْسَ بِالْمُتْقِنِ،	مجمع الزوائد 4 / 202
ابن عبدالبر	عثمان بن الحكم ليس بالقوي	التمہید 2 / 145
علامہ ذہبی	عثمان تكلم فيه	المہذب 8 / 4176
	في الضعفاء	المغنی فی الضعفاء 2 324

اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ روایت میں دیگر علتوں کے علاوہ عثمان بن الحکم الجذامی بھی متکلم فیہ راوی ہے۔ محدث ابن بکیر کی تعدیل اور ابن یونس کی تعریف بھی اس راوی کے بارے میں منقول ہیں۔ مگر مذکورہ جرح اور تعدیل میں کوئی تعارض اس لیے بھی نہیں کہ جنہوں نے تعدیل یا تعریف کی تو اس کا تعلق عدالت سے ہے اور امام ابوحاتم نے جو جرح کی وہ اس کے حفظ پر ہے۔ لہٰذا دونوں امور کا تعلق الگ الگ ہے۔ عثمان بن الحکم نے روایت میں رفع الیدین کے الفاظ میں خطاء کی ہے اس لیے امام ابوحاتم کی جرح بالکل صحیح ہے۔ نتیجہ قارئین کرام خود اپنی علمی استعداد کے مطابق اخذ کر سکتے ہیں۔

محدث دارقطنی کی تحقیق:

مزید تحقیق یہ ہے کہ اگر یحییٰ بن ایوب الغافقی اور عثمان بن الحکم المصری کی روایت کو بالفرض سند کے لحاظ سے تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کے متن پر محدثین کرام کے اعتراضات ہیں۔

امام دارقطنی نے اس روایت میں رفع الیدین کے الفاظ کو غیر ثابت اور غیر صحیح ثابت کیا ہے۔

ان دونوں روایات کے بارے میں مخالفین کے نزدیک علل کے مسلمہ امام محدث دارقطنی فرماتے ہیں۔

وَالصَّحِيحُ قَوْلُ عبد الرزاق في التكبير دون الرفع. (العلل الواردة 257/9)

امام دارقطنی کے اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں رفع الیدین کے الفاظ صحیح نہیں بلکہ صرف تکبیر کہنا ثابت ہے۔

محدث ابو حاتم کی تحقیق:

محدث ابو حاتم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں جو ابن شہاب الزھری سے ہی مروی ہے اس میں رفع الیدین کے الفاظ کو خطاء قرار دیا ہے۔

وسمعتُ أَبِي وحدَّثنا عَنْ وَهْب بن بَيَان، عَنْ حَفْصِ بْنِ النَّجَار، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الأَخْضَر، عَنِ الزُّهْرِي، عَنْ أَبِي بكر بن عبد الرحمن بْنِ الحارِثِ؛ قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يصلي بنا في مسجد رسول الله (ص)، فكان يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افتَتَحَ الصَّلاة، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رفعَ رأسه من الرّكوع، وَكَانَ يَرْفَعُ يديه إِذَا سجد، وَكَانَ يَرْفَعُ يديه إِذَا نَهَضَ من الرَّكعتَين، فإِذَا سلَّم التفتَ إلينا وَقَالَ: إني أَشبَهُكُمْ صَلاةً بالنبيِّ (ص). قَالَ أَبِي: هَذَا خطأٌ؛ إِنَّمَا يَرْوِي هَذَا الحديث: أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ فقط، لَيْسَ فِيهِ رفعُ اليَدَين.

(العلل لابن أبي حاتم 170/2)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدث ابو حاتم کے نزدیک بھی حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رفع الیدین کے الفاظ خطاء اور غلط ہیں۔

شواہد پر بحث:

جناب غالی غیر مقلد نے چند شواہد پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس پر کلام ملاحظہ کریں۔

شاہد 1:

حدثنا عثمان بن أبي شيبة وهشام بن عمار قالا: ثنا إسماعيل بن عياش عن صالح بن كيسان عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة قال: رأيت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يرفع يديه في الصلاة حذو منكبيه حين يفتتح الصلاة وحين يركع وحين يسجد. (ابن ماجہ 860, مسند امام احمد 132/2)

جواب :

اس روایت کو جناب غالی غیر مقلد نور العینین جدید: ص 333 پر خود اسماعیل بن عیاش کی وجہ ضعیف تسلیم کیا ہے اس لیے مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

شاہد2:

محمَّدُ بنُ مُصْعَبٍ الْقَرْقَسَانِيُّ عَنْ مَالِكٍ بِإِسْنَادِهِ هَذَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ صَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأُعَلِّمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا قَالَ كَانَ يُصَلِّي وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ۔ (التمہید 7/ 79 وکتاب العلل 9/258)

جواب :

اس روایت کو جناب غالی غیر مقلد نور العینین جدید: ص 333 پر خود محمد بن مصعب القرقسانی کی وجہ ضعیف تسلیم کیا ہے اس لیے مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ مزید یہ کہ جناب غالی غیر مقلد نے التمہید اور کتاب العلل کا حوالہ تو دیا مگر یہ بات چھپا گئے کہ امام دارقطنی نے کہا کہ اس روایت میں ہر اٹھتے اور جھکتے ہوئے رفع الیدین کا ذکر نہیں بلکہ ہر اٹھتے جھکتے تکبیر کا ذکر ہے۔

محدث ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

۔ ذَكَرَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ عَنِ لْقَاضِي أَبِي عُمَرَ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُلَاعِبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُصْعَبٍ قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ قَالَ لَنَا الْقَاضِي أَبُو عُمَرَ هَكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ وَإِنَّمَا هُوَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ۔ (التمہید 7/ 79)

امام دارقطنی لکھتے ہیں۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ الْقَرْقَسَانِيُّ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هريرة :أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَوَهِمَ فِي هَذَا الْقَوْلِ، وَإِنَّمَا أَرَادَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ. (کتاب العلل 9/258)

امام دارقطنی کے حوالہ سے ثابت ہوا کہ اس روایت میں رفع الیدین کے لفظ راوی کا وہم اور صحیح لفظ تکبیر کہنا ہے۔

شاہد3:

حدثنا يحيى قال: حدثنا عمرو بن علي قال :حدثنا ابن أبي عدي، عن محمد بن عمرو،

عن أبي سلمةَ، عن أبي هريرةَ،أنَّه كانَ يرفعُ يَديهِ في كلِّ خَفضٍ ورفعٍ ويقولُ :أنا أَشبَهُكم صلاةً برسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہر (رکوع کے لیے) جھکتے وقت اور ہر (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

جواب :

اس روایت کو جناب غالی غیر مقلد نورالعینین جدید: ص 333 پر پہلے سند نہ ملنے کی وجہ سے ضعیف پھر سند ملنے کے بھی لکھا۔اس روایت کو مکمل سند کے ساتھ نورالعینین جدید ص374 پر استدلال کرتے ہوئے روایت کی تصحیح کرتے ہیں۔مگر جناب غالی غیر مقلد مکمل عبارات کو نقل نہ کرکے عوام الناس کو دھوکا دینے کی اپنی روش پر گامزن ہیں۔اس روایت کے بعد محدث المخلص نے جو لکھا اسے جناب نے نہ لکھنے میں ہی عافیت سمجھی۔

محدث ابن صاعد کی تحقیق:

محدث المخلص اس روایت کو نقل کرتے کہ بعد لکھتے ہیں۔

قالَ ابنُ صاعدٍ :ليسَ أحدٌ يقولُ :يرفعُ يديهِ إلا ابنُ أبي عديّ، وغيرُهُ يقولُ :يكبر۔(المخلصيات 2/139،رقم 1225-206)

یعنی محدث ابن صاعد نے کہا کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں رفع الیدین کے الفاظ ابن عدی کے علاوہ کسی نے بھی روایت کیے ان کے علاوہ جس نے بھی روایت نقل کی انہوں نے تکبیر کے الفاظ کہے۔

امام دارقطنی کی تحقیق:

اس روایت کے بارے میں محدث دارقطنی نے بھی لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں تکبیر کے الفاظ ہی صحیح ہیں جبکہ رفع الیدین کے الفاظ ثابت نہیں ہیں۔

وَقَدرَواهُ محمدبنِ عَمرٍو، عَن أَبِي سَلَمَة، عَن أَبِي هُرَيرة، فَرَواهُ عَمرو بن عَلِيٍّ، عَن ابنِ أَبِي عَدِيّ، عَن محمدِبنِ عَمرٍو، عَن أَبِي سَلَمَة، عَن أَبِي هُرَيرة أَنَّهُ كان يَرفَعُ يَدَيهِ فِي كُلِّ خَفضٍ ورَفعٍ، يَقُولُ :أَناأَشبَهُكُم صَلاةً بِرَسُولِ الله صَلىَ الله عَلَيهِ وسَلم.
ولَم يتابَع عَمروبن عَلِيٍّ عَلَى ذَلِك.

وغَيرُهُ يَروِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلىَّ الله عَلَيه وسَلم كان يُكَبِّر في كُلِّ خَفضٍ ورَفعٍ وهُو الصَّحِيحُ.

قِيل :مِمَّن سَمِعت حَدِيث عَمرِو بن عَلِيٍّ؟ فقَال :أنباه أَبو محمدِ بن صاعِدٍ قِراءةً عَلَيهِ في حَدِيثِ محمدِ بنِ عَمرٍو، قِيل :هُو أَحَدُ الأَحادِيثِ السِتَّةِ؟ قال :لا، لم يحدِّث بِه هَكَذا يحيى بِبَغدادَ. (العلل الواردة في الأحاديث النبوية 283/9ح1763)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنداً اور متناً دونوں طرح ضعیف ہے۔

❁❁❁ ❁❁❁

دلیل نمبر:8

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کی تحقیق

عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ قَالَ هَلْ أُرِيكُمْ صَلاةَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ لِلرُّكُوعِ، ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا فَاصْنَعُوا، وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر دکھاؤں ؟ پس آپ نے اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا پھر (رکوع کے وقت) اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا پھر سمع اللہ لمن کہہ کر رفع الیدین کیا اور فرمایا کہ اسی طرح کیا کرو اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔

(سنن دارقطنی ج1 ص292 ح1111 وسندہ صحیح)

سند کی تحقیق: یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علت قادحہ نہیں ہے۔

(نور العینین جدید: ص118)

جواب:

(1) اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ہر قسم کی علت سے پاک ہے تو بتائیے اس روایت میں تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت کا رفع یدین نہیں ہے تو اس وقت رفع یدین کرنے والوں کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

(2) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں کافی اختلاف ہے لیکن یہ روایت نہ تو مرفوعاً صحیح ہے اور نہ موقوفاً زبیر علی زئی تو یہ کہہ رہے تھے کہ اس میں کوئی علت قادحہ نہیں ہے جب کہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ اس میں علتیں ہیں جو اس کو ضعیف بناتی ہیں اس میں ایک علت یہ ہے۔

مرفوع روایت کی پہلی سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا دَعْلَجُ بْنُ أَحْمَدَ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ شِيرَوَيْهِ ثنا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ، نا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ نا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ الأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، قَالَ: هَلْ أُرِيكُمْ صَلاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ "فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ لِلرُّكُوعِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا فَاصْنَعُوا

وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔ (سنن دارقطنی 2: /47رقم1124)

دوسری سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا دَعْلَجُ بْنُ أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ الشَّامَاتِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِإِسْنَادِهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ۔
(سنن دارقطنی 2: /47رقم1125)

اس کے بعد امام دارقطنی مرفوع اور موقوف کا اختلاف بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں۔

رَفَعَهُ هَذَانِ عَنْ حَمَّادٍ وَوَقَفَهُ غَيْرُهُمَا۔ (سنن دارقطنی 2: /47رقم1125)

اس دوسری سند میں ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے دیکھئے (التعلیق المغنی 1: /292)

اور محمد بن حمید سخت قسم کا ضعیف ہے بعض نے تو اسے جھوٹا بھی قرار دیا ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء 11: /505،504

❁ محدث ابن المنذر نے اسے اپنی سند سے موقوف نقل کیا ہے۔

حدثنا علي بن عبد العزيز قال ثنا حجاج قال ثنا حماد بن سلمه عن الازرق بن قيس عن حطان بن عبيد الله الرقاشي قال علمنا ابو موسي الاشعري قام كانه يصلي بنا ورفع يديه الي اطراف اذنيه فقال الله اكبر هكذا فاصنعوا ثم كبر ورفع فقال هكذا فاصنعوا ثم رفع راسه من الركوع وقال سمع الله لمن حمده ورفع يديه ثم قال هكذا فاصنعوا۔
(الأوسط لابن المنذر 3/ 138)

❁ امام احمد بن حنبل نے اسے موقف روایت کیا ہے۔

حدثنا صالح قال حدثني أبي قال حدثنا عبد الرحمن بن مهدي عن حماد بن سلمة عن الأزرق بن قيس عن حطان قال صلى بنا أبو موسى وكان يرفع يديه۔
(مسائل الامام أحمد بن حنبل رواية ابن أبي الفضل صالح ,رقم1577)

امام دارقطنی کا قول:

امام دارقطنی نے حضرت موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو موقوف ثابت کیا ہے اور موقوف کو ہی صواب لکھا ہے۔

وَقَالَ بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، وَالنَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ حَمَّادٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ.

وَغَيْرِهما يَرْوِيهِ عَنْ حمادٍ مَوْقوفًا۔۔۔وَالصَوَابُ مِنْ حَدِيثِ الأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ حِطَّانَ قَوْلُ مَنْ وَقَفَهُ، عَنْ حمادِبْنِ سَلَمَةَ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

وَرَوَاهُ مَطَرٌ الْوَرَّاقُ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى مَوْقوفًا أَيْضًا.

(العلل الواردة في الأحاديث النبوية 254/7.)

امام دارقطنی کی تحقیق کے خلاف جناب غالی غیر مقلد کا اس حدیث کو مرفوع اور موقوف دونوں طرح صحیح قرار دینا جہالت اور مسلکی تعصب کی واضح دلیل ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے کم از کم یہ بات تو ثابت ہوئی کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ ایک صحابی کا عمل ہے۔

(3) اس روایت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلی روایت مرفوع ہو یا دوسری موقوف روایت ان ساری روایات کا دارومدار حماد بن سلمہ پر ہے جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے، بیان کردہ مرفوع روایت کا بھی دارومدار حماد بن سلمہ پر ہے جو ثقہ ہے مگر ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا جس کی وجہ سے غلطی اور خطاء کر جاتے تھے لہٰذا ان کے متاخر السماع راوی کی روایت قبول نہیں ہوگی اس روایت میں بھی نضر بن شمیل حماد بن سلمہ کا شاگرد متاخر السماع راوی ہے جس کی وفات 203ھ ہے دیکھئے سیر اعلام النبلاء 9: /331، جب کہ حماد بن سلمہ کی وفات 167ھ ہے۔

دیکھئے سیر اعلام النبلاء 7: / 453

لہٰذا یہ روایت خراب حافظہ کے دور کی ہے قبول نہیں حماد بن سلمہ کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے جو غلطیاں ہوتی تھیں اس علت کی بناء پر ان کی روایات ضعیف ہوتی تھیں۔

(1) امام ترمذی فرماتے ہیں:

قال علي بن المديني حديث حماد بن سلمة عن أيوب عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم [هو] غير محفوظ وأخطأ فيه حماد بن سلمة۔

امام علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ حدیث حماد بن سلمہ عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی.. غیر محفوظ ہے اور اس میں حماد بن سلمہ کی خطاء ہے۔(سنن ترمذی 1: /392 تحت حدیث 203)

(2) شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں۔۔

اِتَّفَقَ أَئِمَّةُ الحدِيثِ عَلِيُّ بْنُ المدِينِيِّ وَأَحمدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَالْبُخَارِيُّ وَالذُّهْلِيُّ وَأَبو حَاتِمٍ وَأَبو دَاوُدَ وَالترمِذِيُّ وَالأَثْرَمُ والدَّارَقُطْنِيُّ عَلَى أَنَّ حمادًا أَخْطَأَ فِي رَفْعِه۔

(عون المعبود شرح سنن ابوداؤد 2: /237)

علی بن مدینی، احمد بن حنبل، بخاری، ذہلی، ابو حاتم، ابو داؤد، ترمذی، اور اثرم اور دارقطنی ان سب ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ حماد بن سلمہ نے مرفوع روایت بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔

(3) ناصر احمد السوہاجی لکھتے ہیں۔

وقال أبو حاتم الرازي :حديث حماد خطأ. اور ابو حاتم الرازی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حماد بن سلمہ کی خطاء ہے۔ (الاحادیث والآثار التی تکلم علیہا الحافظ ابن رجب: ص222)

(4) امام ابی محمد علی بن زکریا المنجی 686ھ لکھتے ہیں۔

وأخطأفيه حمادبن سلمة (اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب: ص210)

(5) امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔ وأخطأفيه حمادبن سلمة .(مسند الفاروق لابن کثیر 1: /147)

(6) عبداللہ بن صالح الفوزان شرح بولغ المرام میں لکھتے ہیں:

وقال الترمذي :(هذا حديث غير محفوظ)، وَنَقَلَ عن علي بن المديني قوله :(حديث حماد بن سلمة عن أيوب عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلّم :هو غير محفوظ، وأخطأفيه حمادبن سلمة)

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غیر محفوظ ہے نقل کیا کہ امام علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ حدیث حماد بن سلمہ عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی.. غیر محفوظ ہے اور اس میں حماد بن سلمہ کی خطاء ہے۔

(منحۃ العلام شرح بلوغ المرام عبداللہ بن صالح الفوزان: ص215)

(7) امام ابن رجب لکھتے ہیں:

وروى [أبو داود، عن] حماد بن سلمة، عن ايوب، عن نافع، عن ابن عمر، أن بلالاً أذن بليل، فأمره النبي (أن ينادي، ألا إن العبد نام. وقال :تفرد به حماد. وذكر أن الدراوردي روى عن عبيد الله، عن نافع، عن ابن عمر، قال :كان لعمر مؤذن، يقال له :مسروح- فذكر نحوه. وقال :هذا أصح من ذلك. يعني :أنه موقوف على عمر، وأن حماد بن سلمة وهم في رفعه. وحكى الترمذي عن علي بن المديني، أنه قال :هو غير محفوظ، وأخطأفيه حمادبن سلمة. وكذا قال الترمذي :هو غير محفوظ. وكذلك انكره الإمام أحمد على حماد. وقال أبو حاتم الرازي :حديث حماد خطأ.

(فتح الباری لابن رجب 3: /512 مطبوعہ دار ابن جوزی الدمام السعودیہ)

(8) علامہ امیر یمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

وعن ابن عمر رضي الله عنهما أن بلالا أذن قبل الفجر فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يرجع فينادي ألا إن العبد نام رواه أبو داود وضعفه فإنه قال عقب إخراجه هذا حديث لم يروه عن أيوب إلا حماد بن سلمة وقال المنذري قال الترمذي هذا محفوظ

حديث غير محفوظ و قال علي بن المديني حديث حماد بن سلمة هو غير محفوظ و أخطأ فيه حماد بن سلمة۔ (سبل السلام 1: /125 رقم 15 باب الاذان مطبوعہ مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی)

(9) امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

و قال البيهقي هو احد ائمة المسلمين إلا أنه لما كبر ساء حفظه فلذا تركه البخاري۔

اور امام بیہقی نے فرمایا کہ (حماد بن سلمہ) یہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام ہیں مگر جب بوڑھے ہو گئے تو ان کا حافظہ کمزور ہو گیا پس امام بخاری نے ان کو ترک کر دیا۔

(تہذیب التہذیب 3: /13)

(10) امام ابن سعد فرماتے ہیں:

و قال ابن سعد كان ثقة كثير الحديث وربما حدث بالحديث المنكر۔ (تہذیب التہذیب 3: /14)

(11) امام نووی فرماتے ہیں۔ و لحماد أوهام و في إسناده۔ (نیل الاوطار 1: /311)

لہٰذا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حماد بن سلمہ کا رفع یدین بیان کرنا غلطی وخطاء ہے

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حماد بن سلمہ کے سوا جو روایت بیان کی جاتی ہے اس میں تکبیر کے الفاظ ہیں اختلافی رفع یدین کا نام ونشان نہیں اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا إِسرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسحَاقَ، عَنِ الأَسوَدِ، قَالَ :قَالَ أَبُو مُوسَى :لَقَدْ ذَكَّرَنَا عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ صَلاَةً كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِمَّا نَسِينَاهَا، وَإِمَّا تَرَكْنَاهَا عَمْدًا يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَكَعَ، وَكُلَّمَا رَفَعَ، وَكُلَّمَا سَجَدَ.

(مسند احمد 4: /392 رقم 19723)

(2) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا إِسرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسحَاقَ، عَنِ الأَسوَدِ بنِ يَزِيدَ قَالَ :قَالَ أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ :لَقَدْ ذَكَّرَنَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلاَةً صَلَّيْنَاهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَسِينَاهَا، وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ تَرَكْنَاهَا عَمْدًا، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَكَعَ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ. (مسند احمد 4: /400 رقم 19814)

(3) حدثنا يَحيَى بنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا إِسرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسحَاقَ، عَنِ الأَسوَدِ قَالَ :قَالَ أَبُو مُوسَى :لَقَدْ ذَكَّرَنَا عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلاَةً كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِمَّا نَسِينَاهَا، وَإِمَّا تَرَكْنَاهَا عَمْدًا يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَكَعَ، وَكُلَّمَا رَفَعَ، وكلما سجد. (مسند احمد 4: /411 رقم 19927)

حماد بن سلمہ اور محدثین کرام

محدثین کرام نے حماد بن سلمہ کے اختلاط اور حافظہ خراب ہونے کی تصریح کی ہے۔

۞ امام احمد فرماتے ہیں کہ

ضاع كتابه عنه فكان يحدث من حفظه فيخطيء

حماد کی قیس بن سعد کی احادیث پر مشتمل کتاب ضائع ہوگئی تو اپنے حافظے سے روایت کرنے لگے اور اس میں غلطی کرنے لگے۔ (شرح العلل 782/2)

۞ امام ابو حاتم فرماتے ہیں۔

أبو الوليد عند الناس اكثر [كان يقال سماعه من حماد بن سلمة فيهشيء كأنه سمع منه باخرة، وكان حماد ساء حفظه في آخر عمره۔

ابو الولید لوگوں کے نزدیک مکثر ہے کہا جاتا ہے کہ ان کے حماد بن سلمہ سے کچھ ہے گویا کہ انہوں نے ان سے آخر میں سنا ہے، اور حماد کا حافظہ آخر عمر میں کمزور ہوگیا تھا۔ (الجرح والتعدیل 66/9)

۞ امام بیہقی لکھتے ہیں۔

وحمادُ بنُ سلمةَ ساءَ حفظُه في آخِرِ عمرِه، فالحفاظُ لا يحتجون بما يخالِفُ فيه۔

حماد بن سلمہ کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا اس لیے حفاظ ان کی اس حدیث سے حجت نہیں پکڑتے جس میں انہوں نے مخالفت کی ہو۔ (السنن الکبیر 46/8)

۞ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وتغير حفظه بأخرة۔ ان کا حافظہ آخری عمر میں کمزور ہوگیا تھا۔ (تقریب التہذیب 1499)

۞ امام بیہقی فرماتے ہیں:

فَالِاحْتِيَاطُ لِمَنْ رَاقَبَ اللهَ تَعَالَى أَنْ لَا يحتَجَّ بِمَا يجدُ فِي أَحَادِيثِهِ مِمَّا يخالِفُ الثِّقَاتِ۔

یعنی حماد بن سلمہ کی روایت سے احتجاج نہیں کرنا چاہیے جب وہ ثقات کے خلاف روایت کریں۔

(الخلافیات 50/2)

حماد بن سلمہ سے صحیح مسلم میں استدلال کی تحقیق

غالی غیر مقلد (نور العینین جدید: ص119) پر لکھتا ہے۔
حماد سے نضر بن شمیل کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔تہذیب الکمال للمزی مطبوع ج ۷ ص ۲۵۸ لہذا نضر کا سماع حماد سے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ غالی غیر مقلد نے کم از کم حماد بن سلمہ کے اختلاط اور اس کا آخری عمر میں حافظہ کو کمزور کہا، جبکہ چند غیر مقلدین تو ابن معین کا قول لے کر پھرتے ہیں کہ اس کا اول اور آخر ایک جیسا ہے۔
مزید یہ کہ محدثین کرام نے واضح طور پر لکھا ہے کہ صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ کی اصول میں ثابت کے علاوہ کسی حدیث سے احتجاج نہیں کیا اور ثابت سے بھی وہ روایات لکھیں جو اختلاط سے قبل تھیں اور شواہد میں ثابت کے علاوہ بھی موجود ہیں۔

۞ امام بیہقی فرماتے ہیں۔

إِلَّا أَنَّهُ لما طَعَنَ فِي السِّنِّ سَاءَ حِفْظه، فَلِذَلِكَ تَرَكَ الْبُخَارِيُّ الِاحْتِجَاجَ بِحَدِيثِهِ، وَأَمَّا مُسْلِمٌ - رحمه الله - فَإِنَّهُ اجْتَهَدَ فِي أَمْرِهِ وَأَخْرَجَ مِنْ أَحَادِيثِهِ عَنْ ثَابِتٍ مَا سَمِعَ مِنْهُ قَبْلَ تَغَيُّرِهِ۔۔ (الخلافیات 2/50)

یعنی امام مسلم نے اجتہاد کرتے ہوئے حماد کی انہی احادیث کو روایت کیا جو انہوں نے ثابت سے تغیر حفظ سے پہلے روایت کیں۔

۞ امام مسلم فرماتے ہیں:

(وحماد يعدّ عندهم) إذا حدّث عن غير ثابت؛ كحديثه عن قتادة، وأيوب، ويونس، وداود بن أبي هند، والجريري، ويحيى بن سعيد، وعمرو بن دينار، وأشباههم فإنه يخطىء في حديثهم كثيراً، وغير حماد في هؤلاء أثبت عندهم، كحماد بن زيد، وعبد الوارث، ويزيد بن زريع، وابن علية).

محدثین کرام کے نزدیک حماد بن سلمہ جب ثابت کے علاوہ کسی سے روایت کریں جیسے قتادہ، ایوب، یونس، داود بن ابی ہند، الجریری یحیی بن سعید، عمرو بن دینار، اور ان جیسے لوگ تو وہ ان کی حدیث میں کافی غلطیاں کرتے ہیں ان لوگوں کی حدیث میں حماد کے علاوہ دیگر لوگ زیادہ پختہ ہیں جیسے

حماد بن زید، عبدالوارث، یزید بن زریع، اورابن علیہ وغیرہ۔(التمییز ص218)

امام حاکم لکھتے ہیں:

لم يخرج مسلم لحماد بن سلمة في الأصول، إلا من حديثه عن ثابت، وقد خرج له في الشواهد عن طائفة۔ (تہذیب ابن حجر1/ط. الرسالہ۔482)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ امام مسلم نے اصول میں حماد بن سلمہ کی صرف ثابت سے روایات لیں ہیں کیونکہ دوسرے شیوخ سے روایت میں غلطیاں کثیر ہیں۔اور جناب نے جس روایت تہذیب الکمال للمزی مطبوع ج ۷ ص ۲۵۸ کا ذکر کیا ہے وہ متابعت اور شواہد میں ہے۔ صحیح مسلم کی روایت تو شواہد میں بھی حماد بن سلمہ عن ثابت کی سند سے ہے اور محدثین کرام نے تصریح کی ہے حماد بن سلمہ عن ثابت کی روایت صحاح میں شمار ہوگی اس لیے اس سے اختلاط سے قبل یا بعد پر استدلال کرنا مردود اور باطل ہے۔

مزید یہ کہ غالی غیر مقلد کی مستدل رفع الیدین والی روایت حماد بن سلمہ عن الازرق بن قیس کی سند سے ہے۔اور محدثین کرام نے چند شیوخ کے علاوہ حماد بن سلمہ کی روایات میں خطاء کی تصریح کی ہے۔

ان دلائل کے پیش نظر یہ روایت قابل قبول نہیں کہ اس سے اختلافی رفع یدین ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ ورسولہ اعلم

دلیل نمبر 9،:10

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایات کی تحقیق

زبیر علی زئی لکھتے ہیں

عن عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: صَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا میں نے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ نماز شروع کرتے وقت ،رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے میں نے ان سے پوچھا تو عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ نماز شروع کرتے وقت ،رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے اور (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے آپ نماز شروع کرتے وقت ،رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے

امام بیہقی ،حافظ ذہبی اور ابن حجر نے کہا کہ اس (حدیث) کے راوی ثقہ ہیں۔

(نور العینین جدید: ص120)

(1) اس کا پہلا جواب:

یہ ہے کہ اس میں بھی غیر مقلدین کا مکمل موقف نہیں ہے محمد بن اسماعیل السلمی سے لے کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک کسی ایک فرد نے بھی اس روایت میں نہ تو تیسری رکعت کی ابتداء کا رفع الیدین کیا نہ ہی کسی نے اس کا ذکر کیا اور نہ ہی کسی نے سجدوں کے وقت رفع الیدین کی نفی ہے اس سے مکمل رفع الیدین جو کہ غیر مقلدین کا موقف ہے

ثبوت ہی نہیں تو اس کے پیش کرنے کا مقصد لہٰذا یہ دلیل بنتی نہیں تو قابل قبول بھی نہیں۔

(2)اس روایت کا دوسرا جواب

یہ کہ اس روایت کا ایک راوی ایوب السختیانی کا عمل سجدوں کے درمیان رفع الیدین کرنا تھا جس کے غیر مقلدین خصوصاً زبیر علی زئی منکر ہیں دیکھئے۔

ایوب السختیانی کا عمل سجدوں کے درمیان رفع الیدین:

حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ دَاوُدَ بنِ موسى، حَدَّثَنَا سلَيمانُ بنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حمادُ بنُ زَيدٍ، عَنْ أَيوبَ قَالَ :رَأَيتُ طَاوسًا وَنَافِعًا ،يَرْفَعَانِ أَيدِيَهما بَينَ السَّجدَتَينِ. قَالَ حمادٌ :وَرَأَيتُ طَاوسًا وَأَيوبَ يَفْعَلَانِهِ۔

ترجمہ: ایوب السختیانی فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس اور نافع کو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے دیکھا اور حماد بن زید کہتے ہیں میں نے طاؤس (بن کیسان) اور ایوب (السختیانی) کو بھی اسی طرح (سجدوں کے درمیان رفع الیدین) کرتے دیکھا

(شرح مشکل الآثار للطحاوی: جز15/ 49 تحت رقم 5832 تحقیق شعیب الارناؤوط)

ابی الحسین خالد محمود الرباط تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار 2: /23 پر اس روایت کے تحت لکھتے ہیں: رجالہ ثقات و رواہ ابن ابی شیبۃ 1: /271

(3)اس روایت کا تیسرا جواب

یہ ہے کہ اسی روایت کا ایک اور راوی حماد بن زید بھی سجدوں کے درمیان رفع الیدین کرتا تھا دیکھئے۔

حماد بن زید سجدوں کے درمیان رفع الیدین:

حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي دَاوُدَ، حَدَّثَنَا سلَيمانُ بنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَهبُ بنُ جَرِيرٍ قَالَ :كَانَ حمادُ بنُ زَيدٍ يَرْفَعُ يَدَيهِ بَينَ السَّجدَتَينِ.

ترجمہ: وہب بن جریر نے کہا کہ حماد بن زید سجدوں کے درمیان رفع الیدین کرتے تھے۔

(شرح مشکل الآثار للطحاوی: جز15/ 49 تحت رقم 5832 تحقیق شعیب الارناؤوط)

(4)اس روایت کا چوتھا جواب

یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی عطاء یہ بھی سجدوں کے وقت رفع الیدین کرتے تھے امام بخاری نقل فرماتے ہیں۔

عطاء بن ابی رباح سجدوں کے وقت رفع الیدین:

وَقَالَ وَكِيعٌ عَنِ الرَّبِيعِ قَالَ :رَأَيْتُ الحَسَنَ ,وَمجاهِدًا ,وَعَطَاءً ,وَطَاوسًا ,وَقَيْسَ بْنَ سَعْدٍ , وَالحَسَنَ بْنَ مسْلِمٍ :يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِذَا رَكَعُوا ,وَإِذَا سَجَدُوا وَقَالَ عَبْدُ الرَّحمنِ بْنُ مَهْدِيٍّ:هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ. (جزء رفع الیدین للبخاری: ص58 مطبوعہ کویت)

ترجمہ: وکیع نے ربیع سے بیان کیا کہ میں نے حسن، مجاہد، عطاء طاؤس اور قیس بن سعد حسن بن مسلم کو دیکھا یہ سب حضرات رفع الیدین کرتے تھے رکوع کے وقت اور سجدوں کے وقت عبدالرحمٰن بن مہدی (استاذ الحدیث امام بخاری) نے فرمایا یہ (رفع الیدین) سنت ہے۔

امام بخاری لکھتے ہیں:

قال البخاري وهؤلاء أهل مكة وأهل المدينة وأهل اليمن وأهل العراق قد تواطأوا على رفع الأيدي وقال وكيع عن الربيع قال :رأيت الحسن ومجاهدا وعطاء وطاوسا وقيس بن سعد والحسن بن مسلم يرفعون أيديهم إذا ركعوا وإذا سجدوا وقال عبد الرحمن بن مهدي هذا من السنة۔ (قرۃ العینین برفع الیدین فی الصلوٰۃ للبخاری: ص50 رقم67)

(5) اس روایت کا پانچواں جواب

یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی سجدوں کے درمیان رفع الیدین کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لهيعَةَ عَنْ أَبِي هُبَيْرَةَ عَنْ مَيْمُونِ الْمَكِّيِّ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَصَلَّى بِهِمْ يُشِيرُ بِكَفَّيْهِ حِينَ يَقُومُ وَحِينَ يَرْكَعُ وَحِينَ يَسْجُدُ وَحِينَ يَنْهَضُ لِلْقِيَامِ فَيَقُومُ فَيُشِيرُ بِيَدَيْهِ فَانْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ إِنِّي رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى صَلَاةً لَمْ أَرَ أَحَدًا يُصَلِّيهَا فَوَصَفْتُ لَهُ هٰذِهِ الْإِشَارَةَ فَقَالَ إِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَاقْتَدِ بِصَلَاةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ۔

ترجمہ: ابی ہبیرہ نے میمون مکی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ اپنی ہتھیلیوں سے اشارہ کرتے جب کھڑے ہوتے جب رکوع کرتے جب سجدہ کرتے اور جب کھڑے ہونے لگتے اور جب کھڑے ہو جاتے تو اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے پس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض گزار ہوا کہ میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ کسی دوسرے کو اس طرح پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہیں ان اشاروں کے متعلق بتایا انہوں نے فرمایا کہ اگر

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسی نماز پڑھو۔
(سنن ابوداؤد 1: /269 رقم 739)

یہ روایت غیر مقلدین خصوصاً زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق صحیح ہے۔
ایک دوسری روایت بھی ملاحظہ فرمائیں:

انَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَأَى رَجُلًا رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو (نماز میں) رفع یدین کر کے دعا کر رہا تھا جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے حتی کہ اپنی نماز سے فارغ ہو جاتے روایت کیا اس کو طبرانی نے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی 1: /290 تحت رقم الحدیث 238)

یہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
(1) معجم الکبیر للطبرانی 13: /129 رقم 324 (2) الاحادیث المختارہ للمقدسی 3: /486
(3) رفع الیدین بالدعاء لسیوطی: ص 86 رقم 42 (4) مجمع الزوائد 11: /38 رقم 17345
اسی طرح درج ذیل روایت بھی ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى جَاوَزَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ۔

ترجمہ: عبدالقدوس بن بکر فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی حجاج نے، انہوں نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے انہوں نے اپنے باپ (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) سے کہا عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب شروع کی نماز تو رفع الیدین کیا کانوں تک۔ (مسند احمد 4: /3 رقم 16197)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى جَاوَزَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ قَالَ قُرِئَ عَلَى سُفْيَانَ وَأَنَا شَاهِدٌ سَمِعْتُ ابْنَ عَجْلَانَ وَزِيَادَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو

هَكَذَا وَعَقَدَ ابْنُ الزُّبَيْرِ (حم) 16144

قال الشيخ شعيب الأرناؤوط :إسناده صحيح على شرط الشيخين، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير ابن عجلان محمد فقد أخرج له مسلم متابعة والبخاري تعليقا، وقد توبع. (مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ 40: /71 رقم 21)

یہی روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے

(1) حلیۃ الاولیاء 9: /224 (2) مسند الجامع ابو معاطی 18: /267 رقم 5801

(3) مجمع الزوائد 2: /120 رقم 2582 (4) اطراف المسند لابن حجر 3: /9 رقم 3132

(5) غایۃ المقصد فی زوائد المسند الہیثمی 1: /995

جب اس روایت کے راوی ہی اس روایت کے عمل کے خلاف عمل کر رہے ہیں تو یہ روایت ہم پر کیسے حجت ہو سکتی ہے اس لئے یہ روایت غیر مقلدین کو مفید نہیں

(6) اس روایت کا چھٹا جواب

یہ ہے کہ اس روایت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کی بھی بات ہوئی اور ان سے بھی اختلافی رفع یدین ثابت کرنے کی کوشش کی، حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق سے بھی اختلافی رفع یدین کا ترک ثابت ہے دیکھئے۔

(1) مسند ابی یعلی 6: /36 رقم 5039 (2) معجم الاسماعیلی 2: / 692

(3) سنن دارقطنی 2: /52 رقم 1133 (4) سنن الکبریٰ للبیہقی 2: /79 رقم 2636

(5) مجمع الزوائد 2: /120 رقم 2581 (6) الجوہر النقی 2: /78

اس روایت میں ایک علت یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں

{ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الحَافِظُ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّفَّارُ الزَّاهِدُ إِمْلَاءً مِنْ أَصْلِ كِتَابِهِ قَالَ قَالَ أَبُو إِسْمَاعِيلَ: مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ السُّلَمِيُّ } ......

معلوم ہوا کہ یہ روایت محمد بن عبد اللہ الصفار الزاہد نے خود محمد بن اسماعیل سلمی سے سنی نہیں بلکہ کتاب سے لکھائی لہٰذا یہ روایت غیر متصل ہے لہٰذا اس روایت سے دلیل لانا درست نہیں۔

محمد بن فضل السدوسی النعمان عارم کا اختلاط

ابو النعمان محمد بن الفضل عارم (۲۱۳ھ) وہ اپنی آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گئے تھے۔ انہیں اختلاط ہوا حتیٰ کہ ان کی عقل زائل ہو گئی۔

(کتاب المختلطین ص ۱۱۶-۱۱۷؛ تقریب التہذیب رقم ۶۲۲۶؛ ہدی الساری: ص ۴۴۱؛ الجرح والتعدیل ج ۸، ص ۵۹)

علاؤ الدین علی بن عثمان المعروف ابن ترکمانی امام زین الدین کے استاذ الحدیث فرماتے ہیں:

قلت السلمی تکلم فیه أبو حاتم قال الدار قطني وقال ابن ابی حاتم تکلموا فیه ومحمد بن الفضل عارم تغیر واختلط بآخره وقال ابن حبان تغیر حتی کان لا یدری ما یحدث به فوقع في حدیثه المناکیر الکثیرة فیجب التنکیب عن حدیثه فیما رواه المتأخرون فإذا لم یعلم هذا من هذا ترك الكل ولا يحتج بشيء۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس راوی (محمد بن اسماعیل السلمی) میں ابو حاتم نے کلام کیا ہے یہ بات دارقطنی نے کہی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور محمد بن فضل عارم کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا اور ابن حبان فرماتے ہیں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا کہ یہ راوی یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کیا بیان کر رہا ہوں پس اس کی حدیثوں میں بکثرت منکر روایات شامل ہو گئیں ضروری ہے ان کو الگ کیا جائے پس جب نہ جانا گیا کہ کون سی روایت ثقہ ہے اور کون سی منکر تو ضروری ہوا کہ اس سے احتجاج کرنا ترک کر دیا جائے اور اس سے دلیل نہ پکڑی جائے۔ (الجوہر النقی 2: /71)

اور یہی بات امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب 9: /359،358 اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال 4: /8، اور سیر اعلام النبلاء 19: /248، حافظ العراقی نے شرح التبصرۃ والتذکرۃ: ص 288، امام السخاوی نے فتح المغیث 3: /374، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ متوفیٰ 802ھ نے الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح 2: /772، ابن الکیال نے الکواکب النیرات: ص 388 میں ابن حبان کے حوالے سے لکھی ہے۔

۱۔ اہل علم کا اس بارے اتفاق ہے کہ ابو نعمان سدوسی یا عارم اپنی آخر عمر میں مختلط ہو گیا تھا۔

محمد بن فضل السدوسی کا شاگرد محمد بن اسماعیل سلمی متاخرین شاگردوں میں سے ہے لہٰذا اس کی روایت قبول نہیں کی جا سکتی علامہ نیموی تعلیق الحسن 1: / 110 میں لکھتے ہیں۔

قلت فیه ابو النعمان محمد بن فضل السدوسی وہو ثقة تغیر بالآخره رواه عنه ابو اسماعیل

السلمی و ہو لیس من اصحابہ القدماء ولم یخرج الشیخین فی صحیحہما الخ

ترجمہ: اس حدیث کی سند میں ابو النعمان محمد بن فضل السدوسی واقع ہے جو کہ ثقہ تھے مگر آخری عمر میں ان میں حافظہ خراب ہوگیا تھا اس سے روایت کرنے والا ابو اسماعیل سلمی اس کے متقدمین شاگردوں میں سے نہیں ہے امام بخاری وامام مسلم نے اس کی کوئی حدیث بھی صحیحین میں نہیں لی ہے۔

محمد بن فضل السدوسی 224ھ میں فوت ہوئے اور اس کا اس روایت میں شاگرد محمد بن اسماعیل سلمی 280ھ میں فوت ہوا لہٰذا یہ متاخرین شاگردوں میں سے ہے اس نے حالت اختلاط میں یہ روایت سنی ہے اور اصولاً اختلاط والی روایت قبول نہیں۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

"محمد بن الفضل ابو النعمان السدوسی البصری یقال لہ عارم تغیر بآخرہ"۔

ترجمہ: "ابو النعمان محمد بن الفضل عارم اپنی آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گئے تھے"۔

(تاریخ الکبیر للبخاری: ج ۱،ص ۲۰۸، رقم الترجمۃ ۶۵۴)

اس راوی ابو النعمان محمد بن الفضل عارم پر امام بخاری رحمہ اللہ سمیت دیگر بہت سے محدثین نے بھی یہی جرح کی ہے جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔امام ابو داودؒ (متوفی ۲۷۵ھ)۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج ۴،ص ۱۲۱-۱۲۲)

۲۔امام ابو حاتم الرازیؒ (متوفی ۲۷۷ھ)۔

(الجرح والتعدیل للرازی: ج ۸،ص ۶۹-۷۰؛ سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج ۷،ص ۴۶۴)

۳۔امام موسیٰ بن حمادؒ۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج ۴،ص ۱۲۲؛ الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب: ص ۱۳۶)

۴۔امام ابراھیم الحربیؒ (متوفی ۲۸۵ھ)۔

(الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب: ص ۱۳۶؛ الکواکب النیرات لابن الکیال: ص ۹۹)

۵۔امام عقیلیؒ (متوفی ۳۲۲ھ)۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج ۴،ص ۱۲۲)

۶۔امام ابن ابی حاتم الرازیؒ (متوفی ۳۲۷ھ)۔(الجرح والتعدیل للرازی: ج ۸،ص ۶۹)

۷۔امام امیۃ الاھوازیؒ۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج ۴،ص ۱۲۳)

۸۔امام ابن حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ)۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر: ج ۵،ص ۲۵۸؛ سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج ۷،ص ۴۶۵؛ الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی: ج ۲،ص ۹۱-۹۲)

۹۔امام ابوالولید الباجیؒ (متوفی ۴۷۴ھ)۔
(التعدیل والتجریح للباجی: ج ۲،ص ۶۷۵-۶۷۶)
۱۰۔امام ابن الجوزیؒ (متوفی ۵۹۸ھ)۔
(الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی: ج ۲،ص ۹۱-۹۲)
۱۱۔امام ابن الصلاحؒ (متوفی ۶۴۲ھ)۔(مقدمۃ ابن الصلاح: ص ۳۶۸)
۱۲۔امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ)۔(تقریب مع التدریب: ج ۲،ص ۳۲۳،۳۲۹)
۱۳۔امام ابوالحجاج المزیؒ (متوفی ۷۴۲ھ)۔
(تہذیب الکمال للمزی: ج ۹،ص ۲۷۲-۲۷۳)
۱۴۔امام ذھبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ)۔
(العبر للذھبی: ج ۱،ص ۱۹۵؛ تذکرۃ الحفاظ للذھبی: ج ۱،ص ۳۰۱)
۱۵۔امام ابن کثیر الدمشقیؒ (متوفی ۷۷۴ھ)۔(اختصار علوم الحدیث: ص ۲۳۹)
۱۶۔امام عراقیؒ (متوفی ۸۰۴ھ)۔(فتح المغیث للعراقی: ص ۴۵۴، ۴۵۹، ۴۶۰)
۱۷۔امام ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ)۔
(تقریب لابن حجر: ج ۲،ص ۵۴۷؛ تہذیب لابن حجر: ج ۵،ص ۲۵۸)
۱۸۔امام جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)۔(تدریب الراوی للسیوطی: ج ۲،ص ۳۲۳،۳۲۹)
۱۹۔امام احمد بن عبداللہ الخزرجیؒ (متوفی ۹۲۳ھ)۔(خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی: ص ۳۵۶)
۲۰۔امام محمد بن احمد الکیالؒ (متوفی ۹۲۶ھ)۔
(الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال: ص ۹۷-۹۸)
۲۱۔امام ابن العماد الحنبلیؒ (متوفی ۱۰۸۹ھ)۔(شذرات الذھب لابن العماد: ج ۲،ص ۱۵۹)
حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ:'
'اختلط فی آخر عمرہ حتی کان لا یدری مایحدث بہ فوقع فی حدیثہ المناکیر الکثیرۃ فیجب التنکب عن حدیثہ فیما رواہ المتأخرون فان لم یعلم ھذا من ھذا ترک الکل ولا یحتج بشیء منہا"۔(تہذیب التہذیب لابن حجر: ج ۵،ص ۲۵۸)
مشہور محدث علامہ نیموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :
"فیہ النعمان محمد بن فضل السدوسی و ھو ثقۃ تغیر بالآخرۃ رواہ عنہ ابو اسماعیل

السلمی وھو لیس من اصحابہ القدماء"۔(التعلیق الحسن : ص ۱۱۴)
مندرجہ بالا قاعدے سے معلوم ہوا کہ ابو النعمان محمد بن الفضل عارم کے جو شاگرد قدماء [اول عمر کے شاگردوں] میں سے نہ ہو بلکہ متاخرین شاگردوں میں سے ہو تو اس سے مروی روایت متروک قرار پائے گی۔زبیر علی زئی صاحب کی بیان کردہ روایت میں ابو النعمان محمد بن الفضل عارم سے روایت کرنے والے محمد بن اسماعیل السلمی قدماء شاگردوں میں سے نہیں ہیں بلکہ متاخرین شاگردوں میں سے ہیں۔

ابو النعمان عارم کا حالت اختلاط کا زمانہ

سب سے پہلے محدثین کرام کی تحقیق ملاحظہ کریں کہ حالت اختلاط کا زمانہ کب تھا؟

امام ابو داود کی تحقیق:

حَدَّثَنِي الحسَيْنُ بنُ عَبْدِ اللهِ الذَّارِعُ، حَدَّثَنَا أَبو دَاودَ قَالَ :بَلَغَنَا أَنَّ عَارِمًا، أَنْكَرَ سَنَةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ ،ثُمَّ رَاجَعَهُ عَقْلُهُ وَاسْتَحْكَمَ الِاخْتِلَاطُ سَنَةَ سِتَّ عَشْرَةَ وَمِائَتَيْنِ۔

ترجمہ: محدث الحسین بن عبداللہ الذراع نے امام ابو داود سے روایت کیا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ عارم محمد بن الفضل کی عقل 213ھ میں زائل ہوئی پھر اس کی عقل صحیح ہوگئی اور اسے کے ساتھ 216ھ اختلاط مستحکم ہوگیا۔(الضعفاء الکبیر العقیلی 4/121)

محدث العقیلی کی تحقیق:

.وَمِنْ حَدِيثِهِ مَا حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بنُ إِسْمَاعِيلَ، وَعَلِيُّ بنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَا ،حَدَّثَنَا عَارِمٌ أَبو النُّعْمَانِ، قَالَ عَلِيٌّ :سَنَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَمِائَتَيْنِ ,قَالَ :حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ ,عَنْ حمَيْدٍ ,عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,قَالَ» :لَيْسَ لِامْرِئٍ مِنْ شَيْءٍ ,فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ«.

حَدَّثَنَاهُ جَدِّي قَالَ: حَدَّثَنَا عَارِمٌ، سَنَةَ ثَمَانٍ وَمِائَتَيْنِ ,حَدَّثَنَا حمادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ حمَيْدٍ، عَنِ الحسَنِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,قَالَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: یعنی ان کی روایت میں وہ روایت جو کہ محمد بن اسماعیل اور علی بن عبدالعزیز نے محمد بن الفضل ابو النعمان عارم سے 217ھ میں روایت سنی۔اور اس کی حدیث سے جو ہمیں محمد بن اسماعیل اور علی بن عبدالعزیز نے بیان کی،ان دونوں نے کہا کہ ہمیں ابو النعمان محمد بن فضل عارم نے بیان کیا۔علی بن

عبدالعزیز نے کہا کہ 217ھ کا سن تھا۔عارم ابو النعمان نے کہا کہ ہمیں حدیث حماد بن سلمہ نے بیان کی انہوں نے حمید سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

محدث عقیلی فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا اس حدیث کو میرے دادا محمد بن حماد نے،انہوں نے فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث 208ھ میں ابو النعمان عارم نے سنائی انہوں نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا حماد بن سلمہ نے انہوں نے حضرت حمید سے روایت کیا انہوں نے امام حسن البصری سے روایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مثل بیان فرمایا۔(الضعفاء الکبیر العقیلی 4/121)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ ابونعمان عارم کا اختلاط قبل 208ھ میں اس حدیث کو مرسل روایت کیا اور حالت اختلاط 217ھ میں اس کے مثل بیان فرمایا۔

محدث محمد بن حماد کی تحقیق:

قَالَ: جَدِّي حَجَجْتُ سَنَةَ خَمسَ عَشْرَةَ وَرَجَعْتُ إِلَى الْبَصرةِ ,وَقَدْ تَغَيَّرَ عَارِمٌ ,فَلَمْ أَسْمَعْ مِنْهُ بَعْدُ شَيْئًا حَتَّى مَاتَ ,وَمَاتَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ وَمِائَتَيْنِ

ترجمہ: محدث عقیلی فرماتے ہیں کہ میرے دادا حضرت محمد بن حماد نے فرمایا کہ میں نے 215ھ میں حج کیا اور واپس بصرہ کی طرف لوٹ اور اس وقت عارم کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا پس میں نے اس سے کسی چیز کا سماع نہیں کیا۔(الضعفاء الکبیر العقیلی 4/121)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ابو النعمان عارم کا حافظہ 213ھ میں اختلاط ہوا۔اور محدث علی بن عبدالعزیز البغوی کا سماع 217ھ میں بھی ہوا۔

محدث ابراھیم بن الحربی کی تحقیق:

محدث خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

آخبرني على بن احمد بن محمد بن داود الرزاز قال ثنا محمد بن عبد الله بن إبراهيم الشافعي قال سمعت إبراهيم الحربي يقول جئت عارم بن الفضل فطرح لي حصيرا على الباب ثم خرج الى فقال لي مرحبا أيش كان خبرك مار أيتك منذ مدة قال إبراهيم و ما كنت جئته قبل ذلك فقال لي قال بن المبارك... أيها الطالب علما... إيت حماد بن زيد ... ... فاستفد علما و حلما ... ثم قيده بقيد ... والقيد بقيد قال و جعل يشير بيده على أصبعه مرارا فعلمت انه قد اختلط فتركته وانصرفت.

ترجمہ: محدث ابوبکر الشافعی نے فرمایا کہ میں نے ابراھیم حربی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں عارم کے پاس آیا پس اس نے دروازے پر میرے لیے چٹائی بچھادی اور گھر سے نکلا اور مرحبا کہا کہ آپ کے بارے خبر تھی مگر میں نے آپ کو مدت سے نہیں دیکھا اور میں اس سے پہلے نہیں آیا تھا۔ پھر مجھے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا:

أيها الطالب علما...إيت حماد بن زيد......فاستفد علما و حلما...ثم قيده بقيد..

اوران الفاظ پر والقید بقید پر عارم اپنی انگلیوں کے ساتھ بار بار اشارہ کرتا۔ پس میں ابراھیم الحربی نے جان لیا کہ بے شک عارم اختلاط کا شکار ہے۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ-الخطیب البغدادی ص136)

محدث سعید بن عثمان کی تحقیق:

محدث ابوجعفر عقیلی لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو أُمَيَّةَ الْأَهْوَازِيُّ، حَدَّثَنَا عَارِمٌ، سَنَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَمِائَتَيْنِ ، قَالَ :سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ، يَقُولُ» :

[البحر الرمل]

أَيُّهَا الطَّالِبُ عِلْمًا...ائْتِ حَمَّادَ بْنَ زَيْدِ

فَالْتَمِسْ عِلْمًا وَحِلْمًا...ثُمَّ قَيِّدْهُ بِقَيْدِ«

قَالَ أَبُو أُمَيَّةَ :كَانَ عَارِمٌ يُرَدِّدُ هَذَا الْبَيْتَ الْآخِرَ وَيُطَوِّلُهُ جِدًّا ,وَكَانَ قَدْ تَغَيَّرَ۔

ترجمہ: یعنی ہمیں بیان کیا سعید بن عثمان ابوامیہ نے وہ فرماتے ہیں کہ عارم نے سن 217ھ میں بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو فرماتے سنا۔

أَيُّهَا الطَّالِبُ عِلْمًا...ائْتِ حَمَّادَ بْنَ زَيْدِ

فَالْتَمِسْ عِلْمًا وَحِلْمًا...ثُمَّ قَيِّدْهُ بِقَيْدِ«

محدث سعید بن عثمان نے فرمایا کہ عارم اس آخری بیت کو بار بار پڑھتا اور اس کو بہت لمبا کرتا اور اس وقت اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا۔(الضعفاء الکبیر العقیلی 4/121)

امام ابوداود کی تحقیق:

حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الذَّارِعُ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ :بَلَغَنَا أَنَّ عَارِمًا، أَنْكَرَ سَنَةَ

ثَلَاثَ عَشْرَةَ ،ثُمَّ رَاجَعَهُ عَقْلُهُ وَاسْتَحْكَمَ الِاخْتِلَاطُ سَنَةَ سِتَّ عَشْرَةَ وَمِائَتَيْنِ،۔

ترجمه: محدث الحسین بن عبداللہ الذراع نے امام ابو داود سے روایت کیا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ عارم محمد بن الفضل کی عقل 213 میں زائل ہوئی پھر اس کی عقل صحیح ہو گئی اور اسے کے ساتھ 216 اختلاط مستحکم ہو گیا۔(الضعفاء الکبیر العقیلی 4/121).

اس سے ثابت ہوا کہ عارم ابو النعمان کی حالت اختلاط آخر 223ھ- 224ھ تک رہا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق:

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وقال العقيلي سماع علي البغوي من عارم سنة سبع عشرة يعني بعد الاختلاط۔

(تہذیب التہذیب 9/404)

ترجمه: یعنی محدث علی بن عبدالعزیز بغوی کا سماع عارم سے 217ھ میں اختلاط کے بعد ہوا۔

ابن حجر عسقلانی کے قول سے معلوم ہوا کہ محدث علی بن عبدالعزیز بغوی نے 217ھ میں حالت اختلاط کے بعد عارم سے سماع کیا۔

محدث ابو حاتم کی تحقیق:

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں۔

نا عبدالرحمن سمعت ابی یقول :اختلط في آخر عمره وزال عقله فمن سمع عنه قبل الاختلاط فسماعه صحخيح وكتبت عنه قبل الاختلاط [سنة اربع عشرة] ولم اسمع منه بعدما اختلط فمن كتب عنه قبل سنة عشرين ومائتين فسماعه۔

(الجرح والتعدیل 8/59)

ترجمه: یعنی ابو حاتم فرماتے ہیں کہ عارم آخر میں مختلط ہو گیا تھا اور اس کی عقل زائل ہو گئی تھی اور جس نے اختلاط سے قبل سنا اس کا سماع صحیح ہے اور میں نے 214ھ میں اختلاط ہونے سے قبل لکھا اور میں نے اختلاط کے بعد نہیں سنا اور جنہوں نے 220ھ سے قبل عارم سے لکھا اس کا سماع صحیح ہے۔

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے نزدیک 220ھ تا 224ھ ہے۔ پس امام ابو داود رحمہ اللہ کے نزدیک زمانہ اختلاط کی زیادہ سے زیادہ مدت 8 سال بنتی ہے جبکہ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مدت تقریبا 4 سال بنتی ہے۔امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے بقول عارم سے 220ھ سے پہلے کا سماع جید ہے۔

امام ابو حاتم کے قول سے دیگر محدثین کرام کے قول کے نفی نہیں ہوتی اس لیے اس سے استدلال بھی غلط ہے۔ان اقوال سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو النعمان عارم کو اختلاط 2 مرتبہ ہوا۔خود امام ابو حاتم کا سماع 214ھ ہے، جبکہ امام ابو داود کے قول میں 213ھ کے اختلاط کے ابتداء کا معاملہ ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ ابو النعمان عارم کا شروع میں اختلاط شدید نوعیت کا نہ تھا یا وہ کتاب سے روایت بیان کرتا تھا۔دونوں اقوال سے تو ابونعمان عارم کا اختلاط ہونا ثابت ہوتا ہے۔ثبوت تو مخالفین نے دینا ہے کہ ابو النعمان عارم نے یہ روایت اختلاط سے قبل بیان کی ہے۔اور امام دارقطنی کے جس قول سے علامہ ذہبی نے استدلال کیا ہے وہ امام السلمی سے روایت کردہ ہے۔اور السلمی کو تو مخالفین کذاب اور متروک راوی ثابت کرتے ہیں۔جب ان کے نزدیک راوی ہی کذاب ہے تو احناف کے خلاف یہ قول پیش کرنا علمی خیانت ہے۔

کیا عارم سے حالت اختلاط میں کوئی منکر روایت ثابت نہیں؟

زبیر علی زئی صاحب کتنی ڈھٹائی کے ساتھ حافظ ذہبیؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے [الکاشف 3 / 79 ت 1597] رفع الیدین کی اس حدیث کی تائید میں فرماتے ہیں کہ" وہ موت سے پہلے تغیر (ضعف حافظہ واختلاط) کا شکار ہوئے اور اس حالت تغیر میں انھوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی"۔(نور العینین جدید: ص 121)

جواب:

درج ذیل دلائل کی روشنی میں زبیر علی زئی صاحب کا دعویٰ ۱۰۰ فیصد غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے۔کیونکہ امام ذہبی نے محدث دارقطنی کے جس قول سے استدلال کیا ہے کہ اختلاط کے بعد کوئی منکر روایت منقول نہیں ،اس قول کا محدث دارقطنی سے روایت کرنے والا شاگرد السلمی ہے۔اور غالی غیر مقلد کے نزدیک تو محدث دارقطنی کا شاگرد السلمی کذاب اور متروک راوی ہے۔جب قول کی سند ثابت نہیں تو اس سے استدلال کرنا عوام الناس کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

محدث ابوزرعہ رازی اور ابونعمان عارم:

محدث ابن ابی حاتم لکھتے ہیں۔

وأبو زرعة لقيه سنة اثنتين وعشرين وقال سئل أبي عنه فقال ثقة۔

(الجرح والتعدیل 8/59)

ترجمہ: یعنی محدث ابوزرعہ الرازی ابو النعمان عارم سے 222ھ میں ملے۔

اس سے ثابت ہوا کہ محدث ابوزرعہ الرازی نے ابو النعمان عارم سے حالت اختلاط کے بعد ملے بھی اور روایت

بھی سنیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

وروى عنه أيضا أخوه بسطام بن الوليد بن الفضل وأحمد بن حنبل وأبوموسى العنزي وأبو حاتم وأبو زرعة۔

ترجمہ: یعنی عارم سے روایت کیا، اس کے بھائی بسطام بن ولید، امام احمد بن حنبل، امام ابو حاتم اور ابو زرعہ نے۔ (تہذیب 357/9)

اس حوالہ سے یہ تو معلوم ہوا کہ ابو زرعہ الرازی نے عارم سے حالت اختلاط میں سنا اور اس سے روایات بھی مروی کیں۔ علامہ ذہبی کے دعوی تام نہ ہوا کہ عارم ابو النعمان نے حالت اختلاط میں کوئی روایت بیان نہیں کی۔ اس لیے مخالفین کا علامہ ذہبی کے قول سے استدلال بھی غلط ثابت ہوا۔ مزید یہ کہ محدثین کرام نے جن راویوں کو حالت اختلاط میں سننے کا بیان کیا ہے ان راویوں کی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اس لیے حالت اختلاط میں کوئی روایات بیان نہ کرنے کی بات نہ تو ثابت ہے اور نہ ہی درست۔ مخالفین خود حالت اختلاط میں سننے والے راویوں کی فہرست دیں کتب حدیث سے اس راوی کی روایت پیش کر دی جائے گی۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غالی غیر مقلد کا اس حدیث سے استدلال باطل اور مردود ہے۔

نکتہ :

ابو النعمان عارم پر محدثین کرام کے اقوال دیکھ کر چند جاہل قسم کے لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سنن دارمی میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی توسل پر روایت ہے اس کو بھی ابونعمان عارم کی وجہ سے ضعیف تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ تو جناب عرض یہ ہے کہ اگر اصول حدیث کی کتب کا مطالعہ کریں تو محدثین نے واضح طور پر کبائر شیوخ ومحدثین جیسے محدث دارمی، امام ذہلی کی ابونعمان عارم کی روایت کو قبل از اختلاط تسلیم کیا ہے۔ اس لیے ان کا یہ اعتراض باطل ہے۔

یہاں تک مرفوع روایت جو نور العینین میں ذکر کی گئیں ان کا جواب ہوا اب آثار صحابہ کرام کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

باب دوم:

آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوابات

اس باب میں زبیر علی زئی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اختلافی رفع الیدین کے اثبات میں پیش کیے ہیں ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیے

نور العینین جدید ص 159 میں زبیر علی زئی لکھتے ہیں۔

صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

الجواب:

ان کے بیان کردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو روایات پیش کی گئی ہیں ان کے ترتیب وار جوابات ملاحظہ فرمائیے

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب:

اس روایت کا مفصل جواب باب اول دلیل نمبر 1 کے تحت دے دیا گیا ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں

(2) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب:

اس روایت کا تفصیلی جواب باب اول دلیل نمبر 2 کے دے دیا گیا ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں

(3) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب:

اس روایت کا جواب بھی باب اول دلیل نمبر 8 کے تحت دے دیا گیا ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(5،4) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب

ان روایات کا جواب بھی باب اول دلیل نمبر 10،9 کے تحت دے دیا گیا ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(6) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ،حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ ،عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ :رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ»إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ،وَرَفَعَ يَدَيْهِ ،وَيَرْفَعُ كُلَّمَا رَكَعَ وَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ۔(جز رفع الیدین20-65:وسندہ صحیح)۔

(نورالعینین: ص160)

یعنی سیدنا انس رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(جز رفع الیدین20-65:وسندہ صحیح)۔(نورالعینین: ص160)

جواب نمبر:1

اس روایت کا ایک راوی عبد الواحد بن زیاد متکلم فیہ ہے محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

❁ امام ذہبی لکھتے ہیں:

عبد الواحد بن زياد العبدي عن الأعمش وغيره صدوق يغرب قال ابن معين ليس بشيء وقال أبو داود الطيالسي عمد إلى أحاديث كان يرسلها الأعمش فوصلها كلها ولينه القطان۔(المغنی فی الضعفاء2: /410رقم3868)

❁ ابوجعفر محمد بن عمر بن موسیٰ بن حماد العقیلی لکھتے ہیں

حَدَّثَنَا أحمد بن محمود، قال: حَدَّثَنا عثمان بن سعيد، قال :سألت يحيى عن عبد الواحد بن زياد فقال ليس بشيء۔(الضعفاء للعقیلی3: /55رقم1015)

❁ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں

عبد الواحد بن زياد أبو بشر العبدي روى عن ابن مهدي قال يحيى ليس بشيء۔
(الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی2: /155رقم2195)

❁ امام احمد لکھتے ہیں۔

قال أبي وسمعت عفان قال كانوا يذكرون ليزيد بن زريع عبد الواحد بن زياد فيقول من هذا الكذاب الذي يحدث عن يونس لا أعرفه قال فلقيه يوما في بعض الطريق فقيل له هذا عبد الواحد بن زياد فقال هذا كان جليسنا عند يونس فقالوا هذا عبد

الواحد بن زیاد۔ (العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد 1: /355 رقم 675)

جواب نمبر:2

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سجدوں کے درمیان رفع الیدین کرنے کی روایات بھی مروی ہیں مگر مسلکی حمایت میں شاید اس کو نقل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سجدوں کے درمیان رفع الیدین

(1) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ،حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ : رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

ترجمہ زبیر علی زئی: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی ،ہمیں حماد بن سلمہ نے یحییٰ بن (ابی) اسحاق سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھ اٹھارہے تھے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری مع تحقیق وترجمہ زبیر علی زئی : ص105 رقم 105 اسکی سند صحیح ہے ص 106)

(2) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَنَسٍ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

ترجمہ: حماد بن سلمہ نے یحییٰ بن (ابی) اسحاق سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 1: /271 رقم 2811)

(3) ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْجَسُورِ ثنا وَهْبُ بْنُ مَيْسَرَةَ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ وَضَّاحٍ ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ :أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ. قَالَ عَلِيٌّ :فَهَذِهِ آثَارٌ مُتَظَاهِرَةٌ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، وَأَبِي حُمَيْدٍ ، وَأَبِي قَتَادَةَ ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَمَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ ، وَأَنَسٍ ، وَسِوَاهُمْ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا يُوجِبُ يَقِينَ الْعِلْمِ. (المحلی بالآثار 3: /9)

علامہ احمد بن یحییٰ النجمی لکھتے ہیں:

وروى ابن حزم في المحلى بسنده إلى ابن أبي شيبة قال حدثنا عبد الوهاب ابن عبد المجيد الثقفي، عن حميد، عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه في الركوع والسجود. قال الشيخ أحمد شاكر رحمه الله في تعليقه على المحلى :هذا إسناد صحيح جداً، وهو كما قال. فإن رواته كلهم أئمة، أخرج لهم الجماعة۔ (تاسیس الاحکام 2: /37)

(4)وعن أنس:أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه في الركوع والسجود. قلت :رواه ابن ماجة خلا قوله:والسجود. رواه أبو يعلى ورجاله رجال صحيح. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد 2: /121 رقم 2585)

(5)امام بوصیری لکھتے ہیں:

قال أبو يعلى: وثنا أبو بكر، ثنا عبد الوهاب الثقفي، عن حميد، عن أنس قال :"رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه إذا افتتح الصلاة وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع والسجود". وإسناد رجاله رجال الصحيحين

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ 2: /46 رقم 1238)

(6)حدثنا الصغاني قال ثنا سليمان بن حرب قال ثنا حماد بن زيد عن ثابت قال قال لي أنس بن مالك إني لم آل أن أصلي بكم كما رأيت. رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي قال ثابت فكان أنس يصنع شيئا لا أراكم تصنعونه كان إذا رفع رأسه من الركوع قام حتى يقول القائل لقد نسي وكان إذا رفع رأسه بين السجدتين قعد حتى يقول القائل لقد نسي. (مسند ابی عوانہ 1: /459 رقم 1703)

(7)امام بیہقی لکھتے ہیں:

عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ :رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَبَّرَ فَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ، ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ مَفْصَلٍ مِنْهُ فِى مَوْضِعِهِ ، وَرَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ مَفْصَلٍ مِنْهُ فِى مَوْضِعِهِ، ثُمَّ انْحَطَّ بِالتَّكْبِيرِ حَتَّى سَبَقَتْ رُكْبَتَاهُ يَدَيْهِ.

(1)سنن الکبریٰ للبیہقی 2: /99 رقم 2738 (2)مستدرک للحاکم 1: /349 رقم 822

(3)نصب الرایہ 1: /311 (4)الدرایہ 1: /127 رقم 144

(5) سنن دار قطنی 2:/150 رقم 1308 (6) الاحادیث المختارہ للضیاء 3:/21 اسنادہ حسن

مسلکی حمایت یا تطبیق؟

غالی غیر مقلد نے جزء رفع الیدین ح 105 اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا مگر اپنے مسلک کی حمایت میں ایک علمی شگوفہ پیش کیا۔ غالی غیر مقلد جزء رفع الدین ص 106 کے حاشیہ میں لکھتا ہے۔

دو سجدوں سے مراد دو رکعتیں ہیں اور یہ رکعتیں: دوسری اور تیسری ہیں۔ لہذا اس اثر سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ دو رکعتیں پڑھ کر جب اٹھتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔ اس تطبیق سے مرفوع احادیث اور اثر میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ دوسرا مفہوم لینا غلط ہے کیونکہ اس اثر صحابی اور مرفوع احادیث میں تعارض واقع ہو جاتا ہے۔ آثار صحابہ اور احادیث مرفوعہ میں تطبیق وتوفیق دینا ہی راجح ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ مسلکی حمایت میں اپنی تشریحات اور تطبیق انتہائی مردود عمل ہے۔ کیا روایہ ہے کہ فقہ میں مجتہد کے فہم اور تطبیق کو تو درخور اعتناء نہ سمجھا جائے مگر ایک متعصب کی من پسند رائے کو قبول کرلیا جائے۔

اول: جس طرح سجدوں میں رفع الیدین کرنا اثر صحابی سے ثابت ہے، اسی طرح سجدوں میں رفع الیدن کرنا مرفوع روایت سے بھی ثابت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل سے بھی سجدوں میں رفع الیدین ثابت ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت میں بھی سجدوں میں رفع الیدین ثابت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا سجدوں میں رفع الیدین، اپنا عمل:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسٍ؛ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

ترجمہ: حماد بن سلمہ نے یحیٰ بن (ابی) اسحاق سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 1:/271 رقم 2811)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت:

امام بوصیری لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ۔ (المصنف ابن أبي شيبة 3/18 ح 2455-2449)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہاتھ اٹھاتے جب نماز شروع کرتے، اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدوں میں۔

روایت موقوف یا مرفوع؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے موقوف اور مرفوع پر محدثین کرام نے جو تحقیق کی قارئین کرام کے لیے پیش ہے۔

امام دارقطنی کے تحقیق:

✿ امام دارقطنی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فقال یرویه عبد الوهاب الثقفي، عن حميد الطويل، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم. وغيره يرويه عن حميد، موقوفا، وهو المحفوظ.

(العلل الواردة في الأحاديث النبوية.12/60)

✿ امام دارقطنی نے اس کے موقوف ہونے کی وجہ لکھتے ہیں۔

.لم يَرْوِهِ عَنْ حميدٍ مَرْفوعًا غَيْرُ عَبْدِ الْوَهَّابِ ,وَالصَّوَابُ مِنْ فِعْلِ أَنَسٍ.

(سنن الدارقطنی 2/42ح1119)

یعنی حمید الطویل سے یہ روایت عبد الوہاب کے علاوہ کسی نے بھی مرفوع رویات نقل نہیں کی اور صواب یہ ہے کہ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا فعل ہے۔

ضیاء المقدسی کی تحقیق:

امام ضیاء المقدسی لکھتے ہیں۔

وَأَخبرنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ أَحمد بْنُ محمَّدِ بنِ عَبْدِ الجبَّارِ الأَصْبهَانِيُّ بهَا أَنَّ زَاهِرَ بْنَ طَاهِرٍ الشَّحَّامِيَّ أَخبرهُم أَبنا سَعِيدُ بْنُ محمَّدِ بْنِ أَحمدَ الْبحيرِيُّ أَخبرنَا أَبُو بَكْرٍ محمَّدُ بْنُ أَحمدَ بْنِ محمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ ثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَبْدُ الرَّحمنِ بْنُ محمَّدِ بْنِ عَلَّوَيْهِ الْقَاضِي ثَنَا إِسمَاعِيلُ بْنُ أَحمدَ بْنِ أَسَدٍ وَالِي خرَاسَانَ ثَنَا أَبِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ عَنْ حميدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا كَبرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ أَبُو الحسَنِ الدَّارَقُطْنِيُّ يَرْوِيهِ عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حميدٍ عَنْ أَنَسٍ وَغَيْرُهُ يَرْوِيهِ عَنْ حميدٍ مَوْقُوفًا وَهُوَ المحفُوظُ قُلْتُ فَرِوَايَةُ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ مما

يقَوِّي رِوَايَةَ عَبْدِ الْوَهَّابِ وَاللهُ أَعْلَمُ قُلْتُ إِنَّمَا يُرِيدُ الدَّارَقُطْنِيُّ تَفَرُّدَ الثَّقَفِيِّ بِذِكْرِ الرَّفْعِ فِي السُّجُودِ. (الأحاديث المختارۃ 6/53 ح 2027)

امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو موقوف کو محفوظ کہا۔ضیاء المقدسی کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے عبدالوہاب الثقفی کی روایت مرفوع کی متابعت کرتے ہوئے تقویت دی ہے۔ضیاء المقدسی کہتے ہیں: امام دارقطنی نے اسے موقوف عبدالوہاب الثقفی کے تفرد کی وجہ سے کہا۔

اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے مرفوع روایت مروی کرنے میں عبدالوہاب الثقفی کی متابعت یزید بن ہارون کی ہے،اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع بھی صحیح ثابت ہوتی ہے۔

کیا دوسجدوں سے مراد دورکعتیں ہیں؟

غالی غیر مقلد جزء رفع الدین ص 106 کے حاشیہ میں لکھتا ہے۔

دوسجدوں سے مراد دورکعتیں ہیں اور یہ رکعتیں: دوسری اور تیسری ہیں۔

جواب:

گذارش ہے کہ تشریح یا تطبیق اگر حدیث کے متن کے ہی خلاف ہو تو کیسے مانی جاسکتی ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں فی السجود کی وضاحت موجود ہے۔

امام دارقطنی لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ صَاعِدٍ ،ثنا بُنْدَارٌ فِيمَا سَأَلْنَاهُ عَنْهُ ،ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ ،ثنا حُمَيْدٌ ،عَنْ أَنَسٍ ،قَالَ» :كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَإِذَا سَجَدَ.« لَمْ يَرْوِهِ عَنْ حُمَيْدٍ مَرْفُوعًا غَيْرُ عَبْدِ الْوَهَّابِ ،وَالصَّوَابُ مِنْ فِعْلِ أَنَسٍ۔(سنن الدارقطنی 2/42 ح 1119)

ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے،جب رکوع میں جاتے،اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سجدے میں جاتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔

سنن دارقطنی میں واضح طور پر سجدے میں جاتے ہوئے رفع الیدین کرنے کا ذکر موجود ہے،اس لیے کسی من چاہی تطبیق اور تشریح کرنا باطل اور مردود ثابت ہوا۔

امام ضیاء المقدسی نے بھی اسی متن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

أَخبرنَا أَبو أَحمدَ عَبْدَ الْوَهَّابِ بنُ عَلِي بنِ عَلِي بنِ عَبْدِ اللهِ الصوفي بِبَغْدَادَ أَنَّ جَدَّه لأُمِّه إِسماعِيلَ بنَ أَحمدَ بنِ محمَّدٍ النَّيسَابورِيَّ أَخبرهم أبنا عَبْدُ الْبَاقِي بنُ محمَّدِ بنِ غَالِبٍ الْعَطَّارُ أبنا محمَّدُ بنُ عَبْدِ الرَّحمنِ المخَلِّص ثَنَا يحيى بنُ محمَّدِ بنِ صَاعِدٍ ثَنَا بنْدَارُ محمَّدُ بنُ بَشَّارٍ ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ ثَنَا حميدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلاةِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأسه من الرّكوع وَإِذا سجد رِجَالُه ثِقَات وَالمحفوظ أنه مَوْقوف۔ (الأحاديث المختارة 6/53 ح 2025)

محدث المخلص نے بھی اس روایت کو سجدے میں جاتے ہوئے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا محمدٌ: حدثنا يحيى: حدثنا بندارٌ محمد بن بشارٍ فيما سألناه عنه: حدثنا عبدالوهابِ الثقفيُّ: حدثنا حميدٌ، عن أنسٍ قالَ: كانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَرفعُ يَديهِ إذا دخلَ في الصلاةِ، وإذا ركعَ، وإذا رفعَ رأسَه مِن الركوعِ، وإذا سجدَ۔
((المخلصيات 3/180 ح 2275-(120))

یہ روایت موقوف ہو یا مرفوع سجدے میں جاتے ہوئے رفع الیدین کے واضح الفاظ موجود ہیں اور سجدتین کی وضاحت دو رکعت کرنا باطل اور مردود ہے۔

لہٰذا ان دلائل کے پیش نظر اس اثر کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے غیر مقلدین کا ان روایات پر عمل نہیں ہے۔

حمید الطویل کی تدلیس کا اعتراض:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں رفع الیدین والی روایت پر کوئی مسلکی حمایت میں حمید الطویل کی تدلیس کا اعتراض کرسکتا ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ حمید الطویل کی تدلیس کا اس روایت میں اعتراض ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ خود غالی غیر مقلد نے اپنی کتاب الفتح المبین ص ۹۰ پر حمید الطویل کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہو تو صحیح مانتا ہے۔

غالی غیر مقلد زئی لکھتا ہے۔

حديثه عن انس بن مالك رضى الله عنه صحيح ولو لم يصرح بالسماع لانه كان يدلس عن ثابت البنانى عنه وثابت ثقة. (الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص ۹۰)

ترجمہ: حمید بن ابی حمید الطویل کی وہ روایت جو وہ انس بن مالک سے بیان کریں وہ صحیح ہوتی

ہے، اگر چہ سماع کی تصریح نہ بھی کریں، اس لئے کہ اس وقت وہ ثابت (بن اسلم) البنانیؒ سے تدلیس کرتے ہیں اور ثابت (بن اسلم البنانیؒ تو) ثقہ ہیں۔

اس تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ اگر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو پیش کرنا ہے تو پھر ان سے سجدوں میں رفع الیدین کرنا بھی منقول ہے۔ مگر مخالفین تو سجدوں میں رفع الیدین کے ہی منکر ہیں اور عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب

حدثنا سليمان بن حرب، حدثنا يزيد بن إبراهيم، عن قيس بن سعد، عن عطاء قال صليت مع أبي هريرة فكان يرفع إذا كبر وإذا ركع۔

ترجمہ: حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی پس انہوں نے جب اللہ اکبر کہا تو رفع یدین کیا اور جب رکوع کیا تو رفع یدین کیا (جزء رفع یدین: ص 21 رقم 20) اس روایت کے الفاظ بتاتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

جو غیر مقلدین کے موقف کے خلاف ہے جبکہ زبیر علی زئی اس کا ترجمہ کچھ یوں کر کے عوام کو دھوکھا دینے کی کوشش کی ہے ملاحظہ فرمایئے

لکھتے ہیں:

قال البخاري في الجزء رفع اليدين: حدثنا سليمان بن حرب، حدثنا يزيد بن إبراهيم، عن قيس بن سعد، عن عطاء قال: صليت مع أبي هريرة فكان يرفع إذا كبر وإذا ركع (وإذا رفع)

یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ، (رکوع کے لئے) تکبیر کہتے وقت اور (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے (جزء رفع الیدین 22: وسندہ صحیح)۔ (نور العینین: ص160)

غالی غیر مقلد نے اس ترجمہ میں ملاوٹ کی ہے اصل الفاظ صرف اتنے تھے یرفع إذا كبر وإذا ركع مگر اس کا ترجمہ بریکٹوں کے ذریعے اپنا مطلب نکالنا چاہا مگر ان کا موقف اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ روایات قابل استدلال نہیں ہے۔ اور اسے پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔

❀❀❀ ❀❀❀

(8) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب

حَدَّثنا هشَيمٌ، قَالَ أَخبرنَا أَبو حمزَةَ، قَالَ: رَأَيتُ ابنَ عَبَّاسٍ يَرفَعُ يَدَيهِ إِذَا افتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ. (المصنف ابن أبي شيبة 1/235 ح 2431)

اس روایت میں ایک راوی ہے ابوحمزہ عمران بن ابی عطاء الواسطی جو کہ متکلم فیہ ہے جس کا اقرار زبیر علی زئی کو بھی ہے زبیر علی زئی لکھتے کہ درج ذیل علماء نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(1) ابوزرعہ (2) ابوحاتم (3) نسائی (4) ابوداؤد۔

اور اس کو درج ذیل علماء نے ثقہ قرار دیا۔

(1) احمد بن حنبل (2) ابن معین (3) ابن نمیر (4) ابن حبان (5) مسلم (بتخریج حدیثہ) (6) الذہبی فی سیر اعلام النبلاء (5/387) لہٰذا القول راجح ابوحمزہ ثقہ صدوق ہے۔

(نور العینین: ص 161،160)

جواب:

عرض یہ ہے کہ (1) ابوزرعہ (2) ابوحاتم (3) نسائی (4) ابوداؤد، جبکہ ان چار کے علاوہ بھی محدثین نے اس راوی پر جرح کی ہے۔

(5) امام عقیلی لکھتے ہیں

لا يَتابَعُ على حديثه، ولا يُعرف إلا به. (الضعفاء للعقیلی 3: /299 رقم 1306)

(6) امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صدوق له اوہام. سچا ہے وہمی ہے (تقریب التہذیب 1: /752 رقم 5179)

(7) امام دارقطنی فرماتے ہیں:

وليس بالقوي۔ (البرقانی: رقم 579)

لہٰذا اس روایت میں بھی راوی کا وہم ہی ہے۔

(9) سعید بن جبیر رحمہ اللہ تابعی کی روایت کا جواب

غیر مقلدین کے ہاں تو صحابہ کرام کے اقوال وافعال حجت نہیں .تابعین کے اقوال کب سے حجت ہونے لگے .اور اگر واقعی تابعین کے اقوال ان کے لئے حجت ہیں تو حضرت شعبی ،حجرت ابراہیم نخعی ،حضرت ابی اسحاق ،ابن ابی لیلی ،حضرت خیثمہ ،حضرت قیس ،حضرت اسود ،حضرت علقمہ ،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہم اجمعین وغیرہم سے ثابت ہے کہ یہ حضرات ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے بلکہ امام نخعی رحمہ اللہ رفع یدین کے بیان کرنے پر ناراض ہوتے تھے امام ابو بکر ابن ابی شیبہ ان حضرات سے ترک رفع یدین نقل فرماتے ہیں

ابن تیمیہ ممدوح غیر مقلدین لکھتے ہیں:

وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَتَّبِعُوا إِمَامَهُمْ إِذَا فَعَلَ مَا يَسُوغُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :{ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ } وَسَوَاءٌ رَفَعَ يَدَيْهِ أَوْ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ لَا يَقْدَحُ ذَالِكَ فِي صَلَاتِهِمْ وَلَا يُبْطِلُهَا لَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَا الشَّافِعِيِّ وَلَا مَالِكٍ وَلَا أَحمد . وَلَوْ رَفَعَ الْإِمَامُ دُونَ الْمَأْمُومِ أَوْ الْمَأْمُومُ دُونَ الْإِمَامِ لَمْ يَقْدَحْ ذَالِكَ فِي صَلَاةِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا۔

(مجموع الفتاوی 22: /253)

ترجمہ: اور مومنین پر (لازم ہے) کہ اپنے امام کی اتباع کرے پس نبی ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور برابر ہے کسی کا رفع یدین کرنا یا نہ کرنا اس کی نماز میں کوئی نقص نہیں امام ابوحنیفہ ،امام شافعی ،امام احمد بن حنبل اور امام مالک کسی کے ہاں بھی نقص نہیں .اسی طرح امام اور مقتدی میں سے کسی ایک نے کیا تب بھی کوئی نقص نہیں

مذکورہ مواضع میں رفع یدین کے اثبات میں اختلاف نہیں ،غیر مقلدین کے ذمہ یہ ثابت کرنا ہے کہ مذکورہ یعنی رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور تیسری رکعت کو کھڑے ہوتے ہوئے رفع یدین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوام تھا اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری عمل تھا اور یہ اختلافی رفع یدین نماز میں کرنا ضروری ہے تمام روایت جو کہ مرفوع یا آثار صحابہ پیش کیے ان میں اس موقف کا ثبوت کہیں نہیں ملتا اس کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تابعین اور محدثین سے ان مقامات پر رفع یدین کا ترک ثابت ہے۔

(10) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایات کی تحقیق

زبیر علی زئی نور العینین صفحہ ۱۹۵ پر ایک روایت پیش کرتا ہے۔

ابنِ وَهبٍ :أَخبرني حَيْوَةُ بنُ شريحٍ الحضرميُّ عَنْ أَبي عِيسَى سلَيْمانَ بنِ كَيْسانَ المدَني عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ القَاسِمِ، قَالَ :بَيْنَمَا النَّاسُ يُصَلُّونَ في مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ خَرَجَ عَلَيْهِم عمَرُ بن الخطَّابِ، فَقَالَ :أَقْبِلُوا عَلَيَّ بوجوهكم، أُصَلي بِكُمْ صَلاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَ يُصَلي وَيَأْمرُ بِهَا، فقَامَ مُسْتَقْبِلَ القِبْلَةِ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، حَتَّى حَاذَى بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ، ثُمَّ رَكَعَ، وَكَذَلِكَ حِينَ رَفَعَ، فَقَالَ لِلْقَوْمِ :هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلي بِنَا، انْتَهَى.

ترجمہ: لوگ رسول ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ (اچانک) ان کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا :لوگو! اپنے چہرے میری طرف کرو، میں تمہیں رسول ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں، جو آپ پڑھتے تھے اور جس کا حکم دیتے تھے۔ پس آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنے کندھوں تک رفع الیدین کیا اور اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے اپنی نظر جھکالی، پھر آپ نے رفع الیدین کیا۔ پھر رکوع کیا اور اس طرح (رفع الیدین) کیا، جب آپ رکوع سے کھڑے ہئے۔ آپ نے (نماز کے بعد) لوگوں سے کہا کہ رسول کریم ہمیں اسی طرح نماز پڑھاتے تھے۔

(مسند الفاروق لا ابن کثیر 1/165، نصب الرایہ 1/165، نفع الشذی شرح سنن الترمذی 2/217)

جواب:

اس روایت کے مکمل سند امام بیہقی نے اپنی کتاب الخلافیات میں کچھ یوں نقل کی ہے۔

أخبرنا أَبو عَبْدِ اللهِ الحافِظُ، حَدَّثَنِي أَبو أَحمَدَ الحسَيْنُ بنُ عَلِيِّ بنِ محمَّدِ بنِ يحيَى، حَدَّثَنِي أَبو بَكْرٍ محمَّدُ بنُ إِسحَاقَ بنِ خُزَيْمَةَ، حَدَّثَنِي أَحمدُ بنُ الحسَنِ التِرمِذِيُّ - صَاحِبُ أَحمَدَ بنِ حَنْبَلٍ بِنَيسَابُورَ - في مَيْدَانِ الحسَيْنِ بنِ مُعَاذٍ، ثنا حَجَّاجُ بنُ إِبْرَاهِيمَ الأَزْرَقُ، ثنا عَبْدُ اللهِ بنُ وَهبٍ القُرَشِيُّ، أَخبرني حَيْوَةُ بنُ شريحٍ الحضرَميُّ، عَنْ أَبي عِيسَى سلَيْمانَ بنِ كَيْسَانَ المدَنِي، عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ القَاسِمِ :بَيْنَمَا النَّاسُ يُصَلُّونَ في مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - إِذْ خَرَجَ عَلَيْهِمْ عُمَرُ بنُ الخطَّابِ - رضي الله عنه.

(الخلافیات البیہقی 2/345ح1668)

مذکورہ روایت میں 2 راوی محل نظر ہیں۔

1-عبداللہ بن القاسم

2-ابی عیسی سلیمان بن وہب القرشی

عبداللہ بن القاسم مولی ابی بکر اور محدثین کرام کی تحقیق

غالی غیر مقلد کی پیش کردہ روایت میں ایک راوی عبداللہ بن القاسم بھی ہے۔اسکی توثیق کسی معتبر امام سے ثابت نہیں ہے اور یہ مجہول الحال ہے۔درج ذیل محدثین کرام نے عبداللہ بن القاسم کو مجہول کہا ہے۔

۱۔محدث ابن القطان۔ (تہذیب التہذیب 314/5)

۲۔محدث ابن ابی حاتم۔ (الجرح والتعدیل 140/2)

۳۔محدث زیلعی۔ (نصب الرایہ 416/1)

۴۔ابن حجر عسقلانی۔ (تقریب التہذیب ت3626)

۵-محدث البزار۔وَأَبُو نُصَيْرَةَ وَمَوْلَى أَبِي بَكْرٍ فَلَا يُعْرَفَانِ۔(مسند البزار 205/1)

ابن کثیر کے قول سے دھوکا یا فریب؟

جناب غالی غیر مقلد زبیر زئی نورالعینین صفحہ 199 عبداللہ بن القاسم کو ثقہ ثابت کرنے کے لیے ابن کثیر کا ایک قول نقل کیا ہے۔

سنن ابی داود (1514) اور سنن ترمذی(3559) کی ایک روایت روي عَن أبي نصيرة، عَن مولى أبي بكر، عَن أبي بكر کی سند سے ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

وقول علي بن المديني والترمذي:ليس إسناد هذا الحديث بذاك، فالظاهر إنما [هو] لأجل جهالة مولى أبي بكر، ولكن جهالة مثله لا تضر؛ لأنه تابعي كبير، ويكفيه نسبته إلى [أبي بكر] الصديق، فهو حديث حسن والله أعلم.

علی بن مدینی اور امام ترمذی کا یہ قول :اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے ظاہراً مولی ابی بکر کی جہالت کی وجہ سے ہے لیکن ایسے شخص کی جہالت مضر نہیں کیوں کہ وہ بڑا تابعی ہے اور اسکے لیے ابو بکر سے نسبت کافی ہے۔پس یہ حدیث حسن ہے واللہ اعلم!

پھر اسکے بعد امام ابن کثیر کے قول کا خود ہی رد کرتے ہوئے لکھتا ہے: یہ قول اگر چہ مرجوع ہے لیکن معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن القاسم، حافظ ابن کثیر کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔

غالی غیر مقلد زبیر زئی نور العینین صفحہ 199 پر مزید لکھتا ہے۔

امام ابوداؤد نے عبد اللہ بن القاسم کی ایک حدیث پر سکوت کیا ہے۔ (سنن ابی داود ح1793)

منذری وغیرہ سکوت امام ابوداود کی بنا پر حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں۔ (قواعد تھانوی ص87)۔

اس قول کے بارے میں خود لکھتے ہیں کہ یہ قول بھی مرجوح ہے تاہم ان لوگوں پر حجت ہے جن کے نزدیک سکوت ابی داود حسن ہونے کی دلیل ہے۔

غالی غیر مقلد زبیر زئی نور العینین صفحہ 200 پر اپنے پیش کردہ مرجوع اقوال کی بنیاد پر لکھتے ہیں۔

"درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن القاسم حسن الحدیث ہے۔"

جواب:

عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد نے مرجوع اقوال کی بنیاد پر ایک راوی کو حسن الحدیث کیسے قرار دیا؟ جناب نے سنن ابی داود اور سنن ترمذی کی جس سند عَن أبي نصيرة، عَن مولى أَبي بكر، عَن أَبي بكر کے بارے میں ابن کثیر اور امام زیلعی کے تحسین نقل کی ہے اگر مسلکی تعصب نہ ہوتا تو وہ عوام الناس کو ضرور آگاہ کرتے کہ اس سند میں مولى أبي بكر کا تعین کرتے کہ اس سے مراد کون ہے؟ غالی غیر مقلد نے عوام الناس کو دھوکا دیا اور اس روایت میں مولى أبي بكر سے مراد عبد اللہ بن القاسم التیمی مراد لیا۔

مولی ابی بکر کا تعین:

جناب اگر کتب اسماء الرجال کا مطالعہ کر لیتے تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مولى أبي بكر کے نام کے دوسرے راوی بھی موجود ہیں۔

ایک کا نام عبد اللہ بن القاسم التیمی ہے اور دوسرے کا نام ابو رجاء ہے۔

ابن حجر عسقلانی کی تحقیق:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

1۔ عبد الله بن القاسم التيمي مولى أبي بكر مقبول من الثالثة د۔ (تقریب التہذیب 3536)

ابن حجر کے مطابق عبد اللہ بن القاسم مقبول راوی ہیں اور ان سے صرف امام ابوداود نے روایت لی ہے۔

2۔أبو رجاء مولی أبي بکر الصدیق مجھول من الثانیة دت۔(تقریب التھذیب8094)

ابن حجر عسقلانی کے مطابق ابو رجاء مجھول راوی ہیں اور ان سے روایت امام ابو داود کے ساتھ امام ترمذی نے بھی لی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داود اور سنن ترمذی میں عَن أبي نصیرة، عَن مولی أبي بکر، عَن أبي بکر کی سند میں مولی أبي بکر سے مراد ابو رجاء ہیں نہ عبداللہ بن القاسم۔

اس لیے ابن کثیر اور محدث زیلعی نے جس حدیث کو حسن قرار دیا اس میں مولی أبي بکر سے مراد ابو رجاء ہے نہ کہ عبداللہ بن القاسم التیمی جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت کا راوی ہے۔

محدث مزی کی تحقیق:

امام مزی نے سنن ترمذی اور سنن داود کی روایت کے راویوں کی مزید وضاحت بھی کر دی ہے۔

محدث مزی لکھتے ہیں۔

دت :أبو نصیرة.عَن :مَوْلَی لأَبِي بَکْرٍ، عَن أبي بکر حدیث :ما أصر من استغفر وإن عاد في الیوم سبعین مرة.

روي عَن أبي نصیرة، عَن أبي رجاء مولی أَبي بکر، عَن أَبي بکر.

(تھذیب الکمال في أسماء الرجال35/121)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر نے سنن ترمذی اور سنن ابو داود کی جس روایت کو حسن کہا ہے اس روایت میں مولی ابی بکر کا نام ابی رجاء ہے۔جب کہ جناب کی پیش کردہ روایت میں عبداللہ بن القاسم مولی ابی بکر ہے۔جناب کو عبداللہ بن القاسم کی توثیق ثابت کرنی تھی اور جناب غالی غیر مقلد مولی ابی بکر ابی رجاء کی توثیق کے حوالے دے کر عوام الناس کو دھوکا دے رہے ہیں۔

سلفی محقق الجوینی کا موقف:

مزید یہ کہ سلفی محقق الجوینی ابن کثیر کے موقف کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فھذا کلام غریب، ویتعجب أن یصدر من مثل الحافظ ابن کثیر لأنه مخالف لأصول أھل الحدیث من أن مجھول الحال لا تثبت بخبره حجة فضلاً عن مجھول العین..

(نثل النبال بمعجم الرجال4/339)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت میں عبداللہ بن القاسم مولی ابی بکر مجھول یا مقبول راوی ہے۔اور جس

راوی کی تحسین ابن کثیر سے پیش کی گئی وہ دوسرا راوی ابو رجاء مولی أبي بکر ہے۔

محدث زیلعی کی تحقیق:

امام زیلعی نے عبداللہ بن القاسم کو مجہول کہا ہے۔
ولم یعرف من حاله أیضا بشيء۔(نصب الرایہ 1/416)
یعنی عبداللہ بن القاسم کے حال کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔
مزید یہ کہ غیر اہل سنت کے مرجوع اقوال ہم پر حجت نہیں۔اور غالی غیر مقلد نے خود ان اقوال کو مرجوع بھی تسلیم کیا ہے۔

ابی عیسی سلیمان بن کیسان اور محدثین کرام کی تحقیق

پیش کردہ روایت میں عبداللہ بن القاسم کا شاگرد ابی عیسی سلیمان بن کیسان ہے اور یہ راوی بھی مجہول ہے۔
درج ذیل محدثین کرام نے سلیمان بن کیسان کو مجہول کہا ہے۔
ا۔محدث ابن القطان۔(تہذیب التہذیب 12/196 ,بیان الوہم والایہام رقم 708،1208)
2۔محدث ابن ابی حاتم۔(الجرح والتعدیل 4/ 137)
۳۔محدث زیلعی۔ (نصب الرایہ 1/416)
۴۔ابن حجر عسقلانی۔ (تقریب التہذیب ت 8295)5-ابن حزم۔(حجۃ الوداع ص 485)

اعتراض:

ان سے ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔حافظ ابن حبان اور علامہ ذہبی نے اسے ثقہ کہا ہے۔(الکاشف 3/321)

جواب:

عرض یہ ہے کہ علامہ ذہبی کی توثیق ابن حبان کے قول پر ہے۔محققین نے اس بات کی وضاحت کی ہے علامہ ذہبی جس راوی کو ثقہ کہنے میں منفرد ہو تو ان کا اعتبار ابن حبان کے قول پر ہوتا ہے۔یہ بات بھی قابل غور ہے کہ میزان الاعتدال 4/ 560 پر ابی عیسی سلیمان بن کیسان کی توثیق کے لیے جو الفاظ لکھے ہیں۔

أبو عیسی الخراساني [د].عن الضحاك مرسلا:نهى أن يخرج يوم العيد بسلاح.قال ابن القطان :لا يعرف حاله.قلت :ذا ثقة.روى عنه حيوة بن شريح، وسعيد بن أبي

أيوب، وابن لهيعة، وجماعة. سكن مصر، ووثقه ابن حبان.

(میزان الاعتدال ت10494)

میزان الاعتدال کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی عیسی کو ثقہ کہنے کی وجہ اس سے ایک جماعت کا روایت کرنا ہے۔
اور اگر بالفرض اس راوی کو ثقہ مان بھی لیا جائے تو ابن حجر عسقلانی نے ابی عیسی کو مقبول راوی لکھا ہے۔ اور مقبول راوی کی روایت بغیر متابعت کی ضعیف ہوتی ہے۔ اس لیے علامہ ذہبی کے قول ماننے سے بھی اس راوی کی منفرد روایت ضعیف ہوگی۔

ابن حجر عسقلانی کا اختلاف:

ابن حجر عسقلانی نے ابی عیسی سلیمان بن کیسان کے بارے میں جمہور علماء کا قول ہی راجح قرار دیا ہے۔
تہذیب التہذیب میں انکا ترجمہ بیان کرتے ہیں۔

"د - أبو عيسى" الخراساني التميمي اسمه سليمان بن كيسان وقيل محمد بن عبد الرحمن وقيل محمد بن القاسم وقع إلى مصر روى عن الحسن البصري ودرع بن عبد الله الخولاني والضحاك بن مزاحم وعبد الله بن القاسم وعبد الله بن كناز وعبد الكريم بن أبي أمية وعطاء الخراساني وهارون بن راشد وأرسل عن ابن عمر وروى عنه معاوية بن صالح الحمصي وحيوة بن شريح ويحيى بن أيوب ونافع بن يزيد وسعيد بن أبي أيوب وعبد الله بن لهيعة المصريون ذكره ابن حبان في الثقات قلت وقال ابن القطان حاله مجهولة. (تہذیب التہذیب 901)

امام ابن حجر نے سوائے ابن حبان سے کوئی توثیق بیان نہ کی اور ابن قطان کی مجہول کہنے کی جرح کو ہی راجح قرار دیا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی اپنا راجح موقف نقل کرتے ہیں۔

أبو عيسى الخراساني نزيل مصر التميمي اسمه سليمان ابن كيسان وقيل محمد ابن عبد الرحمن أو ابن القاسم مقبول من السادسة وحديثه عن ابن عمر مرسل د.

(تقریب التہذیب، رقم 8295)

معلوم ہوا یہ راوی بھی راجح تحقیق میں مجہول الحال ہے۔ اور اس روایت سے استدلال کرنا اصول کی روشنی میں غلط ہے۔

❀❀❀ ❀❀❀

(11) حضرت عقبہ بن عامر الجھنی رضی اللہ عنہ کی روایت کا تحقیقی جائزہ

زبیر علی زئی نور العینین صفحہ ۱۸۲، فتاوی علمیہ (توضیح الاحکام) ج 1 ص 347 پر ایک روایت پیش کرتا ہے۔
سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
"انه يكتب في كل اشارة يشير ها الرجل بيده دي الصلوة بكل اصبع حسنة او درجة"
نماز میں جو شخص (مسنون) اشارہ کرتا ہے، اسے ہر اشارے کے بدلے میں ہر انگلی پر ایک نیکی یا ایک درجہ ملتا ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی 7/ 297 ح 819 وسندہ حسن۔ مجمع الزوائد 2/103 قال البیہقی واسنادہ حسن" معرفت السنن والآثار للبیہقی ج ا ص 225 قلمی)

جواب:

اس روایت کے مکمل سند المعجم الکبیر للطبرانی میں کچھ یوں نقل کی ہے۔
حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ مُوسَى، ثنَا أَبُو عَبدِ الرَّحمنِ المقْرِئُ، عَنِ ابنِ لهيعَةَ، حَدَّثَنِي ابنُ هُبَيْرَةَ، أَنَّ أَبَا المصْعَبِ مِشْرَحَ بنَ هَاعَانَ المعَافِرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بنَ عَامِرٍ الجهَنِيَّ، يَقُولُ:
مذکورہ روایت میں اصول جرح وتعدیل کے مطابق چند علتیں ہیں جو اس روایت کو ضعیف ثابت کرتی ہیں۔

ابن لھیعۃ سے عبادلہ کی روایت کی اسنادی حیثیت

علی زئی نے بہت کوشش کی کہ عبد اللہ بن لھیعۃ کو حسن الحدیث ثابت کر سکے، عبد اللہ بن لھیعۃ کے ضعف یا حسن الحدیث کا معاملہ تو کسی دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کیا جائے گا، مگر جناب کو یہ معلوم تھا کہ ابن لھیعۃ کی توثیق ثابت کرنا کچھ آسان نہیں، اس لیے ابن لھیعۃ سے چار عبد اللہ) عبد اللہ بن مبارک، عبد اللہ بن یزید المقری، عبد اللہ بن وھب، اور عبد اللہ بن مسلمہ (روایت کریں تو صحیح ہوتی ہے، اس اصول سے روایت کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

جواب:

عبد اللہ بن لھیعہ کے حافظ خراب ہونے سے قبل اور حافظہ خراب ہونے کے بعد مرویات کے بارے میں محدثین کرام نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ غیر مقلدین حضرات عوام الناس کے سامنے اپنے دلائل کے اثبات کے لیے یہ

دلیل پیش کرتے ہیں کہ "ابن لھیعہ اگر چہ کہ ضعیف ہے مگر چار عبداللہ (عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید المقری، عبداللہ بن وھب، اور عبداللہ بن مسلمہ) اور دیگر راوی جنہوں نے اختلاط سے قبل روایت لی، ایسی مرویات صحیح ہوتی ہیں" ۔مگر یہ بات غلط و باطل ہے۔کیونکہ محدثین کرام کی تصریح موجود ہیں کہ چار عبداللہ کی روایت دیگر شاگردوں کی روایات کے نسبت بہتر ہیں نہ کہ صحیح ہیں۔اب ان غیر مقلدین کو نسبتاً بہتر کا معنی و مفہوم معلوم ہوتا ہے مگر عوام الناس کو دھوکا دینے کے لیے محدثین کرام کے ایسے اقوال پیش کرتے ہیں۔ایسے تمام اقوال کی حیثیت اور تفصیل کے لیے عرب محقق دکتور عبدالمعبد کی النطع الشذی پر تعلیقات ملاحظہ کریں۔قارئین کرام کے لیے ابن لھیعہ کے اختلاط سے قبل اور اختلاط کے بعد کی مرو ایات کے بارے میں محدث ابن معین کا قول پیش خدمت ہے۔

❁ امام ابن معین لکھتے ہیں۔

ابن لهيعة لَيسَ بِشيء تغير أو لم يتغَيّر۔

(کلام أبی زکریا یحیی بن معین فی الرجال روایۃ طھمان، رقم 342)

امام یحیی بن معین کے نزدیک ابن لھیعہ کی روایات کچھ نہیں، چاہے اس کا حافظہ خراب ہو یا نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ ابن لھیعہ کے حافظہ خراب ہونے سے قبل عبادلہ نے روایت کی ہو یا بعد میں، محدث ابن معین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

❁ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

قلت العمل علی تضعیف حدیثه۔ یعنی اس کی حدیث کے ضعف پر ہی عمل ہے۔

(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ، رقم 2934)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابن لھیعہ کی حدیث کی تضعیف پر ہی محدثین کرام کے نزدیک راجح ہے۔

۲۔مشرح بن ھاعان کی عقبہ بن عامر سے مرویات:

محدث ابن حبان، مشرح بن ہاعان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یروی عن عقبة بن عامر أحادیث مناکیر لا یتابع علیها۔ (المجروحین 28/3)

یعنی مشرح بن ہاعان، عقبہ بن عامر سے منکر روایات لے کر آتا ہے جس پر کوئی متابع نہیں ہوتی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غالی غیر مقلد کے پیش کردہ روایت ضعیف ہے۔

❁❁❁ ❁❁❁

امام شافعی کا رفع الیدین نہ کرنے والے پر حکم

امام شافعی فرماتے ہیں:

فَلِهَذَا قُلْنَا من تَرَكَ افْتِتَاحَ الصَّلاةِ بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الافْتِتَاحِ وَالتَّكْبِيرِ فِي الخفضِ وَالرَّفْعِ وَرَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَقَوْلِ سمع اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لكَ الحمدُ وَيجلِسَ جِلْسَةً لم يَأْمُرْهُ بها فِي الصَّلاةِ فَقَدْ تَرَكَ الاخْتِيَارَ وَلَيسَتْ عليه إعَادَةُ صَلاتِهِ۔

(کتاب الام للشافعی 1:/103)

ترجمہ: پس ہم کہتے ہیں کہ نماز کے شروع میں تکبیر کہنے کے بعد رکوع کو جھکتے وقت اور کھڑے ہوتے وقت تکبیر کو اور رکوع اور سجود کے وقت رفع یدینا ور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اور جلسہ میں بیٹھنا ترک کرتا ہے ہم اس کو نماز میں حکم نہیں دیتے پس اسے ترک کا اختیار ہے اور نہ اسے نماز کے اعادہ کا کہتے ہیں۔

امام شافعی کے اس قول کو پڑھنے کے بعد احناف کی نماز پر اعتراض کرنے والے اور خلافِ سنت کہہ کے عوام الناس کو بہکانے والوں کو ضرور نظر ثانی کرنی چاہیے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام سفیان ثوری کا عمل:

محدثین کے امیر المومنین امام سفیان ثوری بھی ترک رفع الیدین پر عامل تھے۔محدث ابن عبدالبر اپنی کتاب میں حضرت عبداللہ بن مبارک (جو بعد میں ترک رفع الیدین کے قائل ہوئے) سے سنداً روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بنُ سُفْيَانَ۔۔۔لبَارَكِ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ سُفْيَانَ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَرْفَعَ يَدَيَّ إِذَا رَكَعْتُ وَإِذَا رَفَعْتُ فَهَمَمْتُ بِتَرْكِهِ وَقُلْتُ يَنْهَانِي سُفْيَانُ۔۔۔۔

ترجمہ: ابن مبارک کہتے ہیں مین نے سفیان الثوری کے قرب میں نماز پڑھی اور میں نے ارادہ کیا کہ رفع الیدین کروں جب رکعت یعنی رکوع کروں اور جب اٹھوں لیکن پھر دل میں سوچا کہ نہیں کرتا (رفع الیدین) اور میں نے (دل میں) کہا کہ سفیان الثوری منع کرینگے (رفع الیدین سے)۔۔۔

کیونکہ مخالفین کے دلائل ان کے دعوی کے مطابق بھی نہیں ہیں اس لیے معترضین کو اپنے دلائل کا بغور جائزہ بھی لینا چاہیے۔

الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں

مؤلف

فیصل خان رضوی

راولپنڈی

دارالتحقیق و اشاعت